6859

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

اختیار الاسلام

حصۂ چہارم

یا

تعلیم الاسلام

بجواب

رسالہ تہذیب الاسلام

حصہ اوّل

مصنفہ ماسٹر عبدالرحمن صاحب نومسلم متوطن ریاست کپورتھلہ

پنجاب پریس سیالکوٹ میں منشی فیض علی صاحب مالک کے اہتمام سے چھپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جب ہم رسالہ اختیار الاسلام تحریر کر چکے تھے اور اُس میں اپنے مشرف باسلام ہونیکی تمام وجوہات اور متفرق مباحثات جو ہمیں وقتاً فوقتاً آریوں عیسائیوں اور سکھوں سے کرنے پڑے تھے پوری صفائی کے ساتھ لکھ کر شائع کر چکے تھے تو ہمیں مطلق اُمید نہ تھی کہ اس کتاب کے شائع ہونے اور پڑھنے کے بعد پھر بھی کوئی آریہ آریہ رہیگا۔ کیونکہ اس کتاب کے ہر ہر حصہ میں خصوصیت کے ساتھ اس مذہب کا استیصال کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں بیرونجات سے احباب اور غیر احباب نے اس کتاب کی تعریف اور مفید ہونے کے بارے میں اسقدر خطوط اور شہادتیں بصدق دل تحریر کیں کہ اگر انہیں لکھا جائے تو ایک دفتر بنتا ہے۔ چنانچہ بعض بزرگوں نے تحریر فرمایا کہ اس کتاب اختیار الاسلام نے آریہ مت کی چولیں ڈھیلی کردی ہیں۔ اگر لکھنے والا پاس ہوتا تو اُسکے ہاتھوں کو چوم لیا جاتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرضکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس کی غیر معمولی قبولیت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی گئی ہے اور کتاب آریوں کے ہتھکنڈوں اور افتراپردازانہ تحریروں کے لئے اکسیر ثابت ہوئی۔

مگر افسوس کا مقام ہے کہ دُنیا تعصب بغض اور عداوت بیجا سے اسقدر اندھی ہوگئی ہے کہ اس مردار دنیا کے لحاظ اور والدین اور خویش و اقربا کی چند روزہ محبت کے زیر اثر ہو کر مخالفین اسلام نے اس کتاب کو بکثرت نہیں دیکھا اور نہیں پڑھا۔ گو بعض جلیل القدر اور عالی ہمت احباب نے اپنی علو ہمتی کو کام فرما کر اس کتاب کو مخالفین اسلام کے لئے ازحد مفید پا کر چند نسخے رشید اور نیک نیت سکھ سرداروں کے پاس بھجوا دیئے ہیں اور ہم نے بھی حسب استطاعت اپنے ہندو بھائیوں اور سکھ سرداروں کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ مگر یہ قومی کام ہے۔ اور اس کے سرانجام دہی کے لئے قوم کی توجہ کی اشد ضرورت محسوس ہوتی اور ہو رہی ہے۔

ہمارا ارادہ نہ تھا کہ بعد تصنیف اختیار الاسلام دوبارہ پھر آریوں سے مخاطب ہوں۔ لیکن جب لالہ دھرمپال نے نہایت بیدردی اور ظالمانہ طور سے اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کی توہین اور تکذیب کی کہ اُسے پڑھکر کلیجہ منہ کو آتا ہے اور دل پاش پاش ہوتا ہے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو ڈبڈبا آتے ہیں تو لامحالہ بخوف صحت دھرمپال کی بیجا افترا پردازیوں اور ناپاک تحریروں کا نہ صرف جواب دینا پڑا بلکہ رسالہ ہذا کا ضمیمہ تحریر کرنا ازبس ضروری ہوا۔ جس میں اُنکے اصول کاذبہ اور سوامی دیانند سرستی کی تحریروں کا تمام تار و پود اور شیرازہ اُدھیڑ دیا گیا ہے۔ تاکہ اُنہیں معلوم ہو کہ خود ہمارے گھر میں کیا ہے۔ جو دوسروں پر ناحق درانتی کی طرح زبان درازی کی جاتی ہے۔ درآنحالیکہ گھر میں خود آگ لگ رہی ہے۔ جسکا بجھانا محال ہو رہا ہے غرض ہم نے رسالہ تعلیم الاسلام میں تو تہذیب الاسلام حصہ اول کا جواب مع ادلہ کاملہ دیا ہے مگر ضمیمہ رسالہ تعلیم میں نہ صرف آریہ مذہب پر خوفناک عقلی اور نقلی اعتراض لکھے ہیں۔ بلکہ نہایت صفائی کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دُنیا کے تختہ پر ایماندار کوئی آریہ موجود نہیں اور موجودہ آریوں کا مذہب صرف زبانی بک بک کا نام ہے جیسے کہ خود مطالعہ سے ظاہر ہوگا۔ اُمید کہ احباب اس رسالہ کی اشاعت میں حتی الامکان دریغ نہیں کرینگے۔ کیونکہ جس صورت میں لاکھوں کروڑوں بنی نوع انسان کے روبرو روحانیت اور حقانیت اسلام کا بیدردی سے خون ہو رہا ہے اور اسلام بدنام اور ذلیل ہو رہا ہے اور ہم باوجود صادق ہونے کے کاذب قرار دیئے جاتے ہیں۔ تو ہر فرد بشر اور مومن مسلمان کا فرض ہے کہ اس نابکار ظالم کا ہاتھ روکا جائے جو اس باغ ملت کے پودوں کی طرف ارادہ فاسد سے اپنا ہاتھ لمبا کرتا ہے اگر ہم لوگوں نے اس طرح کی ظالمانہ توہین اسلام کا دفعیہ نہ کیا تو جو کچھ آئندہ نسل پر اثر بد پڑیگا اسکا دفعیہ اور علاج آنیوالے بزرگان دین کے خون جگر کو کھا جاویگا۔ غرضکہ جو کوئی چاہتا ہے کہ اس کی اولاد جو مدرسوں اور دیگر درسگاہوں میں تعلیم پاتی ہے آریہ اور دیگر فرقہ مخالف کی زہرناک ہواؤں اور دام تزویر اور تدلیس سے محفوظ رکھے۔ اُسے ضروری ہے کہ رسالہ ہذا و اختیار الاسلام نہ صرف اپنوں تک ہی ہم پہنچاوے بلکہ غیروں تک اسکا پہنچانا ابتغاء مرضات اللہ کیلئے ازبس ضروری ہے اور ڈبیٹنگ کلب اور سوسائیٹیوں اور اخبار خانوں میں اسکا ارسال کرنا لابدی ہے کاش لاہور کے انارکلی جیسے بازاروں اور چوکوں میں ریڈنگ روم ہوں۔ اور وہاں ایسی کتابیں اور ہمارے اشتہار ہر ایک کے پڑھنے کیلئے طیار اور میسر آسکیں تاکہ ایک کتاب اور اخبار سے ہزاروں مستفید اور فیضیاب ہو سکیں۔

العارض

عبدالرحمٰن عفی عنہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محمد و آل محمد ذخیرہ لاہور
135896

واضح ہو کہ پیشتر اس کے کہ ہم الفاظ مکر اور کید کے معانی معلوم کرنے کے لئے لغات اور محاورات عرب اور لاکھوں کروڑوں زندہ عربی بولنے والوں کا حوالہ دیں۔ اسقدر بیان کرنا ضروری ہے کہ قرآن کریم میں خود بیان آچکا ہے کہ مکر برا بھی ہوتا ہے اور مکر اچھا بھی ہوتا ہے۔ اور نیز کید برے معنوں میں بھی آتا ہے اور اچھے معنوں میں بھی آتا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ ۲۲/۱۲ یعنی برا منصوبہ منصوبہ کرنے والے ہی پر اُلٹ پڑتا ہے۔ اب جائے غور ہے کہ اگر مکر کے معنے صرف دغابازی کے ہوتے اور نیک تدبیر کے نہ ہوتے تو اُسکے ساتھ برا کا لفظ کیوں لگایا گیا۔ کیا کبھی اُردو میں کوئی ایسا بولتا ہے کہ بری دغابازی برے دغاباز پر اُلٹ پڑتی ہے۔ اور نیک دغابازی نیک پر۔ دغابازی کا لفظ ہی ایسا مذموم ہے۔ کہ اسپر لفظ برا لگانا ہی غلطی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں لفظ مکر کے ساتھ برا (السیئ) کا لفظ بھی ساتھ لگا دیا ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ جہاں صرف لفظ مکر آیا ہے۔ وہاں مطلق تدبیر کے معنے میں آتا ہے۔ اور جہاں مکر السیئ آیا ہے یا سیاق کلام مقتضی ہوتا ہے وہاں بری تدبیر کے معنوں کو ظاہر کرتا ہے۔ مگر جہاں یہ آیا ہے انھم یکیدون کیدا واکید کیدا ۳۰/۱۱ یعنے مخالفین تدبیریں کرتے ہیں۔ اور میں بھی تدبیر کرتا ہوں اس کے وہی معنے ہیں جیسے پولیس انسپکٹر یا گورنمنٹ کہے کہ بدطینت فتنہ پرداز امن عامہ میں خلل اندازی کے لئے بری تدبیریں کر رہے ہیں۔ مگر ہم بھی تدبیریں کر رہے ہیں۔ اب فتنہ پرداز لوگوں کا مکر

Marfat.com

ایسا ہے کہ اُسکے ساتھ عربی زبان میں اور قرآن میں (السیئی) کے لفظ کا اطلاق ہو اسی طرح گورنمنٹ کی تدبیر اور مصلحت جس سے بد اندیش باغیوں کا قلع وقمع ہو وہ عین خیر وبرکت پر مبنی ہوتا ہے۔ گو اسکے ساتھ لفظ السیئی کا ہرگز نہیں۔ اور جو گورنمنٹ کی مخفی تدابیر مذکورہ بالا کو مدنظر رکھ کر گورنمنٹ کو مکار ودغا باز کہے۔ وہ خود بے ایمان اور باغیانہ حرکات کا باعث ہوگا۔ نہ کہ نیک اور باایمان آریہ جو چار سو سال کی عمر پاکر ایمان والا آریہ کہلا سکے۔ اور بے ایمان شودر اور نیچ در نیچ آریہ ثابت ہونے کے سیاہ داغ کو اپنی پیشانی سے دھوسکے اسی طرح کید کا لفظ بھی باریک یا مخفی تدبیر پر اطلاق پاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ یعنے میری (اللہ تعالے کی) تدبیر متانت پر مبنی ہوتی ہے لیکن جن عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھلانا چاہا تھا۔ اُن کے حق میں جو لفظ کید کا مستعمل ہوا ہے۔ اُس کے ساتھ متین (متانت اور شرافت) والا مستعمل نہیں ہوا۔ کیونکہ سیاق کلام خود ظاہر کر رہا ہے کہ اِن بدکار عورتوں کا کید (تدبیر بد) متانت اور شرافت سے دُور تھا۔ اور لکھا ہے اِنَّ کیدکُنَّ عظیم۔ ۱۲/۱۳ یعنے اُن بدکار عورتوں کی تدبیر بہت بُری تھی جو یوسف کو زنا کی طرف ترغیب دیتی تھیں۔ چنانچہ اس بُری تدبیر یا بُرے مکر یا منصوبہ کا ثبوت اس آیہ سے ظاہر ہے۔ کہ فاستغفری لذنبك انك کنت من الخاطئین ۱۲/۱۳ یعنے اَے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ کیونکہ تو خطاکار تھی۔ کہ ایسا منصوبہ کیا۔ اِسی طرح حضرت یوسف کے بھائی یوسف علیہ السلام کی ہلاکت اور ضرر رسانی کے لئے بُری تدبیر (مکر السیئی) عمل میں لائے۔ مگر اللہ تعالی نے ایسی پاک تدابیر سے کام لیا کہ اُن غارتگروں اور بد اندیش گمراہوں کے منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔ اور ان سب کو خائب وخاسر ہوکر یوسف علیہ السلام کا دست نگر ہونا پڑا۔ جیسے کہ گزشتہ صدی میں اکثر بدمعاشوں اور قزاقوں کو گورنمنٹ کے آگے پا بہ زنجیر ہوکر رحم وجان بخشی کا طالب ہونا پڑتا تھا۔ گو گورنمنٹ نے بھی رہزنوں اور غارتگروں کی ہلاکت کے لئے مخفی ورمخفی تدابیر پر عمل کیا۔ اور ٹھگوں اور ڈاکوؤں بھی اپنی باریک در باریک تدابیر سے صد ہا جتن کئے۔ مگر کوئی بدبخت گمراہ ایسا نہیں گورنمنٹ ہند کو مکار دغا باز کہے۔ اور اُسکی تدابیر مخفیہ کو بُرا کہے۔ ہاں چوروں اور ڈاکوؤں کی تدابیر ہی کو بُرا کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں لکھا ہے کہ ان اللہ لا یھدی کید الخائنین یعنے خائن لوگوں کے منصوبے اور تدابیر کو خدا کارگر نہیں ہونے دیتا۔ اس سے ثابت

Marfat.com

کہ خیانت گر لوگوں کا کید (تدبیر) خدا کی نظر میں منظور نہیں لیکن ان کیدی متین ۹/۱۳ یعنی نہانت اور شرافت اور نیک نیتی کی تدبیر (کید) کارگر ہوتی ہے۔ جیسے کہ یوسف علیہ السّلام کے حق میں ہوا۔ اور یہ کہنا کہ خدا کیوں مخفی تدابیر سے کام لیتا ہے۔ اسکا جواب یہی ہے کہ کوئی بدیک البشور سے پوچھے کہ وہ کیوں درخت اور نباتات اور انسانوں کے بیجوں کو مخفی جگہوں میں تاریک در تاریک اندھیروں کے اندر پیدا کرتا اور نشوونما دیتا ہے۔؟ اور خدا کی مخفی تدابیر سے یہ بھی ہے۔ کہ اوائل میں رسولوں کے دشمن اُنہیں طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے مگر وہ ذات جلد باز نہیں۔ کہ ہر ایک کو اسکی شرارت پر معًا وہیں سزا دیدے یا بقول وید یک اصول جھٹ پٹ کُتے بلے کے جنم میں طرفۃ العین میں اُتار دیوے۔ اور شریر مجرم کے کان لمبے ہوجائیں۔ مگر وہ بموجب قول" دیر گیرد سخت گیر" جب دیکھتا ہے۔ کہ اسکی شرارت حد سے گزر گئی ہے اور وہ باز نہیں آتا۔ تو پھر ادنیٰ جرم کی تحریک سے بھی بوجہ عظیم گناہوں کے یک لخت اپنی گزشتہ کرتوتوں کی پاداش کو لیکھرام مردہ اور دیانند افسردہ کی طرح پر اپت دفا ئینہ ہوتا ہے۔ اگر اُن کی ہر ایک شرارت پر اُن کا ہاتھ پکڑا جاتا تو وہ آزاد کیونکر رہتے۔ اور مستوجب سزائے اخروی کیونکر قرار پاتے۔ حاصل کلام یہ کہ ادنےٰ ادنےٰ بد پرہیزی کی آلائش دل و دماغ پر سیاہی کی طرح جمتی رہتی ہے۔ درانحالیکہ مجرم باوجود نصائح اور عبرتوں کے روحانی اور جسمانی گناہوں کا ارتکاب کرتا جاتا ہے حتیٰ کہ جب وہ ایک ضرر رساں اور سگ دیوانہ یا بیفائدہ جھاڑی کی طرح باغ کے پھلدار پودوں کو نقصان پہچانے لگتا ہے۔ تو پرماتما (خداوند عالم) یا باغ کا مالی اُس بوٹے کو کاٹ ڈالتا ہے۔ اور وہ بقول دیانند بوجہ دشمن ہونے دنیا کے فیض رساں اشخاص کے کاٹا جاتا ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۷۳۔ علاوہ ازیں حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کو اُس نے بداندیش گمراہوں کے منصوبے سے بچا کر سرینگر کشمیر میں پناہ دی اور قرآن شریف سے حوالہ مانگتے ہو تو سنو۔ آیہ وجعلنا ابن مریم وامہ اٰیۃ واٰوینھما الےٰ ربوۃ ذات قرار ومعین ۱۸/۱۳ یعنی ہمنے ابن مریم اور اُس کی ماں میں ایک نشان رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے اُن کو نہائت اونچی اور چشموں سے سرشار زمین میں جگہ دی سو خدا کا بڑا نشان ظاہر ہوا۔ کہ اس صدی میں آکر یہ نشان نمودار ہوا۔ گو تیرہ سو سال بیشتر کی پیشینگوئی دربارہ محفوظ رہنے ابن مریم کے قرآن کریم میں موجود تھی۔ مگر وہ نشان آج ثابت ہوگیا۔ کہ اُن کو کشمیر جنت نظیر میں اللہ پاک نے جگہ دی۔ اور مخالفین کو روسیاہ کیا۔

Marfat.com

اور تمام دُنیا گواہ ہے کہ کوہ ہمالہ سب سے اونچا پہاڑ ہے جس کے دامن میں [illegible]
اور سرینگر میں اُن کی قبر موجود ہے۔ اگر اب بھی کوئی بدبخت انکار کرے تو پانچسو [illegible]
سرینگر کی شہادت دیکھ لے (مفصل دیکھو مسیح ہندوستان میں) اور یہ اعتراض کرنا کہ
دوسرے آدمی کو پھانسی دلا کر اور چھت چیر کر عیسےٰ علیہ السّلام کو بچایا اِسکا جواب یہی ہے
کہ ہمارے قرآن کریم میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے۔ اگر کسی بدبخت سور کے پاس کوئی ایسا
قرآن ہو تو پیش کرے ورنہ جھوٹ کی نجاست کو کھا جائے۔ اگر ضعیف حدیثوں اور اقوال
غیر معتبر کو پیش کرنا ہے تو اسکا ضامن قرآن کریم نہیں ہے۔ جیسے کہ پرانوں کے افسانوں کا
ذمہ وار وید کو نہیں مانا جاتا +

اگر اس بیجا سوال کو واپس نہیں لیتے ہو تو بتاؤ کہ مہادیو کی لِٹوں سے کیونکر دریائے
گنگا نکلا۔ اور شیولنگ کی داستانیں کیونکر پایہ ثبوت کو پہنچ سکیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر
ہم پرانوں کے پُرانے اور اصلی قدیمی ویدک خوبیوں اور وسوسہ انگیز افسانوں میں
تضیع اوقات نہیں کرتے۔ جنسے آج آریہ صاحبان مُنکر اور روگردان ہو گئے ہیں۔ مگر
اتنا تو کہے بغیر ہم نہیں رہتے۔ کہ اُن کی مستند ستیارتھ پرکاش کی اس فلاسفی کا پول کھولینگے
اِنشاء اللہ تعالےٰ (دیکھو ضمیمہ رسالہ ہذا)

ا۔ آریہ عورت کے تیسرے نیوگی خصم کو اگنی کہتے ہیں کیونکہ اُس میں حرارت زیادہ ہوتی
ہے۔ ستیارتھ صفحہ ۱۵۳۔ مگر مَیں پوچھتا ہوں کہ تیسرے بدبخت خصم میں کیوں حرارت زیادہ
ہوتی ہے؟ اُس میں کونسی گندھک بھر جاتی ہے۔ اگر یہ کہو کہ تجربہ کار ہو کر آتش خیز پہاڑ ہو جاتا
تو بھی غلط ہے۔ کیونکہ جونسا پہلا جوان مشٹنڈا نیوگی ہوگا اُس میں حرارت زیادہ ہوگی
اور یہی قرین قیاس ہے۔ ورنہ جو چار سال ایک عورت سے نیوگ کرکے بعد ازاں دوسری
استری کو چار سال تک ناپاک کرتا ہے بعد ازاں چار سال تیسری نیوگن عورت سے ہمبستر
کرے پھر وہ بدبخت گرم یا آگ ہو جائیگا۔ تو کیوں ہو جاویگا۔ سرد کیوں نہ ہوگا۔ ہاں اگر
ایماندار آریہ جو چار سو سال کی عمر پانیوالا آریہ ہوگا تو بیشک اُسکی جوانی میں تو دیر تک
حرارت زیادہ ہوتی رہیگی۔ مگر مَیں پھر کہتا ہوں کہ جو بدبخت چھٹا نیوگی خصم ہوگا اُس میں
حرارت زیادہ کیوں نہ ہوگی۔ کیا چار چار سال نیوگ کرکے وہ بوڑھا اور سرد ہو
یا ۲۴ سال کی عمر یا چار سو سال کی عمر کے اصول کو باطل اور لایعقل کر دیگا [illegible]

Marfat.com

۲۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ مکر اور کید کے ساتھ مقدم اور مؤخر الفاظ ہونے کی وجہ سے انکے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ یعنے نیک و بد تدبیر۔ مگر اگنی کو جو تیسرا نیوگی خصم پنڈت دیانند لکھ مرا ہے۔ اسکے مقدم مؤخر کونسا کلمہ ہے۔ اور اگنی کو جو ایشور اور خدا مانتے ہو اور آگ مان کر آتش پرستی سے ڈرتے ہو۔ اسپر کونسی دلیل ہے اور آگے پیچھے کونسے الفاظ ممیزانہ ہیں۔ تاکہ اُن معنوں میں تمیز اور فرق بین ہو سکے۔ اور اگنی کو جو بجلی کہا گیا ہے اسپر کیا دلیل اور حوالہ ہے۔ اور اگنی کو جو لالہ اگنی اور دیوتا اگنی پنڈت اگنی اور رشی اگنی جسپر وید نازل ہوا۔ مانا جاتا ہے۔ اِس لفظ اگنی کے ساتھ کونسا سُرخاب کا پر لگا ہوا ہے۔ کہ اگنی کو ہر طرف گھسیٹ مارتے ہو۔ لالہ دیانند اگنی کو نام ایشور نام پنڈت نام رشی نام تیسرا نیوگی خصم اور ہر ایک شعلہ انگیز ہتھیار وغیرہ پر لگاتا لگاتا مر مٹا۔ مگر دلائل سے محض تہیدست رہا۔ اجی اوم کا لفظ گم ہو گیا تھا۔ کہ اگنی کی اتنی مٹی پلید کی گئی۔ ہر طرف اُس کو گھسیٹ کر اسکی دھجیاں اُڑائی گئیں اس بدبخت لفظ اگنی نے دُنیا میں اسقدر کشت و خون اور گمراہی کا سامان پیدا کر دیا کہ دفتر سیاہ کر والئے ہیں۔ اگر وید کا مصنف بدقسمتی سے اگنی کو اتنے مختلف معنوں میں مستعمل نہ کرتا تو کروڑوں باشندگان ہند اور اہالیان فارس کو آتش پرست نہ بننا پڑتا۔ کیا اچھا ہوتا اگر اگنی۔ وایو۔ انگرا ادت سے ویدمیں دعائیں نہ مانگی جائیں۔ اُس نیکبخت کا کیا بگڑتا تھا۔ اگر آگ کا نام بجائے خدا کے استعمال نہ کرتا۔ ہوا اور سورج چاند کا نام لفظ خدا کا مترادف نہ ٹھیراتا۔ جب اُس نے دانستہ ایک ایسا لفظ خدا پر استعمال کیا ہے جو دس اور چیزوں پر اطلاق پا سکتا ہے اور خصوصاً جب ہوا آگ اور سورج وغیرہ سے دعائیں مانگی گئی ہیں جو عبادت عناصر اربعہ پر کھلم کھلا دلیل ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے دیدہ دانستہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اور اسکی کوشش میں مصنف وید بڑی خوبی کے ساتھ کامیاب ہوا ہے کیونکہ جب سے تاریخ کا پتہ لگتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عناصر پرستی اور بیج مارگی او وام مارگی اور چولی .... وغیرہ مدت ہائے دراز سے یہانتک گمراہ ہو گئے کہ بول و براز کے اکل و شرب تک فرق نہ کیا۔ دیکھو ستیارتھ باب ۱۲۔ مگر یہ بے ایمانی ہے کہ مسلمانوں کو کہا جاتا ہے کہ تم اللہ تعالے کو مکار دغاباز مان کر صفات ذمیمہ سے متصف بناتے ہو۔ کون ایسا شخص ہے۔ کہ اُس نے کید اور مکر کے الفاظ سے گمراہ ہو کر خدا کے حق میں ایسے ناپاک الفاظ بولے ہوں۔ جب ایسی گمراہی وقوع میں آئی ہی نہیں۔ تو پھر کیوں ناحق لوگوں کو

Marfat.com

مغالطہ میں ڈالا جاتا ہے۔ اور تہمت لگائی جاتی ہے۔ اچھا اگر شرارت سے باز نہیں آتے تو خوب یاد رکھیں کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھاوے اور بنی بنائی عمارت گرا وے ۔

پہلے اعتراض میں ایک ناپاک جھوٹ یہ لکھا ہے کہ غیر ممالک کی زبان سے جو الفاظ دوسری زبان میں آجاتے ہیں۔ وہ اپنے اصلی معنے ساتھ لے آتے ہیں۔ معانی میں کمی بیشی ہرگز وقوع میں نہیں آتی۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ شراب عربی زبان میں ہر ایک پینے والی چیز جیسے شیرہ شربت پر بولا جاتا ہے۔ مگر ایسا نہیں کہ شراب خانہ خراب پر اسکا اطلاق ہو۔ مگر اُردو زبان میں لفظ شراب منشی چیز یعنے خمر (Spirit) پر بولا جاتا ہے اور اس سے مختص ہوگیا ہے۔ اب بتلاؤ کہ اس کے معانی میں تفرقہ پیدا ہوا ہے یا نہیں۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ شراب خانہ خراب کو عربی میں خمر بولتے ہیں۔ مگر اُردو والے خمر کو لفظ شراب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح لفظ کید یا مکر دو معانی کا محتمل ہے جیسے بقول دیانند اگنی پانچ سات معنوں کا محتمل ہے۔ یہ کیسی بے ایمانی ہے کہ دو معانی تو قبول نہیں کرتے مگر گھر کے پانچ سات معانی آسانی حلق کے نیچے اُتر گئے۔ اور ہمارے دو معانی الفاظ پر لاکھوں زندہ عربی لوگ گواہ ہیں۔ لعنت شاہد ہے۔ مگر اگنی کی اس تاویل بیدلیل پر کوئی عقلمند ایک منٹ کے لئے شہادت نہیں دے سکتا کہ جس نا اہل نیوگی کو کارشر میں تیسری مرتبہ اتفاق بد نصیب ہوا ہو اُس میں غیر معمولی حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ . . .

اِنسان کیوں بیمار ہوتا ہے

دُنیا میں یہ قانون قدرت قدیم سے مشاہدہ میں آتا رہا اور آرہا ہے کہ جب کبھی انسان روحانی یا جسمانی بد پرہیزیوں کا ارتکاب کرتا ہے اور منع کرنے پر بھی باز نہیں آتا ہے وہ اور بھی گمراہ اور بیمار ہوتا جاتا ہے۔ اگر کسی کو جھوٹ بولنے یا چوری کرنے کی عادت پڑ گئی ہے تو جوں جوں وہ اس خبیث عادت میں مزاولت کریگا بڑے نامی چوروں اور قزاقوں میں قدم رکھنے لگ جاویگا۔ اگر کسی کو بعض نیک کاموں کی تحریک کریں اور وہ جو اپنی بداعمالی کی عادت کی وجہ سے انکار کرے اور اپنی بدکرداری پر اصرار کرے تو اس کو خدا کی طرف سے یہ سزا ملتی ہے کہ اسکا دل نیکی کیطرف سے سخت ہو جاتا ہے۔ اور وہ نیکی کو بدی اور بدی کو نیکی

گرداننا ہے۔ جیسے بیمار میٹھے کو کڑوا اور کڑوے کو میٹھا جانتا ہے۔ اور واقعہ میں اسکو ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی بداعمالی سے سچائی اور نکوئی کے احساس اور لطف اور مزے کو فراموش اور گم کر چکا ہوتا ہے۔ اور اس کی کانشنس مرچکی ہوتی ہے۔ اور رحم اور ترس کھانا اس کی طبیعت سے دور ہو چکتا ہے۔ اور مردار خوار چوہڑوں کی طرح لطیف عقل اور دماغی طاقتیں و حسیں کمزور ہو چکی ہوتی ہیں۔ بدیں وجہ اُسے روحانیت اور انسانیت سے بالکل مغائرت اور بُعد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اُس کے دل پر بوجہ اپنی بداعمالیوں کے زنگ آجاتا ہے۔ تو وہ نیکی کی فہمید میں بھی لاچار رہو جاتا ہے۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ ایک رذیل مردہ دل چنڈال شودر کو کسی راجے کی خوشبوؤں سے مہکی ہوئی نشستگاہ یا بارگاہ میں سونیکا اتفاق ہوا تو اُس نے تندی میں آکر اور اُن خوشبوؤں کو اپنے خراب کردہ دماغ میں بُرا اور دکھ دہ پاکر شیشوں کو چکنا چور کر دیا اور ناراض ہو کر گونا گون تکئے اور پھولوں سے سجے ہوئے بستروں کو چھوڑ کر فرش پر باہر جا لیٹا۔ اسی طرح بعض طالب علم جو لچوں اور شریروں کی مجلس میں بکثرت بیٹھتے ہیں۔ اُن کو رفتہ رفتہ علم و ہنر سے نفرت اور دوری ہوتی جاتی اور شرارت کے باریک در باریک منصوبے سوجھتے ہیں۔ . . . . قصہ کوتاہ یہ سارے نتائج بدکرنیوالوں کی بداعمالیوں سے ناشی ہوا کرتے ہیں۔ خدا ایسا نہیں کرتا۔ کہ جو بدفطرت لوگوں اور حمقاء اور جہلاء کی صحبت میں مداومت کرے اور علم و ہنر کے فاضلوں کی نیک صحبت سے بھاگے۔ اُسکو خواہ نخواہ بجبر گھسیٹ کر نیکوں کے زمرہ میں منسلک کر دے۔ کیونکہ روح اصول ویدک اصول آزاد ہے۔ وہ کسی کو کسی کام کی طرف مجبور نہیں کرتا۔ جیسا کوئی کرتا ہے ویسے ہی نتائج اُسکے عاید حال کرتا ہے۔ اگر وہ پرماتما ایسا نہ کرے تو انسان مجبور قرار پا کر سزا سے معذور ٹھہر جائے۔ پس اس آیۃ کا مطلب وان تصبہم حسنۃ یقولوا ھذہ من عند اللہ وان تصبہم سیئۃ یقولوا ھذہ من عندک قل کل من عند اللہ ؁ یعنے کم عقل لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ خدا کی طرف سے پہنچتی ہے۔ اگر کوئی برائی پہنچتی ہے۔ تو وہ تیرے سبب سے ہمیں پہنچتی ہے۔ تو اے (محمدؐ) ان بیوقوف لوگوں کو کہدے۔ کہ ہر ایک امر یعنے نیکی بدی خدا کی طرف سے پہنچتی ہے۔ یعنے ہر ایک کو اپنے کئے کا پھل بُرا بھلا خدا کے ہاں سے ملتا ہے۔ کیونکہ جزا و سزا دینے والا صرف خدا ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵) میں اسی مضمون کو بالفاظ دیگر یوں کہونگا کہ ہمارے ملک پر عادل گورنمنٹ

Marfat.com

انگلشیہ حکمران ہے۔ جو کچھ برائی بھلائی یعنے نیک و بد اعمال کے نیک و بد نتایج ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ وہ کل گورنمنٹ کی طرف سے ہمارے عائد حال ہوتے ہیں۔ یعنے جو کوئی بھلامانس محنت دیانت امانت سے امتحان پاس کرتاہے۔ اور گوناگون فرائض منصبی اداکرکے گورنمنٹ عالیہ کی خوشنودی حاصل کرتاہے۔ اُس کو گورنمنٹ کی طرف سے حسنۃ پہنچتی ہے یعنی وہ ہر ایک قسم کے انعام واکرام سے بہرہ ور ہوتا ہے لیکن جو بداندیش سُست کاہل اور اپنے فرائض منصبی سے پہلوتہی کرکے اُلٹا سرکاری مال پر دندان طمع تیز کرتا ہے اور رشوت ستانی اور فتنہ پردازی اور ناحق کی افترا پردازی میں مصروف رہتا ہے۔ اُس کو گورنمنٹ کیطرف سے سیئۃ یعنے برائی (قید سزا جرمانہ وغیرہ) وبال جان ہوتاہے۔ پس خلاصہ یہ ہوا کہ جو کچھ ہمیں سُکھ دُکھ پہنچتاہے۔ وہ درحقیقت گورنمنٹ عالیہ (درگاہ الٰہی) سے پہنچتاہے۔ لیکن وہ مختلف نتایج ہمارے گوناگون اعمال سے ناشی ہوکر جزا سزا ہم پر وارد کرواتے ہیں۔ یہ نہیں کہ بیوجہ ہمیں دُکھ سُکھ پہنچتاہے۔ ومن الناس من یقول ...... فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون ۔ یعنے جو لوگ صرف زبانی جمع خرچ کرکے مومن اور مسلمانی کا دعوے کرتے ہیں۔ پر دل میں بے ایمان اور منکر ہیں۔ اور نیکی اُن کو برائی اور برائی اُن کو نیکی دکھائی دیتی ہے جیسے بیمار کو میٹھا کڑوا لگتا ہے اور کڑوا میٹھا۔ درحقیقت اُنکے دلوں میں بیماری ہے (فی قلوبھم مرض) پس جب تک وہ اسی بدعادت میں رہینگے۔ اور اندر باہر یکساں نہ رکھینگے تو اللہ اُن کو یہ سزا دیگا۔ کہ اُن کی مرض کو اور بھی بڑھا ویگا۔ اور فی الواقعہ حق بھی یہی ہے۔ کیونکہ جب خیرخواہ حکیم کی دوا کو بیمار بدظنی سے دیکھتا ہے اور اُسکا اُلٹ کرتا ہے تو لامحالہ اُسکو قدرت یہی سزا دیتی ہے کہ اس کی مرض اور بھی دوبالا ہوجاتی ہے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ بدبخت دوا تو استعمال نہ کرے مگر اُمید یہ رکھے کہ میں خودبخود راضی ہوجاؤنگا۔ وہ کہاں راضی ہوگا اُس کو دردناک دُکھ پہنچیگا۔ کیونکہ اُس نے ناصح حکیم کی ہدایت سے پہلوتہی کرکے خود اپنی ہلاکت آپ ڈھونڈی اور ہدایت والوں کو سفیہا اور لاعلم بتا بتا خود سفیہ اور لاعقل ہوکر مرمٹا۔ خدا کسی کی مرض کو نہیں بڑھاتا مگر جو مرض بڑھانے کی وجوہ اور اسباب خود مہیا کرلے اور جان جان کر ضد سے دھوپ میں بیٹھا رہے تو خدا اُس کی مرض کو ضرور بڑھاویگا یہ اُسکا قانون قدرت ہے۔ جو (بما کانوا یکذبون) بوجہ جھوٹ بولنے اور گند بکنے کا مشتاق اور دلدادہ ہے۔ وہ اِس فن میں ترقی کرتا کرتا سخت مریض ہوکر ہلاک ہوگا۔ گویا اتنا عذاب ہے

مگر اُس نے خود سامان مہیا کئے اور خدا نے بوجہ ازلی ابدی قانون کے مرض بڑھانا ہی تھا۔ پس جو سکھیا کھاویگا۔ خدا اُس کی مرض ضرور ہی بڑھاویگا۔ جو حقانیت اور روشنی سے نفرت کر کے اندھیرے میں بیٹھے گا۔ خدا اُس کو ظاہری نابینائی کی طرح باطنی طور سے بھی سوا اس ہی بناویگا۔

واضح ہو کہ لالہ دھرمپال نے نہایت بے ایمانی سے آدھی آیت لکھ کر اعتراض کیا جیسے اس بیوقوف نے تعصب سے اندھے ہو کر ترک اسلام میں آدھی آیت لکھ کر اپنا خبث نفس ظاہر کیا ہے۔ اور پھر نورالدین کے جواب لکھنے میں بھی اپنی بے ایمانی اور تعصب اور جھوٹ کی نجاست سے پرہیز نہ کیا۔ پس پوری آیت یہ ہے۔ فنسوا حظاً مما ذکروا بہ فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیمۃ ۲/۷۔ (مفصل دیکھو تہذیب حصہ اول) اور جب اُن لوگوں نے اس حق وحکمت کی تعلیم اور صراط مستقیم کو بھلا دیا جسکی بابت ہمنے اُنہیں فہمائش کی تھی پھر اسکی سزا اُن کو یہ ملی کہ ہمنے اُن پر باہمی بغض وعداوت کو روز قیامت تک مسلط کر دیا یعنے جب اُنہیں کہا گیا۔ کہ فلاں امور پر کاربند رہو اور فلاں اُمور سے پرہیز کرو۔ مگر اُنہوں نے اس تعلیم کو فراموش کر دیا۔ تو نتیجہ اُن کو قدرتاً یہی ملنا چاہئے۔ کہ وہ باہم عداوت اور بغض میں اپنے تئیں ہلاک کریں۔ یعنے جب ہم کسی کو کہہ دیں کہ اس سڑک پر سیدھے چلے جاؤگے تو تم فلاں مقام پر پہنچ جاؤگے۔ اگر وہ ایسا نہ کریگا تو رستہ میں ہلاک ہوگا۔ اسی طرح جب اُنہوں نے اس سڑک کو بھلا دیا۔ اور یاد نہ رکھا تو خدا کی طرف سے لامحالہ یہ سزا ملنی از بس ضروری ہے کہ وہ منزل مقصود تک نہ پہنچیں۔ اور اُن مرادوں کو نہ پاویں جو صراط مستقیم پر چلنے والے ہشیار عالم باکمال لوگ پالیتے ہیں۔ یعنے جب کوئی احمق باوجود سمجھانے کے زہر اور تریاق میں فرق اور تمیز نہ کرے اور لاپرواہی سے دونوں کو استعمال کرے تو قانون قدرت جو اٹل ہے اس کی غفلت کی ذرہ پرواہ نہ کرکے اس کو ہلاکت تک پہنچاویگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قانون قدرت کی خلاف ورزی جو انسان کو صحت سے دور پھینکدیتی ہے اور آخرکار خدا اُس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ دراصل نیچر یا قانون الٰہی ہوتا ہے۔ جو اُسکے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ خدا کا فعل اور اُس کی قدرت کا وجودی اظہار اور انکشاف ہوا کرتا ہے یعنے خدا جو کسی بدپرہیز کو بیمار یا ہلاک کر دیتا ہے۔ وہ حالت اور کیفیت خدا کے قوانین مجریہ کی خلاف ورزی کا ظاہری اور مرئی نتیجہ ہوتا ہے۔ پس خلاصہ یہ ہوا کہ یہ سزا اُس کی غفلت نسیان

Marfat.com

اور بھول کا ہے جسکی پاداش کو اُسے ضرور پہنچنا چاہئے (دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۴)
بالفاظ دیگر ہم اس امر کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ جو کوئی روشنی سے دور اندھیرے میں رہتا ہے۔ اور روشنی کو ترک کر دیتا ہے تو خدا اُسکو اندھا کر دیتا ہے۔ یہی آئت مذکور بالا کا مطلب ہے۔ کہ جو کوئی پند ونصیحت کو ترک کر دیتا ہے۔ اور بھلا دیتا ہے۔ پھر ایسے لوگوں میں گمراہی اور بیجا عداوت اور پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ اور ضرور پڑ جاتی ہے یہ قانون قدرت ہے۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جیسے کہ ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی عمدہ طعام کو چند روز دبائے رکھے تو خدا اُس میں کیڑے پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح احکام الٰہی کی خلاف ورزی اور اُن سے پہلو تہی بھی بدی اور باہمی عداوت کے کیڑے خدا سے پیدا کروالیتی ہے
وکفی اللہ المومنین القتال $\frac{۲۱}{۱۹}$ فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم $\frac{۹}{۱۶}$۔ فرمانبردار اور نیکوکار لوگوں کے لئے دربارہ جنگ کفار اللہ کافی وافی ہے یعنی دشمن اُنکا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔
اُن دشمنوں کو ان مومنوں نے نہیں مارا۔ بلکہ خود خدا نے اُنہیں ہلاک کیا۔ دراصل جب کوئی افسران سرکاری اور ملازمان شاہی کا دشمن بنجاتا ہے۔ تو گورنمنٹ خود اُسکے درپے ہو جاتی ہے۔ اور اُسکو جہنم تک پہنچاتی ہے۔ جیسے کہ وقوع میں آیا۔ اور آیا کرتا ہے۔ اور یہی انصاف ہے کہ ایسے باغی نا اہل فتنہ پرداز کو تختۂ ہستی سے نابود کیا جاوے۔ دیکھو ستیارتھ باب ۶ اور سوامی جی یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ جو شخص دُنیا کے فیض رساں اشخاص سے دشمنی کرتا ہے وہ ہلاک کیا جاتا ہے۔ اور ناکام مرتا ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۷۳۔ پس یہی حق ہے کہ کفار مکہ اور ابوجہل نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے احباء سے کینہ توز دشمنی کرکے اور اُنہیں گھربار سے خارج کرکے آخر کیا لیا؟ سو جو نتیجہ ہوا وہ تو دُنیا جانتی ہے مگر دُور کیوں جاویں۔ لالہ لیکھرام نے دُنیا کے فیض رساں ایشور کو جاننے والے دھرم پر چلنے والے (مرزا غلام احمد) سے خطرناک دشمنی کی۔ آخر ایشور نے فیض رساں کو بچا لیا۔ اور ادھر لیکھرام کو شاخ بے برگ کی طرح کاٹ ڈالا۔ اگر یہ کہو کہ بجائے مرزا صاحب کے لیکھرام دُنیا کا فیض رساں تھا۔ تو سوامی جی کے مندرجہ بالا قول کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جہل یا تو مرزا صاحب اور اُن کے اصول اسلامی برحق ماننے پڑتے ہیں۔ ورنہ سوامی جی کے درپے ہونا چاہئے۔ کہ اُنہوں نے ایسا اصول کیوں باندھا۔ کہ نتیجہ میں غلط نکل آیا۔ دراصل اگر خدا نیکوں کی امداد نہ کرے۔ اور بدبخت مجرموں کو سزا نہ دے۔ تو پھر اُس کا انصاف کیسا

Marfat.com

ا؟ درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السّلام حضرت موسے ۲ حضرت عیسے ۳ حضرت محمد صلعم وغیرہ
اکے فرستادہ اور سچے رسول تھے۔ کہ انجام کار فیصلہ اُنکے حق میں ہوا اور اُنکے مخالفین
جو دزور آور ہونے کے مجرم قرار پاکر واصل جہنم ہوئے۔ اور اُن کا انجام بہت خراب اور
بون ہوا۔ اگر درحقیقت ایشور انصاف اور حق و حکمت کا پالنے والا ہے۔ تو جن کو اس نے
وج دیا۔ وہ بھی فی الواقعہ اس قابل تھے کہ مقبول ہوں۔ اور انہیں ہم اپنا امام و مقتدا
متور کریں۔ ورنہ خدا طرفدار ٹھیرتا ہے۔ کہ اُسنے ناحق مجرم کو چھوڑ دوسرے بیگناہ کو فی النار
یا۔ (فی النار والسقر الذی کذب کفر)۔

سوال۔ کیا آیت ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتی یثخن فی الارض ۱/۵ سے یہ مراد
ہے کہ قیدیوں کو مار ڈالنا چاہیئے +

جواب۔ نہیں اسکے یہ معنے ہیں کہ نبی کی یہ شان نہیں کہ ایکا دُکّی قیدی اُسکے پاس رہیں
جہاں تہاں دو چار کا فر ہاتھ لگیں اُنہیں قید کر لیا جاوے اور قتل کر دیا جائے۔ بلکہ اسکی
شان یہ ہے کہ آئے دن کی خانہ جنگی کو یکسر مٹانے کی خاطر خوب جم کر خونریز لڑائی کرنی
چاہیئے۔ تاکہ ہر روز کا جھگڑا اور سکھا شاہی کا خاتمہ ہو۔ اور مستقل امن و امان ملک میں قائم
ہوجائے۔ کیونکہ بدمعاشوں کو قرار واقعی سزا اور شکست فاش ہوجاویگی۔ تو آئے دن باندھنا
چھوڑنا جیسے سرحدی جاہل افغانوں کا مجنونانہ شیوہ ہے۔ ختم ہوجاویگا۔ کیونکہ جب
جنگ ہو تو باقاعدہ ہو۔ ورنہ ایکا دُکی کے قتل کرنے اور قید کرنے سے کونسا امن قائم ہوسکتا
ہے؟ اور یہی پنڈت دیانند صاحب لکھ گئے ہیں۔ مگر وہ تو دشمنوں کی بربادی کے لئے
تانتک دانت پیستے پیستے مر گئے۔ کہ دشمنوں میں پھوٹ ڈلوانی چاہیئے۔ دستیارتھ دربیان
فرائض راجہ وسفیر) مگر قطع نظر اسکے ہم اس بدبخت کے حق میں کیا کہیں۔ جو اُن لفظوں
قرآن کریم سے نکال کر نہیں دکھاتا۔ کہ فاقتلوا الاسرےٰ یعنے قیدیوں کو مار ڈالا کرو۔ اگر یہ
نہ ملے تو چاہیئے کہ اس ناپاک جھوٹ کی سزا میں جلد کسی ناپاک جون میں اوتار لیکر کیڑا
بنجاوے۔ یا مکھی بنجاوے۔ ورنہ انصاف کا خون ہوجاویگا۔ اگر قیدیوں کو مار ڈالنا
اسلام کا طریق ہے۔ تو یہ آیت کیوں بے ایمانی سے نظر انداز کر دی ہے۔ جس میں
لکھا ہے۔ فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما
فداءً ۲۶/۵۔ یعنے جب تمہیں کفار سے مقابلہ آن پڑے تو خوب اُنہیں ہلاک کرو اور مار مار کر

چُور کر دو بعدازاں قید کر لو پھر یا تو احسان نمائی کر کے اُنہیں یونہی چھوڑ دو یا کچھ تاوان لیکر
واپس کر دو بس یہی قانون یورپ میں مہذب قومیں استعمال میں لاتی ہیں۔ اور دیانند جی
لکھ گئے ہیں۔ (دیکھو ستیارتھ باب) اب اگر کوئی بدنیت آئیت کو کاٹ چھانٹ کر دھوکا
دے تو اسکی کیا سزا ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین

سوال۔ کیا مصائب اور دُکھ بوجہ خدا انسان پر وارد کرتا ہے۔

جواب۔ نہیں کیونکہ لکھا ہے۔ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ۔ یعنے جو
تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی اور کارروائی کا نتیجہ ہوتا ہے
اگر خدا خود ہی لوگوں سے بُرا کام کرائے تو پھر سزا کیوں دینے لگا۔ چنانچہ قرآن کریم میں آیا
ہے۔ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یریٰ یعنی اِنسان جس امر کے لئے
سعی کرتا ہے۔ اُسکا نتیجہ عنقریب پالیتا ہے۔ یعنے جیسا کرے ویسا بھرے اس ہاتھ دے
اوس ہاتھ لے۔

ہاں حسب اصول تناسخ بوجہ سزائیں وارد ہو رہی ہیں۔ اور لوگ چلا رہے ہیں۔ ماریں کھا رہے
ہیں مگر اس نیکبخت (وید کے پرمیشور) کو ذرہ رحم نہیں آتا کہ بدبخت مجرموں لنگڑوں۔ لولوں
بتا دے کہ ہاں بھائی تمنے فلاں گناہ کے بدلے اس لنگڑے پن اور گوناگون کمزوریوں کو حاصل
کیا ہے۔ آئندہ فلاں فلاں شرارت نہ کرنا۔ ورنہ پھر سور داس بننا پڑیگا۔ مگر ایسا وہ کیوں
کرتا اگر ایسا کرے تو سارے لوگ نیک ہو کر نجات پا جاوینگے اور کوئی روح یا جیو ایسا نہ رہیگا
کہ سور داس یا سوامی رشی وغیرہ کے اوتار لے سکے۔ اور نہ گائے بیل بھینس وغیرہ جونوں
میں کوئی روح جنم لیگی۔ اور دُنیا کا پسارا اور اواگون کا گورکھ دھندا کالعدم ہو جاویگا اور
دُنیا کا کارخانہ بند ہو جاویگا۔ ہمیں سوامی جی کی اس تحریر پر تعجب آتا ہے کہ ایشور ہی
بجز اعمال کے حصہ تک دینے کے روادار نہیں۔ ورنہ اُسکے عدل و انصاف کا خون ہو
مگر ستیارتھ صفحہ ۲۴۴ میں چند دعائیں بھی لکھ گئے ہیں۔ کہ تو ایسا کر اور ہمیں فلاں دکھ
بلا سے محفوظ فرما کر اور فلاں چیز اور علم وغیرہ اپنی عنائیت سے مرحمت فرما۔

عجب طینت کا شخص گزرا ہے۔ کہ عقائد مذہبی میں دعا کو ہیچ اور لغو ٹھیرا آتا ہے۔ اور آپ
صاحبان دعا کو لغو لکھتے آئے ہیں۔ مگر چُٹکلے چُپکے یہ بھی لکھ گئے ہیں کہ دعا بھی کرنی چاہئے
اور دوا بھی کرنی چاہئے یعنے دعا کرنا اور ہاتھ سے اسباب کا بہم پہونچانا دونوں ازبس ضروری

ہیں۔ ستیارتھ صفحہ ۲۴۰۔ ہمارا یعنے اہل اسلام کا بھی تو یہی اصول ہے۔ کہ دعا بھی کرو اور دوا بھی۔ یعنے تہیا، اسباب بھی کرو۔ صرف ایک پہلو کو لے بیٹھنا اور دوسرے کو ترک کر دینا جہالت ہے۔ کیونکہ خدا نے دوائیں بھی بنائی ہیں اور دعا میں بھی اثر پیدا کیا ہے۔ پس دانا وہ ہے جو ہر دو عملوں سے فائدہ اُٹھائے۔ نہ کہ نصف پر قناعت کرے۔ اب اگر آریہ دعا کا منکر ہو اور دعا کے حق میں کچھ کی کچھ بکواس کرتا ہوا دیکھا جاوے تو فی الفور اُسے سوامی یا کسی اور مہرشی شریان کے گلے میں ڈالدینا چاہیے۔ کہ ناحق علم و ہنر سے اندھا ہو کر اور ستیارتھ سے جاہل رہکر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالتا ہے۔

ولو یؤاخذ اللہ الناس بظلمھم ما ترک علیھا من دابۃ[۱۴] ۔ اگر اللہ پاک لوگوں کو اُنکے مظالم کے بارے میں گرفت کرنے لگے تو زمین پر ایک کیڑا بھی نچھوڑے"۔ انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجھالۃ ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ علیھم[۱۴] یعنے خدا تعالیٰ صرف اُن لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت اور سہو اور نسیان سے بغیر عزم بالجزم کے بُرائی کر بیٹھتے ہیں۔ مگر پھر معاً جلدی سے اس غلطی سے رجوع کرتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کی توبہ اللہ کے ہاں قبول ہوجایا کرتی ہے۔ اب آریہ صاحبان سوال یہ کرتے ہیں کہ خدا پاک کا انصاف قائم نہیں رہتا۔ جب تک کہ مجرم کو سزا نہ دے لے۔ مگر پیشتر اسکے میں اُس کے متعلق کچھ بیان کروں اسقدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب ہر گناہ کی سزا لابدی ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ ہمارے وجود میں ایک فطری کمزوری ہے۔ جس کے باعث بعض گناہ ہماری طاقت لیاقت اور احتیاط کے ہونے ہوئے بھی مجبوراً ہو جاتے ہیں۔ اور بھول اور چوک سے اور علم غیب نہ ہونے سے صدہا غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ تو پھر اس فطری کمزوری کے بالمقابل باری تعالےٰ کا فضل و کرم بھی تو نجات کے لئے معاون ہونا ازبس ضروری ہے یعنے اگر پرمیشور ہمیں ہزار آنکھ دیتا تو ہم صدہا کیڑے مکوڑوں کے ہلاک کرنے اور لاانتہا غلطیوں کے ارتکاب سے محفوظ رہتے۔ اور موجودہ سسٹم (انتظام) سے [illegible] اور غلطیوں اور نابکار حرکات سے بچنے کے ہم قابل ہوجاتے۔ مگر چونکہ بھول چوک سے بھول ہمارے شامل حال کر رکھا ہے۔ اور صدہا گوناگوں غفلتوں کے سامان اور ہزاروں کمندوں کے طوق اور گرہ اشرم (امور خانہ داری) ہمیں ایشور کی بھگتی (اطاعت) کرنے میں مانع اور حائل ہوجاتے ہیں۔ پس اتنے کمندوں اور پھندوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ فضل اور

مغفرت کا کوئی ذریعہ نہ رکھے۔ تو صریح بے انصافی ہے[1]۔ یعنی اگر ہمارا موجودہ وجود لوہے یا کسی اور غیر متبدل دھات کا وجود خود بخود چلنے والا ہوتا اور کوئی بھول اور کمزوری کا داغ ہمارے وجود کے دامن حال نہ ہوتا تو ہم ضرور مشین کی طرح کام کرتے رہتے۔ اور توبہ کی ضرورت نہوتی۔ یعنے اگر ہماری طاقتیں اور اعضا ایسی قسم کے ہوتے جیسے کہ آنکھ جسکا کام صرف دیکھنا ہے۔ اور کھانا اسکا فعل نہیں اور کان کا کام صرف سننا ہی ہے۔ بولنا نہیں۔ تو ہم ان اعضاؤں کی طرح یا مشین کی طرح یا آنکھ کان زبان کی طرح بغیر غلطی کرنے کے کام کرتے رہتے تو اس صورت میں جائز تھا۔ کہ اگر ہم ایسا کام اپنے احاطہ سے بڑھ کر کرتے۔ جیسے کہ آنکھ کرتی۔ اگر وہ روٹی کھانے لگ جاوے تو بیشک ممکن تھا اور جائز تھا کہ ہم کو ہر ایک اُلٹے فعل اور اوٹ پٹانگ عمل کے بدلے ضرور ہی سزا ملتی۔ اور معافی ہرگز ہرگز ممکن الوقوع نہ ہوتی۔ لیکن جب بعض اتنی کمزوریاں ہیں کہ انسان مغلوب الغضب ہو کر بعض حالتوں میں مجبوراً کئی امور کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ جنکو قانوناً بھی معذور گردان کر رہا کر دیا جاتا ہے۔ اور گورنمنٹ گرفت نہیں کرتی۔ تو پھر دیالو کرپالو رحیم کریم مہربان ذات کی نسبت ایسا خیال کرنا نہایت بیباکی اور ناپاکی ہے۔ کہ اُس نے معافی کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رکھا۔ جب مہذب گورنمنٹ انگلشیہ بعض بھول چوک کے کاموں کو معاف کر دیتی ہے۔ اور جانتی ہے کہ انسانی فطرت بعض اوقات بعض حالتوں میں کمزوری سے دب کر غلطی کر بیٹھتی ہے۔ تو یہ خیال کرنا کہ ایشور انسانی فطرت کو سمجھا ہی نہیں سکتا اور وہ سزا دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ نادانی نہیں تو اور کیا ہے؟

لیکن جب ہمارا وجود لحہ لحہ اور جگہ بجگہ تغیرات قبول کرتا جاتا ہے اور کبھی بیمار کبھی تندرست

---

[1] مطلب آیت مذکورہ بالا کا یہ ہے۔ کہ اگر ساری غلط کاریاں قابل گرفت ہو جاتیں۔ تو کیڑا اور مکوڑا بھی گرفت اور سزا سے نہ بچتا۔ کیونکہ کیڑے مکوڑے چیونٹے بھی ادنٰے جاندار ٹڈیوں کو ہلاک کر کے کھاتے ہیں۔ پھر حضرت انسان کا تو کیا کہنا ہے۔ جو ہر روز ہر گھنٹہ میں صدہا چیونٹیاں بیدردی سے کچل ڈالتا ہے پس اگر معافی سے انکار ہے تو بہتر ہے۔ کہ اس امر کا اقرار کر لو کہ انسان کا بچہ اپنی بدکرداریوں اور چیونٹیوں کی ظالمانہ اموات اور دار ذات کی سزا اور ابدالآباد کی عقوبت یعنی کیڑے مکوڑے بننے سے ہرگز ہرگز بچ کر جانبر نہیں ہو سکتا۔ اگر معافی تلخ لگتی ہے تو طیار ہو کہ آریہ بعد از مرگ نرگ میں جائیگا اور ایک ایک چیونٹی کی موت کی سزا ہزاروں برس گُتے بلے سور کے بچے بن بغیرہ نر رہیگا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

Marfat.com

ہوتا ہے تو کیا اُسکی طرف سے ہر ایک سرد و گرم حالت کے مطابق سختی و نرمی اور عدل و انصاف تمام حالات مختلفہ انسانیہ کے موافق نہیں ہونا چاہئے ۔ مَیں تو جانتا ہوں کہ اگر کوئی آریہ دو وقتہ سندھیا اوپاسن اور ہوم وغیرہ کرتے ہیں بوجہ بیماری یا ناداری کے معذور ہو تو وہ اس قابل ہے کہ ایشور اُسے معافی دیدے کیونکہ کون آریہ ہے جو سونے چاندی کے برتن بناکر سندھیا کرے ۔ اور کستوری کو راکھ میں ملاوے ۔ ہاں اگر معافی دینا اُسکی عادت نہیں تو ماننا پڑیگا کہ کوئی سماجی یا غیر سماجی آریہ بوجہ نہ اوا کرنے سندھیا اوپاسن وغیرہ کے یعنے پانچ مہایگیوں (پانچ فرائض) کے ہرگز ہرگز قابل نجات نہیں ۔ اور مَیں دعوےٰ سے کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں ۔ اور نہ ممکن ہے ۔ کہ پکا آریہ چار سو سال کا ہوسکے ۔ اگر نہیں ہوتا تو ماننا پڑتا ہے کہ یا تو آریئے دین و ایمان سے تہیدست ہیں ۔ ورنہ ایشور کے انصاف پر دھبہ لگ جاویگا ۔ کیونکہ باوجود ایمان والے آریہ اور دھارمک ہونے کے ۔ ۔ ۴۰۰ سال کی عمر نہیں بخشی جاتی ۔ فتدبر +

بہرحال اگر باوجود انسان ضعیف البنیان کی کمزوریوں اور حالات گوناگون کے اُسے ہر ایک گناہ کی سزا دینی بوجہ اُس کی صفت[لہ] عدل و انصاف کے ازبس ضروری اور لابدی ہے ۔ تو مَیں ایک اعتراض پیش کرتا ہوں جس سے ثابت ہوجائیگا کہ یا تو توبہ و استغفار واقعی قانون قدرت کے موافق اور مطابق ہے یا تمام آریوں کو یہ ماننا پڑیگا کہ اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ نجات پاسکے ۔

ہاں اگر کوئی کہے کہ پانی اور راستہ کے صدہا بلکہ کروڑوں کیڑوں کی ہلاکت مجبوراً ہمیں

لہ دھرمپال نے نہایت نادانی یا بے ایمانی سے لکھا ہے کہ جہالت یا غفلت قانون میں قابل سماعت ہرگز نہیں میں کہتا ہوں کہ بچہ اگر کوٹھے سے پتھر پھینک کر کسیکو اندھا کردے یا دیوانہ یا بدحواس کسیکو مار ڈالے تو اُنکی سزا قانون نے پھانسی دینا یا کاٹھ مارنا قرار دیا ہوا ہے اگر نہیں تو اپنی ناپاک بدبودار جھوٹ کو واپس لے ورنہ گورنمنٹ پر دعویٰ کرکے ذرا لطف اُٹھایئے ۔ یہ کیسی بے ایمانی کی تحریر ہے ۔ کہ کوئی جعلسازی کرکے معافی مانگے تو گورنمنٹ معافی نہ دیگی میں پوچھتا ہوں کہ تعصب سے کہیں سوداس تو نہیں ہوگئے ۔ ذرا برہمچاری کی عقل و فہم کو کام فرماؤ + اسے لالہ! جاہل اور بدحواس اور معذور شخص تو جعلسازی کر ہی نہیں سکتا ۔ یہ تو وہ کرے اور کرتا ہے جو دُنیا کے نشیب و فراز کو بخوبی سمجھتا ہے ۔ پس جعلساز کو جاہل اور معذور ماننا تو بہ پر اعتراض کرنا ہے تو حیف ہے تمہاری نادانی اور بے ایمانی پر کہ سمجھتے ہوئے نہیں سمجھتے اور دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے ۔ منہ

Marfat.com

کرنی پڑتی ہے جنکے بغیر ہماری زندگی کا بقا نہیں ہو سکتا۔ اِسلئے اُن بیچاروں اور درماندوں کو راستہ یا پانی میں روندنا پڑتا ہے۔ لہذا ہماری خاطر ایشور اُن کی تکلیف اور درد کی پرواہ نہ کرکے ہمیں معاف کردیگا۔ یہ بھی غلط ہے کیونکہ بقول لیکھرام (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۵) اور بقول دھرمپال (تہذیب الاسلام نمبر۱ صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۵) گناہ خواہ بھول سے سرزد ہو یا نہ بھول سے یا دیدہ دانستہ اسکا پھل اور پاداش ہر مجرم کو مل کر ہی رہتا ہے پس مجبور انسان کیوں کیڑوں کو ہلاک کرے۔ وہ خود کیوں نہیں مرجاتا۔ کیوں ہلاک نہیں ہوجاتا۔ اور کیوں خودکشی نہیں کرگزرتا۔ تاکہ ہر روز کے لاکھوں کیڑوں کی ہلاکت اور چیونٹیوں کی بلبلاہٹ سے نہائت گندہ پاپی اور دُشٹ ہو کر دوزخ کا کندہ نہ بنے۔ اگر کوئی کہے کہ پانی کے کیڑے شکم کے اندر ہلاک نہیں ہوتے (جیسے کہ ایک پھلی جون کے مجرم نابکار لنگڑے آریئے نے مجھے کہا تھا) تو اسکا جواب یہ ہے کہ بیچارے کیڑے کی ہلاکت کا تو کیا ذکر اسکے وجود کا پتہ لگنا چار گھنٹہ کے بعد محال ہوجائیگا۔ میرے صاحبو! سوچو اور راستی کی داد دو۔ کہ جب پیٹ ایک ایسی بھٹی ہے۔ کہ اس میں بعض دھاتیں اور چنے اور دیگر ثقیل اناج وغیرہ کا چند گھنٹے میں پڑ کر کچھ کا کچھ ویسا بنجاتا ہے۔ تو اُس نیم جان کیڑے کی حقیقت ہی کیا ہے۔ کہ بچ سکے جس کا وجود چنے کے دانے سے بدرجہا نرم اور لچلچا ہوتا ہے۔ یہ بآسانی معلوم ہو سکتا ہے اور اس طرح تجربہ کرلیجئے۔ کہ آدمی کی حرارت کے موافق گرم پانی میں چھوٹے چھوٹے پانی کے کیڑوں کو ڈال دیا جائے۔ پس دو گھنٹہ تک پانی ویسا ہی گرم رکھا جاوے تو وقت مقررہ سے پیشتر ہی کیڑے تڑپ تڑپ کر جان دیدینگے۔ بلکہ اگر کسی کو شک ہو تو ایسے کیڑے پانی کے گلاس میں ڈال کر کسی کو پلا دیئے جاویں اور چار گھنٹہ کے بعد تے کراکر مشاہدہ کرلیا جاوے اگر ان کیڑوں میں سے ایک کیڑا بھی حرکت کرتا ہوا نظر آگیا تو ہم مبلغ پچاس روپیہ کا انعام دیدینگے۔ اگر کوئی اس انعام پر آمادہ نہیں کرتا اور نہیں کریگا تو ہم میں سے کوئی اشتہار دیدیگا۔ کہ چندین ہزار بار کیتر کیڑوں کی ہلاکت جو نظر آنے والے کیڑے کی ہلاکت سے قریب تر ہوتی ہے۔ آریوں کو نجات سے محروم کردیگی۔ کیونکہ ایک کیڑے یا چیونٹی کی ہلاکت خواہ بھول سے ہو یا دیدہ دانستہ ہو اُسکا پاپ ضرور ہی وبال جان ہوگا۔ اور ادنیٰ جونوں میں آریہ کو اتنا سرگردان کریگا۔ جتنا کہ ایک انسان کا خون دھارک آریہ کو کتنے بلتیوں کے قالبوں میں ذلیل و خوار کرتا ہے۔ کیونکہ جیو (روح) تمام قالبوں یعنے جونوں میں

یکساں ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک یہی چاہتا ہے۔ کہ مَیں کبھی نہ مروں۔ کیونکہ انسان اور دیگر حیوانوں میں جیو یعنے روح یکساں ہے۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۴۳) پس اگر رستے کی چیونٹیوں اور پانی کے کروڑوں کیڑوں کی ہلاکت کی معاف ہو جاتی ہے تو بکرے کا ذبح ہونا کیوں معاف نہ ہوگا۔ اگر بکرے کا ذبح ہونا معاف نہیں ہو سکتا تو لاکھوں کروڑوں کیڑوں چیونٹیوں کی ہلاکت بھی معاف نہیں ہوسکتی۔ ورنہ اُسکے انصاف اور عدل کا خون ہوجاویگا۔ اگر معافی نہیں اور ہر ایک چیونٹی کی موت کے بدلے ہزاروں برس ادنیٰ جونوں میں ذلیل رہنا ہوتا ہے۔ تو دیانند کی نجات کہاں گئی اور اگر باوجود چیونٹیوں پر ظلم ڈھانے کے علم کے ہوتے ایشور دیانند کو معافی دیدیگا تو بقول لالہ دھرمپال اس سے بڑھکر غیر منصف کون ہوگا۔ (تہذیب نمبرا صفحہ ۹۹) پس یا تو معافی اور توبہ مان لو ورنہ دیانند کی عاقبت خراب مت کرو۔ اور بقول اخی المکرم شیخ محمد اسمعیل صاحب لالہ دیانند ہاتھی اور گھوڑے۔ بگی۔ شکرم وغیرہ پر بھی سواری کرتا تھا۔ اور صدہا آریوں کو ساتھ لئے پھرتا تھا۔ تو پھر دیانند اور اُسکے ہمرکاب ہاتھیوں کے پاؤں اور گھوڑوں کے نعلوں کے نیچے کتنے کروڑ جانوروں اور چیونٹیوں کو مار چکا ہوگا۔ پھر اب اسکو بوجہ انصاف پروری کسی جانور کی جون میں تلاش کرنا چاہئے۔ مگر کسی شریف جانور کی جون میں اُسے تلاش کریں۔ غلطی سے کسی کتے کے پیچھے نہ لگ پڑیں۔ اگر کسی جون میں جنم نہیں لے بیٹھا۔ تو ایشور کو کیا کہوگے کیا وہ نیاکاری دیالو کرپالو رہیگا۔ یا نہ۔ وہ بیچارہ ادنیٰ جانور بنگیا ہوگا۔ ورنہ ایشور کو ناانصاف گردان کر آریہ سماج کے دوسرے اصول پر ہڑتال پھیر دو۔

مکرر عرض ہے کہ نجات تو بقول دیانند اُسکو حاصل ہوتی ہے۔ جو جملہ گناہوں اور پاپ اور بدعملیوں سے رہائی پاجاوے۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۳۴) لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ کوئی انسان کا بچہ مذکورہ بالا ہلاکتوں اور خونوں سے معصوم نہیں رہا۔ ہاں آریوں کی مکتی تو تب حاصل ہوسکتی ہے۔ کہ آریوں کے بچے پیدا ہوتے ہی مرتے جاویں۔ جتنی کہ پچاس سال ہیں (نہ کہ چار سو سال ہیں) سارے آریہ صاحبان نجات پاجاویں۔ اور کیڑے اور چیونٹی کی ہلاکت تک دست درازی نہ کرسکیں۔ مگر مجھے پھر بھی اُن کی مکتی میں شک ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے جوان ہوکر ساری عمر لنگارا

لولا۔ اور مسکین غریب رہنا اور صدہا تکالیف کا [illegible]
کے نتایج بد بھی اپنے عائد حال کرنے ہونگے۔ اِسلئے ہر ایک چیز کی [illegible]
پھر بھی اُسکا پیچھا نہ چھوڑینگی۔ پھر نجات کیوں اور ایشور کی کونسی صفت [illegible]
انصاف کا قلع و قمع کرکے حاصل ہوجاویگی۔ اگر ہوجاویگی تو اُسکے انصاف کا خون
ہوجاویگا اور تناسخ کا سلسلہ باطل۔ اگر کوئی یہ کہے کہ مجبوراً زندگی کے بقا کے لئے
پانی کے حواس والے کیڑوں اور چیونٹیوں کا خون بیدریغ گرائے بغیر گزارہ نہیں
چل سکتا۔ تو مَیں کہتا ہوں کہ بہتیرے بیماروں کے لئے چوزے اور مرغی کا شوربہ اور
انڈہ اُن کی بقاو زندگی کے واسطے بھی ازحد ضروری اور لابدی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ
بیماروں کے لئے گوشت جایز ہے۔ پس جب جزو میں جائز ہے تو کُل میں کیوں فتنہ
پردازی اور رخنہ اندازی کار گر ہے *

اِن لوگوں کو معلوم نہیں کہ قانون قدرت ہی اسطرح واقع ہوا ہے۔ کہ ادنےٰ چیزیں
اعلیٰ اشرف المخلوقات کے لئے قربان ہوں۔ جیسے رعایا اور افواج بادشاہ کے لئے
قربان ہوں۔ تو ادنیٰ حیوانات اور جاندار اشرف المخلوقات یعنے جانوروں کے راجہ
(حضرت اِنسان) کے لئے قربان ہوں۔ اگر یہ قربانی کا قانون قدرت دُنیا میں رائج
نہ ہوتا۔ تو دیکھو کہ تلیئر۔ طوطوں سے بچائے ہوئے بڑ کے بیج سے چند سال بلکہ ایک سال
ہی میں سوائے بڑ کے درختوں کے قدم رکھنے کی جگہ نہ ہوتی۔ اس گوناگون ہلاکت نے
ہر چیز کو گھٹا گھٹا کر ایک خاص اندازہ کے اندر محدود کر رکھا ہے۔ ورنہ ہر ایک چیز
اتنی ترقی کر جاوے۔ کہ دوسری کو ذرہ گنجائش بقا کی نہ رہے۔ اسی طرح اگر صرف
گائیوں کی طرف دیکھیں تو بقول دیانند ایک گائے کی پشت سے ۴۷۵۶۰۰ انسان
ہر طرح سے پرورش پاسکتے ہیں (ستیارتھ پرکاش ۳۵۸) مگر اس جاہلانہ قول کو ذرہ
آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ اگر ساری گائیں بقول دیانند زندہ رکھی جائیں اور ذبح نہ
کیجائیں تو ہنود کو فائدہ ہوگا۔ ارے پنڈت! تو ذرا سوچ تو لیتا۔ اگر ایک گائے
سے ۴۷۵۶۰۰ انسان کا خورد نوش چل سکتا ہے۔ تو کُل دنیا کے آدمیوں کے لئے
کُل ۳۵ ہزار گائیں کافی ہوتیں۔ اب بتاؤ کہ ۳۵ ہزار تو صرف ہندوستان کے ایک [illegible]
میں بھی ہیں۔ اگر دُنیا کی ساری گائیں زندہ رہیں تو چند سال تک اتنی [illegible]

Marfat.com

کن آدمیوں کی پرورش کرینگی۔کل مردم شماری جواب ہے اس کی پرورش تو ۵ ۳ ہزار گائیوں سے ہوسکتی ہے۔باقی گائیں کیا کرینگی۔کیا سانڈھ بنجاوینگی۔یا سادھو ہوکر سوامی جی کی اُستتی گائینگی۔اسکے بعد وہ کہتے ہیں کہ ایک بکری سے قریباً ۲۶ ہزار انسان پرورش پاسکتے ہیں۔اوربھینس۔ہاتھی۔گدھے۔گھوڑے۔اونٹ۔بھیڑ کا حساب الگ رکھا گیا ہے۔اب بتاؤ کہ اگر یہ سارے جانور زندہ رکھے جائیں اور قربانی کا سلسلہ جاری نہ ہو۔توانسان جو صرف بڑکے درختوں سے تنگ آگیا اتنے جانوروں کے انبوہ کیثر سے کہاں بھاگ کرنئی زمین بنائیگا؟ قصہ کوتاہ قربانی کے بغیر گزارہ نہیں ممکن خواہ کوئی ہو۔اگر گوشت بُرا لگتا ہے۔تو پاؤں پھونک پھونک کر رکھو۔مگرپھر بھی وہ ادنیٰ کیڑے جو دوربین سے مکھی کے برابر نظر آتے ہیں اور ہاتھ پاؤں مارکر اُڑتے پھرتے ہیں اور حسین خواہشیں اور اعتبار رکھتے ہیں اور درودیوار اور بازار اور راستے اُن سے لبریز ہیں وہ حرکت کرنے سے مرجاتے ہیں پس ان سب چیونٹیوں کیڑوں مکوڑوں اور پروانوں اور پتنگوں کو بچاؤ اور آہستہ سے انہیں راستے سے ہٹادو۔ورنہ پاپی اور دُشٹ ہوجاؤگے (دیکھو رگوید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۳۸)

پس میں زیادہ طول دینا پسند نہیں کرتا۔کام بہت ہے۔اورعمر تھوڑی ہے۔لہٰذا مختصراً اس مضمون کو بایں الفاظ ختم کرتا ہوں۔(دیکھو افتخار الاسلام حصہ سوم ص۸۷ یعنے جن لوگوں ...... ہدیہ ناظرین ہوگا انشاء اللہ تعالے۔

خدا تعالے اس دنیا اور مافیہا کا مالک ہے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۹ باب ۸) پس جس طرح ہم اپنے گھر اور بال بچوں کے مالک ہیں اسی طرح بلکہ اُس سے کہیں بڑھکر پروردگار اس دُنیا کا مالک اور خالق رازق ہے۔اگرکسی بچہ نے دوسرے بچے یا خادم کا کچھ نقصان کردیا ہے۔توجب ہمارے پاس شکایت آتی ہے اور جہالت یا غفلت یا نادانی سے غلطی کرنیوالا عذرخواہ ہوتا ہے۔ اوراپنے کئے پر پچھتاتا ہے۔اور آئندہ کے لئے ایسی بات سے باز رہنے کا عہد کرتا ہے تو ہم اُسے گذشتہ قصور معاف کردیتے ہیں۔اونقصان سیدہ بچہ کو انعام واکرام سے بہرہ ور کرتے ہیں۔اور کوئی قانون یا عدالت نہیں کہ اس کارروائی کو نا انصافانہ اور ظالمانہ قرار دے اور اپنی ہی حماقت اور جہالت کا ثبوت دے۔اگر کوئی آریہ اس اصول کو عمل میں لاتا ہے۔اور دنیا میں یہ قانون جاری ہے،

Marfat.com

تو پھر اُس سے انکار کرنا عین نادانی اور کور باطنی ہے۔ ہاں اگر اس طرح چھوٹے چھوٹے بچوں کو اُن کی ادنیٰ ادنیٰ بھُول چُوک اور لغزشوں پر لتاڑنا کرنی ہی انصاف اور عدل کا ثبوت دینا ہے۔ تو الگ امر ہے۔ جسپر ہر ایک عقلمند لُعنت کریگا۔ اگر اس طرح اپنے گھر کی مال و دولت سے کچھ حصّہ اپنے بچوں وغیرہ کو دینے میں انصاف کا خون نہیں مانتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی معافی اور درگزر پر کیوں موت پڑتی ہے۔ ارے بھائیو جب تم خود اللہ تعالےٰ کو ماتا پتا کہتے پھرتے ہو (دیکھو ستیارتھ پرکاش صلا) اور ہماری تمہاری ماتا پتا (والدین) اِس قانون مجریہ کو ہر روز بال بچوں کے ساتھ عمل میں لاکر ظالم۔ بے انصاف نہیں ٹھیرتے تو اس پاک پروردگار کو معافی دینے میں کیوں نا انصاف اور عدل سے خارج گردانتے ہو جس کو عارضی اور مادی ماتا پتا کے مقابل صدہا مرتبہ زیادہ حقوق بندوں پر ثابت اور متحقق ہیں۔ اگر تمام آریوں کے والدین گویا سارے آریہ اِس عملی کارروائی کو عمل میں لاکر نا انصاف اور عدل سے بے نصیب ہوگئے ہیں۔ تو نجات کون پائیگا اور کس طرح پائیگا۔ فتدبّر +

سوال ۔ کیا خدا بلا وجہ ہر ایک کو جسے چاہے اُسکے گناہ بخشدیگا۔ اور جسے چاہے ناحق دوزخ میں ڈالدیگا۔ اگر نہیں تو اِس آیت فیغفرلمن یشاء ویعذب من یشاءُ (یعنے جس کو وہ چاہتا ہے اُس کو مغفرت کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اُسکو عذاب دیتا ہے) کے کیا معنے ہیں۔

جواب ۔ اللہ تعالےٰ کسی کو بلا وجہ دُکھ اور سزا نہیں دیتا۔ چنانچہ آیت[له] اِنَّ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ۔ پ۲۷ سے ظاہر ہے اور[ع۲] مَا اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم پ۲۵ سے ثابت ہے۔ اوّل تو ان دونوں اور صدہا اور واضح ولائح آیتوں سے ظاہر ہے کہ انسان جیسا کرتا ہے ویسا ہی اُسکا پھل پاتا ہے۔ مگر پیشتر اسکے کہ میں اصل امر بیان کروں۔ اِسقدر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اللہ تعالےٰ کو تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام نقائص اور معائب سے پاک اور مبرّا مانتے ہیں۔ دمفصل دیکھو

له یعنے انسان جیسے جیسے کوشش کرتا ہے۔ ویسے ہی اُس کا نتیجہ پالیتا ہے۔ اور اپنی سعی کو دیکھ لیتا ہے۔ یعنے جیسا کرے۔ ویسا بھرے +

سه یعنے جو جو تمہیں مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ درحقیقت تمہارے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہیں +

Marfat.com

سورۃ الحمد و سورۃ آل عمران) اور آیت ۳۳ وَمَا ربُّکَ بظلاّمٍ للعبید۱۱ اور ھل تجزون الا ما کنتم تعملون ۱ - یعنے تمہیں اپنے اپنے اعمال اور کرموں کا نتیجہ اُٹھانا پڑیگا -

پس ان واضح اور بین آیتوں کے ہوتے اعتراض کرنا نہایت کمینہ پن ہے جب ہم ایک بادشاہ کی نسبت یقین صادق رکھتے ہیں کہ وہ صاحب انصاف اور عقل و فہم سے کام لینے والا ہے - اور بدکاروں اور قزاقوں کو سزا دیتا ہے اور نیکو کار صاحب علم و کمال اور دیانت و امانت والے انسان کی عزت افزائی کرتا ہے اور امن عامہ کے مخل ظالم - ناانصاف دشمنوں کو غارت کرتا ہے اور عمر بھر وہ اپنے اخلاق فاضلہ سے موصوف اور رذائل اور معائب سے نفور رہا ہے - اور فی الواقعہ وہ عملاً ایسا ہی کرتا رہا ہے - اور ہر روز ایسا کرتا ہے - تو جب ایک روز مجرم لوگ مخاطب ہوں اور اُن کی سزا دہی کا ذکر ہو تو وہ اگر یوں کہے کہ ہم ان بدمعاشوں میں سے جسکو چاہینگے سزا دیدینگے - اور جس کو چاہیں گے رہا کر دینگے - پس اُس بادشاہ باانصاف کے مذکورہ بالا چند کلموں اور ربط اور سیاق کلام سے یہہ مراد لینی چاہئے کہ وہ قدیم نیک عادت کے موافق بدکردار ظالم و سفاک اشخاص کو سزا دینا چاہتا ہے - اور اُن کو زندان میں ڈالنے والا ہے - یا یہہ سمجھ کر بے ایمانی سے اعتراض کرنا چاہئے - کہ لو! بادشاہ دادگر کی اب نیت بدل گئی ہے اور ارادہ فاسد ہو گیا ہے - اور ممکن ہے کہ اپنی لڑکیوں اور درباریوں اور امرا وزرا، اور دیگر ملازمان بر سرکار کو ناحق کا ٹھ مارنے لگ جاوے - لہذا اس بادشاہ کو ظالم اور بدکار کہنا اور اسپر نکتہ چینی کرنا اور اُسکے امور سلطنت میں دخل در معقولات دینا واجبی امر ہے - اوّل تو ہمیں نیک نیتی سے سمجھ لینا چاہئے تھا - کہ چونکہ بادشاہ کا چاہنا ایسے مواقع پر برمحل اور بجا رہا ہے - اور اب بھی اسکی مشیت نافرمانوں اور امن پسند لوگوں کے لئے ویسی ہی ہے - جیسے کہ قدیم سے رہی ہے - ایسا ہرگز نہیں کہ آناً فاناً اسکی نیت میں فرق آگیا - پس اسی طرح ہمیں اللہ پاک کی شان میں غور کرنا چاہئے کہ جب وہ متخالف فریقین (سعید اور شقی ۲) کو مخاطب کرکے کچھ فرماتا ہے تو

---

۱ تیرا رب ایسا نہیں کہ بندوں پر ظلم کرے -

۲ لالہ دھرمپال لکھتا ہے - کہ حضرت موسےؑ نے ایک قبطی کو مار ڈالا تھا اگر پکڑے جاتے تو پیغمبری جاتی رہتی . . . . . در اصل جو موسےؑ نے اس بددین کو مار ڈالا تھا - اُس کو اُس کی شرارت کا مزہ چکھایا

ساتھ ہی یہ بھی یقین رکھنا چاہئے۔ کہ وہ بہمہ صفات کاملہ موصوف [illegible]
سے پاک اور مبرا ہے۔ پس اُسکا چاہنا اور مشیت بھی برمحل ہوگی۔ نہ کہ بلا امتیاز حق
اور محل نیک و بد دونوں کو ایک ہی لڑی میں منسلک کرے۔ وہ تو فرماتا ہے۔ افمن
کان مومنًا کمن کان فاسقًا لا یستوون ۲۱/۱۵ یعنے کیا مومن (نیکوکار) اور فاسق (بدکار)
مساوات کا حکم رکھتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پس جب نیک و بد میں مساوات ہی نہیں
تو اسکا الٹا سمجھ لینا بے ایمانی اور نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔ اس آیت مذکورہ بالا کے

تھا۔ جیسے کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ ھذا من عمل الشیطان یعنے کہا کہ (دلے کمبخت ظالم) یہ
تیرے ظلم اور شیطانی جور و ستم کا نتیجہ ہے۔ جو تجھے ملا ہے۔ دھرمپال کو یاد رہے کہ بقول دیانند
(ستیارتھ صفحہ ۳۷۳) دُنیا کے فیض رساں ہلاک اور نامراد نہیں ہوتے۔ اور درمیان میں کاٹے
نہیں جاتے۔ ہاں جھوٹے تحصیلدار یا ناحق کا خدا کی طرف سے ہدایت کا ٹھیکہ دار بن بیٹھے۔
اُس کی ہلاکت اور موت قبل از وقت ہوتی ہے۔ اور اُس کی عمر کی کشتی عین منجدھار میں غرق
کی جاتی ہے جیسے کہ لالہ دیانند اور لیکھرام اور شنکر آچاریہ وغیرہ جہاتما گنہگاروں کا انجام
بد ہوا۔ کہ خدا نے اِن ظالموں کو اُمیدوں سے نامراد کر کے حسرت انگیز موت کا عذاب دیا۔ مگر
حضرت ابراہیم ۲۔ موسے ۲۔ عیسے ۲۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ کی حفاظت نصرت خود خالق ارض
و سما نے کی۔ مگر اُن کے دشمنوں کو اُن کی بد کرداریوں سے ہلاک کر ڈالا۔ اگر کہو کہ ان خدا پرست
بزرگوں اور انبیاء کے دشمن انسانی ہاتھوں سے فنا فی النار ہونے کی وجہ سے غضب
الٰہی کا نشانہ براہ راست نہیں ہوئے۔ تو واضح ہو کہ بادشاہ خود جلاد بنکر نہیں آتا۔ بلکہ
صرف کن کا حکم ہو کر مجرم ہلاک اور خدا پرست یا سچے تحصیلدار عزو شرف سے سرفراز ہوا کرتے
ہیں۔ اگر ایشور باوجود نیاکار اور دیالو اور کرپا ہونے کے اپنے بھگتوں کی مدد اور بدبخت گمراہ
کنندہ کو پھانسی نہ دے تو اور کیا کرے۔ پھر اسکی ہستی کا ثبوت اور اُسکی رضا اور غضب کا پتہ
کیونکر لگے۔ زبانی جمع خرچ تو ہر ایک کرتا ہے۔ اور اپنے تئیں خدا کا بیٹا اور محبوب فرمانبردار قرار دے
رہا ہے اور مخالفوں کو دُشٹ اور پاپی گردان رہا ہے۔ خدا کا جو غضب کسی قوم یا کسی فرد بشر پر ظاہر
ہوتا ہے اور وہ ہلاک اور تباہ اور برباد ہو کر نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ خدا
آکر اسکا گلا گھونٹ دیا کرتا ہے۔ بلکہ جو ظالم اور بدکار اور خدا کے پاپی نافرمان مورد غضب الٰہی ہو کر

135890

Marfat.com

بعد میں آتا ہے۔ کہ نیکو کار بہشت میں جاوینگے۔ لیکن ظالم اور بدکار واصل جہنم ہونگے
پس اب بھی کوئی بدبخت ہے جو خدا کی مشیت کو بے محل اور ناپاک معنوں میں مراد لے؟
سوال ۔ اس آیت کے کیا معنے ہیں قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا ۲۴ یعنی کے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر بہت اسراف اور ظلم کیا ہے۔ (اور ارتکاب معاصی بہت ہوا) تم خدا کی رحمت اور فضل سے ناامید نہ ہو جاؤ اللہ تعالےٰ تمام گناہوں کو معاف کرسکتا ہے"۔
جواب ۔ اس آیت سے یہ مراد ہے کہ اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زمانہ جاہلیت اور ناواقفیت میں بہت سے معاصی اور فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور حرامخوری اور مال مردم خوری اُن کی عادت ہو جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اب تو جو کچھ ہونا ہے ہو کر ہی رہیگا۔ ہم سزا سے بچ نہیں سکتے۔ ضرور نرگ میں ہمارا بسیرا ہوگا۔ اس لئے جتنا ہو سکے۔ روزے چند اور عیش کر لیں۔ اُنکے حق میں اللہ پاک فرماتا ہے۔ کہ تم اپنے گزشتہ ناپاک کرداروں اور گناہوں کی کثرت سے ڈر کر رحمت الٰہی سے مایوس مت ہو جاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ایام جاہلیت اور نادانی کے گناہوں کو معاف کر دیگا۔ بشرطیکہ آئندہ کے لئے مستحکم عہد کر لو۔ کہ اپنی شرارتوں اور فسق و فجور سے باز رہوگے۔ پس اس آیت سے اگر کوئی بددین یہ معانی نکالے کہ گناہوں کے لئے عام اجازت ہو گئی بیشک گناہ کئے جاؤ اللہ معاف کر دیگا۔ تو وہ نہایت ہی مکروہ اور نادان شریر النفس بے ایمان ہوگا۔ نہ کہ ادنی یعنے نیچ آریہ جو دو سو سال کی عمر پانے کی شرط کو پورا کرکے کم درجہ کا ایماندار آریہ کہلا سکے۔

سوال ۔ کیا عذاب دوزخ دائمی ہے؟
جواب ۔ نہیں بلکہ جہاں جنتیوں کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے اُنکے لئے یہ ارشاد ہے۔ کہ عطاء غیر مجذوذ۔ یعنے اُن کی جزا اور نیک عملوں کا پھل غیر مقطوع ہوگا۔ اگر کوئی کہے کہ محدود عملوں کا پھل غیر محدود کیوں خدا دیگا۔ جسّے اسکا انصاف باطل ہوتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ خدا ہمیشہ غیر محدود جزا دیتا ہے۔ بغیر عملوں کے بھی جب وہ پیدا

حاشیہ: فنا ہوتے ہیں۔ اُن کی ہلاکت دنیوی وسائل یعنے اُنکے دشمنوں کے ہاتھوں سے خدا نے کرائی تاریخ اسپر شاہد ہے۔

Marfat.com

ہے تو پھر اعتراض کرنا ہی فضول ہے۔ہم پوچھتے ہیں خدا نے جو ہمارے لئے زمین سورج
چاند وغیرہ لاکھوں نعمتیں پیدا کی ہیں۔کیا یہ کسی آریہ کی نیک عملی کی جزا میں عطا ہوئی
ہیں۔جواب دینگے ہرگز نہیں۔علاوہ ازیں ایک بیج ڈالنے سے سینکڑوں دانے پیدا کر
دیتا ہے۔کیا یہ بے انصافی ہے۔علاوہ ازیں جنت میں بھی جنتی لوگ خدا کے انعامات
کا شکریہ اور اسکی حمد و ثنا کرینگے یعنی اُسکی پرارتھنا۔اُن کی غذا یا جزو زندگی ہوگی پھر
اس نیک عمل کے بدلہ میں اور اور نعمتیں ملتی رہینگی۔سنو!۔اخر دعویٰھم ان الحمد للہ
رب العلمین پ۱۱۔مگر دوزخیوں کے تذکرہ میں بالمحاذیہ نہیں فرمایا۔کہ اُن کا عذاب ہمیشہ
اور غیر مقطوع ہوگا۔پس اعتراض اس صورت میں ہونا چاہئے تھا۔کہ جنتیوں کی طرح
دوزخیوں کے عذاب کے متعلق بھی لفظ غیر مجذوذ (غیر مقطوع) استعمال ہوتا۔مگر جس صورت
میں لفظ ہی نرم رکھ دیا گیا ہے تو پھر اعتراض کیسا۔دیکھئے دوزخیوں کے عذاب کے متعلق
فرماتا ہے۔اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیدُ پ۱۲ (بجائے دائمی عذاب غیر مقطوع کے یہ کہا) کہ تیرا رب
اُن کے لئے جو چاہیگا کریگا"۔اب سوچنے کا مقام ہے۔کہ مقام تو دائمی عذاب کے لفظ
کے استعمال کرنیکا تھا۔مگر فرمایا کہ تیرا پروردگار (جو ادنیٰ حالت سے ترقی دیکر عروج تک
پہنچاتا ہے۔) اُن کے حق میں وہ کریگا جو اُسکا ارادہ اور امر ہوگا۔اور پھر فرمایا کہ وسعت
رحمتی علی غضبی۔میری رحمت میرے غضب پر فوق اور وسعت لیگئی ہے۔علاوہ ازیں
حدیث میں آیا ہے کہ یاتی علی جھنم زمان لیس فیھا احدٌ ونسیم یتحرک ابوابھا یعنی جہنم
پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اُس میں کوئی متنفس بھی نہ ہوگا۔اور بادصبا اُسکے کواڑوں
کو ہلائیگی"۔اب تو معاملہ ہی صاف ہوگیا۔پھر اعتراض کرنا کیسا ہوا۔ہاں اگر کوئی پھر
بھی کہے۔کہ بعض جگہ خالدین فیھا کا لفظ بھی دوزخیوں کے حق میں آیا ہے۔تو اسکا
جواب یہ ہے کہ خلود بمعنے ہمیشگی عربی زبان میں مدت مدید کے لئے بھی آیا کرتا ہے۔
اگر ایسا نہ ہوتا۔تو خلود کے ساتھ ابداً کے لگانیکی کیا ضرورت تھی۔علاوہ بریں اگر
خَالِدِیْنَ فِیْھَا ہی سے دائمی عذاب باحسن الوجوہ متصور ہوسکتا تھا۔تو جنتیوں کے لئے
غیر مقطوع جزا کا کیوں ذکر کیا۔خَالِدِیْنَ ہی کافی تھا۔اور دوزخیوں کے لئے کیوں
غیر مقطوع عذاب کا فرمان جاری نہ کیا۔پھر جب حدیث مذکور نے بھی اس مسئلہ کی
تلویح اور توضیح کردی تو پھر بھی اگر کوئی اعتراض کرے اور باز نہ آئے تو سمجھو کہ ضد

اور تعصب سے اندھا ہو کر سور داس ہو گیا ہے۔ اسے اعتراض ہی بہتر ہے +
یہ عجیب بے ایمانی ہے کہ جب جنتیوں کی نعمتوں کو سُنتے ہیں۔ تو بکتے ہیں۔ کہ کیوں اسقدر انعام و اکرام بلا وجہ اور ہمیشہ عطا ہوتا رہیگا۔ حالانکہ خود مانتے ہیں کہ خدا دُنیا میں بغیر اعمال کے بھی لاکھوں انعامات عنایات بے غایات سے انسان کو بہرہ ور کر رہا ہے اور کرتا رہیگا۔ چنانچہ منجملہ اُنکے سورج چاند زمین ہوا وغیرہ ہزاروں نعمتیں بغیر اعمال کے وہ پاک پروردگار ہمیں عنایت کر رہا ہے۔ اگر وہ مولا کریم یہاں لاکھوں نعمتیں بغیر اعمال کے عطا کر کے بے انصاف اور ظالم نہیں ٹھیر سکتا تو وہ لوگ جو اس دُنیا سے کندن ہو کر اور گوناگون خباثتوں اور روحانی نجاستوں سے پاک وصاف ہو کر بہشت میں گئے تو پھر کیوں اُن کی حالت پر حسد آتا ہے۔ بعد ازاں جب دوزخیوں کی حالت ناگفتہ بہ کو دل میں لاتے ہیں تو پھر دوسری طرف جھک کر اعتراض کرتے ہیں کہ اُنپر کیوں اتنی سختی کی گئی۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا ۱۶/۷ ہر ایک کو ایک دوزخ میں گزرنا پڑیگا۔ یا تو اس دُنیا میں اپنے پر نفسانی جوشوں اور گری ہوئی خواہشوں پر موت وارد کرنی پڑتی ہے۔ اور طرح طرح کے ابتلاؤں اور ہولناک مواقع میں انسان کو اپنی جان پر شدائد ظلم روا رکھ کر اپنے تئیں پاک کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ دوسرے جہان میں جا کر دنیا کی روحانی غلاظتوں اور نفسانی ظلمتوں کا زنگ جہنم کی آگ میں اُتروانا پڑتا ہے۔ سو جس طرح سونا جب تک کُٹھالی میں نہیں پڑتا اُسوقت تک وہ اپنی میل کچیل سے پاک صاف نہیں ہو سکتا اسی طرح انسان کے کندن اور مطہر ہونیکی کیفیت اور حالت ہے جسے ہم پھر انشاء اللہ تعالےٰ بتفصیل لکھینگے +

سوال۔ کیا اللہ پاک لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اگر نہیں تو آیت من یھدی اضل اللہ کا کیا مطلب ہے یعنی جسکو خدا گمراہ کرے اُس کو کون ہدایت دے سکتا ہے علاوہ ازیں اور بھی چند آئتیں ہیں۔ جنکا مفہوم بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا گمراہ کرتا ہے +

جواب۔ اس کے متعلق ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ کہ جو کچھ دُکھ سُکھ پہنچتا ہے۔ وہ سب کا سب خدا کی طرف سے ہے۔ (کل من عند اللہ) پہنچتا ہے۔ مگر بموجب آیت ھل

Marfat.com

یجزون الاما کانوا یعملون ۹؎ فبما کسبت اید یکم ۲۵؎ - اپنے اعمال کا نتیجہ اور ثمرہ ہوتا ہے۔ اور جزا سزا یعنے دُکھ سُکھ بقول دیانند ایشور کی طرف سے انسان کے عائد حال ہوتا ہے کیونکہ بندہ اعمال کے نتایج بھوگنے میں ایشور کی مرضی کے تابع ہے۔ یعنے اُسے اپنے کئے کا مزہ اور لُطف یا دُکھ اُٹھانا پڑتا ہے۔ (دیکھو ستیارتھ پرکاش در بیان تناسخ)۔

پس اب ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کس کس کو گمراہ کرتا ہے۔ اور کس طرح گمراہ کرتا ہے تو اس پوری آیت کے مطالعہ سے معلوم ہوگا: یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض اولئک ھم الخاسرون ۱؎ " یعنی وہ اس قرآن اور اس کی تعلیم سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہتوں کو ہدایت کرتا ہے۔ مگر گمراہ تو صرف ان لوگوں کو ہی کرتا ہے۔ جو فاسق اور بدکار ہیں۔ اور اللہ سے عہد و پیمان کر کے (میثاق جسکی تشریح بفضلہ تعالے آگے آئیگی) پھر اُس کو توڑ ڈالتے اور جن امور کے انصال یعنے صلہ رحمی وغیرہ کا حکم دیا ہے۔ اُس کو قطع کرتے ہیں۔ اور ملک میں دنگہ و فساد (لوٹ مار) کرتے ہیں۔ سو ایسے لوگ گمراہ ہوا کرتے ہیں۔ وہ نقصان اور خسارہ اُٹھاتے ہیں"۔

اس مثال کو واضح کرنے کے لئے مَیں یوں کہونگا کہ خدا بارش سے اکثر اشیاء کو خوبی اور نکوئی کی طرف رہنمائی اور ہدایت کرتا ہے لیکن بعض چیزوں کو گندگی اور بدبودار ناپاک ہوا پیدا کرنے کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے۔ گویا اُن کو گمراہ کر دیتا ہے۔ اور کوئی نہیں کہ اُن کو گمراہی یعنے بدبو پھیلانے سے روک سکے۔ جہاں گندگی ہوگی وہاں بارش سے بدبو کی گمراہی اور پھیلیگی۔ پس باری تعالے بارش سے عمدہ درخت اور نفیس پودے اور خوشبودار اور لذیذ پھل پھول پیدا کر دیتا ہے لیکن گندگی اور نجاست کو اور بھی بدبودار بنا دیتا ہے۔ اور خاردار درختوں اور جھاڑیوں کو بھی پیدا کر دیتا ہے قصہ کوتاہ بارش سے دونوں نیتجے الگ الگ پیدا کر دیتا ہے۔ اور خدا ہی ایسا کرتا ہے مگر جیسے جیسے بیج اور خمیر ہوتے ہیں ویسے ہی گُن اور اعمال نیک و بد طبائع سے پیدا ہوتے ہیں چنانچہ جن لوگوں نے بچپن سے لیکر جوانی یا بڑھاپے تک بدذات نااہل خونیوں اور غارتگروں گمراہ لوگوں کی صحبت بد میں زندگی رائیگان گزار دی ہوتی ہے بُرائی سے اُنہیں طبعًا محبت اور بھلائی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ دان کی طبیعت

کو خدا ایسی ہی گندی طبیعت بنا دیتا ہے -) یہ قانون قدرت ہے جو آگ کے پاس بیٹھے گا۔ اُس کو ضرور حرارت پہنچیگی - یعنے جو آگ کے پاس بیٹھتا ہے - خدا اُسکو بذریعہ ازلی ابدی قانون قدرت کے گرم کر دیتا ہے -) غرض اُنکے سامنے جب نکوئی اور خدا ترسی اور صدقہ وخیرات کا اپدیش (وعظ) کیا جاتا ہے تو وہ اس امر کو بہت بُرا جانتے ہیں - اور ایسی ایسی باتوں اور نصیحت کرنے والوں سے دُشمنی کرنے لگ جاتے ہیں - اور ناپاک منصوبے باندھ باندھ کر اپنی اَور بھی عاقبت خراب کرتے جاتے ہیں اگر کوئی پوچھے کہ اس وعظ و نصیحت کا اثر اُن پر کیا ہوا - تو یہی جواب ہوگا کہ اس نصیحت اور وعظ نے اُنہیں اَور بھی گمراہ کر دیا لیکن جن لوگوں کے ضمیر قلب مر نہیں چکتے اور ابھی خیر اور رشد کا مادہ اُن میں باقی ہوتا ہے - وہ اس نیکی اور نصیحت کے بیج کو اپنی عمدہ زمین میں بوتے جاتے ہیں - یعنے نیکی اُنمیں سرایت کرتی جاتی ہے - آخر کار اُس سے گوناگون نیک ثمرات مرتب ہوتے ہیں لیکن جن کی ضمیر قلب بوجہ اپنی شرارتوں اور بیجا دشمنی اور کینہ کے مرچکی ہوتی ہے - اور وہ بوجہ سابق جلد بازی اور بدظنی کے واعظ اور نبی کی ہر ایک نصیحت کو بُرے معنوں کے شکنجے میں چڑھاتے ہیں - اور کچھ کا کچھ مطلب ذہن نشین کر لیتے ہیں - اُن کی خودخراب کردہ فطرت نکوئی اور بھلائی کو دھکے دیتی ہے - جیسے بہت کھلنڈرا لڑکا مدرسہ سے نفرت کرتا ہے - اور پڑھنے سے دل چراتا ہے - اور یہ فطرتی اور قدرتی عمل ہے اور ہر روز مشاہدہ میں آتا ہے کہ جب کوئی کسی امر سے انکار سیلک میں کر بیٹھتا ہے تو پھر اس امر کا اقرار کرنا اُسکے لئے شامت اعمال اور ایک آفت بنجاتی ہے - اور عزت اور نخوت اُس کو پھر نکوئی کے اقرار کرنے سے روکتی ہے - پھر اس انکار کو مضبوط کرنے کے لئے وہ اور بھی اودھیڑبُن کر کے اور جھوٹ بول بول کر ضد اور تعصب میں ترقی کرتا جاتا ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ راستی کی حقیقت پر وچار کرنے کے لئے ایک گھنٹہ بھی خرچ نہیں کرتا لیکن اُسکے مخالف پہلو کے نقص اور عیوب تراشنے اور منصوبہ بنانے میں دن گزارتا اور ناپاک منصوبہ گھڑتا جاتا ہے - سو یہ اللہ کریم کا قانون ازلی ابدی ہے کہ جس جس طرح کی کوشش کرتا ہے اُسی اُسی طرح کے نتائج اُسکے عاید حال ہوتے ہیں خدا ایسا نہیں کرتا کہ جو انسان اپنی عزت کے بحال رکھنے کے لئے کئی طرح کے منصوبے اور ناجائز وسائل عمل میں لاوے تو وہ اُسے خواہ نخواہ امر حق پر بزور اقرار

Marfat.com

کرا دے اور اُسکی اُن کوششوں کے نتائج کو باطل کر دے جو وہ اپنی عزت کے کمال کرنے کے لئے رات دن جوڑ توڑ اور ادھیڑ بن کرتا رہا ہے اور امرِ حق کو چھپاتا رہا ہے چنانچہ اس امر کو قرآن کریم ایک دو مقام پر یوں فرماتا ہے۔ کہ فما کانوا لیؤمنوا بما کذبوا من قبل کذالك یطبع اللہ علی قلوب الکافرین ۹/۴ ۔ یعنے اب وہ اِسلئے ایمان نہیں لاتے کیونکہ پہلے وہ حق الامر کا انکار اور کفر کر چکے ہیں۔ (جیسے رجوع کرنا منکروں کے لئے ایک موت ہوتی ہے۔ مگر نیک دل سلیم الطبع یعنے روحانی تندرست کے لئے کسی غلطی کا اقرار کر کے مان جانا ایک سہل امر ہوتا ہے۔) اسی طرح اللہ تعالےٰ اُنکے یعنے کافروں کے (منکروں کے) دلوں پر مُہر لگا دیتا ہے یعنے اُن کو جو حق کی پیاس یا بھوک چاہئے وہ بھی خدا بند کر دیتا ہے۔ پس جسطرح نادان بیمار حکیم پر بدظنی کرتا ہے اور اُسکے فرمودہ کے برخلاف بد پرہیزی کرتا ہے بلکہ حکیم کو ہلاک کرنے کے ارادے اور منصوبے ڈھونڈتا ہے۔ اور باقاعدہ دوائی نہیں کرتا۔ تو خدا ایسے بیمار کو اور بھی بیماری میں بڑھاتا جاتا ہے۔ کیونکہ جو پانی کی راہ سے دور ہی دور جاتا ہے۔ اُس کی پیاس بوجہ پانی نہ پینے کے خدا اور بھی زیادہ کرتا جاتا ہے۔ اور آخر کار جب بیماری حد سے گزرنے لگتی ہے تو بھوک بند ہو جاتی ہے جیسے کہ ہلاک ہونیوالے بیماروں کی حالت ہوا کرتی ہے۔ گویا بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہئے۔ کہ خدا نے یا خدا کے قوانین مجریہ نے بیمار کی بد پرہیزی کے باعث اُس کی بھوک پر مہر لگا دی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جن لوگوں کی عداوت اور بدظنی انبیاء اور رُسل کے ساتھ حد سے بڑھ جاتی ہے تو جو کچھ اُس پاک جماعت کے افراد کی پاک لبوں سے نکلتا ہے اُسکو بھی بدظنی اور ناپاک معانی میں کھینچ تان کر لے آتا ہے۔ پھر وہ پہلی رشد اور ہدایت کو بھی گندہ کر ڈالتا ہے۔ اور انبیاء کی دشمنی اور عداوت میں ایسے ایسے ناپاک جھوٹ اور بد ذاتیاں کرنے لگ جاتا ہے۔ جن سے وہ پہلے مجتنب تھا۔ اُنہیں بُرا جانتا تھا۔ اور اندر ہی اندر کہتا ہے۔ کہ خواہ کچھ ہی کرنا پڑے کیسا ہی گندہ اور ناپاک جھوٹ اور سیاہ کاری کا ارتکاب کرنا پڑے۔ اِس نبی یا رسول کی بیخ کنی کر ہی لوں۔ تاکہ دوسرے اِسکے پنجے میں نہ پھنسیں۔ قصہ کوتاہ میں اِس مضمون کو چونکہ اختیار الاسلام میں بھی لکھ آیا ہوں اِسلئے اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ اور بالآخر کہتا ہوں کہ ہدایت اور گمراہی کے امور روحانی اور جسمانی بیماری میں یکساں طور سے پہلو بہ پہلو دیکھے جاتے ہیں یعنے جس

Marfat.com

واقعات پر منحصر ہیں۔ اور صدہا مشاہدات آئے دن ہر شہر ہر گلی میں دیکھے جا سکتے ہیں بالفاظ دیگر میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ خدا گمراہ یا ہلاک نہیں کرتا۔ مگر اُن لوگوں کو جو فتنہ پردازی اور رخنہ اندازی اور زہر خورانی اور ہر ایک قسم کی شرارت فساد اور فتنہ اور دنگہ میں خواہ مخواہ حصہ جا لیتے ہیں۔ پس اگر ہم یہ کہیں کہ جو کوئی دھوپ میں ہر وقت بیٹھا رہتا ہے۔ اُس کو خدا (قانون قدرت) بیمار کر دیتا ہے چونکہ ہر ایک بد پرہیزی کی سزا خدا کی طرف سے ہی آتی ہے خواہ وہ روحانی ہو یا جسمانی ہم یہی کہینگے کہ فلاں آدمی تقضاء الٰہی فوت ہو گیا۔ گو خدا نے ہی اُس کو مارا ہے مگر خود خدا اُس کے مارنے کے لئے نہیں آ گیا تھا۔ آخر وہ جو مرا ہے وہ خدا کے قوانین کی مخالفت کرنے سے ہی یعنے دھوپ میں پڑا رہکر یا اور بد پرہیزیوں کے ارتکاب سے ہی بیمار ہوا اور مر گیا یا خدا نے مار دیا۔ اگر کہو کہ قوانین قدرت نے اُسے ہلاک کیا تب بھی جائز ہے۔ اگر یہ کہو کہ خدا نے اُسے ہلاک کیا تب بھی جائز ہے۔ کیونکہ قوانین بھی خدا کے بنائے ہوئے ہیں۔ یعنے جو کچھ خدا بذات خود دُنیا میں کرتا ہے۔ اُس سے یہ مراد نہیں کہ وہ زمین پر آکر ہماری تمہاری طرح کام کرتا ہوا نظر آ جاتا ہے۔ بلکہ جو کچھ ہوتا ہوا نظر آتا ہے اُسکے قوانین اور نیچر کے مطابق ہوتا ہے۔ یعنے جو کچھ ہوتا ہے وہ اسباب سے ہوتا ہے مگر سب سبزی سُرخی جو اعمال سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ خدا کی صفات کا ہی عکس ہوا کرتا ہے۔ یعنی گورنمنٹ جس کو قید کرتی ہے یا جلا وطن کرتی ہے یا جو کچھ اور کرتی ہے۔ تو ہم یہہ کہینگے کہ انگریزی قانون نے اسے عبور دریائے شور کی سزا دلائی یا یوں کہینگے کہ انگریزوں نے زید کو قید کر دیا ہے۔ بیشک قید کر دیا ہے یا اُس کو خوشی اور راحت کے سامان سے گمراہ اور دور اور مہجور کر دیا ہے۔ بیشک انگریزوں نے سب کچھ اُس مجرم سے کیا مگر اُس کی شرارت ہی نے [illegible] ہے۔ جو کچھ کیا ہے۔ کیا انگریزوں نے تعزیرات ہند اسلئے بنائی [illegible] ہوں یا گمراہ ہوں بلکہ منشاء یہ ہے کہ لوگ بے ایمانی اور شرارت اور فتنہ پردازی کی دفعات سے آگاہ ہوکر ہر ایک قسم کی بدکاری سے مجتنب اور کنارہ کش رہیں یہی امر مطلوب قرآن کریم کا ہے۔ لیکن جنہوں نے اپنی بد اعمالی اور صحبت بد کی تاثیر سے اپنا شیشۂ قلب مکدر کر لیا ہے وہ ایک خاص بیمار کیطرح سفید چیز کو

Marfat.com

لال دیکھتے ہیں۔ گویا اُن کی آنکھوں پر پردہ آگیا ہے۔ (علی ابصارھم غشاوہ)
یہی حال اُن لوگوں کا ہے جنہیں اللہ پاک گمراہ کرتا ہے۔ مگر در اصل وہ اپنی بداعمالی سے نیکی کو بدی دیکھ کر خود گمراہ ہوتے ہیں۔ نہ کہ خدا انہیں گردن پکڑ کر گمراہ کرتا ہے جو بالبداہت غلط اور نادرست ہے اگر لوگوں کو اللہ پاک نے گمراہ کرنا تھا تو قرآن کریم میں کیوں بار بار تاکید کی کہ نیکی کرو اور شرارت سے باز آؤ۔ قرآن کریم میں آیا ہے یھب لمن یشاء اناثا و یھب لمن یشاء الذکور یعنے خدا جس کو چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکے عطا فرماتا ہے۔ اِس سے یہ مراد نہیں لیجاتی کہ اللہ کریم لوگوں کو لڑکے اور لڑکیاں بلا واسطہ آسمان سے پھینک کر عطا کرتا ہے۔ بلکہ اس سے یہی مراد ہے کہ جو لڑکوں اور لڑکیوں کے حصول کے اسباب اور ذرائع اُسنے پیدا کردیئے ہیں انہی ذرائع کے استعمال اور مزاولت سے لڑکے اور لڑکیاں خدا سے عطا ہوتے ہیں۔ اور بعضوں کے گھر کچھ بھی پیدا نہیں کرتا۔ مگر یہ دینا نہ دینا اسباب اور علل سے وابستہ ہے۔ بدبخت نامراد مخلوق کے گھر مردہ چوہا بھی پیدا نہیں کرتا۔ سو اِس فعل میں اُسکا ظلم نہیں بلکہ مخلوق کی خود کردہ کرتوت پیش آتی ہے۔ اور جہاں وہ چاہتا ہے آم اور کھجور کے درخت پیدا کردیتا ہے۔ اور جہاں وہ چاہتا ہے خاردار ضرر رساں فضول جھاڑیاں کپڑے پھاڑنے کے لئے اُگا دیتا ہے۔ مگر یہ ساری چیزیں زمین کی خاصیت اور طبیعت کے خواص اور کیفیات پر ہی منحصر ہیں۔ اسی طرح جیسے جیسے لوگوں نے نیک و بد صحبت سے اپنے دل و دماغ کی زمین صاف یا خراب کی ہوئی ہوتی ہے اُسی کے مطابق اِن مختلف جگہوں پر مختلف پھل پھول اور خاردار جھاڑیاں (یعنے نیک و بد ثمرات) خدا پیدا کردیتا ہے۔ اور وہی پیدا کرتا ہے۔ خداوند کریم قرآن شریف میں ہرگز نہیں کہتا کہ لوگ گمراہ ہوویں۔ اگر ایسی ہی بات تھی تو چاہیئے تھا کہ نزول قرآن کے بعد لوگ پہلے سے زیادہ مشرک۔ بُت پرست اور بدکار ہوجاتے۔ مگر تاریخ گواہی دیتی ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ لہذا ثابت ہوا کہ قرآن اور اسلام گمراہی نہیں سکھاتا۔ اگر گمراہی سکھائی ہے تو وید نے سکھائی ہے۔ کہ لاکھوں کروڑوں کو ہر صدی میں گمراہ کیا اگنی کے بدبخت لفظ نے ناحق لوگوں کا ستیاناس کیا اور انہیں آتش پرست بنا دیا مگر چونکہ بزرگان دین نے فی الواقعہ ہزاروں بتخانوں کو برباد کیا اور لاکھوں انسانوں کو

Marfat.com

موحد خدا پرست بنایا ہے۔ اسلئے معلوم ہوا کہ قرآن نے گمراہ نہیں کیا۔ اور نہ کرنا چاہا ہے البتہ بیمار آدمی سفید کو سرخ اور سرخ چیز کو سفید دیکھتا ہے۔ اور ایسا شخص اپنی بدعملی کی وجہ سے بیمار ہو کر حق کو ناحق دیکھتا ہے۔ اور باطل پر عملدرآمد کرتا ہے۔ اور خود گمراہ ہوتا ہے۔ ورنہ کوئی بتلاوے کہ کس بے ایمان کو گردن سے پکڑ کر خدا نے گمراہ کر دیا ہے۔ گمراہی اپنی بداعمالی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ جو کوئی زہر کھاتا ہے۔ یا بد پرہیزی کرتا رہتا ہے۔ اُس کو خدا ہلاک کر دیتا ہے۔ اسی طرح جو ضد اور ہٹ کرے اور کلام الٰہی کی تحقیر کر کے اُس سے کوسوں بھاگے اور فسق و فجور اور فتنہ پردازی کرے ایسے شخص کو خدا ہدایت سے محروم کر دیتا ہے۔ ایسا نہیں کرتا کہ اُسکے دلی ارادوں اور ناجائز کوششوں کو ملیامیٹ کر کے (یعنے زہر کھانے کی تاثیر بد کو) فرو کر دے۔ اور زبردستی سے اُس کی مساعی بد کے نیک نتائج پیدا کر دے ÷

سوال۔ اس آیت کے کیا معنے ہوئے؟ لو شاء ربک لامن من فے الارض کلھم جمیعا افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین ؎۔ یعنی اگر تیرا رب یہ چاہے کہ لوگ ضرور ہی مومن ہو جاویں تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہدایت پر لے آوے۔ (یعنے خدا یہ نہیں چاہتا کہ زبردستی سے ہر ایک کو اسلام میں داخل کر لے) پس تو (اے محمدؐ) لوگوں پر زبردستی مت کر کہ وہ مومن ہو جاویں۔ یعنے زبردستی کی ضرورت نہیں۔ ہدایت اور گمراہی کا رستہ ہر ایک پر بہ نہایت صفائی سے آشکارا کر دو۔ پھر وہ لوگ جنکے دل میں رشد اور سعادت باقی ہے اور بداعمالی نے انہیں اندھا نہیں کر دیا۔ وہ خود بخود ہدایت کو قبول کرینگے اور جنکا باطن بداعمالی سے سخت ناپاک اور حرامخوری سے گندہ ہو گیا ہے۔ وہ لاعلاج بیمار کی طرح (جو اپنی بداعمالی بدپرہیزی سے خواہ لاعلاج ہو گیا ہے) مگر زمین کی پیٹھ کو اپنے گند سے پاک کر دیگا یعنے زبردستی کی تجھے (اے محمدؐ) اسلئے ضرورت نہیں کہ لو شاء اللہ لھدیکم اجمعین یعنے اگر اللہ چاہتا کہ سارے کے سارے ہی ایمان لے آویں تو وہ سب کو بزور ہدایت کر دیتا۔ مگر یہ اُسکا قانون نہیں اُسنے ہر ایک کو آزادی اعمال میں دی ہوئی ہے یعنی ہر ایک کا اختیار رہے کہ چاہے نیک اعمال کی طرف اپنی طاقتوں کو کام میں لائے یا بداعمالی (زہر) اور گندے منصوبوں میں پڑ کر اپنا آپ ہلاک کرے۔ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر ؎ جو چاہے وہ ایمان لے آئے

Marfat.com

اور جو چاہے کُفر کر کے فنا فی النار ہونے کے لئے زادِ راہ جمع کر لے۔ جو اُمید مت [illegible] کردہ پکی پکائی روٹی (ہدایت) یونہی اُس کو ملجاوے۔ اور اُس کو ثمرات مفت میں ملجایں درآنحالیکہ وہ اُلٹی راہ چل رہا ہو اور ہر ایک بدی کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور اپنی بداعمالی سے باز نہ آئے۔ اور اپنی بے ایمانی اور نالائقی کا اقرار کر کے اپنے نفس کے تکبر نخوت اور غرور کا سر نہ توڑے۔ اور مسکین متواضع عاجز انسان کی طرح (مردہ کی طرح) طالب حق نہ ہو تب تک اُس کو ہدایت نصیب نہیں۔ یعنے اگر وہ بدی پر مصر اور ہمہ تن مصروف رہنا چاہتا ہے۔ اور اُسپر ضد اور ہٹ دھرمی کرتا ہے۔ تو پھر خدا اُس کو مجبور کر کے ہدایت پر نہیں لاتا۔ اگر مجبور کر کے اور اُسکے ارادوں کو ملیامیٹ کر کے خدا آپ اُس کو اور اُسکے دل کو نیکی کی طرف مروڑے۔ تب تو انصاف نہیں۔ اگر زبردستی لوگوں کو ہدایت کرنے لگے تو ایک ساعت میں کُل دُنیا کو ہدایت پر لے آوے۔ مگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ خدا کا کام ہدایت دینا تھا سو اُسنے قرآن اور انبیاء و رسل بھیجکر ہدایت کر دی۔ کہ فلاں طرف جاؤ گے تو میں تمہیں ہدایت کر دونگا۔ اگر تم فلاں طرف (کفر و ضلالت اور ناپاک بددیانتی مکرو فریب ینقضون عھد اللہ) جاؤ گے تو میں تمہیں گمراہ کر دونگا۔ یعنے تمہاری بدیوں کے نتائج بدیا قانون قدرت تمہیں گمراہ کر دینگے۔ اور کوئی نہیں کہ ہدایت پر اُنہیں لے آئے جو باوجود بتانے کے ہٹ کر کے پھر گڑھے کی طرف بھاگے جاتے ہیں۔ وان تحرص علی ھد یھم فان اللہ لا یھدی پس اگر تو اُن کی ہدایت کے لئے ہزار کوشش بھی کرے۔ تو خدا ہرگز روا نہ رکھیگا۔ کہ اُنہیں زبردستی ہدایت پر لے آئے۔ من یضلل فلا ھادی لہ[۵] جس کو وہ

[۵] اس امرِ پیش افتادہ کو ہر ایک کے سمجھنے کے لئے واضح کر کے مکرر لکھتے ہیں تاکہ کم علم لوگ بھی اسے ذہن نشین کرلیں۔ اصل بات یہ ہے کہ الاشیاء تعرف باضدادھا۔ یعنی چیزوں کی معرفت اور شناخت اُن کی اضداد سے واضح اور منکشف ہوتی ہے۔ جیسے کہ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے۔ شعر
باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ۔ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس ♦ یعنے بارش ایک ایسی لطیف اور مفید چیز خدا نے بنائی ہے کہ اس کی لطافت اور خوبی میں کسی کو کلام نہیں اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس جگہ بارش کا پانی پودوں کو گمراہ اور تباہ کرنیوالا ترش اور کڑوا پڑا تھا اور دوسری جگہ پہ آبحیات اور شیریں پانی برسا تھا لیکن پھر بھی اس سے دو نتیجے جو آپس میں بکلی متخالف الوجہ ہیں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ یعنے اسی بارش سے باغ میں لالہ اُگتا ہے اور بھلا معلوم ہوتا ہے۔ پر اسی بارش

(خدا کا قانون) گمراہ کر دے۔ اُس کو کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ یعنے جس شخص کی صحت میں بوجہ ارتکاب زنا وغیرہ بخابئت درجہ فتور آگیا ہے۔ اور مشاہدات اور صدہا تجربات بھی گواہی دیتے ہیں کہ ایسے اعمال کا نتیجہ موت ہوتی ہے تو پھر کون ہے کہ اُس کی صحت کو بحال رکھے۔ یعنے جو کفر کی زہر کھاتا رہے اور باز نہ رہے۔ پھر کون ہے جو اُس کی روحانی صحت کو بحال رکھ سکے۔ اور اُس کو ہدائیت دے سکے ٭

سوال ۔ کیا خدا امتحان لیا کرتا ہے۔ اگر نہیں تو ان آیتوں کے کیا معنے ہیں۔

(۱) الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً (۲) ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ۔ ترجمہ۔ وہ پاک ذات ہے جسنے موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا۔ تاکہ جو تم میں سے اچھے اچھے نیکوکار ہوں اُنہیں وہ انعام دے۔ اور ہم تم کو ضرور انعام دینگے بدلے اُس چیز کے جو تم خوف وحزن اور مال وجان اور ثمرات کے نقصان کے وقت صبر اور برداشت

سے شورہ زمین میں سخت خس وخاشاک پیدا ہوتا ہے۔ جیسے گدھا بھی کھا دے تو مر جائے۔ اسی طرح شریر اور شریف انسانوں کی خراب کردہ یا آراستہ ضمیر قلب میں روحانی بارش یا پند ونصیحت سے متخالف نتائج اور ثمرے ظہور میں آتے ہیں۔ چنانچہ آفتاب کی روشنی ہمارے لئے عین راحت اور سرور کا باعث ہے۔ مگر چمگادڑ یا بیمار رنیم جان اُسے بجائے فائدہ مند ہونے کے نقصان دہ خیال کرتا ہے۔ یعنے جسنے بد استعمالی سے اپنی آنکھ اور دماغ کو ضایع کرلیا ہے۔ اُسکے لئے نور کا ہونا نہ ہونا لغو ہے۔ جس کو زکام ہے اُس کے لئے خوشبو بجائے سُکھ کے دُکھ کا باعث ہوجاتی ہے۔ جو نامرد ہنگیا ہے اُس کو عورت سے کیا فائدہ۔ اُلٹا دُکھ اور درد کا موجب ہے۔ گویہ ساری چیزیں اللہ پاک نے محض خیر پیدا کی ہیں مگر بعضوں کے لئے انہیں سراسر دُکھ اور درد کا سرچشمہ بنا دیا ہے۔ مگر یہ سبب بدکرداروں کی بدکرداری اور نالائقی کے باعث ایسا ہوا ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ خدا روشنی سے بہتوں کو آرام بھی پہنچاتا ہے اور بعضوں کو جنکی آنکھیں نہیں کھلتیں آفتاب سے اندھا اور راستہ سے دُور یعنے گمراہ کرتا ہے پس کون ہے جو آفتاب کو اُسکے لئے محض خیر اور مفید شئی بنا سکے۔ اور کون ہے جو اندھے کو آنکھیں دے سکے۔ اور بہرے کو کان عطا کر سکے

Marfat.com

سے کام لیتے ہو۔ وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ یعنے اِن نقصانات پر جو صبر اور استقامت سے کام لینگے۔ اُنہیں بشارت دیدو کہ اُن کے لئے بہت سے انعام واکرام مقدر ہیں ✦ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ جن لوگوں نے قبولیت اسلام کے باعث کفار ناہنجار سے گونا گون دُکھ درد برداشت کئے اور استقامت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اُنہیں انجام کار سلطنتوں پر مسلط کر دیا۔ یعنے خدا کی راہ میں جس نے ادنیٰ نقصان برداشت کیا تھا۔ اُس کو یا اُس کی اولاد کو حسب وعدہ الٰہی عظیم الشّان مراتب اور عزو شرف نصیب ہوا۔ مگر یہ سب کچھ تو اُن جوانمردوں کے لئے وعدہ الٰہی تھا۔ اور وہی جو قرآن شریف کی خاطر سینہ سپر ہوتے ہیں۔ مگر جو وید کے لئے مرتا ہے۔ اُس کو اور اُس کی اولاد کو ذلت اور بربادی سزا میں پہنچتی ہے۔ کبھی یہ بربادی محمود کی شکل میں اپنا چہرہ دکھاتی ہے اور کبھی سکندر اور دیگر خلق خدا کے ہاتھ سے آریہ ورت کے ویدوں پر بربادکن طوفان لاتی ہے۔ اور انجام کار دن بدن حالت ابتر نظر آتی ہے۔ کیوں نہ ہو بیچارے لاوارث ہو رہ گئے۔ اُس نیک بخت نے تو چہرہ ہی چھپالیا۔ جسے اُنہیں اُس کی خفگی کا اظہار سمجھنا چاہیئے تھا۔ مگر ابھی سمجھیں اُلٹی ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ خدا ڈنڈے کے زور سے یا زلزلہ اور آفات شدیدہ اور قہری نشانوں سے خلق خدا کو راہ راست پر لاویگا اور کفار کا گھر برباد ہوگا۔ یہ بھی اسلئے ہوگا۔ کیونکہ عجز اور فروتنی اور انکساری سے تبلیغ جو کی گئی اُس کی اب حد ہوگئی ہے۔ جب نرمی سے اِن لوگوں نے فائدے نہ اُٹھائے۔ اور شوخی اور گستاخی سے پیش آئے اب وہ جلالی طور سے اپنی شناخت کرائیگا۔ اور **ایک دفعہ زور سے ہندوں کا اسلام میں رجوع ہوگا۔**

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۸/۱۹

یعنے تم لوگوں کے باطل معبودوں کو گالی مت دو۔ ورنہ وہ تعدی کرکے بوجہ لاعلمی کے

✦ اسی طرح جو متکبر اور دولت اور عزت کے گھمنڈ میں فرعون ہو کر دل کا اندھا ہو جاوے کون ہے جو اُس کو آنکھیں دے۔ جب وہ خود معصیت تکبر۔ اور نخوت اور غرور کی ظلمتوں میں رہتا ہے اُسے وہ سعادت سمجھتا ہے۔ پھر خدا اُس کو زبردستی ہدایت پر نہیں لاتا۔ کیونکہ انسان بقول دیانند اعمال کرنے میں مختار ہے۔ منہ ۱۲۔

اللہ پاک کو گالیاں دینگے پس ایسی بات ٹھیک نہیں۔ اسی طرح ہمنے ہر ایک امت کو ان کے عمل اچھے مزین کر کے دکھا دیئے تھے۔ جو انہیں کرنے چاہیئے تھے۔ چنانچہ ہمیشہ سے اللہ تعالے بذریعہ توریت انجیل زبور اور دیگر کتب سماوی قرآن کریم ہر ایک امت کو یہی کہتا چلا آیا ہے۔ کہ فلاں امر یعنے شرک اور کفر اور فسق و فجور سے پرہیز کرو۔ اور نیکی اور تقوی اور توحید جو اچھی باتیں ہیں۔ انہیں دستور العمل بناؤ اور ان امور کردنی کو اچھے اچھے پیراؤں میں پیش کر کے مزین کر دیا کہ یہ کام کرنے چاہئیں۔ اللہ کی شان ہے کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالے آسمانی نور اور تقوی توحید اور تمجید اچھے اچھے لباس اور پیرائے میں مزین کرتا آیا ہے۔ اور ہر ایک نئی مرض کا نیا علاج خود تجویز کرتا رہا ہے۔ اور کر رہا ہے۔ پس اس آیت سے یہ معنے نکالنا کہ ہر ایک امت کے لئے وہی کام مزین کر دیئے ہیں۔ جو جو وہ فسق و فجور اور کفر و شرک کر رہے تھے۔ حالانکہ مطلب آیت مذکورہ بالا کا یہ ہے کہ ہمنے ہر ایک امت کے لئے وہ تمام نیکی کی راہیں اور امور خیر جو انہیں کرنے چاہیئے۔ انہیں نہایت خوبصورتی کے ساتھ مزین کر کے نبیوں کی وساطت سے پہنچایا۔ مگر نابکار عزائم بھی ہوا کرتے ہیں اور فیصلہ کے وقت ابوجہل کی طرح یا لیکھرام کی طرح ان کا بھی ضرور فیصلہ ہو جایا کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔

شیطان

عربی زبان ہی ایک عجیب زبان ہے۔ جو ام الالسنہ (تمام زبانوں کی ماں) کہلاتی ہے۔ کیونکہ اس زبان کا لفظ اپنی وجہ تسمیہ بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ لیکن دوسری زبانیں اس فضیلت اور خوبی سے بے نصیب اور محروم ہیں۔ چنانچہ عربی میں انسان کو انسان اسلئے کہتے ہیں۔ کہ یہ لفظ دراصل صیغہ تثنیہ انسان سے بنا ہے۔ جس کے معنے ہیں دو انس یا طبیعت کے دو میلان۔ ہر ایک جانتا ہے کہ انسان میں دو طرح کا میلان اور انس ہر وقت متحقق[1] ہوتا ہے۔ چنانچہ اس میں ایک حسن اور

---

[1] سنسکرت میں انسان کو منش کہا گیا ہے۔ لیکن یہ لفظ بھی اصل میں عربی سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ منش اصل میں ضم کو دراز کرنے سے مونس بنجاتا ہے۔ مونس دراصل والا۔

میلان تو نیکی کی طرف اُسے کھینچتا ہے۔ اور دوسری اُنس اُسے بدی کی طرف راغب کرتی ہے۔ اور ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ اگر ایک شخص کے سامنے بارش سے بھیگے ہوئے کپڑوں میں قابل رحم گداگر آتا ہے۔ اور مارے سردی اور بھوک کے گر کر پڑتا ہے۔ اور گڑگڑاتا ہے۔ تو ہماری طبیعت کا میلان یا اُنس ہمیں اس امر پر مجبور کرتا ہے۔ کہ اُسپر احسان اور نیکی کی جاوے۔ لیکن ایک کشش برائی کیطرف بھی محرک ہوتی ہے۔ چنانچہ وہی انسان جو نیکی کی طرف کھینچا گیا تھا۔ اب وہ اگر ایسے مقام میں تن تنہا ہو جہاں ہر قسم کے تنعم اور عیش و عشرت کے سامان موجود ہوں تو اُسکی طبیعت بُرائی کی طرف میلان کر جاتی ہے۔ پس ان دو حسّوں یا اُنسوں کی وجہ سے اِنسان کو اِنسان بولتے ہیں۔ یعنے ایک وصف تو انسان میں نیکی اور ہمدردی بنی نوع کا ہوتا ہے۔ اور دوسری صفت اُس میں اپنی طاقتوں کو غیر محل پر خرچ کرنے کا میلان طبع ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں حسّیں بغیر موجودگی اِسباب ظاہری کے پھر بھی اپنے تئیں ظاہر کرتی ہیں۔ جیساکہ آئندہ مفصّل ذکر آویگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ پس اُس تحریک کو جو نیکی کی طرف محرک ہو اُسے عربی میں ملک کہتے ہیں۔ اور دوسری تحریک کو جو برائی کی طرف رغبت دلاتی ہے۔ اُسے عربی میں شیطان بولتے ہیں۔ اُسکا وجود ہر ایک کو معلوم ہو سکتا ہے۔ **کون ہے جو اُس سے بے خبر ہے**۔ اِنسان کو بیٹھے بٹھائے سگا ایک نیک خیال دل میں گزرتا ہے۔ اور نیکی کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور انسان اُسکے مطابق فعل کر گزرتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ وہ قبل ازیں تحریک نہیں ہوئی۔ حالانکہ وہی جسم اور دل و دماغ پہلے بھی بہمہ صفات موجود تھا۔ اور اسی طرح برائی کی تحریک بھی پیدا ہوتی ہے۔ پس جو شخص نیک تحریک کے ساتھ زیادہ مزاولت اور اُسکے مطابق عملدر آمد کرتا رہتا ہے۔ وہ نیکو کار اور صلح پسند اور بدکاری سے نفور رہتا ہے۔ وہ آخر کار مسلمان یا خدا کا فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح اِنسان کو بیٹھے بٹھائے بُرائی کی تحریک بھی پیدا ہو جاتی

حاشیہ: اُنس سے بنالیا گیا ہے۔ س کا ش سے بدل ہو جایا کرتا ہے۔ ہو سکا میں منش کی وجہ تسمیہ ذی شعور لکھی ہے۔ لیکن یہ نامکمل وجہ ہے۔ شعور یعنے اپنے نفع و نقصان کا علم اور شعور اکثر جانوروں کو بھی ہوتا ہے منہ ۱۲۔

ہے حالانکہ کوئی محرک یا بیرونی اسباب اُسکے مؤید اور موجود نہیں ہوتے۔ پھر میں پوچھتا ہوں کہ جب پنڈت دیانند بھی مانتا ہے۔ کہ بغیر علل کے معلول پیدا نہیں ہو سکتا۔ تو پھر کیوں انکار کیا جاتا ہے۔ کہ بغیر علت کے معلول یعنے نیک و بد تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ اس اصول سے صرف سوامی جی کا ہی اتفاق نہیں بلکہ کل دنیا اسکی متفق ہے۔ اور آریوں کا تو اسی سے دین و ایمان وابستہ ہے۔ پھر اس سے انکار کرنا گویا آریہ سماج اور اُسکے اصول پر ہاتھ صاف کرنا ہے۔ یا لات مارنا۔ فقتہ کوتاہ جو نیک تحریک (ملک) کا دوست اور فرمانبردار ہو جاتا ہے وہ نیکوکاری اور ہمدردی بنی نوع میں زیادہ سبقت لیجاتا ہے۔ اور جو اُسکے بالمقابل تحریک بد کا مطیع اور تابع ہو جاتا ہے۔ اور مختلف سیئات کا ارتکاب کرتا ہے پس یہ دونوں تحریکیں بوجہ نیک و بد صحبتوں کے مدت سے ترقی پا پا کر کمال کو پہنچیں۔ سو واضح ہو کہ انسان کو اللہ تعالے نے صدہا قوی اور طاقتیں عنایت کی ہوئی ہیں۔ اور وہ اسلیئے عطا کی ہیں کہ انسان اُنکے ذریعے سے ایشور کی بھگتی (اطاعت) کرے۔ یعنی عبادت الٰہی میں معروف رہے۔ اور اُسکے نواہی سے کنارہ کش اور اوامر پر کاربند ہو لیکن جو لوگ بُری صحبتوں میں بیٹھ بیٹھ کر اور بُری تحریکوں سے متاثر ہو کر بیمار ہو چکتے ہیں پھر ان لوگوں کا نیک تحریک یا ملک سے رشتہ اور تعلق ٹوٹتا جاتا ہے۔ دراصل قرآن کریم میں روحانیت اور جسمانیت کا تعلق پہلو بہ پہلو چلا جاتا ہے۔ چنانچہ جس طرح نیک تحریک کا مالک یعنے فرشتہ ہوتا ہے اور عوام اُسے کم جانتے ہیں۔ اسی طرح اسکے معاون یا بروز انسانی اجسام میں ظہور پذیر ہو کر اس نیک تحریک کے اور بھی معین اور مددگار ہوتے ہیں۔ یعنے جس شخص کا ملک سے زیادہ تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور بُری تحریک یعنے شیطان سے دُوری اور مغایرت ہوتی جاتی ہے۔ پھر اس باطنی تاثیر کا اثر عام لوگوں پر یہ پڑتا ہے کہ دوسرے لوگ جو نیک تاثیر [illegible] یافتہ ہو کر نیک ہو جاتے ہیں۔ اُس نیک مرد سے دوستی اور یگانگت کا تعلق اور رابطہ بڑھتا جاتا ہے۔ اور وہ آپسمیں معین و مددگار اور غمگسار ہو جاتے ہیں لیکن اسکے بالمقابل بُرے آدمی کے دوست بھی بُرے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو درحقیقت بُری تحریکوں یعنے شیاطین کے بروز اور ظل ہوتے ہیں۔ وہ گویا مجسم شیطان ہیں

ہوتے ہیں۔ جنکا ذکر قرآن کی آخری سطر میں ہے۔ گویا باعتبار تعلیم قرآنی شیاطین کی دو قسمیں قرار پائیں۔ (۱) ایک قسم تو تحریک بد پر اطلاق پاتی ہے۔ اور دوسری قسم شیاطین کی مجسّم بدکردار انسانی شیطانوں سے تعبیر کی جاتی ہے چنانچہ قسم اول اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے۔ واما ینزغنک من الشیطن نزغ فاستعذ باللہ ۹ یعنے جب تجھ شیطان کا وسوسہ گزرے تو اُس سے اللہ کی پناہ مانگ"

(۲) دوسری قسم واذا خلوا الی شیاطینہم قالوا انا معکم انما نحن مستہزؤن یعنے جب (منافق) اپنے شریر النفس ہلاک ہونیوالے سرداروں کی طرف خلوت میں جاتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ بات تو یہ ہے کہ ہم استہزا اور ہنسی کرتے ہیں۔ پس ہنسی ٹھٹھا اور تمسخر کے بدبودار الفاظ نیکو کاروں کے حق میں استعمال کرنے والے بھی ازروئے تعلیم قرآن شیاطین ہوتے ہیں۔ جو قسم اول کے برونز اور ایجنٹ ہوتے ہیں۔

اور لغت عرب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیطان ہلاک ہونیوالی روح کو کہتے ہیں۔ اور واقعات کے رو سے جب ہم لغت عرب کی شہادت پر غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں اُسکے معانی میں اور بھی زور اور قوت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ علم تاریخ بڑی صفائی سے اِس امر پر گواہ اور شاہد ہے۔ کہ جن مجسم شیطانوں نے (فرعون ابوجہل وغیرہ) انبیاء علیہم السّلام کا مقابلہ کیا تھا تو نتیجہ درحقیقت اُن کی ہلاکت میں ثابت ہوا۔ پس اس امر میں کونسا شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ جسمانی شیاطین کا کیسا انجام بد نہایت ذلت اور خسران کے ساتھ ہوا۔ جیسے کہ ہم پیشتر تفصیل سے بیان کر چکے ہیں (مفصل دیکھو رسالہ اخبار الاسلام حصہ ۲)۔

اگر کوئی کہے کہ خدا نے بری تحریکوں کو کیوں پیدا کیا۔ جسّے انسان بُرا کام کر گزرتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ درحقیقت جو قوائے اور طاقتیں اللہ پاک نے ہمیں

سلہ واضح ہو کہ عربی میں ہر ایک دکھ دینیوالی چیز کو بھی شیطان کہتے ہیں خصلاً سانپ وغیرہ درحصل جتنے انبیاء و رسل اور انکے خلفا کے دشمن اور مباہلہ کرنیوالے ہوتے ہیں وہ فی الواقعہ خدا کے بندوں کو بہت دُکھ دیا کرتے ہیں گویا وہ سانپ ہوتے ہیں جیسے کہ زمانہ حال میں بھی ایسے مشاہدات بکثرت دیکھنے میں آئے ہیں اور زمانہ سابقہ میں تو ایسی مثالیں ہر ایک نبی اور رسول کے ساتھ بکثرت سننے میں آئی ہیں جنسے صالحین اور دانا لوگ عبرت پکڑتے ہیں۔ منہ ۱۲۔

عنایت کی ہیں وہ محض خیر اور نیکی پر مشتمل ہیں لیکن اُن کی بد استعمالی ہی شیطان بن جاتی اور بنا دیتی ہے۔ چنانچہ گورنمنٹ جو سپاہیوں کو ہر قسم کے اوزار اور اسلحہ آتشگیر سے مسلح کرتی ہے۔ اُس سے مراد اور مقصود گورنمنٹ کا یہ ہوتا ہے۔ کہ اُن اوزاروں کو فتنہ پرداز دشمنوں پر استعمال کیا جاوے۔ پس جو سپاہی ان ہتھیاروں کو مناسب موقعوں پر استعمال کرتے ہیں۔ وہ تحسین و آفرین کے لائق اور انعام و اکرام کے مستحق ٹھہر جاتے ہیں لیکن جو بداندیش اُن ہتھیاروں کو گورنمنٹ پر ہی استعمال کرنے لگ جاوے اور بدفرجام دشمنوں کی حمایت میں کوشاں ہو وہ اِن ہتھیاروں کا بُرا استعمال کرکے خود ہی مجرم ٹھہرتا اور تباہ ہوتا ہے۔ اِسی طرح انسان کو جو قوائے اور اعضا ملے ہیں وہ مناسب موقعوں پر ہی استعمال ہونے چاہئیں۔ ورنہ وہ ہلاکت (شیطنت) کا باعث ٹھہرینگے۔ پس فطری قوائے بالکل سلیم اور نیکی پر مشتمل ہوتے ہیں لیکن جب بچہ بدوں سے میل جول اور رابطہ اتحاد اور صحبت بد کا مرتکب ہوتا جاتا ہے۔ پھر انجام کار ایسا ہوتا ہے کہ بدی اُسکے رگ وریشہ میں سرایت کرجاتی ہے۔ اور اُس کی نیک عادتیں بدکاروں کو دیکھ دیکھ کر بددیانتی۔ بے ایمانی اور ناانصافی میں بدل جاتی ہیں پس اُس کا اختیار رہے کہ خواہ اپنی طاقتوں کو بُرا بنا کر بُرائی میں استعمال کرے۔ یا نکوئی میں کوشاں ہو۔ اُس کا بُرا بننا یا نیک اوصاف سے موصوف ہونا اُس کی اور اُس کے والدین کی احتیاط اور عدم احتیاط سے وابستہ ہے

اِس سے تو کوئی فرد بشر انکار کر ہی نہیں سکتا۔ کہ دُنیا میں جاہل بدکار اور سانپ اور کانٹے ہوا ہی کرتے ہیں۔ اور شیر چیتے بھیڑیئے بھی ہوا کرتے ہیں۔ لیکن کوشش احتیاط اور عاقبت اندیشی کی توفیق اور وسایل بھی قدرت نے استعمال کرنے کے لئے بنائے ہیں جن سے انسان بقوت بازو اور بنہایت درجہ احتیاط کے ہر قسم کے دُکھ درد اور شیر چیتے کے گزند سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ ورنہ بصورت عدم احتیاط ... اور شیطانوں کا شکار ہوجاتا ہے۔ اگر شیطان کے وجود سے کوئی ناراض ہے۔ تو سانپوں کے وجود سے جنہیں خود خدا نے پیدا کیا ہے۔ ناراض ہوکر خدا کی خدائی پر اعتراض کرکے دہریہ بنے۔ تاکہ ہم اُسکو اُس کے مذاق کے موافق اُسے ایک اور راہ سے لیں +

پس اتنی تشریح کے بعد ہم چند آیتوں کو بمعہ ترجمہ لکھتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو جاوے

اتریدون ان تہدوا من اضل اللہ ومن یضلل اللہ فلن تجدلہ سبیلا ۵/۱۲۔ کیا تم
ارادہ کرتے ہو۔ کہ ہدایت کر دو اُس کو جس کو خدا گمراہ کرے۔ جسے خدا گمراہ کرتا ہے اُس کے لئے
تو رستہ نہیں پا سکتا۔ یعنے جو اپنی بد اعمالی میں بصد اصرار ضدی اور متعصب ہو گیا ہے اور
واعظ کا وعظ ردّ کرتا ہے۔ پھر خدا اُسے اُسکے دل کے کئے کا پھل دیگا۔ یعنے گمراہ کر دیگا۔
کیونکہ اگر بزور اُسکے دل اور گردن کو پکڑ کر سرنگون کرائے۔ تو پھر جبر اور اکراہ ہو جاتا ہے
جو خدا پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ روح اعمال میں آزاد ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش دربیان تناسخ)
ولو شاء اللہ لجعلکم اُمۃ واحدۃ ولکن یضل من یشآء ویھدی من یشاء۔ یعنے
اگر اللہ تعالے چاہے کہ میں سب کو ضرور خواہ نخواہ ہدایت پر لے آؤں تو وہ تم سب کو ایک
ہی گروہ میں منسلک کر دے۔ ولیکن وہ ایسا جبر نہیں کرتا۔ لیکن جسے وہ چاہتا ہے۔ گمراہ کرتا ہے
اور جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ مگر گمراہ اُس کو کرتا ہے جس کے بارے میں آیا ہے
وما یضل بہ الا الفاسقین الذین..... الخسرون۔ یعنی گمراہ اُنہی کو کرتا ہے جو اُس کا
حکم توڑ کر اور صراط مستقیم چھوڑ کر فاسق بدکار ہوویں۔ اور نیکی و ہدایت سے دور ہوں۔
خدا نے گمراہی نہیں پھیلائی۔ کیونکہ قرآن شریف سے کروڑوں بت پرست موحد ہو گئے
مگر وید سے اگنی کو ملاحظہ کر کے اگنی پرست (آتش پرست) ہو گئے اور فرمایا واللہ ارکسہم
بما کسبوا ۵/۱۲۔ اللہ پاک نے اُنہیں اُلٹ دیا۔ بوجہ اسکے جو اُنہوں نے کیا تھا۔ یعنے انکی
کارروائیوں کے سبب خدا نے اُنہیں اوندھا دے مارا (جیسے لوط ؑ اور فرعون کی قوم
کے ساتھ خدا نے کیا) کیا ان قوموں کو خدا نے لوط ؑ کی ہدایت اور نور سے خواہ مخواہ
یونہی محروم کر دیا۔ نہیں بلکہ شہوت پرستی اور زناکاری نے اُنہیں ایسا اندھا کر دیا۔
کہ وہ ہدایت کو بُرا سمجھنے لگے۔ پس اسکا نتیجہ جو درگاہ الٰہی سے اُنہیں ملا وہ اُسی کے
مستحق تھے۔ جیسے گورنمنٹ کہے کہ ہم نے فلاں بدمعاش کو ہلاک کر دیا۔ مگر ناحق کسی
کی ہلاکت اور بربادی وقوع میں نہیں آتی ہے۔ آخر کوئی امر سببی ہوتا ہے۔
ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ لیغفر
لھم ولا لیھدیھم سبیلا ۵/۱۲ یعنے جو لوگ مسلمان ہوئے پھر منکر اور بے ایمان
ہو گئے۔ پھر مسلمان ہوئے۔ پھر منکر ہو گئے پھر انکار میں ترقی ہی کرتے گئے۔ دسویاد

Marfat.com

کہ اُن پر اعتراض کرنا گویا خود خدا کی خدائی پر اعتراض کر کے ملحد اور بے ایمان بننا ہے اور یہ کہنا کہ ایشور نے حکم دیا ہے کہ تمام چیزیں تمہارے فائدے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اُسکو ہم بھی جانتے ہیں۔ اُس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ بیشک خدا نے ہمیں نیک طاقتیں عطا کی ہیں۔ مگر ایک شخص بری صحبتوں اور بدبخت لوگوں کے پاس بیٹھ بیٹھ کر کبھی دیو سماج میں داخل ہوتا ہے۔ برھمو بنتا ہے۔ اور کبھی آریہ ہلئے نام بنکر دوسروں کی نندیا کرتا ہے۔ برخلاف اسکے دوسرا بفضل خدا نیک اور دووان لوگوں کی صحبت سے فیضیاب ہوکر اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ گو ان دونوں کو خود خدا پاک نے پیدا کیا اور کوئی نہیں کہ اُس سے انکار کر سکے۔ مگر ایک شیطان کا بروز ہوگیا اور دوسرا ملک کا بروز ہوگیا مگر یہ جو کچھ ہوا اپنے ہاتھوں کی کمائی اور اُسکا نتیجہ ہے۔ خدا نے تو جو کچھ پیدا کیا وہ محض خیر ہے لیکن اس کی بد استعمالی اس کو سانپ اور زہریلا مادہ بنا دیتی ہے۔ اور بتا دیا ہے لالہ دھرمپال مجھے کہنا ہوگا۔ کہ میں شیطان کا بروز ہوں (نعوذ باللہ) مگر میں کہتا

۱: یاد رکھو) اللہ تعالےٰ ایسا نہیں کہ انہیں راہ راست دیوے اور اُن کے گناہ معاف کریوے یعنے جو ایسی شرارت اور مذہب کے معاملہ میں کھیل کود کا معاملہ کرے اُسکو رضا الٰہی سے محرومی ہو جاتی ہے۔ سو یہ اُس کی بدعملی کا نتیجہ خدا سے ملتا ہے۔ جیسے کوئی ملازم اپنے افسر کے سامنے بار بار فرمانبردار بن بن کر پھر ہر روز چوری کرتا جاوے۔ اور نقب زنی کرکے علی الصباح توبہ تائب ہو وہ اِس قابل نہیں رہتا کہ دانا اور حکیم افسر بزور اُس کو پھر ملازمت میں رکھ لے یہی حال پھر تو گھر تو انسان کا ہے۔

ان الّذین کفروا وظلموا لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم طریقا الا طریق جھنم خالدین فیھا ابدا ۶ یعنے جو لوگ کفر اور انکار اور ظلم میں ترقی کرتے رہتے ہیں (اور ہدایت کو رد کرنا دل میں ٹھان لیتے ہیں) اللہ پاک ایسا نہیں کہ اُنہیں معاف [illegible]

۲: اور صراط مستقیم زبردستی سے اُن کے گلے کا ہار بنا دے۔ (دراصل [illegible] کو رد کر رہے ہوں) پس ایسے لوگوں کو تو ایک ہی رستہ قانون قدرت دکھا دیگا۔ اور وہ یہ ہے کہ جہنم میں پڑینگے۔ جو اُن کا آخری ٹھکانا ہے۔ پس کون ہے جو اُن کو راستہ دکھاوے سوائے اس کے کہ بجبر گردن پکڑ کر سربسجود کرائے۔ جو خدا پاک نہیں کیا کرتا۔ پس جو زہر کھاتا ہے قانون قدرت ضرور اسے ہلاک (گمراہ) کریگا۔ منہ

ہوں کہ وہ گمراہ ہو کر شیطان کا بروز ٹھہر گیا۔ مگر اُن دونوں کو خدا نے پیدا کیا۔ اور ان دونوں کی پیدائش سے یہ تو ضرور ہوگا۔ کہ حق بجانب کون ہے۔ اور ہلاک شدہ روح کون ہے۔ تو سوامی جی کے قول کو پسند کرتا ہوں۔ جو وہ ذیل میں لکھتے ہیں۔
"جو کوئی دھرم کو جاننے والے اور دُنیا کے فیض رساں اشخاص سے دشمنی کریگا وہ ضرور برباد ہوگا دستیارتھ صفحہ ۳۰۷"۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہم دونوں میں سے کون بدفرجام اور نامراد ہو کر مرتا ہے۔ الحمد للہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُس کی تعلیم کے دشمن ابوجہل اور کفار مکہ کے درمیان جو عدالت عالیہ الٰہیہ سے قطعی فیصلہ ہوا وہ ٹھیک ماننا چاہئے۔ اور لیکھرام فرعون اور شیطان کا انجام بد اور بربادی بخش جو ہوا وہ مخالف فریقوں کو حق بجانب ٹھہرا کر اُن کے اصول مذہب کی صداقت پر نیچر اور خدا کے فعل کی زبردست شہادت اور امر واقعہ رہ گیا ہے جس سے کوئی نیک نیت انکار نہیں کرسکتا اور اس سے انکار کر کے خدا کو ظالم نہیں کہہ سکتا۔ کہ اُس نے کیوں ایک فریق کو ہلاک کیا ہے؟

سوال ۔ کیا خدا اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ یا اُن کا امتحان لیتا ہے۔ اگر نہیں تو آیت وظن داود انما فتنٰہ $\frac{23}{11}$ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین $\frac{2}{4}$ کے کیا معنے ہیں۔

جواب ۔ در اصل خدا کو کسی آزمائش اور دُنیاوی امتحان کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ ہمہ دان اور علیم وخبیر ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے۔ کہ دُنیا میں اللہ تعالےٰ جن لوگوں کو معزز کرنا چاہتا ہے۔ اور گوناگون انعام واکرام سے بہرہ ور کرنا چاہتا ہے اُنہیں ابتدا میں طرح طرح کی تکالیف اور ریاضت شاقہ کا تختہ مشق ہونا پڑتا ہے۔ اور پیچ در پیچ مشکلات اور مصائب میں اُنہیں کندن ہونا پڑتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو اور بغیر تکالیف اور خطرناک اور جانکاہ امور کی کٹھالی میں پڑنے کے یوں ہی خدا اُنہیں عالیشان رتبے عنایت کردے اور دُنیا بھر میں اُنہیں ممتاز اور عظیم الشان بنادے۔ تو پھر یہ طرفداری اور بے وجہ رعایت ہوگی۔ جو بقول دیانند ممنوع اور ناجائز ہے۔ قصہ کوتاہ اللہ پاک عام لوگوں کو دکھاتا ہے کہ دیکھو انبیاء علیہم السّلام ابتداء میں گو ضعیف اور بیکس ہوا کرتے ہیں اور اُنکے بالمقابل فرعون جیسے زبردست بادشاہ اپنی بے تعداد افواج کے گھمنڈ پر اتراتے اور اُن کو دُکھ دیتے ہیں اور اُنہیں طرح طرح کی تکالیف اور صعوبتیں پہنچاتے ہیں۔ بنا بریں انہیں

Marfat.com

ایسے نازک موقعوں پر نہایت صبر اور برداشت سے کام لینا پڑتا ہے۔ اور گوناگون ابتلاؤں اور مشکلات کا سامنا کرکے عقد ہمت۔ اولوالعزمی۔ شجاعت۔ توکّل۔ وغیرہ اوصاف حسنہ کا ثبوت دینا اور باقیوں کے لئے نمونہ اور امام و مقتدا بننا پڑتا ہے۔ تاکہ بعد میں آنیوالی نسلیں اُن کی راہ و طریق پر عملدرآمد کرکے ہمیشہ مشکلات میں صبر و استقامت اور استقلال و جوانمردی سے کام لیں۔ اور قوم کی قومیت اور عزت معرض خطر اور ہلاکت میں نہ پڑے۔ اگر انبیا علیہم السّلام اِن کٹھالیوں میں نہ پڑتے تو دوسروں کو مشکلات کے وقت ترقی اور تجربات کا ذخیرہ جمع کرنے کے لئے اور خود حفاظتی کے واسطے از خود محنتیں کرنی پڑتیں[۱]۔ اگر حضرت ابراہیم موسٰے۔ عیسٰے محمد علیہم السّلام

---

[۱] فان اللہ یضل من یشاء ویھدی من یشاء۔ کیونکہ اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے۔ اب جائے غور ہے کہ خدا کی مشیت بھی حکیمانہ ہے۔ یعنے وہ ذات جو محض خیر ہے۔ اور تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام عیوب سے مبرا ہے۔ اُس کا چاہنا بھی تمام صفات کاملہ سے موصوف اور سارے عیوب سے منزہ ہوگا۔ کیونکہ جس کا چاہنا اور نہ چاہنا اور بیوجہ سزا کا دینا اور چھوڑنا یونہی علی العمیا ہو رہا ہے۔ اس کو ہم پاکوئی اور نیک نیت بہمہ صفات حسنہ موصوف نہیں کہہ سکتا جیسے کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ کہ جو لوگ بدی پر بدی اور شرارت پر شرارت دل کھول کر کرتے ہیں اور وہ اپنے دل میں ٹھان بیٹھتے ہیں کہ ہم یونہی کرینگے۔ پھر اُن کے لئے خدا کا چاہنا بھی اُنکے اعمال بد پر ہی مبنی ہے۔ جیسے بد پرہیز بیمار کے لئے نتیجہ عملاً چاہتا ہے۔ جو خدا کی

ابتدا میں جو انبیا علیہم السّلام ضعیف اور بیکسی کی حالت میں ہوا کرتے ہیں اور بالمقابل مادی اسباب اور فتوحات کے وسائل سے مالا مال بادشاہ ہوا کرتے ہیں تو دونوں فریقین میں خطرناک فساد اور جنگ برپا ہو جاتی ہے۔ پھر انجام کار تمام دُنیا کو برملا طور سے پتہ لگ جاتا ہے کہ حق بجانب کونسا فریق ہے۔ اور کس کے غلط اصول اور نامعقول ... مذہب ہیں۔ اور ہر ایک سمجھ جاتا ہے۔ کہ دنیا کے مجسٹریٹ (باری تعالے) نے کس مجرم گروہ اور سرکردہ بددین لوگوں کو ہلاک کرکے فنا فی النار کیا ہے۔ زبانی تو ہر ایک اپنے تئیں پاک اور خدا کا فرزند کہلاتا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ خدا کس کو پاک اور بیٹوں کی طرح سمجھتا اور گردانتا ہے۔ منہ ۱۲۔

نازک موقعوں پر کندن نہ کئے جاتے۔ تو انہیں بے وجہ معزز اور ممتاز بنانا اور تجربکار

نعلی شیت ہے۔ وہ تو فرماتا ہے۔ وما ربك بظلام للعبید یعنے تیرا رب فرمانبردار بندوں پر ظلم روا نہیں رکھتا۔ اور اس کی تشریح یوں فرماتا ہے۔ کذالك یضل الله من ھو مسرف مرتاب الذین یجادلون فی ایٰت الله بغیر سلطان اتاھم کبر مقتاً عند الله وعند الذین اٰمنوا کذالك یطبع الله علیٰ کل قلب متکبر جبار ر $\frac{۲۴}{۹}$

ترجمہ اللہ پاک تو صرف اُس کو بہکاتا ہے۔ جو خطاکار ہو اور (ہر امر میں) شک کرے۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی باتوں پر یونہی بغیر دلیل کے جھگڑتے ہیں ایسے شخصوں پر خدا اور مومنوں کی طرف سے سخت بیزاری ہے۔ اِسی طرح اللہ مہر کرتا ہے ہر ایک ایسے دل پر جو متکبّر اور سرکش ہو یعنے جو شخص ناحق ضد میں آکر بغیر دلیل عقلی کے یونہی بکواس کرتا ہے۔ اور شکوک اور خطاکاری ہیں دیدہ و دانستہ اِسلئے ڈوبتا ہے کہ ماننے سے بیرا تکبر نہ ٹوٹے اور عزت بھی بنی رہے۔ اور حق وحکمت کی باتوں کو بھی رد کرتا ہے۔ تو اِن بدکاریوں اور ناشائستہ حرکات کا اللہ تعالیٰ یہ نتیجہ اُس کے دل پر وارد کرتا ہے کہ جسمانی بیمار کی طرح اُس کے دل کو نیکی بدی اور بدی نیکی دکھائی دینے لگتی ہے۔ یہ قانون قدرت میں ہر روز مشاہدہ میں آتا ہے۔ کیونکہ جو عمداً یا کسی کی ذاتی عداوت کی وجہ سے چالیس روز آنکھیں بند رکھے خدا اُس کو اندھا کر دیتا ہے۔ جیسے کہ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

کہ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللهِ نُوْرٌ وَكِتَابٌ مُبِیْنٌ یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ وَیُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَیَهْدِیْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ

اے لوگو! تمہارے پاس اللہ تم کی طرف سے نور اور کتاب بیان کرنیوالی آئی ہے۔ (مثل بارش کی) اسکے ذریعے اللہ تعالےٰ ہدایت کرتا ہے جو اس کی رضا کا تابع ہو۔ (نہ کہ اپنے تکبر وخودی و پاس عزت کا دلدادہ) اور بچاؤ کی راہ پر کاربند ہو اور نکالتا ہے اُن کو اندھیروں سے طرف روشنی کی اپنے حکم سے۔ اور انہیں سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔ لیکن جو کم عقل ہوں اور دوسرے کی بات پر کان بھی نہ دھریں۔ اُن کی لاپرواہی اور بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہوا کرتا ہے۔ کہ وہ حق وحکمت سے دشمنی اور ضد کرکے اپنے دل کو اور بھی گندہ اور مکدر بنا لیتے ہیں۔ جیسے فرمایا۔ یجعل الله الرجس علی الذین لا یعقلون $\frac{۱۱}{۱۰}$ - یعنے اسی طرح اللہ تعالےٰ بیعقل لوگوں کے دلوں پر

بغیر تجربہ کاری کئے غیر ممکن اور محال تھا پس جہاں جہاں اللہ کریم فرماتا ہے کہ فلاں شخص

اور بھی رجس (میل) یعنے کدورت پیدا کر دیتا ہے۔ جو ناحق راستی شعار علماء سے عداوت
رکھتے ہیں۔ کیونکہ اُن سے عداوت بغض انسان کو اندھا بنا دیتی ہے۔ اور اُن کی ہر ایک
نیکی کو بھی بے محل اور قابل اعتراض گردان کر شبہات میں پڑ جاتے ہیں۔ جیسے سیقول
الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما اشرکنا ولا اباؤنا ولا حرمنا من شیء کذلک کذب
الذین من قبلہم حتی ذاقوا باسنا قل ہل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان
تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون قل فللہ الحجۃ البالغۃ فلو شاء
لہدٰکم اجمعین پ ۸ (ترجمہ) مشرک لوگ عنقریب یہی اعتراض کریں گے کہ اگر اللہ چاہتا
توہم بھی مشرک نہ بنتے۔ اور نہ ہمارے آباؤ اجداد شرک کرتے اور نہ ہم کسی چیز کو حلال یا
حرام کرتے (اُن کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ اسی طرح اُن سے پہلے لوگ بھی
تکذیب کرتے رہے حتیٰ کہ اُنہوں نے ہمارا عذاب چکھا (مگر لیکھرام کی طرح اعتراض سے
باز نہ آئے) تو کہہ تمہارے پاس کچھ علم بھی ہے (اگر ہے تو) ہمارے آگے نکال کر پیش
کرو۔ نری اٹکل پر چلتے ہو یعنے اٹکل پچو تجویزیں کرتے ہو۔ تو کہہ اللہ تعالیٰ کا الزام تم پر
پورا ہو چکا۔ یعنے تم لوگوں پر دلائل قاطعہ سے اتمام حجت ہو چکی ہے۔ سو اگر اللہ چاہتا
توسب کو ہی ہدایت کر دیتا۔ یعنے اگر وہ جبر اور زور سے ہدایت کرنے پر ہوتا تو ہر ایک
کو جبلی طور سے ہدایت پر ہی لگا دیتا۔ مگر اُسنے تو یہ قانون جاری کیا ہوا ہے۔ (وان
لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ سوف یری پ ۲۷) یعنی انسان کی یہ حالت
ہے کہ جو کرے سو بھرے اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے۔ سیدھے راستہ پر چلے گا تو
خدا اُسے منزل مقصود تک پہنچا دیگا۔ ورنہ سیدھی سڑک سے بھٹک کر ہلاکت گاہ میں
ڈال کر خدا اُسے ہلاک کر دیگا۔ کیونکہ وہ ضد اور تعصب کی وجہ سے عالم لوگوں کی نصیحت پر
اعراض کر کے خود معرض خطر میں پڑ گیا۔ اور خدا نے اُسے تباہ کر دیا۔ جیسے خدا اُس ضدی
بچے کو تباہ کر دیتا ہے۔ جو ضد سے بلند مکان سے چھلانگ مارے۔ ایک اور جگہ فرماتا
ہے کہ فمن تبع ھدای فلا یضل ولا یشقٰی۔ یعنی جو میری ہدایت کی اتباع کرتا ہے
وہ ہرگز گمراہ نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ نامراد مرتا ہے۔ سبحان اللہ آدم علیہ السّلام سے لیکر
محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جملہ انبیاء علیہم السّلام کیسے بامراد گزرے ہیں۔ مگر

Marfat.com

کو کُندن کیا گیا وہ درحقیقت جو تکلیف اور ابتلا اُسپر آیا اُسکی ترقی مراتب اور معزز اور ممتاز ہونے کے لئے پیش خیمہ تھا۔ اور سیڑھی تھی۔ یعنے بلند مکان پر چڑھنے کے لئے زینہ پر چڑھنے کی تکلیف اور استقلال اور استقامت کو کام میں لانا ازبس ضروری اور لازمی ہے۔ ورنہ اُس بلندی اور مرتبہ اور درجہ کو فایز ہونا ناممکن ہے۔

اگر کسی کو مشکلات اور امور عظیم الدخل میں بغیر کسی سے ابتدائی تجربہ کاری اور نبرد آزمائی کے یونہی مسند اعلے پر تمکین کیا جاوے تو اُس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی ناتجربہ کار گنوار بوڑھے کو جسنے عمر بھر شہر اور دربار اور تدابیر مُلکی کا نام بھی نہیں سُنا۔ خاص راج گدی پر بٹھا دیا جاوے۔ پس جس طرح راج گدی کی لیاقت پیدا کرنے کے لئے مشکلات کا سامنا کرنا اور زمانہ کے سرد و گرم کا چشیدہ ہونا ازبس ضروری ہے۔ اسی طرح ہر نبی ہر امام۔ ہر ریفارمر اور عظیم الشان افراد بنی نوع اِنسان کو ان ابتدائی مرحلوں اور منزلوں کا طے کرنا اور گوناگون نشیب و فراز سے واقف ہونا نہ صرف ضروری ہے۔ بلکہ ان امور کا تختہ مشق ہونا پڑتا ہے۔ جسکے بغیر وہ بڑائی اور عظمت اور اولوالعزمی جسکے ذریعے سے لاکھوں اِنسان بت پرستی اور انسان پرستی سے نجات پاویں۔ ہرگز ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔ نظر بریں حضرت داؤد علیہ السّلام کا ذکر جو قرآن کریم میں آیا ہے اُسکا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام کے ذکر سے پہلے اللہ تعالے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ داؤد ؑ کے ساتھ جو کچھ گزرا اُسے یاد کرکے محتاط ہو جاؤ۔ کیونکہ ایک دفعہ داؤد علیہ السّلام جب وہ اندرخانہ قلعہ میں فروکش تھے۔ تو دو شریر شخص ایک مقدمہ کا بہانہ کرکے فصیلوں سے کود کر اندر

گمر آریوں کے بزرگوں کا حال نہ سنو۔ چُپ ہی بھلی۔ مگر پھر بھی اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ لالہ اگنی پنڈت سورج مہاشہ چاند کا حال تو کبھی کوئی نہیں جان سکتا۔ مگر پنڈت دیانند اور لیکھرام اور شنکراچاریہ کا وہ حال بحال ہوا جو فرعون اور ابوجہل اور دیگر انبیاء کے نااہل دشمنوں کا ہوا۔ قصہ کوتاہ ان امور سے ثابت ہے کہ یا تو ایشور نا انصافی کرکے دیدہ دانستہ اپنے فرمانبردار بندوں سے اُسنے وہ کیا کہ خدا کسی دشمن سے بھی نہ کرے یا وہ درحقیقت گمراہ اور بدعتی تھے۔ سو جو اُن کا انجام ہوا عند العقل والقیاس ہوا۔ اور درگاہ الٰہی سے سزاوار مجرم کو سزا ملنی ازبس ضروری اور پورا انصاف تھی واقعی بجا تھی۔ منہ

آ گئے۔ مگر اندر آ کر دیکھا تو انہیں بیدار پایا۔ پھر ایک مقدمہ یونہی پیش کر دیا جس کا فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ دیا کہ زیادتی نہ کیجاوے۔ تا مال بیگانہ اندر دل بہم کا مصداق ہو۔ القصہ بعد تصفیہ مقدمہ آپ نے گمان کیا کہ کوئی ابتلا اور فتنہ آنے والا ہے۔ کیونکہ جب ادنے ادنے لوگ فصیلوں سے پھاند کر آج اندر گھس آتے ہیں۔ پھر شاید کل کوئی میری زندگی پر وار کر دے۔ یا کسی اور ناجائز حرکت کا اقدام کرے اسلئے انہوں نے دعا اور استغفار سے خدا کی مدد اور حمایت چاہی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کریم نے انہیں ان بعض ملکی تدابیر کی کمزوریوں سے اطلاع دیکر انہیں محتاط اور چوکنا کر دیا۔ تاکہ دشمن وار نہ کر سکیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ زیادہ معصیت اور ابتلا کی کٹھیالی میں پڑنے سے انہیں اللہ کریم نے یونہی بچا لیا۔ اور جن نشیب و فراز اور دکھ درد سے احتیاط اور حزم پیدا ہوتا تھا۔ اللہ پاک نے ان تکالیف کے بغیر ہی انہیں پہلے ہی محتاط اور خبردار کر دیا۔ اور ملکی تدابیر کی سستی کو معاف کر کے دشمنوں کے مکر و فریب کو پاش پاش کر دیا۔ یہی ہے حقیقت استغفار کی۔ کیونکہ بعد استغفار کے وہ چوکنے ہو گئے اور آنیوالی بغاوت اور مشکلات سے محفوظ ہو گئے۔ اور خدا نے انہیں اپنی حفاظت میں لیلیا۔ اور خدا کی مغفرت ان کے لئے بمنزلہ خود کے ہو گئی۔ کیونکہ مغفر[له]

له فاستغفر ربه . . . . فغفرنا۔ یعنے داؤد علیہ السلام نے استغفار کیا۔ اور اللہ کریم نے (فغفرنا) حفاظت میں لیلیا۔ اس جگہ خوب کان کھول کر سمجھ لینا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جو استغفار کا لفظ استعمال ہوا کرتا ہے۔ اسکے معانی وہ کرنے چاہئیں جو ان کی شان کے مناسب حال ہوں۔ کیونکہ بقول دیانند وہ شخص بڑا بد باطن سیاہ دل ہے۔ جو ربط کلام سے اعراض کر کے معنوں میں مغالطہ ڈالتا ہے۔ (دھوکا)

واضح ہو کہ لفظ استغفار کا مصدر غفر ہے۔ اسکے معنے حفاظت کرنے اور ڈھانکنے کے ہیں۔ چنانچہ عربی میں خود کو اسلئے مغفر کہتے ہیں کہ خود سے سر کا بچاؤ ہوا کرتا ہے اور تلوار سے سر پر زخم نہیں آتا۔ اس بنا پر قرآن کریم میں از روئے علم لغت استغفار کے دو معنے ہیں۔ (۱) اللہ کریم ہمیں بذریعہ دعا آنیوالے گناہوں اور مشکلات اور مصائب سے بچا لے۔ گویا ہمارے اور آنیوالی مصیبتوں کے درمیان اللہ کریم ہماری ڈھال (خود) بنجائے اور ہم محفوظ رہیں (۲) یہ کہ گزشتہ گناہوں کی سزا سے ہمیں درگزر کرے

Marfat.com

(خود) سفرت سے مشتق ہے۔ مگر ہم نہائیت افسوس کرتے ہیں۔ کہ اوریا کا نام ونشان بھی قرآن مجید میں موجود نہیں۔ پھر توریت اور معالم التنزیل وغیرہ غیر معتبر کتب کی آڑ میں بیٹھ کر کیوں بکواس کی گئی اور کیوں قرآن شریف سے اعراض کرکے دیگر کتب پر خبث نفس کا اظہار کیا گیا۔ یہ کس قدر بے ایمانی اور شرارت ہے۔ کہ قرآن شریف اور صحیح بخاری معتبر کتب کو ترک کیا۔ مگر توریت اور بائیبل کی کتاب سموائیل کی عبارتیں نقل کرکے کئی صفحے سیاہ کر ڈالے" یہ خبیث حرکت نہیں تو اور کیا ہے۔ ارے نام کے آریہ کیا لوگوں کو معلوم نہیں۔ کہ اہل اسلام نہ صرف موجودہ توریت انجیل کو محرف ومبدل یقین کرتے ہیں۔ بلکہ کل بائیبل کو غیر معتبر اور ناقابل سند مانتے ہیں۔ پس شریف اور نیک طینت آریوں کی خدمت میں مودبانہ التماس ہے۔ کہ کیا یہ کسی لائق برہچاری اور شریان دوان کا کام ہے۔ یا کسی حق سے دور اور بدبخت گمراہ انسان کی کرتوت؟ پس اگر ہم پرانوں کے مسائل اور دیگر تمام پنڈتوں کے اقوال اور مہان دیو کے کارناموں کو پبلک میں بذریعہ اشتہار پیش کرکے آریوں پر چسپاں کریں۔ اور ایک آریہ بزرگ کی سولہ ہزار گوپیوں کے ساتھ ہر روز سماگم (جماع) کرنے اور عورتوں کے اپنے

اور ستر اسقدر کو ٹال دے۔ پس ظاہر ہے کہ اول معانی انبیاء علیہم السّلام کے بارہ میں چسپاں ہوتے ہیں اور دوم درجے کے معنی عام لوگوں کے حق میں مستعمل ہیں۔ قرآن شریف اس سے بھرا پڑا ہے کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ساری زندگی میں کوئی گناہ کیا تھا۔ ہرگز نہیں بلکہ چالیس برس تک انہیں **امین** کے معزز اور ممتاز لفظ اور خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور علاوہ ازیں انہوں نے مکہ اور مدینہ میں اپنوں بیگانوں اور افترا پرداز نامنجار کفار کے روبرو برملا کہا۔ کہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون [یٰ] یعنے لوگو! میں تمہارے درمیان عمر بھر رہا ہوں کیا میں نے کوئی جھوٹ بولا یا کسی پر افتراء پردازی کی؟ (جواب سکوت) کیا اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ جس شخص نے چالیس سال تک عرصہ دراز میں کسی پہلو سے جھوٹ نہیں بولا اور نہ کسی پر افترا کیا تو کیا اب ہو سکتا ہے۔ کہ عمر کے آخری حصہ میں انسانوں کو چھوڑ کر خدا پر افترا کرے یہی حال مرزا غلام احمد صاحب کا ہے کہ انہوں نے بھی اعلان دیا ہوا ہے کہ کوئی ہے جو بچپن سے لیکر اب ستر ہوں سال تک کسی قسم کی ناجائز حرکت اور جھوٹ ثابت کر سکے اگر ایسا نہیں تو پھر خدا پر کیوں کس لئے اور کس عمر کے تکیہ پر افترا پردازی ممکن ہے؟ منہ

Marfat.com

بیٹوں سے اولاد حاصل کرنے کے قصّہ جات (مہابھارت وغیرہ) سے نکالیں اور پبلک کے پیش کرکے دُنیا کو یہ دکھلاویں کہ پُرانے زمانہ میں ویدک تعلیم اور نیک اثر کا یہ حال تھا۔ تو کیا یہ مناسب ہوگا۔ پس جس کتاب اور قصّہ جات کو ہم لوگ خود نہیں مانتے اور قرآن کریم اس پر معترض ہے تو پھر کیوں ناحق لوگوں کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ قرآنی تعلیم ہے۔ اور اسلام کا نمونہ ہے۔ کیا یہ شرارتیں سوامی جی کے فرمودہ کے موجب عمل میں آ رہی ہیں۔ کیا کبھی نہیں مرنا نہیں۔ دیکھو شریر انسان جلد پکڑا جاتا ہے اور ظالم کا کھیت جلد تباہ اور برباد ہو جاتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کس قدر اس قوم میں شریف آریہ ہیں۔ جو اس ناپاک حرکت کو زبون خیال کرکے ہمیں اپنی تحریری بیزاری سے اطلاع دیں۔ کہ جس طرح آریوں پر بذریعہ پرانوں کے اعتراض کرنا بیہودہ امر ہے اسی طرح مسلمانوں پر موجودہ توریت اور انجیل وغیرہ کے قصّہ جات پر خامہ فرسائی کرکے اہل اسلام کو دُکھ دینا بھی لغو اور ناپاک اور قابل نفرت حرکت ہے۔ جو کسی مہاتما اور شریمان برہمچاری کے شایاں نہیں۔ گو حسب اصول سوامی جی کوئی متنفس بھی عملدرآمد کے رو سے آریہ ورت میں نہیں جو سوامی جی کی تحریر کردہ اصولوں پر عمل کرتا ہو یا کر سکے (مفصل دیکھو ضمیمہ رسالہ ہذا)

علاوہ ازیں جو حضرت سلیمان علیہ السّلام کی بابت خامہ فرسائی کی ہے اُس کے متعلق عرض ہے کہ نہ دیو کا ذکر قرآن شریف میں ہے نہ کسی انگوٹھی کا۔ پھر اس بیہودہ قصہ کو اندراج کتاب کرکے مسلمانوں کو بدنام کرنا بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے خیر آریہ صاحبان دھرمپال کو اس ناشائستہ حرکت اور خرافات سے منع نہیں کرتے تو یاد رکھیں کہ ہم بھی کچھ آریہ مت کا آخر حصّہ کتاب میں پول کھولینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سوال ۔ کیا انسان زندہ کاٹھ پتلی کی طرح خدا کے حکم سے ہر ایک کام کرتا ہے اور جو کچھ اُس کی تقدیر میں لکھا ہے اُس سے کیا مراد ہے۔ اور نیز انسان اپنے [illegible] کیونکر ہے؟

جواب ۔ اگرچہ اس امر کا ذکر بتفصیل آچکا ہے۔ لیکن بطور اعادہ کلام پھر لکھتا ہوں کہ انسان کو اللہ تعالےٰ نے پیدا کرکے مختلف قویٰ اور طاقتیں عنایت کی ہیں تاکہ انہیں موقع موقع پر استعمال کرکے اوامر کا پابند اور نواہی سے پرہیز کرے۔ جیسے

Marfat.com

مسلح فوج اپنے افسر کی اطاعت سے کئی قابل قدر کام کر کے انعام و اکرام کی مستحق ٹھہرتی ہے لیکن وہی فوج اپنے اوزاروں کی بد استعمالی اور جور و ستم کی وجہ سے مستوجب سزا ہو کر اپنی سزا اور پاداش کو بھی پہنچتی ہے۔ جیسے کہ قرآن شریف میں آیا ہے وان لیس للانسان الا ماسعے وان سعیہ سوف یریٰ۔ یعنی انسان جیسی جیسی کوشش کرتا ہے۔ ویسے ہی اُس کے پھل کو پالیتا ہے۔ اور ضرور ہے کہ ہر ایک اپنی کوشش کے ثمرہ کو اُٹھائے۔ اور ایک جگہ فرمایا۔ کہ ام نجعل المتقین کالفجار یعنی کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ہم پرہیزگاروں کو فاسقوں اور فاجروں کے برابر کر دیں یہ ہرگز نہیں ہوتا پس ایک شخص حسب تعلیم قرآن اپنے اعمال اور کردار کا ذمہ وار اور جوابدہ ہوگا۔ جیسے کہ فرمایا۔
یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ۔ یعنی جو شخص ایک ذرّہ بھر بھی شرارت کریگا اُس کو ضرور دیکھیگا۔ اور جو ذرّہ بھر نیکی کریگا۔ اُس کو بھی ضرور دیکھے گا۔ یعنی ذرہ بھر شرارت اور نیکی اپنا اثر دکھائے بغیر نہ رہیگی۔

تقدیر۔ لفظ تقدیر کے معنے اندازہ کے ہیں۔ اور آیت لَنۡ یُّصِیۡبَنَاۤ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہ لنا کے یہ معنے ہیں۔ کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر وہ جسکا اندازہ اللہ پاک نے کیا ہوا ہے۔ یعنے جس قدر ہماری غلطی اور گناہ ظہور میں آیا ہے۔ اُسی کے اندازہ کے موافق ہمیں جزا سزا ملیگی۔ اگر ایک فعل کی سزا خدا نے ایک سیر بھر رکھی ہے اور دوسرے فعل بد کی سزا ایک من کے برابر اپنے غیر متبدل قانون میں رکھی ہے۔ تو اتنی اتنی سزا جو مقدر ہے۔ یعنی جسکا اندازہ جناب الٰہی نے ہمیشہ سے کیا ہوا ہے اُسکے مطابق ہمیں ہر ایک فعل کی سزا ملیگی۔ اور کوئی نہیں جو اُس اندازہ (تقدیر میں) کی بیشی کرے یعنے اگر زنا کی سزا آتشک ہے تو اُس کی سزا جو قانون قدرت میں موجود ہے۔ اور خدا نے ازل سے مقرر کی ہوئی ہے۔ اُسکے مطابق ہر ایک کو اپنے کئے کا پھل اُٹھانا پڑتا ہے۔ اور حدیث میں جو آیا ہے۔ کہ تقدیر کے مسئلے میں گفتگو مت کرو۔ اُسکے یہی معنے ہیں کہ جو جو سزا ایک فعل کے لئے جناب الٰہی نے مقدر فرمائی ہے۔ اُس اندازہ کی کمی بیشی میں ہرگز چون وچرا نہیں چاہیئے۔ کہ فلاں بدفعلی میں کیوں فلاں مہلک مرض اور خوفناک غم کا دامنگیر ہونا مقدر کر رکھا ہے۔ اور آیت انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوات والارض والجبال فابین ان یحملنا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ

کان ظلوماً جھولا ۲۲ یعنی ہمنے (اللہ تعالے) امانت کو زمین و آسمان وغیرہ کے پیش کیا۔ مگر اُنہوں نے اِس امانت کے اُٹھانے سے انکار کیا۔ اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اِس بار امانت یعنے شریعت کو اُٹھایا۔ بیشک انسان ایسا ہے۔ کہ اپنی جان پر ظلم بھی کرلیتا ہے۔ اور بعض اوقات اپنے تئیں بھلا دیتا ہے۔ اس آیت کی تشریح دوسری آیت میں یوں آئی ہے۔ کہ انسان تین طبقے کے ہوتے ہیں۔ اول وہ کہ بوجہ عالم شباب کی پرجوش تحریکوں اور عدم واقفیت اور کوتاہ اندیشی کے نفسانی حرکات کے گاہ بگاہ تابع ہوجاتے ہیں۔ گو اُن کا دل برائی کو برائی محسوس کرتا ہے۔ مگر کبھی اُنہیں زیر کر کے اعلے درجہ کے قابل قدر اعمال کرتے ہیں۔ اور اپنے نفسوں اور خواہشوں پر ظلم کر کے اپنے لئے ایک طرح سے ظالم ہوتے ہیں۔ پھر دوسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو گاہ بگاہ نفسانی جوش کے ماتحت کئی گناہ کر بیٹھتے ہیں۔ مگر اکثر اوقات وہ اُنہیں زیر کر کے نیک عملوں سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔ اس قسم کے وہ لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں پر موت وارد نہیں کی۔ اس قسم کے لوگوں کو قرآن کریم میں مقتصد کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ مگر تیسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جنکا نام سابق بالخیرات آیا ہے۔ جو ہر نیکی میں آگے ہی قدم رکھتے اور وہ مرنے سے پہلے مرچکے ہوتے ہیں یعنے اپنی تمام حرکات سکنات کو احکام الٰہی کے تابع کر کے عمل میں لاتے ہیں۔ اور اُن کا کھانا۔ پینا اور چلنا پھرنا غرضکہ تمام امور اس لئے ہوتے ہیں کہ خدا کے حکم کے رو سے ہر ایک فعل اور حرکت کو عمل میں لایا جاوے قصہ کوتاہ تین قسم کے لوگ اکثر دیکھنے میں آتے ہیں۔ جس سے انکار کرنا عین نادانی اور کور باطنی ہے۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ یہ اقسام صرف نیکی کے درجوں میں ہی منودار نہیں ہوتیں۔ بلکہ خود آریوں میں بھی اِن اقسام کا عکس ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ بعض آریہ تو برائے نام آریہ ہیں۔ نہ کسی امور کردنی سے اُنہیں کچھ واسطہ ہے نہ کسی فعل ناکردنی سے بیزاری ملحوظ خاطر ہے۔ مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اپنے باطل مذہب کی اشاعت میں نہ صرف جھوٹ۔ کذب اور افترا پردازی کو جائز سمجھتے ہیں۔ بلکہ خود عملدرآمد میں نہایت لاپرواہ اور غافل ہیں۔ نہ نیوگ کرنا کرانا جائز سمجھتے ہیں۔ نہ دوسروں کو اس امر میں ترغیب دیتے ہیں۔ اور نہ چار سو

سال کی عمر پانا ضروری سمجھتے ہیں۔ حالانکہ نیک اور اعلے درجہ کے آریہ کے لئے چارسو سال کی عمر پانا ازبس ضروری ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۔ مگر تیسرا گروہ بدبخت یہانتک بدی اور ناپاکی میں ترقی کر گیا ہے۔ کہ نیوگ پر بخوشی عملدرآمد کرنے کو طیار رہے۔ اور کرانے کے لئے مستعد۔ ۔ ۔ مگر ان تمام امور کردنی کی تعمیل میں ہرگز کوشاں نہیں۔ اور نہ ممکن ہے کہ سوامی جی کے فرمودہ احکام کے رو اور تعمیل سے کوئی آریہ ایماندار آریہ کہلا سکے۔ پس ہم یقین واثق سے یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ اِن کے نزدیک مذہب صرف زبانی بک بک کا نام ہے۔ کیونکہ عملدرآمد پر خاک ہے۔ ما اصابکم من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا یعنے جو مصیبتیں تمہیں پہنچتی ہیں یا تمہاری جانوں پر آپڑتی ہیں وہ کتاب یعنے علم الٰہی میں موجود ہوتی ہیں پیشتر اسکے کہ ہم اُن کو ظاہر کریں۔ یعنے ہر ایک امر جو دُنیا میں ظہور پذیر ہوگا۔ اُس کا اندازہ خدا کے ہاں اُسکے وقوع سے پہلے ہی ہو چکا ہے۔ یعنے یہ کہ فلاں امر بد کا یہہ نتیجہ ہوگا۔ کہ انسان مفلس اور غریب اور دربدر ہو۔ اور فلاں امر دیوانگی اور آتشک کا باعث ہوگا۔ سو یہہ امر واقعہ ہے۔ اِس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ کہ ہر ایک بد فعل کا اندازہ اور اُس کی سزا قانون قدرت (کتاب یعنے صحیفہ قدرت) میں امور واقعہ سے کہیں پیشتر لکھی گئی ہے۔ کہ فلاں امر کا یہ نتیجہ ہوگا اور فلاں نیکی سے ایسے ایسے نیک نتائج عامل کے عائد حال ہونگے۔ جنکے باعث وہ آسودہ حال اور اقبال مند ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ کہ جب جب کوئی بدکار آتشک کا سامان جمع کرلیتا ہے۔ اُسکا بُرا نتیجہ اُس کو ملجاتا ہے۔ اور یہ نتیجہ اُس بدمعاش کی پیدائش سے پہلے ہی تھا۔ اور بعد میں بھی ہوگیا۔ وان تصبھم حسنۃ۔ ۔ ۔ ۔ قل کل من عند اللہ قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ۔ یعض کہتے ہیں کہ اگر انہیں نیکی پہنچی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ اگر بُرائی ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تیرے سبب سے ملی ہے۔ تو (اسے محمدؐ) کہہ دے کہ ہر ایک نیک بد نتیجے جو اعمال سے وابستہ ہے وہ سب خدا کی طرف سے ہے۔ جیسے کہ ہم پیشتر بیان کر آئے ہیں۔ کہ رحیم کریم گورنمنٹ کی طرف سے لوگوں کو نیکی ہی پہنچی ہے۔ اور بدی بھی۔ پر بدی بدمعاشوں کے لئے

Marfat.com

وبال جان ہوا کرتی ہے۔ گویا دونوں طرح کے نتایج لوگوں کو گورنمنٹ کی طرف سے دست بدست پہنچتے ہیں۔ مگر باوجود ان سب سکھوں اور دکھوں کے کوئی بدبخت گورنمنٹ کو یہہ نہیں کہتا۔ کہ وہ ظالم ہے۔ کہ سب کچھ اُسی کی طرف سے اسی کے باعث سے لوگوں کے عائد حال ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب رعایا کے اعمال کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ اِس امر کو ہم یوں بیان کرتے ہیں کہ انسان کا باندھنا۔ چھوڑ دینا یا انعام و اکرام سے بہرہ ور کرنا گورنمنٹ ہی کی طرف سے ہے اور یوں بھی بول سکتے ہیں۔ ہر ایک شخص اپنے کیئے کا پھل اور جزا پاتا ہے۔ جیسے جیسے کوئی علمیت اور کمال کسی فن کا پیدا کرتا ہے۔ اُس کی عزت افزائی اور قدر دانی زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن نکمے اور نکھٹو کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے افلاس اور تنگدستی مقدر رہوتی ہے۔ پس گو انسان کو ہر ایک نیک و بد ثمرہ اپنے کیئے کا پھل ملتا ہے۔ پر یہی کہا جاتا ہے کہ قید کرنا اور عزت بخشنا گورنمنٹ ہی کیطرف سے وجود میں آتا ہے۔ لیکن بقول دیانند یہ سب دُکھ سُکھ گزشتہ اعمال کا نتیجہ اور جزا سزا محتاً روح کو ملتی ہے یعنی دُکھ سُکھ کا دینے والا پرمیشور رہی ہے۔ نیکوں کو سُکھ اور بُروں کو دکھ ملتا ہے۔ چنانچہ بقول ویدک اصول بعضوں کو ایشور کی طرف سے ایسے دُکھ کی مار ہوتی ہے کہ کُتے۔ بلیاں۔ سانپ بننا اور دربدر ہونا پڑتا ہے۔ اور بعضوں کو راجا بننا ایشور سے نصیب ہوتا ہے۔ یعنے جو کچھ سُکھ دُکھ ہر ایک شخص کو دُنیا میں پہنچتا ہے وہ سب ایشور کی طرف سے اِس طرح آتا ہے کہ کسی کو وہ کتا بنا دیتا ہے اور کسی کو سوامی۔ مگر یہ سب اپنے اعمال کی یاد دہانی کرتی کراتی ہے۔ اِسپر اگر اعتراض ہے تو دہریہ پنجاؤ۔ اور دھرمپال کی یہ کس قدر گستاخی اور بے باکی ہے۔ کہ لوگوں کو مغالطہ اور دھوکا دینے کے لئے یہہ کہتے ہیں۔ ابتدا اگر بغیر اعمال کے خدا کی طرف سے کوئی دُکھ سُکھ نہیں پہنچتا۔ ہم لالہ جی سے پوچھتے ہیں کہ زمین چاند سورج اور ہوا وغیرہ یہ انعامات آپکے کونسے اعمال سے تمہیں مل گئے ہیں۔ ہاں بالفرض مان بھی لیں۔ کہ ادنے گناہوں کی سزا میں انسان سوئر۔ کُتا۔ کبھی۔ بندر۔ اور کیکر کا درخت وغیرہ بنایا جاتا ہے۔ یا بعض عظیم الشان کارناموں کی جزا میں کوئی راجہ بنجاتا ہے۔ یا کچھ اور بنجاتا ہے۔ لیکن

Marfat.com

ہمیں یہ کسی نے نہیں بتایا۔ کہ ہوا۔ پانی۔ آگ۔ سورج وغیرہ کن اعمال کی جزا میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اور علاوہ ازیں جن ملکوں میں سورج چھ چھ ماہ تک نابود اور معدوم رہتا ہے۔ اور چاند دکھائی نہیں دیتا۔ اُن لوگوں نے کونسا انوکھا گناہ کیا ہے۔ جس کی پاداش میں اُنہیں اسقدر دُکھ دیا جاتا ہے۔ اور منطقہ حارہ کے باشندوں میں کونسے فضائل ہیں۔ جنہیں دس پندرہ گھنٹے سورج نظر آتا رہتا ہے۔ اور جس سے زندگی معلوم ہوتی ہے۔ میں تو خیال کرتا ہوں کہ ہمیشہ بغیر اعمال کے انعامات خدا بخشتا رہتا ہے۔ اگر یہ سچ نہیں تو ایشور نے کیوں فرمایا کہ مجھ سے دعا مانگو۔ کہ ہمیں بہت سی گائیں اور بھینسیں اور گھوڑے وغیرہ سفید مویشی دستیاب ہوں۔ دیکھو بھومکا صفحہ ۱۵۷۔ اِس سے دو امر ثابت ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ یا تو ایشور بغیر سابقہ اعمال کے یونہی مذکورہ بالا جانور عطا کرنے کو طیار رہے۔ دوم یہ ثابت ہوتا ہے کہ لینا دینا تو کچھ ہے ہی نہیں۔ جب تک اعمال نہ ہوں۔ پھر مُفت میں منتیں ہی کرا لو۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ بھلے مانس لوگوں کی یہ عادت نہیں ہوا کرتی۔ اِس سے پرہیز ہی بہتر ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے " کہ سخی سے شوم بھلا جو تُرت دے جواب " علاوہ ازیں وہ دے ہی کیا سکتا ہے۔ کیا وہ بعض لوگوں کو خواہ نخواہ بدکار بنا کر گائیوں بکریوں اور بھینسوں کی جونوں میں گھسیڑ دیگا۔ تاکہ مذکورہ بالا دعا مانگنے والوں کی دعا قبول کر سکے۔ اگر ایسا کریگا تو اپنے عدل و انصاف کو بٹا لگائیگا۔ اور گنہگار ہو کر خود بقول سناتن دھرمیوں کسی مہاتشے کی جون میں اوتار لینا ازبس ضروری ہو جائیگا۔ پھر اوتاروں کو ماننا آریہ سماج کے لئے لازمی ہو گا۔ مگر یہ کوئی بعید از قیاس امر نہیں۔ کیونکہ آریہ صاحبان دیوتاؤں اور اوتاروں کو صدہا سال سے مانتے آئے ہیں۔ آج جبکہ ایک پنڈت کے کہنے سے ایسی دور از قیاس بات کو مان گئے ہیں۔ کہ آگ۔ پانی ہوا۔ اور سورج۔ چاند وغیرہ اجرام فلکی سے جہاں جہاں وید میں دعائیں مانگی گئی ہیں۔ وہاں اُن سے خدا مراد لیجائے۔ اور کہیں کہیں چاند کو لالہ چاند کہا جائے۔ اور سورج کو مہرشی سوامی پنڈت مہاراج قرار دیا جاوے۔ اور کہیں سورج مہاراج کو اتیتھو تصور کیا جائے۔ اور ہوا کو ایشور مان لو۔ اگر ان مظاہر قدرت کی اس طرح

تاویل جائز رکھ لی ہے۔ تو پرانوں میں بھی ایسی تاویل چل جائیگی۔ دراصل ہندو لوگ لکیر کے فقیر ہوتے ہیں۔ پرانی رسومات کو چھوڑنا موت سمجھتے ہیں۔ گو قوم ہلاک ہوجاوے۔ مغربی لوگوں نے تو صاف اقرار کرلیا ہے۔ کہ اگنی وایو سورج کی جو زمانہ قدیم میں پوجا ہوا کرتی تھی۔ اس سے مراد اربعہ عناصر کی پوجا ہے جنکے قائم مقام اب بھی موجود ہیں۔ مگر ہندوستانیوں نے اس لغو تاویل کو ابھی تک ساتھ ہی لیا ہوا ہے۔ حالانکہ اربعہ عناصر کے پوجاری کروڑوں سال سے موجود چلے آتے ہیں۔ اور بنارس۔ ہردوار۔ اور دیگر تیرتھوں میں ان بت پرستوں کی اتنی کثرت ہے کہ پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں +

سوال۔ کافروں کے اعمال کیوں ضایع کئے جاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے کیوں نہیں ؟۔

جواب۔ الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالھم۔ یعنے جو لوگ قرآن اور اس کی تعلیم سے انکار کرتے ہیں۔ اور کفر کر بیٹھتے ہیں۔ اور لوگوں کو خدا کی راہ سے دور پھینکتے ہیں۔ اللہ کریم ان لوگوں کے اعمال کو ضایع کردیگا۔ یعنے یہ کہ ان کی کوشش کا نتیجہ جو انہوں نے اپنے دل میں ٹھانا ہوا ہے۔ کہ اسلام اور قرآن کو نابود کردینگے۔ ہرگز برومند نہ ہوگا بلکہ برخلاف اسکے وہ خود ذلت اور خواری سے نامراد ہوکر حسرتوں کے ساتھ گزر جائینگے۔ چنانچہ کفار ناہنجار مکہ کا یہی حال ہوا۔ اور ایسا ہی ہونا چاہئے تھا کیونکہ جو شخص دنیا کے فیض رساں اشخاص سے دشمنی کرتا ہے وہ ضرور اپنی امیدوں میں خائب و خاسر ہوکر مرتا ہے۔ (دیکھو ستیارتھ صفحہ ۳۷۲) لیکن جو شخص دنیا کے فیض رساں اشخاص (محمد صلعم) سے تعلق پیدا کرتا ہے اور دین الٰہی کے دشمنوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ تو اللہ پاک جو حق کا حامی اور جھوٹ کا دشمن ہے۔ اسکی مدد کرتا ہے۔ اور اسکے اعمال کو جو حق و حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ خدا کے فضل سے برومند اور نافع ہوتے ہیں۔ جیسے کہ فرماتا ہے۔ انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی۔ یعنے میں مومن مرد اور مومن عورت کے اعمال کو ہرگز ضایع نہیں کرتا۔ یعنے جو شخص خدا

Marfat.com

اور خدا کے فرستادہ رسول کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ وہ خدا پاک کا فرمانبردار یا مُسلمان اِس لائق بنجاتا ہے کہ خداوندکریم اُس کے اعمال کو برومند کرے جیسے کہ تمام انبیاء علیہم السّلام اور اُنکے سچّے متبعین کے ساتھ ہوا۔ لیکن بالمقابل کفّار ناہنجار کو ہر طرح کی ذلّت اور خواری اور نامرادی نصیب ہوتی ہے یہ کوئی ایک ہی مثال اَور نمونہ نہیں جو پیش کی جاتی ہے۔ بلکہ جب سے دُنیا کی تاریخ کا پتہ لگ سکتا ہے۔ خُداوندکریم اَیسا ہی کرتا آیا ہے۔ کہ وہ نافرمانوں کو انجام کار غارت کرتا رہا ہے۔ اور مُسلمانوں (فرمانبرداروں) کو غلبہ نصرت اور فتحمندی سے بہرہ ور کرتا آیا ہے۔ بشرطیکہ وہ سچے مُسلمان ہوں۔ اگر وہ ایسا نہ کرے کہ عرصہ دراز کے مباحثات اور وکلاء کی تقریروں کے بعد بھی مجسٹریٹ کی طرح مجُرم کو زندان میں نہ ڈالے اور فرمانبردار اور راستباز فریق کو مظفر اور منصور نہ کرے۔ تو پھر دُنیا کے معمولی مجسٹریٹ اور جج سے بھی گیا گزرا ثابت ہوگا تعجب کی بات ہے۔ کہ لالہ دھرمپال جی شیطان اور ابوجہل اور فرعون وغیرہ سے خاص اُنس اور میلان طبع کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ شاید لالہ مذکور کی سرشت اور اعمال انبیاء علیہ السّلام کے ہلاک شدہ گروہوں کے سرغنوں کے اعمال سے ملتے جُلتے ہونگے۔ جیسے کہ اُس کی تقریر سے ثابت ہے۔ بہرحال کچھ ہی ہو۔ جس کسی آریہ نے ذرا سر اُٹھایا۔ خِدا کا غضب اسپر بھڑکا۔ کہ اُس کو راکھ میں ملادیا۔ یا ہزار سالہ مُردوں میں سُلا دیا۔ چنانچہ لالہ دیانند اور لیکھرام اور شنکراچاریہ تین اشخاص تاریخ میں قابل ذکر ہیں۔ جیسے کہ فرعون اور ابوجہل وغیرہ۔ مگر جس طرح۔ اِن مُردہ صاحبان کا حال ہوا۔ وہ ہر ایک پر ظاہر ہے۔ کہ وہ کس طرح قبل از وقت نہایت حسرت کے ساتھ دُنیا سے اُٹھائے گئے۔ بلکہ مجھے تو یہ بھی خیال پختہ معلوم ہوتا ہے کہ اگنی وایو (سورج) انگرا جنہیں وید کا پرکاش ہوا تھا۔ اور جنہیں کبھی یہ لوگ پنڈت شریمان کے ناموں سے نامزد کرتے ہیں۔ اور کبھی اُن ناموں سے پرمیشور مراد لیتے ہیں۔ اُن کا انجام بھی نہایت خوفناک اور عبرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ تبت سے تمام آریہ صاحبان نکالے گئے تھے۔ جہاں اول اول وید اور ویدک دہرم وجود پذیرا ہوا تھا۔ مگر ذرا معلوم نہیں کہ اِن بزرگوں کو کس غار

میں غارت کیا گیا۔ بہرحال اگر کچھ بھی اُن کی خوش حیثیتی کا نام ونشان رہنا تو ہم اہیں ابوجہل اور فرعون وغیرہ کے عبرتناک ناموں کے ہم پلہ نہ ٹھیراتے۔

خدا کا عقاب جو فرعون اور ابوجہل وغیرہ پر ظہور پذیر ہوا اور بعد ازاں لیکھرام اور سوامی دیانند پر وارد ہوا۔ اُس کو عذاب الٰہی ہی تصور کرنا چاہئے۔ کیونکہ خدا جو کسی پر ہیبتناک عذاب نازل فرماتا ہے۔ اُس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ خدا خود تلوار لیکر کسی کا گلا کاٹ ڈالتا ہے۔ بلکہ وہ ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے اور ایسطرح راستی کی حمایت کرتا ہے۔ کہ حق کے دشمنوں کے لئے تباہی اور ہلاکت انسانی ہاتھوں سے وقوع میں آجاتی ہے۔ اور خدا کے رسول کے نافرمان ایسے نابود محض کئے جاتے ہیں کہ چند صدیوں کے بعد اُن کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم اور نوح علیہم السّلام کے مکذب اور دُشمنوں کا حال اور پتہ و نشان معدوم محض ہوگیا ہے۔ اسی طرح لالہ اگنی۔ لالہ وایو۔ لالہ سورج کی سوانحمری اور کارناموں اور اُپدیش وغیرہ کا حال صفحہ روزگار پر کسی کو معلوم نہیں۔ مگر ان کے بالمقابل انبیا علیہما السّلام کی تعلیم اور نام تمام دُنیا پر آفتاب اور مہتاب کی طرح روشن ہے۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ ایشور نے کرپا کر کے آریوں کے سرپرستوں اور وِدوان اور مہاتما سوامیوں سے اتنا پیار کیا کہ اُنہیں جلد تر ہلاک کر کے خس کم جہاں پاک کا معاملہ کیا۔ اور کرپا کر کے اُنہیں پاس بلا لیا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ اگر دیر تک دُنیا میں بود و باش رکھیں تو ویدکی تعلیم پھیلا کر لوگوں کو نیک اور پارسا بنا دیں اور پھر یک لخت سب کو مکتی خانہ دہشت میں پہنچا دیں۔ بعد ازاں دُنیا میں خدا کی خدائی کا دایرہ تنگ ہو جاوے۔ اور سوائے افسوس کے اور کچھ پیش نجائے۔

ووجدك ضالا فهدى ... وقال هذا ربي کے کیا معنے ہیں۔

آنحضرت صلعم (فداہ ابی وامی) کبھی گمراہ نہیں ہوئے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ وما ضل صاحبکم وما غوی یعنے تمہارا صاحب محمد صلعم کبھی بھی گمراہ اور بیراہ نہیں ہوا۔ لیکن وجدك ضالا کے یہ معنے ہیں کہ خدا نے

Marfat.com

تجھے عاشق قوم اور سچا طالب ہدایت کا پایا پھر خدا نے کامیابی اور ہدایت کی راہ کھولدی۔ اور وہی ہدایت ترقی کرتی گئی۔ اور اسلام کا بول بالا ہوتا گیا مگر قرآن کریم سے پیشتر وہ گمراہ یا نافرمان ہو ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ جس صورت میں فرمان نازل ہی نہیں ہوا تھا۔ تو پھر نافرمانی اور گمراہی کیسی ہے ہاں چالیس سال تک وہ بزرگانہ اور مطہرانہ زندگی بسر کی کہ جانی دشمن بھی آپکو امین[1] کے معزز خطاب سے سرفراز مانتے تھے۔ مگر لفظ ضالاً کی مزید تشریح اور صفائی بیان کے لئے ربط کلام کو نظر انداز کرنا بے ایمانی اور ناحق کی پاسداری ہے۔

واضح ہو کہ سورہ والضحیٰ میں اللہ پاک تین انعامات کو یاد دلاتا ہے اور نصیحت کرتا ہے۔ انعام اول اس طور سے بیان فرماتا ہے کہ الم یجدك یتیما فاوٰی۔ یعنی کیا تو ایک وقت یتیم تھا۔ جس سے نکال کر خدا نے تجھے ہر طرح سے امن و آرام اور آسائش کی جگہ دیدی۔ پھر دوسری نعمت یہ بتائی کہ خدا نے تجھے عاشق صادق پایا تو تجھے عشق (معرفت اور گیان) کی راہ بتا دی۔ تاکہ تو اپنے کمال کو فائز ہو۔ تیسری نعمت یہ فرمائی کہ تجھے خدا نے مفلس اور مسکین پایا۔ پس اب تجھے مال و دولت سے مالا مال کر دیا ہے۔ اب ہر ایک نعمت کے بالمقابل تین نصیحتیں فرمائی ہیں۔ جو ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔ اول نعمت کے بالمقابل فرمایا۔ کہ دیکھ! تو پہلی حالت میں یتیم تھا اب تو بل یتیمانہ حالت کو یاد کرکے فاما الیتیم فلا تقھر یعنے یتیم پر قہر نہ کیجیو۔ کیونکہ ایک وقت تو بھی یتیم تھا۔ پھر دوسری نعمت کے استیفاء پر بالمقابل فرمایا۔ واما السائل فلا تنھر یعنے تو سائل کو مت ڈانٹ کہ تو بھی ایک وقت معرفت الٰہی کے لئے درگاہ باری تعالیٰ

---

[1] ہم دیگر پیشوایان مذاہب کا اس جگہ کیا ذکر کریں۔ اور کیا مقابلہ کریں۔ حضرت صلعم کو تو دوست و دشمن اور ہر خاص و عام اور سارا عرب امین کے معزز خطاب سے ممتاز مانتا تھا۔ مگر جو کچھ یسوع مسیح کی نسبت ہر خاص و عام یہودیوں نے کہا تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور سوامی دیانند جی کی ابتدائی زندگی کی بابت جو کچھ انکی سوانحعمری میں درج ہے وہ اسقدر دور از تہذیب اور ناقابل بیان ہے کہ ہمارا قلم ایسے امور کی تحریر سے قاصر ہے

Marfat.com

میں سائل تھا۔ یعنی تو دُنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ایک عظیم الشان ہدایت
نامہ کو سائل کی طرح مانگتا تھا۔ پھر تیسری نعمت کے استیفاء پر فرمایا کہ تو غریب
اور مسکین تھا۔ بعد ازاں تجھے (فاغنی) خدا نے غنی کر دیا۔ پس اب غنی ہو کر
لوگوں کو بطور تحدیث نعمت کے تبلاؤ۔ کہ دیکھو! میرے مولا کریم نے مجھ پر
کیسے فضل کئے ہیں۔ اور میں کیا تھا اور کیا کچھ ہو گیا۔ قصہ کوتاہ ان تین حالتوں
کی طرف اشارہ فرما کر اللہ پاک نے نصیحت فرمائی جو نہ صرف حضرت صلعم کے
لازم حال ہے بلکہ قریبًا ہر ایک متنفس کے قرب وجوار میں یہ حالتیں پیش
آتی ہیں۔ اور ان نصائح پر عملدرآمد کرنا ازبس ضروری ہے۔

اب ہم دوسری آیت پر غور کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ اپنی
بُت پرست قوم سے مخاطب ہو کر بوقت طلوع آفتاب کہتے ہیں۔ کہ کیا یہ ہے
میرا رب؟ یعنی میرا رب یہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دیکھو یہ غروب ہو گیا اسی
طرح دیگر مظاہر قدرت کی طرف اشارہ فرما کر کہا۔ کہ میں ان بتوں اور
مظاہر قدرت کو معبود بنا کر ہرگز ہرگز مشرک بننا نہیں چاہتا۔ وہ بڑا نادان
ہے۔ جو اس بدیہی امر کو بھی نہ سمجھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو بُت پرست
کہنا ایسا ہے۔ جیسے بھیڑوں میں اونٹ تلاش کرنا حماقت ہے۔ اُنہوں نے
بتوں کو توڑ کر چکنا چور کر دیا۔ مگر پھر بھی نادان جھوٹ کی نجاست پر گرتا
ہے۔ تو پڑا گرے اور اپنا سر کھاوے۔

قل انتظروا انی معکم من المنتظرین۔ یعنے تم انتظار کرو کیونکہ خدا عنقریب
فیصلہ کرنیوالا ہے۔ میں بھی فیصلہ کے انتظار میں ہوں۔ لالہ دھرمپال اس
مقام پر کہتے ہیں۔ کہ بس چھٹی ہوئی۔ اور تمام جھگڑا اور تبلیغ رائیگان گئی۔
ارے لالہ! چھٹی کہاں ہوئی۔ یہ تو سالہا سالوں کی تقریروں مباحثوں
اور خصومتوں کے تصفیئے کے انتظار کا اظہار کیا گیا۔ یعنے جب رسول اللہ
صلعم اپنی قوم سے تیرہ سال تک بحث مباحثہ کر کے اُن پر اتمام حجت کر چکے
اور مخالفین تسپر بھی ٹھاکروں ٹھیکروں کو نہ چھوڑتے اور لات وعزّے
وغیرہ گرانڈیل بتوں کی عظمت جبروت کو ہاتھ سے نہیں دیتے تھے بلکہ ناحق

شرارت اور گستاخی سے پیش آتے تھے۔ تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ اب بس کرو کیونکہ فیصلہ کا وقت قریب آگیا ہے۔ اُس کی انتظار کرو۔ جیسے کہ موسیٰ ابراہیم۔ لوط علیہم السلام نے انجام کار خدا کے فیصلہ کی انتظار کی۔ سو اُس کا نتیجہ جو ہوا وہ ہر ایک پر روشن ہے۔ کہ فرعون اور اُس کی قوم اور ابوجہل اور اُسکی قوم کی چھٹی کس طرح ہوئی ہے۔ اُنہیں چھٹی تو کیا ہوئی مرتے ہی سیدھی ناک واصل جہنم ہوئے۔ اور دُنیا میں نہایت ناکامی اور بیوقت موت سے خائب و خاسر راہی ملک بقا ہوئے۔ اِس موقع پر یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تو خدا ہے۔ ادنیٰ گورنمنٹ بھی یہ تجویز نہیں کرتی کہ اُسکا ادنیٰ ترین چپڑاسی بھی خفت اور ذلت سے ہلاک ہو جاوے اور باغی اور سرکش رعایا گورنمنٹ سے اپنی گستاخی کی پاداش کو نہ پہنچے۔ اگر کوئی اِنسانی گورنمنٹ اپنے افسروں کی ظالمانہ ہتک اور گورنر کی ہلاکت پر خاموش ہو رہے اور مجرمین کو سزا نہ دے تو ایک دن میں دُنیا میں اندھیر پڑ جاوے۔ اور ایسی سکھا شاہی سے سلطنتیں تہ و بالا ہو جاویں۔ اگر ایشور اور فرضی خدا کی سلطنت بھی ایسی ہی ہو تو اُس فرضی خدا کی خدائی قابل نفرت ہے۔ جس کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے۔ اور وہ نیکوں اور بروں کو بلا تمیز جسطرح چاہتا ہلاک کر ڈالتا ہے بلکہ سوامیوں اور رشیوں کو مہا پاپی لوگوں کی طرح سزا دلاتا اور خائب و خاسر کر کے ناکام دُنیا سے اُنہیں اُٹھاتا ہے۔ بیچارہ سوامی دیانند خود تو یہہ کہتا کہتا مرمٹا کہ میں دُنیا کا فیض رسان ہوں اور ویدک مذہب کا بانی مبانی ہوں اِسلئے میرے دشمن ہلاک اور برباد ہوں گے کیونکہ دُنیا کے فیض رسان اشخاص کے دُشمن تباہ ہوا کرتے ہیں۔ (ستیارتھ صفحہ ۳۷۳) مگر ایشور نے کرپا کر کے اُسے عین نامرادی میں اُٹھا لیا[1]۔ اور وہ ویدک

[1] آج مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۰۵ء کو ایک آریہ پنڈت نے قادیان میں وعظ کرتے ہوئے کہا کہ جب سوامی جی دپھوڑے پھنسیوں کی گھناؤنی اور خبیث) مرض سے گھائل ہو چکے تھے تو اُنہوں نے آخری الفاظ یہ کہے تھے" ہے پرماتما میں تیرا شدہ ہوں میں چاہتا تھا کہ تیرے دہرم کا پرچار کروں مگر جب خود تیری اچھیا (مرضی) نہیں اور تو مجھے اُٹھاتا ہے تو تیری مرضی"! ہائے افسوس کیسے درد انگیز الفاظ ہیں ایک طرف تو ویدک دھرم کا کام ادھورا اور وید کا

دہرم کو مکمل کر کے دُنیا کے پیش نہ کر سکا۔ قُربان جائیں اُس سید عالم صلعم پر جو دُنیا سے نہیں اُٹھائے گئے اور نہیں قتل ہوئے اور نہیں فوت ہوئے جب تک کہ تمام رسالت اور نبوت کو من کل الوجوہ کمال تک نہ پہنچا دیا۔ اور بڑے حج کے دن لاکھوں انسانوں کے درمیان بآواز بلند یہ نہ کہہ دیا کہ ھل بلّغتُ یعنے کیا میں نے تبلیغ حق کے کام کو سرانجام کر دیا ہے۔ یا نہیں؟ اور خدا کا کلام تمہیں پہنچا دیا ہے یا نہیں؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم اِس امر کے گواہ ہیں کہ آپ نے خدا کا کلام پورے طور پر دُنیا کو پہنچا دیا۔ اور خدا کے احکام بلاکم وکاست ہمارے پاس آپہنچے۔ پھر فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ یعنی میں نے تمہیں کامل دین دیدیا ہے۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور میں اِس امر پر راضی ہوں کہ تمہارا دین اسلام ہؤا۔ یعنے خُدا کی راہ میں سر اطاعت خم کرنا اسلام ہے۔ پس جو کوئی سر تسلیم خم نہیں کرتا وہ گویا ترک اسلام کا مرتکب ہو کر ہر ایک مذہب میں قابل نفرت ہے۔ اور نافرمان کہلا کر اپنی نجات کو کھو بیٹھتا ہی نقصہ کوتاہ یہ تمغہ کمال کا اور علت غائی رسالت کی تھی۔ جو پوری ہو کر رہی مگر سوامی جی جھوٹے تھانیداروں کی طرح پکڑے گئے۔ اور سب پروانے جعلی ثابت ہو گئے۔ اگر فی الواقعہ وہ تعلیم جو سوامی جی دیتے تھے خدا کی طرف سے تھی۔ تو خدا ہرگز گوارا نہ کرتا کہ مجرمین کی طرح اُنہیں جلد تر اُٹھا لیتا۔

کیا شیطان گمراہ کر دیتا ہے

اگرچہ شیطان کے متعلق کسیقدر بیان ہو چکا ہے۔ لیکن چونکہ دھرمپال نے بار بار ایک ہی مسئلہ کو اتنا طول دیا ہے کہ پڑھنے والوں کی طبیعت اکتا جاتی ہے۔ لہذا ہمنے بھی مناسب سمجھا کہ اس مسئلہ پر پھر مختصر بحث لکھ دیں واضح

نوٹ: ترجمہ ناقص پڑا ہوا ہے۔ اور دل چاہتا ہے کہ دنیا کو مکمل مذہب دیجاؤں مگر ایشور جی مہاراج نے اُس کی سب اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ کیوں نہ ہو حق کا حامی جو ہؤا۔ منہ ۱۲۔

Marfat.com

ہوکہ درحقیقت شیطان کو نہ تو خدا نے گمراہ کیا اور نہ وہ لوگوں کو گمراہ کرسکتا ہے۔ چنانچہ جب اللہ کریم نے فرمایا کہ آدم علیہ السّلام کی اطاعت کرو۔ تو بجز ملائکہ کے شیطان نے اطاعت اور انقیاد سے انحراف کیا۔ اور اپنی اِس نافرمانی سے نافرمان اور شیطان ہوگیا۔ ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین یعنے اُس نے انکار کیا اور تکبر اور نخوت سے پیش آیا۔ اور کافر ہوگیا۔ اِس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان خود نافرمانی اور عدم اطاعت سے کافر اور متکبر بنا اور تکبر وغیرہ اُس کی جان کا وبال ہوگیا۔ ایسا کہیں نہیں آیا کہ خدا نے خود اُسے گمراہ کیا۔ اور شیطان کا قول کہ اے رب تو نے مجھے غاوی بنا دیا یا ٹھہرا دیا ہمارے لئے حجت اور قابل سماعت نہیں۔ ہاں اُس کے شیطان بھائیوں اور ہم مشرب بے ایمانوں کے لئے یہ قول معتبر ہوگا۔ کیونکہ اُسکے بھائی جو ہوئے مشہور ہے کہ کس نگوید کہ دوغ من ترش است یعنے کوئی نہیں کہتا کہ میرے بھائی کا قول بے ایمانی سے پُر ہے۔

علاوہ ازیں دھرمپال کا یہ کہنا کہ وہ معلم الملکوت تھا نہایت سیاہ جھوٹ اور کور باطنی کا اظہار ہے۔ ہم پوچھتے ہیں اے بھولے جہاشے! تم نے کس قرآن میں دیکھا اور پڑھا کہ شیطان معلم الملکوت تھا۔ اور کونسی حدیث میں یہ لفظ تمہاری نظر میں پڑا؟ اگر نہ کسی قرآن میں اور نہ کسی حدیث میں یہ لفظ نظر آیا۔ تو بذریعہ اشتہار اِس امر کا مشتہر کرنا ازبس ضروری ہے کہ معلم الملکوت کا لفظ نادانی یا عمداً بے ایمانی سے لکھ دیا گیا ہے۔ یا کسی نے لالہ جی کو اُلو بنا کر یونہی لکھوا دیا۔ خدا جانے جب دھرمپال اِس لفظ کو نہ قرآن کریم میں دیکھیں گے اور نہ صحیحین میں پاوینگے تو کس کونیں پیر کو ڈھونڈینگے۔ مگر شرم چہ کتی است کہ پیش مرداں بیاید۔ اہل اسلام اور حضرت مولوی حکیم نوردین صاحب پر تو اتمام حجت صرف قرآن کریم اور صحیحین کے حوالجات سے ہوسکتی ہے نہ کہ ہر ایک رطب ویابس سے۔

میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرکے کہتا ہوں کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنے میرے بندوں پر تجھے کوئی تسلط اور قابو پانے کا

Marfat.com

راہ حاصل نہیں۔ کہ اُنہیں گمراہ کر سکے۔ یا قابو میں لا سکے پس جب شیطان کا گمراہ کر سکنا ہی غیر ممکن ہے۔ تو پھر اعتراض کیسا؟ ہاں اگر کوئی اُس کا ہم مشرب اور فرمانبردار ہو اور اُس نے بد صحبتوں اور روحانی غلط ظنوں سے اپنی ضمیر قلب تباہ کر لی ہو اور اپنے دل کی زمین کی ایسی کلبہ رانی کی ہو کہ وہاں خار دار بیل بوٹے اُگ سکیں تو بیشک وہاں یہی قانون قدرت ہے کہ وہاں دُکھ دینے والی چیزیں شیطانی مس سے پیدا ہو جاویں۔ مگر یہ سب کچھ اُس کی اپنی کرتوت کا نتیجہ ہوگا۔ جو وہاں کانٹے دار جھاڑیاں پیدا ہوئیں ✦

ہاں اِس بات کا جواب کہ خدا نے اِس محرک کو پیدا کیوں کیا؟ تو اس کا جواب یہی ہے۔ کہ جو اُس سوال کا جواب ہے۔ کہ خدا نے کیوں سانپ کانٹوں اور زہریلے مواد اور سِل کے جرم اور خبیث امراض کے کیڑوں کو پیدا کیا۔ اور کیوں اُنکے ذریعہ سے لاکھوں ہا انسانوں کو ہلاکت گاہ میں ڈالا۔ پس جو سوال اور جواب اِن اشیاء کے پیدا کرنے پر پیدا ہوتا ہے وہی جواب ایک اور چیز یعنے محرک الشر کے وجود اور خلق پر پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ کہو کہ مرض سِل اور طاعون کے کیڑوں کو اِسلئے پیدا کیا گیا ہے۔ کہ جو کوئی اصول طبابت پر پورا پورا عامل نہ ہو تو اُس کی سزا میں اُس کی ہلاکت کے لئے ایشور بعض خبیث روحوں کو کیڑوں کے جسم میں اُتار دیتا ہے تاکہ مجرم اپنی بد پرہیزی کا مزہ چکھے۔ اسی طرح پھر یہ بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ خدا بعض روحانی کیڑوں (شیاطین یا محرک الشر) کو اِسلئے پیدا کر دیتا ہے تاکہ اگر کوئی بدبخت نابکار لوگوں کی صحبت بد میں بیٹھ بیٹھ کر اپنی روحانی [illegible] ضمیر قلب کو تباہ کر بیٹھے اور اپنے خیالات کو صحبت بد میں بوسیدہ اور بیمار کر کے خبیث جرموں (یعنے روحانی جرموں جو انسان کی روحانیت کو ہلاکت گاہ میں ڈالنے کے لئے محرک الشر ہوں) کو پیدا کرلے تو وہ اُن کیڑوں سے دُکھ درد اُٹھائے اور فی الواقعہ انصاف ایزدی سے وہ اسی لائق ٹھہر جاتا ہے کہ جس طرح بصورت عدم لحاظ اصول طبابت ایک بد پرہیز بیمار اپنی

Marfat.com

ہی کوتاہیوں سے خبیث امراض کے کیڑوں کو ویدک اشیور کے ہاتھ سے پیدا کروالینا ہے۔ اور بقول پنڈت دیانند جی اشیور گنہگار روحوں کو کیڑی مکوڑوں کے جنم میں پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح روحانی بیمار جو نکوئی سے دُور اور حق و حکمت سے مہجور رہتا ہے۔ اور ظالم اور فساق لوگوں کی گندی صحبت میں مداومت کرنے سے ایسا نتیجہ ہوتا ہے کہ اشیور اُس کے دماغ میں ایسے کیڑے (محرک الشر) پیدا کر دیتا ہے۔ کہ ہر وقت بدی کے خیالات ہی اُسکے دل پر مستولی رہتے ہیں۔ اور نکوئی اور نیکوں سے طبعاً نفرت اُس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے۔ پھر کون کم عقل ہے جو اس روحانی وجسمانی فلسفے سے انکار کرے۔ روحانی اور جسمانی سلسلے پہلو بہ پہلو چلے جاتے ہیں ایک کے انکار کرنے سے دوسرے کا انکار لازم آتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ دھرمپال اور عبدالرحمٰن کو خُدا ہی نے پیدا کیا ہے مگر ایک نیکوں کی صحبت میں رہا جہاں خبیث روحانی کیڑے یا جرم کا دخل اور دور دورہ نہ ہوا بلکہ برعکس اُس کے نیکی کے محرک نے نیک تحریک کی اور وہ مسلمان (فرمانبردار) ہوگیا۔ اور یہانتک اُسے تعلق نیک روحوں سے ہوا کہ وہ الہام کلام اور مکاشفات سے سرفراز ہوگیا۔ مگر دوسرا کبھی برھمو بنا کبھی برائے نام مسلمان رہا۔ کبھی برائے نام آریہ ہوگیا۔ تو اُسکے دماغ میں بُرے لوگوں کی صحبت بد نے بدی کے کیڑے (بُرے خیالات) پیدا کر دیئے ہیں۔ مگر جو کچھ ہوا ہے۔ یہ سب کچھ قانون قدرت کے مطابق اور قانون قدرت کے ذریعے سے ہوا ہے۔ اور ہر ایک کو اپنے اپنے عمل اور فعل کی جزا اور سزا ملی ہے۔ پس اُس نے جیسی جیسی زمین اپنے دل کی طیار کر کے بنالی ہے اُس سے اُسی طرح کا پھل اور گالی گلوچ پیدا ہوئی اور خدا سے دوری اور ارتداد کا باعث اُس کے اعمال بد ہوئے۔

قصہ کوتاہ دھرمپال اور عبدالرحمٰن کا وجود دُنیا میں موجود ہے اور ان دونوں میں سے ایک تو ضرور ہی مجسم محرک الشر ہے اور شیطان کا بروز ہے۔ ایک فرشتہ کی نیک تحریک کا متبع اور دلدادہ ہے۔ مگر دوسرا

اُس کا مخالف ہو کر محرک الشر کا فرستادہ ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ کریم نے ہمیں طاقت دی جس سے ہم نیکی کریں۔ اور بدی سے اجتناب کریں۔ پس جو کچھ ہمیں نیکی بدی پہنچتی ہے۔ وہ ہمارے نیک و بد اعمال کا ثمرہ اور نتیجہ ہوتا ہے اور نیکی بدی کی جتنی جتنی جزا و سزا ہمیں ملتی ہے وہ تقدیر الٰہی یعنے اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ اندازہ کے مطابق ملتی ہے۔ اور وہ اندازہ لاکھوں کروڑوں سال سے پیشتر ہی مقرر کردہ ہے۔ اور وہ یہ ہے

کہ جو کوئی ذرہ بھر برائی کرے گا اُس کو اتنی ہی سزا ملیگی۔ جس کا وہ مستحق ہے۔ اس سے (اندازہ یا تقدیر) کم و بیش نہیں ہو سکتا۔ بجز اس کے کہ وہ خود معاف کر دے کیونکہ وہ رب العالمین ہے۔ مگر جو کوئی سنگین جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اُس کے لئے یہ تقدیر یا اندازہ ہے۔ کہ بقدر اُس کے جرم کے اُس کو زیادہ سخت سزا ملے۔ کیونکہ تقدیر الٰہی یعنے خدا کے مقرر کردہ اندازہ کی رو سے اُسے سزا کا زیادہ حصّہ لینا از روئے قانون قدرت اور انصاف ایزدی لازمی ہے۔ لَنْ يُّصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا یعنے جو کچھ ہمیں مصیبت پہنچتی ہے وہ وہی ہوتی ہے اور اُسی قدر ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے انصاف قدیم اور قانون قدرت میں ہمیشہ سے مقرر کی ہوئی ہوتی ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ زید نے گناہ تو دس روز بیمار رہنے کا کیا ہو۔ پر اُسکو دس برس بیمار رہنے کی سزا ملجاوے۔ یہ اندازہ جزا سزا کا جو گونا گون عملوں سے انسان پر وارد ہوتا ہے۔ یہ ہماری پیدائش سے کبھی پہلے کا مقرر شدہ ہوتا ہے۔ (من قبل ان نبرأها) یعنے یہ کہ سنکھیا کھانے کا اندازہ یا تقدیر یہ ہمیشہ سے مقرر ہے کہ کھانیوالا ہلاک ہوجاوے اور فلاں امر زبوں فلاں مصیبت کو عائد حال کرتا رہیگا۔ اور کوئی نہیں۔ کہ ان اندازوں (تقادیر) میں کلام کرے اور ان کی تاثیروں میں رخنہ اندازی کر سکے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ خدا نے نور اور ظلمت کو پیدا کیا ہے۔ اور کوئی نہیں کہ اس سے انکار کر سکے۔ مگر دونوں خاص فوائد کے لئے پیدا کئے گئے ہیں

Marfat.com

نیک اور دانشمند دونوں سے متعفید ہوتا رہتا ہے۔ مگر جو اُس کی بد استعمالی کرے کہ بجائے سونے اور آرام کرنے کے اندھیرے میں رہزنی کرے۔ اور ڈاکہ مارے وہ درحقیقت تاریکی کا فرزند اور شیطان کا بروز ام ہے خدا نے اندھیرا اِس لئے پیدا نہیں کیا تھا کہ لوگ چوری کیا کریں۔ اور خلق اللہ کو دُکھ دیا کریں۔ مگر نادان انسان جس نے اپنے لطیف قوٰی کو بوجہ بیکار رکھنے کے متعفن اور بوسیدہ کر لیا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ اُن خراب کردہ قوٰے میں شیطانی ذرات اور جرم اور خیال بد پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے ایک عمدہ کھانے کے دیر تک پڑے رہنے سے اُس میں اللہ تعالےٰ ظاہری کیڑے پیدا کر دیتا ہے۔ پس وہ شیطانی خیالات اور ذرات خبیثہ اِس گنہگار کو بُرائی کی طرف مدعو کرتے ہیں۔ اگر یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے بُرے خیالات اور شیطانی وساوس اِس بیکار اور نابکار انسان میں کیوں پیدا کر دیئے ہیں۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون قدرت دنیا میں اسی طرح رائج ہے۔ کہ اگر ایک جگہ تھالی کے نیچے عمدہ غذا یا کوئی ایسی ہی چیز بند کر دیجائے اور اُس سے وہ کام نہ لیا جائے جس کے لئے اُس چیز کو پیدا کیا گیا ہے۔ تو وہ گل سڑکر بدبو اور نجاست بنجاوے گی۔ اور کیڑے اُس جگہ کو ناپاک کر دینگے۔ اور کوئی عقلمند نہیں کہ اس سے انکار کر سکے۔ خواہ جسمانی کیڑے بوجہ اپنی غفلت اور نادانی کے خدا نے پیدا کر دیئے ہوں۔ خواہ گندی صحبتوں میں لطیف قوٰے بیکار رکھنے سے بدزبان برائے نام آریہ کے دماغوں میں شیطانی وساوس (شیطانی کیڑے) پیدا کر دیئے ہوں۔ بات ایک ہی ہے۔ مگر احمق انسان باریک باتوں کو سیدھے رستے سے نہیں سمجھتا۔ یعنی جسمانی اور مادی علل کی تہ تک پہنچنا اُس کے لئے سہل ہے۔ مگر روحانی تحریکات کو محسوس کرتا ہوا اُنکے بواعث اور علل کی تہ تک نہیں پہنچتا۔ سو یہ اُسکی نادانی ہے۔ ہائے تعصب تیرا خانہ خراب! تو نے کیوں اِن لوگوں کے دماغوں اور سینوں کو کینوں اور ضدوں سے بھر دیا ہے۔ مجھے افسوس آتا ہے کہ لالہ دھرمپال شیطان

کو بہادر لکھ رہا ہے اور اپنے تئیں شیطانی جماعت کا حامی جتلاتا ہے بہرحال کچھ ہی ہوئیں تو یہی کہونگا۔ کہ شیطان کا بہار د حضرت محمد صلعم کے مقابلہ میں بصد ذلت و خسران تباہ اور خستہ حال ہوکر بُری طرح سے اپنی کرتوتوں کی پاداش کو پہنچا تھا مگر اس زمانہ میں محمد صلعم کا بروز آتم (احمدؐ) موجود ہے۔ جس کا ایک کڑا مخالف شیطانی بروز ہوکر اپنی پاداش کو بُری طرح پہنچا۔ اب بھی اگر کوئی نصیحت نہ پکڑے تو وہ اپنی جان پر آپ ظلم کرتا ہے۔ الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقت والذین لا یجدون الا جھدھم فیسخرون منھم سخر اللہ منھم ولھم عذاب علیم (ترجمہ معہ شرح) جو لوگ صدقہ اور خیرات کرنے والے مومنوں کو طعن دیتے ہیں اور اُن کو جو بوجہ غیر مستطیع ہونے کے اپنی محنت سے کچھ تھوڑا سا صدقہ دیتے ہیں۔ پس وہ لوگ جو مومنوں کو طعن دیتے اور ہنسی تمسخر اور ٹھٹھے سے پیش آتے ہیں اللہ تعالیٰ اُنہیں کی تحقیر اور اہانت کریگا۔ اور اُن کے لئے عذاب عظیم مقدر ہے"۔

اصل میں یہ پیش گوئی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں سے کفار مکہ نے ہنسی اور ٹھٹھے سے کام لیا۔ آخر اُن پر خدا کی ہنسی اِس طرح پھل لائی کہ ایسا عذاب عظیم اُنکے عائد حال ہوا۔ کہ اُن کا نام و نشان دُنیا میں نہ رہا۔ اور اُن کی ہنسی اور تمسخر اُنہی پر اُلٹ پڑا۔ اور ولھم عذاب عظیم کی پیش گوئی ہولناک طور پر پوری ہوئی۔ اصل بات یہ ہے کہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ خدا ظالم اور بدکار کو انجام کار تباہ اور ہلاک کر دیتا ہے۔ اور خونی اور قزاق کو صفحہ روزگار سے مٹا دیتا ہے اور اپنے رسولوں کے تمسخر کرنے والوں سے تمسخر کرتا ہے۔ اِس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ خدا خود تلوار یا برچھی لیکر مجرم کا گلا کاٹ ڈالتا ہے یا کسی کا ہاتھ پاؤں جکڑ کر اُسے اوندھا گرا دیتا ہے۔ یا کسی پر آدمی کی طرح ہنسی اور ٹھٹھا کرتا ہے۔ خُدا ایسے تمسخر اور ٹھٹھے سے پاک ہے۔ بلکہ اِن اشارات و کنایات سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ انبیاء و رسل کے مخالفین کی بیخ کنی کے لئے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ وہ بدکردار دُشمن کی ہلاکت اور بربادی کے لئے بالمقطع مہلک ہوتے ہیں۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ فلاں قوم کو خدا نے تباہ

اور برباد کر دیا ہے۔ اور اُس کی ہنسی اُس کے پیش آگئی۔ گویہ سا... علل اور اسباب سے وابستہ ہوتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے خاص ارادہ او تصرّف سے یہ امور ظہور پذیر ہوا کرتے ہیں۔ مگر یہ کہنا کہ خدا زید بکر کی طرح ہنسی کرتا ہے عین نادانی اور بے ایمانی ہے۔ وہ عین استہزا و سر و کل ہے تمسخر سے یہی مراد ہے۔ جیسے کوئی افسر اعلیٰ کہے کہ اگر فلاں مجرم ہم سے ہنسی کرتا ہے۔ ہم بھی اُس سے ہنسی کرینگے۔ اِس سے یہ مراد نہیں۔ کہ وہ افسر بازاری دھوتی پرشادوں کی طرح ہنسی مخول اور ٹھٹھے میں مصروف ہو جاویگا۔ بلکہ وہ اِس بدبخت مجرم کو سزا دے کر جہنم تک پہنچا ئیگا۔ تاکہ وہ اپنی کردار اور گفتار کا ثمرہ اُٹھائے ✤

کُن فَیَکُون

اکثر نافہم آریہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے کس چیز سے مخاطب ہو کر کہا کہ۔ کُنْ یعنی ہوجا۔ اور پھر وہ چیز بہئیت کذائی وجود پذیر ہو گئی۔ اور نیستی سے ہستی کیونکر ہو گئی؟ کیونکہ بغیر علل کے معلول اور نتیجے پیدا نہیں ہو سکتے جواباً عرض ہے کہ اوّل ہمیں اسبات کو بڑی صفائی سے سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام صفات اور قدرت اور قوت میں ایسا یکتا اور بے نظیر

ہم نے صفحہ ۴۲ میں کسی جگہ غلطی سے لکھا ہے کہ دیکھیں ہم دونوں (عبدالرحمن عفی عنہ و دھرمپال) میں سے کون بد فرجام ہو کر مرتا ہے۔ دراصل یہ جرأت کا کلمہ ہے۔ اس لئے میں اُن الفاظ کو واپس لیتا ہوں۔ کیونکہ بجز خاص اور متواتر الہامات الٰہیہ جو مضبوط یقین اور عرفان کے اعلےٰ مرتبہ تک پہنچاتے ہوں۔ کسی کو اپنے انجام کی نسبت کوئی کلمہ کہنا روا نہیں۔ کیونکہ انجام بخیر کی بشارت صرف عشرہ مبشرہ رضؓ کی نسبت ہوئی تھی۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنے انجام کی نسبت ترساں و لرزاں بین الخوف والرجاء رہنا چاہئے۔ اِس ذرہ بےمقدار انسان کی حقیقت ہی کیا ہے اِسے کیا معلوم کہ کل اسکا دل کدھر گردش کر جاویگا۔ منہ ۱۲

Marfat.com

ہے۔ کہ ہم اُسے واحد لاشریک مانتے ہیں یعنی اُس کے کاموں اور قدرتوں اور اُس کے مظاہر میں کوئی دوسرا اُس کا شریک یا ہم پلہ نہیں اور نہ وہ ہماری طرح کسی وجہ سے کہیں عاجز ہے۔ اور نہ دوسرے کا دست نگر ہے۔ یعنے وہ اِس امر سے پاک ہے۔ کہ اُس کے ہماری طرح کان اور آنکھ بھی ہو۔ تا وہ ہماری طرح دیکھ سُن سکے۔ یعنی وہ اِس امر کا محتاج نہیں کہ جب تک دیکھنے سننے کے علل اور اسباب اس کے پاس نہ ہوں اُسوقت تک اُن علل اور اسباب کے معلول اور نتایج یعنے دیکھنے سننے کے کام سے خالی اور بے نصیب رہتا ہے۔ قصہ کوتاہ جس قدر اعلیٰ خوبیاں اور کمالات اور صفات حسنہ اِنسانی ذہن میں آسکتی ہیں۔ یا آئندہ آویں گی اُن سب کا جامع وہ پاک ذات ہے۔ بلکہ وہ اُن کمالات سے بھی بڑھ کر لاانتہا صفات کاملہ سے موصوف اور نقائص اور عیوب سے منزہ اور پاک ہے۔ نظر بریں ہم اسبات پر یقین کرتے ہیں کہ وہ پاک ذات اِس امر کا محتاج نہیں کہ جبتک ارواح اور مادہ قدیم سے اپنے وجوب ذاتی اور کمالات ابدی میں خدا کی طرح خود آ (خدا) یعنے ازخود نہو اور قدامت میں ارواح اور مادہ اُس کے شریک نہ ہوں تب تک اُسکی خدائی معرض التوا میں پڑی رہے۔ سو بھائیو! یہ عاجز انسان ضعیف البنیان ہی ہے کہ جبتک علت نہ ہو۔ اُسوقت تک معلول کو پیدا نہ کر سکے۔ مگر وہ قادر کریم بغیر علت کے معلول پیدا کر سکتا ہے۔ جیسے کہ آریہ صاحبان خود مانتے ہیں۔ کہ وہ سمع اور بصر کے معلول کو بغیر کان اور آنکھ کے علل اور اسباب کے پیدا کر سکتا ہے پس جب ایک جگہ سُننے دیکھنے کا معلول بغیر مادی علل اور اسباب کے پیدا کر سکتا ہے تو پھر ارواح اور مادہ کا معلول بغیر علل اور اسباب کے کیوں غیر ممتنع اور ناممکن ٹھیرا؟ اگر کہو کہ صرف قدرت سے دیکھنے سننے کا معلول پیدا کر سکتا ہے۔ تو پھر ہم بھی یہہ کہتے ہیں کہ وہ صرف قدرت سے ارواح اور مادہ کو بغیر علل کے پیدا کر سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ وہ نیست سے

Marfat.com

ہست کر سکتا ہے۔ اور وہ اعلیٰ درجہ کی قوت نمائی کے وقتوں میں تمام ظاہری اسباب اور انسانی وسائل کے بغیر ہی سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور کیا ہے۔ جیسے پنڈت دیانند بھی ستیارتھ کے صفحہ ۲۹۴ میں مانتا ہے۔ کہ ایک وقت تھا کہ ایشور نے بغیر عورت مرد کے تعلق اور واسطہ کے محض اپنی قدرت سے ہزاروں جوان مرد اور جوان عورتیں یک لخت زمین سے پیدا کر دی تھیں پس وہ "قادر مطلق" سب کچھ کر سکتا ہے۔ سوائے اُسکے جو اُس کی پاک ذات کے منافی اور متغائر نہ پڑا ہُوا ہو۔ یعنے وہ خوبی اور کمال کے ہر ایک کام کو کر سکتا ہے۔ مگر جو کام اُس کی کسر شان اور قدوسیت کے مخالف ہو وہ اُسے نہیں کرتا۔

مَیں مکرر لکھتا ہوں کہ ایشور بقول آریہ صاحبان پاؤں ہاتھ اور کان اور زبان اور آنکھوں کے مادی علل اور اسباب کے بغیر بسرعت حرکت کر سکتا ہے۔ اور دیکھ اور سُن سکتا ہے اور کلام کر سکتا ہے۔ یعنے اُن افعال کے معلول کو بغیر علل کے پیدا کر سکتا ہے۔ پھر مادہ اور ارواح کو بغیر علل اور اسباب کے پیدا کر لینا کیوں محال ٹھیرا؟ پس یا تو آریہ صاحبان اِس امر کو مان لیں کہ زید بکر کی طرح اسکے کان اور ہاتھ پاؤں اور زبان اور کالی نیلی آنکھیں موجود ہیں۔ تاکہ اِن علل اور اسباب کے ذریعہ سے معلول پیدا کر سکے۔ یا بہرکیف ماننا پڑیگا کہ جب وہ بغیر کانوں اور آنکھوں کے دیکھ سُن سکتا ہے۔ یعنے بغیر علل کے معلول پیدا کر سکتا ہے۔ تو پھر اُسی قدرت سے بغیر علل کے معلول (ارواح اور مادہ) اور دُنیا کو نیست سے ہست میں لا سکتا ہے اور لایا ہے۔ یہ خیال مت کرو۔ کہ جب ہم بغیر خاک وخشت کے مکان نہیں بنا سکتے تو پھر وہ (خدا) کیوں اور کس طرح بغیر خاک وخشت کے ارواح اور مادہ کو محض اپنی قدرت سے بہیئت کذائی وجود پذیر کر سکتا ہے۔ پس مناسب ہے کہ یا تو اب آریہ صاحبان خدا کو سمیع بصیر علیم کُل بغیر علل اور اسباب کے مان کر نیست سے ہست کرنے والا تسلیم کر لیں۔ یا اُسے گونگا بہرا اور نادان نیست

محض تسلیم کریں جو نہ کسی کی بات سن سکتا ہے اور نہ کچھ دے لے سکتا ہے کیونکہ
اس صورت میں اُس کے لئے اِن امور کی انجام دہی کے لئے علل اور
وسائل یعنے آنکھوں اور کانوں کا ہونا ایسا ضروری ہوگا۔ جیسے زید
بکر کے لئے لازمی ہے ورنہ وہ بہرہ اور اندھا متصور ہوگا۔ (نعوذ باللہ)

مگر میں اِس امر کو صاف کرنے کے لئے لکھتا ہوں کہ یہ کہنا کہ خدا نے
کس چیز سے مخاطب ہو کر کہا کہ "ہو جا" اور وہ ہو گئی وہ یہ ہے کہ جو کچھ خدا کے
علم میں تھا۔ کہ اِس طرح کی دُنیا اور پہاڑ اور کائنات اور سورج اور
دیگر اجرام فلکیہ پیدا ہو جانے چاہئیں پس جب اُس نے چاہا کہ اشیا
ہو جائے تو اُس نے اُن مافی العلم اشیاء کو کہا کہ ہو جاویں پس وہ موجود
صورت کا لباس پہنکر اُس کی قدرت سے آموجود ہوئیں۔ چنانچہ ایک
مصور خیال کرتا ہے۔ کہ ایسے ویسے مکان کا نقشہ طیار ہونا چاہئے
(جو مکان ابھی طیار بالکل نہیں) اور اس نقشہ کا طول وعرض اِسقدر
ہونا چاہئے۔ مگر چند روز بعد یا جب وہ چاہے اُس مافی الذہن کیفیت
اور خیالی نقشہ اور مکان کو کاغذ پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اور اُس کا کُن
اُس کے ہاتھوں سے عند الحرکت والطاقت نتیجہ بخش ہو کر معماروں کے
لئے آئینہ رہنما ہو جاتا ہے۔ قصہ کوتاہ نقشہ طیار ہونے سے چند روز
پیشتر جو نقشہ اور اُس کی کیفیت مصور کے ذہن میں تھی اور وہ ضرور کچھ
چیز تھی اور وہ گونہ نیست نہ تھی بلکہ ہست تھی۔ وہ مصور کے ذہن اور علم
سے نکل کر اُس کے اذن یا کُن کے ذریعے سے وجود پذیر ہو گئی۔ اگر وہ مافی
الذہن کیفیت اور حالت نیست محض تھی تو کیوں مصور کے عملی کُن
سے کاغذ پر نظر آگئی۔ پس اب تنقیح طلب امر یہ ہے۔ کہ مصور نے
تو اپنے مافی الذہن والعلم کیفیت کو عملی اور مادی وسائل کے کن سے
ظہور پذیر یا وجود پذیر کر لیا۔ مگر ایشور (خدا) نے کیونکر اپنے مافی العلم
کیفیت کو مادی اور روحانی وجود بخشتا؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ جس
طرح اللہ تعالے بغیر مادی کانوں آنکھوں اور دماغ کے دیکھ سُن

Marfat.com

سکتا ہے۔ اسی طرح اُس نے بغیر مادی اسباب کے اپنے مافی العالم کیفیت کو قدُرت سے وجود بخشا۔

واضح ہو۔ کہ انسان اور خدا کو ایک ترازو اور ایک ہی پیمانے میں نہیں ماپنا چاہئے۔ کیونکہ وہ تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام عیوب اور نقائص سے مبّرا ہے۔ اور یہ انسان ضعیف البُنیان ہزاروں کمزوریوں اور ٹھوکروں کا تختہ مشق ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ یعنے ایسا گمان کرنا مہا پاپ ہے۔ کہ چونکہ انسان بغیر مٹی کے مکان بنا نہیں سکتا لہٰذا خدا بھی بغیر اسباب کے کسی چیز کو بنا نہیں سکتا۔ یہ نسبت اور مقابلہ تو تب قابل ذکر تھا۔ جب خدا اور انسان ہمجنس اور ایک پائے اور ایک کائیاں اور ایک ہی مادے اور ارواح اور ایک ہی طرح کے صفات اور نقائص سے موصوف یا متصف ہوں۔ جب یہ بات ہی نہیں۔ تو پھر دونو کی قدرت کا ایک ہی پیمانہ سے ناپنا گناہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اور خدا کی بے ادبی اور شرک نہیں تو اور کیا بلا ہے؟ میں تعجب کرتا ہوں کہ جب موجودہ سائینس سے یہ امر معلوم ہو کر پائیہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے۔ کہ انسان کی آواز اور باتوں سے ہوا میں تصویر بنجایا کرتی ہے۔ اور انسانی خیالات بھی گوناگون تصاویر بنکر نظر آجاتے ہیں۔ تو پھر اس امر پر کیوں تعجب اور انکار کیا جاتا ہے۔ کہ خدا کی مونہہ کی باتوں سے ظاہری اور مادی وجود ظاہر ہو جایا کرتے ہیں۔ ہر ایک سلیم الفطرت مانتا ہے۔ کہ انسان چند کلمات بول کر ہوا میں اُن کی تصویریں زبانِ کُن سے پیدا کر لیتا ہے۔ تو پھر کلمۂ اللہ سے زمین سورج اور دیگر اجرام فلکیہ اگر خدا پیدا کر دے تو کیوں تعجب کیا جاتا ہے۔ ارے بھائی یہ خیال مت کرو۔ کہ انسان تو ایک کلمہ گوشت پوست کی زبان سے بول کر بذریعہ ہوا اور اکاش تصویر گھڑ لیتا ہے۔ مگر ایشور ایک کلمہ کس طرح بولیگا۔ اور کیونکر وید یا تصویر کلمہ کُن کے کہنے سے جلوہ گر کر سکتا ہوگا۔ سوچنے کا مقام ہے۔ کہ اگر ہماری کوششیں اور عمل کے نتیجے کی تصویر اُسی طرح اور اتنی ہی

دیر تک نظر آوے جس طرح اور جتنی دیر تک الٰہی کلمات کی نصوبہ و بقا روجود قیام پذیر ہو۔ اور کمیت اور کیفیت اور ہر حالت میں انسانی صفت سے لگا کھاوے۔ اور اُس میں سر مو تفاوت اور غلبہ قدرت نمائی کا نمودار نہ ہو تو انسان ضعیف البنیان کو کیوں انسان ضعیف البنیان کہا جاتا ہے؟ اُسے بھی پھر ایشور ہی کیوں نہیں کہہ دیتے۔ کیونکہ دونوں ہی صفتوں میں مادہ اور ارواح کے محتاج ہیں اور چنداں فرق نہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف اسقدر ہے۔ کہ انسان اَپنے دوست و دشمن سے دوستی دشمنی کا اظہار کر سکتا ہے اور عندالضرورت دوست کی مدد کر سکتا ہے۔ اور دُشمن کو تادیب اور تنبیہہ کر سکتا ہے۔ مگر ایشور اسبات سے بھی گیا گزرا ہے۔ جیسا کہ لیکھرام اور پنڈت دیانند کے معاملہ میں ہوا۔ بالآخر مناسب معلوم ہوا کہ پنڈت دیانند ہی کی تحریر سے اِس امر کو واضح طور سے مدلل کر کے آریوں کو سمجھاویں۔ کیونکہ اُنہیں اور پنڈتوں کی نسبت دیانند کی تحریر پر زیادہ اعتبار ہے۔

واضح ہو کہ سوامی دیانند جی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جب یہ موجودہ دُنیا ذروں سے مِل کر بنی ہوئی نہ تھی۔ اُسوقت یہ دُنیا پیدائش کائنات سے پیشتر اَسَت (حالت غیر محسوس) تھی۔ اور شونیہ یعنے آکاش (خلا) نہ تھا ارواح اور مادہ کا تو کیا ذکر خلا بھی نہ تھا جس میں مادہ اور ارواح رہ سکیں) کیونکہ اُس وقت اُسکا کچھ کام نہ تھا۔ اُسوقت پرکرتی (ذرات مادہ) یعنے کائنات کی غیر محسوس علت جس کو ست کہتے ہیں وہ بھی نہ تھی اور نہ پرمانو (ذرات) تھے اُسوقت صرف پربرہم (باری تعالےٰ) کی سامرتھ (قدرت) تھی جنے سب کچھ کیا؟" (منوسمرتی ادھیائے اول شلوک ۵ میں اس حالت کو ناقابل احساس و ناقابل تمیز و بے نام الکشن (کُن) بتایا ہے۔ اِس ابتدائی حالت مادہ کو اِس تحریر میں سامرتھ (قدرت) سے بیان کیا ہے۔ یہ لفظ اِس حالت کے ناقابل بیان ہونے کی وجہ سے صرف اشارہ کے طور پہ بیان کیا گیا ہے (صفحہ بھومکا ۵، مع حاشیہ) دراصل کُن بھی اشارہ الٰہیہ ہے۔ اِس لئے ناقابل بیان ہے۔ اِسکی کیفیت کو خدا ہی جانے اِس عاجز انسان کو اسکی کیا خبر؟

Marfat.com

ناظرین! غور کرنیکا مقام ہے کہ جب اِس موجودہ مادی دُنیا سے پہلے نہ زمین تھی نہ آسمان (خلا) تھا۔ اور نہ اِس زمین کے ذرّے تھے اور نہ پرمانو اور پرکرتی (ذرّوں) کا لطیف وجود موجود تھا تو پھر تھا کیا؟ کیا نیستی کا عالم بھی نہ تھا۔ جو کُن سے نیا رہوا ہیں تو خیال کرتا ہوں کہ جب ہماری دُنیا بھی نہ ہو۔ اور نہ اُس کے ذرّات ہوں اور نہ اُس کے لطیف در لطیف پرمانو اور پرکرتی موجود ہوں اور نیستی کا عالم یہانتک چھایا ہوا ہو کہ خلا تک نیست محض ہو تو پھر ایسی حالت اور ایسے زمانہ میں جو خدا اپنی سامرتھ (قدرت) سے کروڑوں سورج زمین و آسمان (خلا) یکدم پیدا کردے تو پھر ہم اُس امر کو جو قدرت (سامرتھ) سے ظہور پذیر ہوا نیست سے ہست نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟ کیا ہم جھوٹ بولیں؟ اجی جب پنڈت دیانند خود یہ کہہ گیا اور لکھ گیا ہے۔ کہ پیدائش عالم سے پہلے دُنیا ایسی ناقابل محسوس اور ناقابل بیان اور ناقابل علم تھی کہ اُس کے سمجھنے کے لئے کسی ذہن کی رسائی نہیں۔ اور ہر ایک چیز اور مادہ ارواح اور مادہ کے ذرّات یعنے پرکرتی اور پرمانو مطلق موجود نہ تھے اور نہ کسی کے علم میں تھے۔ اور نہ خلا تھا ہمیں بتلاؤ کہ جب یہانتک نیستی برتی ہوئی

پوشیدہ نہ رہے کہ پنڈت دیانند جی نے بھومکا کے صفحہ میں لکھا ہے کہ پیدائش عالم سے اول نہ دُنیا موجود تھی اور نہ اِس دنیا کے پرمانو اور پرکرتی (ذرّات) موجود تھے اگر کچھ تھا تو صرف سامرتھ (قدرت) تھی جس کو الکشن (کُن) کے نام سے ظاہر کیا گیا ہے اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت الکشن عربی زبان سے چُرا کر سنسکرت میں لایا گیا ہے۔ کیونکہ عربی الفاظ کے ماقبل اکثر آ۔ل۔ تعریفی آیا کرتا ہے۔ اور ش بھی زیادہ کرلیا جاتا ہے۔۔۔ پس دراصل الکشن۔ کُن سے بگاڑ کر کام میں لایا گیا ہے۔ مگر آ۔ل غلطی سے بجائے اسم کے فعل پر ہی جڑ دیا۔ جو کم علمی سے وقوع میں آیا ہوگا۔ جیسا کہ موجودہ ستیارتھ پرکاش میں لفظ جبر ستلزم السزا میں فارسی لفظ سزا پر جہالت سے آ۔ل لگالیا ہے۔ پس اسی طرح کُن کو بگاڑ کر الکشن کرلیا گیا ہے۔ معانی قریبًا ایک ہی ہیں۔ کُن کے معنی یہ ہیں کہ خُدا اپنی قدرت سے کہتا ہے کہ ہوجا اور الکشن یعنے قدرت کے ہیں۔ دیکھو بھومکا صفحہ ۷۵۔ منہ ۱۲۔

تھی کہ خلا جو نیست محض ہے وہ بھی نہ تھا۔ تو پھر جو بکا باب بقول سوامی جی (بھومکا صفحہ ۵۷) سامرتھ (قدرت) (کُن) سے زمین اور خلا اور سورج وغیرہ پیدا کر دیئے گئے وہ نیتی سے ہستی بذریعہ الکثن = کُن = سامرتھ (قدرت) نہوئی تو اور کیا ہوئی اسے بھولے بھالے بُتو! ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔ کہ اسلام یہ سکھلاتا ہے۔ کہ پیدائش عالم سے پیشتر مادہ اور ارواح اور خلا وغیرہ نیست محض تھے۔ نہ مادہ تھا اور نہ ذرات مادہ تھے۔ اگر کچھ تھا۔ تو سامرتھ قدرت باریتعالی تھی۔ جس کے کُن سے سب کچھ نیست سے ہست ہوگیا۔ اب بھی اگر کوئی نیست سے ہست ہونے کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ ناحق پنڈت دیانند کی محنت سے طیار کردہ تصنیف کو جواب دیکر دہریہ اور ناستک بنتا ہے۔ پس جو کچھ مادہ عالم پر لکھا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کافی ہے۔ اور دھرمپال کی طرح بار بار کے تکرار اور فضول اور غیر معتبر کتب کے حوالجات سے کتاب کو طول دینا جہالت ہے۔ جیسے کہ دھرمپال کُن پر بحث کرتا ہُوا حضرت مولوی نورالدین صاحب کے جوابات کو رد نہ کرسکا۔ تو ناحق حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ کا قصہ لے بیٹھا۔ اور کئی صفحات سیاہ کر ڈالے۔ کوئی اُس سے پُوچھے کہ اگر سوال کا جواب نہ آوے، اور سمجھ کوتاہی کرے تو بے تکی ہانکنے سے کیا حاصل؟ ارے نئے مہاشے! کیا تو اس سوال کا جواب لکھتے ہوئے سو گیا تھا۔ یا کوئی اور دست اندازی کر گیا تھا؟

ناظرین! غور کریں کہ بے تکی تحریر اور قصہ مذکور کی نقل اور کلام بے لگام سے سوال نمبر ۵ اکو کیا تعلق۔ ناظرین جب اِس سوال پر غور کرینگے تو اُنہیں معلوم ہوجائیگا کہ یہ شخص ناحق پبلک کا وقت کھوتا ہے۔ اور دانستہ اپنی اور دوسروں کی روحانیت کا خون کرتا ہے۔ اور خواہ مخواہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالتا ہے۔ بہرحال کچھ ہی کریں۔ آخر کار خدا تعالی فیصلہ کر ہی دیا کرتا ہے۔ کیا اُس نے فرعون ابوجہل اور اُنکے ہم مشرب گمراہوں کو فردجرم قرار داد نہیں لگایا۔ جو اسے نہیں لگائیگا۔ جس صورت میں صدہا انبیاء ورسل کے مخالف اور معاند بوجہ اپنی شوخیوں اور فسادوں کے اپنی اپنی

پاداش کو پہنچے۔ تو کیا دھرمپال اُسی گمراہ جماعت میں ہوکر یونہی جانبر ہوجاویگا ہرگز نہیں۔ کیا لالہ لیکھرام۔ پنڈت دیانند اور پنڈت شنکراچاریہ کا انجام بد بصد حسرت نہ ہُوا۔ اور خدا کا غضب اُن پر علی الترتیب نہ بھڑکا۔ جو اِس نئے مہاشئے کو اس کے انجام بد تک نہ پہنچا ئیگا ؟ اگر خدا ہے اور کل دُنیا و مافیہا کا مالک ہے (اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ وہ واقعی مالک و مختار اور راستی کا حامی اور جھوٹ اور ناراستی کا دشمن اور نیست کرنیوالا ہے) تو وہ ضرور دھرمپال سے وہی سلوک کریگا۔ جو اُس نے پنڈت دیانند اور لیکھرام اور شنکر وغیرہ سے کیا۔ اور دراصل ایسا ہی ہونا چاہئے۔ کیونکہ اگر وہ مجرموں اور ظالم گمراہوں کو نیک فرمانبرداروں کے مقابلہ میں ہلاک اور تباہ نہ کرے اور اُنہیں اُن کے اعمال کی پاداش تک نہ پہنچاوے تو پھر ہم اُسے اس دُنیا کا مالک اور مختار اور حیّ وقیّوم واحد۔ لاشریک کیونکر مان سکیں۔ نادان کہتا ہے۔ کہ مجھے کیوں جلد تر ہلاکت نہیں آتی۔ اُسے سمجھنا چاہئے کہ خداوند کریم ہماری طرح جلد باز نہیں۔ آخر اُسنے ابوجہل اور عمائد مکہ اور فرعون اور پنڈت دیانند کو جو مورد غضب کرکے ہلاک کیا تھا کیا اُنہیں دوچار دن یا برس میں نیست ونابود کر دیا تھا؟ ہرگز نہیں۔ یہ اُسکا قانون ازلی ابدی ہے۔ کہ اول تخمریزی ہوا کرتی ہے۔ بعد ازاں مقدر اور مقررہ مدت کے بعد اس تخمریزی کے پھل اور کانٹے بدبخت مجرم کے لئے مہلک ثابت ہوتے ہیں جس سے کوئی دانشمند انکار نہیں کرسکتا ⁙

رُوح کیا چیز ہے؟

قرآن کریم میں جہاں کہیں روح کا ذکر آیا ہے۔ وہاں روح سے صرف وہ مراد نہیں۔ جسے ہم جان بولتے ہیں۔ بلکہ اُس سے مراد خدا کا حکم اور کلام الٰہی بھی ہے۔ جیسےکہ مفصلہ ذیل آیتوں سے ظاہر ہے :۔

وکذٰلک اوحینا الیک روحًا من امرنا۔ یعنے اسی طرح ہمنے تیری طرف

Marfat.com

بھی روح کی وحی نازل کی۔ جو ہمارا امر یعنے کلام ہوتا ہے۔ اس سے ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ اللہ کریم نے جو مختلف مقامات پر فرمایا۔ کہ ہم نے وحی نازل فرمائی۔ اس سے بجز اسکے اور کیا مراد ہوسکتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے اور وحی کے لغوی معنی ہی بسرعت کلام پہنچانے کے ہیں۔ پس جبکہ وحی کے معنے ہی کلام پہنچانے کے ہوں اور پھر لفظ وحی کی تشریح بھی من امرنا سے ہو۔ تو پھر کونسا شبہ باقی رہ سکتا ہے؟ علاوہ ازیں ایک اور جگہ خدا وند کریم فرماتا ہے۔ یسئلونک عن الروح۔ قل الروح من امر ربی ۔ یعنے مخالفین تجھ سے پوچھتے ہیں۔ کہ روح کیا چیز ہے تو کہدے کہ کلام الٰہی کو روح کہتے ہیں۔ مگر تمہیں اس کے متعلق کم علم ملا ہے یعنے تم لوگوں نے بوجہ غور و فکر نہ کرنے کے قرآنی تعلیم کو سمجھا ہی نہیں۔ اس آیت کے ماقبل اور مابعد میں کلام الٰہی یعنے قرآن کریم کا ذکر بتفصیل موجود ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ کہ وصرفنا فی ھذا القرآن من کل مثل۔ یعنے ہم نے اس قرآن میں ہر ایک اعلیٰ درجہ کی بات بار بار بیان کردی ہے۔ لیکن اکثر لوگ کفر اور انکار سے پیش آتے ہیں۔ اسی طرح اور جگہ فرمایا کہ وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمۃ یعنے ہم قرآن کریم سے شفاء اور رحمت ہی نازل کرتے ہیں۔ اسجگہ پر مقدم موخر بغور پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ روح سے کلام الٰہی ہی مراد ہے۔ اور روح جس کو انگریزی میں سول (Soul) کہتے ہیں۔ وہ بھی درحقیقت عربی لفظ کا سرقہ ہے۔ لفظ سُئل یا مسئول سے مشتق ہے۔ جسکے معنے ہیں سوال کی گئی۔ یا وہ جس سے سوال کیا گیا۔ چنانچہ آیت الست بربکم قالوا بلیٰ سے ظاہر ہے اور اس آیت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان پیدا ہوتا ہے تو زمین اور آسمان کا وجود اور سورج چاند اجرام فلکیہ کی پیدائش کو دیکھ کر اسکے دل پر قدرت یہ سوال کرتی ہے۔ کہ کیا زمین اور سورج کا خالق تیرا خالق اور مالک نہیں؟ اسکے جواب میں انسانی روحیں زبان حال سے بول اٹھتی ہیں۔ کہ بیشک اے خالق ارض سماء! تو ہی ہمارا خالق اور مالک ہے۔ بنابریں انسانی روح کا نام سول یا سُئل

Marfat.com

دسوال کیگئی یا جسپر قیامت کو سوال ہوگا) رکھا گیا۔ اس روح کو جسے جان کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں اُسے لفظ نفس سے تعبیر کیا ہے۔ جیسے کہ آیت یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیہ۔ یعنی اَے قرار یافتہ جان اور جو رضاء بقضاء کے مرتبہ عالیہ پر قدم مارکر ہر ایک رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر میں صدق اور وفا اور اطاعت میں ثابت قدم اور مصائب میں مستقل مزاج رہتی ہے۔ تو اپنے رب کی طرف رجوع کر دیکھا تو خوش وخرم ہو۔ مولیٰ کریم تجھ سے راضی ہو۔ پس روح جسے اردو میں جان[له] بولتے ہیں اُس کو لفظ نفس سے عربی میں تعبیر کرتے ہیں۔

اور حضرت مسیح علیہ السّلام کو بھی پاک روح کہا گیا ہے۔ درصل تمام انبیا اور اولیا کی روحیں پاک ہی ہوتی ہیں۔ مگر جب لاکھوں افتراء پرداز یہودیوں اور یہودی صفت ہندؤوں نے مسیح علیہ السلام کو بہت برُا بھلا کہا ہے۔ اور مریم کو ناگفتہ بہ اتہام اور بہتان سے یاد کیا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ نری تہمتیں اور جھوٹے الزام ہیں۔ اور مسیح علیہ السّلام شریف النفس انسان ہیں اور اُن کی والدہ بھی پاک اور عفیفہ تھیں۔ پس اِس سے مراد یہ نہیں کہ تمام دُنیا میں اِن دونوں کے سوا اور کوئی شریف مرد اور عفیفہ عورت ہی نہیں۔ کیونکہ دُنیا میں قاعدہ ہے کہ جب کسی مرد پر بیجا الزام لگایا جاتا ہے تو گواہ اور حاکم یہ فتوے دیتے ہیں کہ فلاں مرد اور عورت شریف اور نیکوکار ہیں۔ اور جو الزام اُنپر لگائے گئے ہیں وہ اُن سے بری الذمہ ہیں مگر اسکے یہ معنے کرنا کہ گویا دُنیا میں صرف وہی شخص یا عورت جنپر الزام لگایا گیا تھا۔

[له] اکثر لوگ محض جہالت اور نادانی سے یہ کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ انسانی روح یعنے جان کا ذکر اور کیفیت قرآن کریم میں کہیں مذکور نہیں۔ پس ایسے لوگوں کو واضح ہو کہ روح کا ذکر خیر قرآن میں کئی بار آیا ہے۔ روح کی صفات بیسیوں جگہ مذکور ہیں۔ چونکہ ہر ایک چیز کی کیفیت اور ماہیت صرف اسکے صفات سے ہی متحقق ہوتی ہے۔ لہذا روح کی چند مشہور و معروف صفات ہدیہ ناظرین ہیں جو صدہا مرتبہ قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں (دیکھو سُرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۵۱)

نیک ہیں اور باقی سب بدمعاش ہیں کسی احمق اور نااہل کا کام ہے۔ نہ کہ دانا اور شریف انسان کا فعل۔ اِس میں شک نہیں کہ عیسٰے علیہ السلام کو روح اللہ کہا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خُدا نے اُنہیں روح اللہ پکار کر اُنکی پوزیشن کو یہودیوں کے افتراؤں سے صاف کیا ہے۔ درحقیقت تمام لوگوں کی روحیں خدا کی ہی روحیں ہیں جو تمام ارواح اور مادہ کا خالق اور مالک ہے۔ اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ فلاں میری روح ہے یا فلاں روح اور قطعہ زمین کا خالق اور مالک مَیں ہوں۔ جب تمام زمین اور مافیہا اُس کی پیدا کردہ ہے۔ تو پھر ہم یہی کہیں گے کہ یہ روحیں اُس کی ہیں جس نے اُنہیں پیدا کیا۔ مثلاً ایک بادشاہ کہہ سکتا ہے۔ کہ فلاں شخص ہمارا آدمی ہے۔ اُس کے یہ معنے نہیں ہوتے ہیں کہ ملک کے تمام زن و مرد اس کے دُشمن ہیں۔ بلکہ اصل امر یہ ہے کہ کچھ امور دربارہ اطاعت وانقیاد کے اُس خاص شخص سے ایسے ظہور میں آتے ہیں کہ بادشاہ بوجہ اِسکے غایت درجہ مطیع اور فرمانبردار ہونے کے یہ کہہ دیتا ہے کہ یہ ہمارا آدمی ہے جس سے اُس شخص کی عزت افزائی مقصود ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی امر شنیع اُس کے متعلق سُننے میں آیا ہو۔ تو کہہ دیتا ہے کہ مَیں اُس شخص کو نیک اور بھلا مانس سمجھتا ہوں۔ اِس کے یہ معنے کرنا کہ گویا باقی سارے آدمی دشٹ ہیں کسی دشٹ اور پاپی کا کام ہے۔ نہ کہ نیکبخت آریہ کا۔

اور اس امر پر اعتراض کرنا کہ حضرت مریم صدیقہ میں حضرت عیسٰے علیہ السّلام کی روح کس طرح قدرت الٰہی سے پُہنچ گئی۔ نہایت درجہ کی بے عقلی اور کوتاہ اندیشی ہے۔ پس اس کے جواب میں ہم یہی کہتے ہیں کہ بقول سوامی دیانند بعد از مرگ روحیں آکاش یعنے خلا میں اُڑتی پھرتی ہیں۔ اور گھاس اور اناج وغیرہ کے ذریعے سے عورت کے اندر چلی جاتی ہیں (ستیارتھ) ہم پوچھتے ہیں کہ وہ روحیں بچہ یا بچی کے پیٹ میں کیوں نہیں جاتیں۔ اگر بچّہ کے اندر بھی چھپ جاتی ہیں تو کیوں جنم نہیں لیتیں۔ تاوقتیکہ وہ جوان ہو کر بیاہ نہ کرلیں۔ مَیں پوچھتا ہوں کہ جب بعض اوقات بچہ بچی اور پالتو کُتا اور کُتیا

Marfat.com

ایک ہی قسم کا اور ایک ہی ہانڈی سے کھانا کھاتے ہیں اور جوان مرد اور جوان عورت بھی اُسی طعام کو تناول کرتے ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ جوان مرد اور جوان عورت کے اندر روح گھُس جاتی ہے اور جنم لے لیتی ہے۔ مگر کُتے کُتیا اور بچے بچی کے پیٹ سے بھاگ نکلتی ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ نصف روح کُتیا کے پیٹ میں چلی جاوے اور نصف لنگڑی لولی ہوکر جوان عورت یا دو سالہ لڑکی کے پیٹ کو . . . . لمبا چوڑا کر دے؟ کیا دس پندرہ سال تک اُسی کُتیا کے پیٹ میں بطور حوالات کے یا حبس بیجا میں رہے گی؟

بہر حال ان امور کے لئے آریہ صاحبان جوابدہ ہیں۔ اور انہیں سائنس سے حل کرکے ہمیں مشاہدہ کرائینگے۔ اگر ایک روح گھاس پات اور اناج کے ذریعہ سے صرف جوان مرد اور جوان عورت کے اندر ہی جاسکتی ہے۔ اور یہ کام قدرت الٰہی سے انجام پذیر ہوتی ہے۔ تو پھر جہاں کروڑوں روحوں کا نکلنا اور داخل ہونا بغیر ظاہری اور عقلی دلائل سے تم مان جاتے ہو۔ تو عیسٰےؑ کی روح اگر مریم میں چلی گئی تو تمہیں کونسی موت پڑتی ہے۔ اجی! جب بقول پنڈت دیانند قدرت الٰہی سے ہزاروں جوان مرد اور جوان عورتیں (گھاس پات و اشجار کی طرح) زمین سے پیدا ہوگئے تھے۔ (ستیارتھ صفحہ ۲۹۴) تو ایک عیسٰےؑ کی پیدائش سے کیوں اوسان خطا ہوتے ہیں +

عرش کیا چیز ہے؟

اللہ تعالٰی کی قدرت کاملہ اور جلال ظاہرہ کے ظہور کو عرش کہتے ہیں۔ اور لغت عرب میں اسے سلطنت بھی لکھا ہے۔ پس وہ تمام اجرام فلکی اور مظاہر قدرت جنکا حیرت انگیز ظہور اور اُن کی طاقتوں سے اس دُنیا کے صانع کی ہستی کا وجود انسانی ذہن میں پورے نور اور جلال کے ساتھ آسکتا ہے۔ اُن میں سے سورج چاند اور زمین وغیرہ ایسی عظیم الشان چیزیں ہیں۔ جن کی ہیبت اور قوت اور شان و شوکت کو دیکھ کر خدا کی خدائی کا کامل نقشہ اور

Marfat.com

جلال انسان کے دل پر ایسا رعب ڈالتا ہے۔ کہ دل میں بے اختیار خیال آتا ہے۔ کہ وہ ذات کیسی زبردست۔ اور ہر چیز پر قادر مطلق ہوگی جس نے ایسی ایسی چیزیں پیدا کر رکھی ہیں۔ لکھا ہے کہ سورج ہماری زمین سے نو کروڑ با نوے لاکھ میل دُور ہے۔ اور قد میں اُس سے بارہ لاکھ پچاس ہزار گنے زیادہ ہے یعنے اگر بارہ لاکھ پچاس ہزار زمینیں ملائی جاویں تو اُن سب کا وجود سورج کے وجود کے برابر ہوگا۔ اور اس سورج کی لپٹیں بیس بیس ہزار میل تک لہلہاتی ہیں۔ علاوہ اسکے اور بھی بہت سے سورج ہیں جو بوجہ بہت دور ہونے کے ہماری نظروں سے غائب ہیں کہتے ہیں کہ روشنی لاکھوں میل کا فاصلہ ایک سکنڈ میں طے کر لیتی ہے۔ مگر وہ کئی سورج جو ہماری نظروں سے غائب ہیں وہ اسقدر دُور ہیں۔ کہ لاکھوں برسوں سے اُن کی روشنی باوجودیکہ مسافت طے کرنے میں حیرت انگیز تیز ہے۔ ابھی تک ہماری زمین تک نہیں پہنچی۔ اسی طرح چاند کی بابت لکھا ہے۔ کہ اُس میں ایک سو پچاس آتشخیز پہاڑ ہیں۔ اور کچھ دریا بھی ہیں۔ جو اب خشک ہو گئے۔ اور اس زمین کے اندر جسپر ہم بود و باش رکھتے ہیں چھتیس میل کے نیچے گہراؤ میں اسقدر حرارت اور آگ رکھی ہوئی ہے کہ اُس میں ہر ایک دھات پگھل سکتی ہے۔ جب وہ آگ ذراسی راہ پاتی ہے اور پانی سے لگا کھاتی ہے۔ تو عظیم الشان پہاڑوں کو زیر و زبر کر ڈالتی ہے اور ایسی چٹانوں کو جنہیں انسان ہزاروں سال میں گرا نہیں سکتا ہے۔ یکدم دھوئیں کی طرح اُچھال ڈالتی ہے۔ اور بوقت زلزلہ پہاڑ ہزاروں کوسوں تک اس طرح کانپتے اور روئی کی طرح اُڑتے ہیں۔ کہ دیکھنے والا اس قیامت خیز حالت کو دیکھ کر قیامت کبریٰ پر ایمان لاتا ہے۔ اور صدق دل سے مان لیتا ہے۔ کہ فی الواقعہ ان سنسان پہاڑوں کا خالق اب بھی انہیں قبضہ تصرف میں رکھے ہوئے ہے۔ اور ایک آن میں سب کو تباہ کر سکتا ہے (جیسے کہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو ہوا) مگر یہ ساری قوتیں اور طاقتیں اور سورج اور چاند اور زمین اور انکے اندر کی تمام حرارتیں اُسی کے دست قدرت میں محبوس اور مسخر ہیں۔ جسنے اس دنیا کی عمارت کو بنایا ہے اور اُسکے اندر مختلف

قوتیں رکھ کر اپنا جلال اور پُرشوکت اقتدار دُنیا پر ظاہر کیا ہے۔ پس ان تمام مظاہر قدرت الٰہیہ کے عکس کو عرش کہتے ہیں جو خدا کی بادشاہت اور سلطنت کے متحمل ہیں یعنے جن کے وجود نے خدا کا نام اور اُس کا صاحب اقتدار ہونا اور دُنیا کا واقعی طور سے مالک خالق ہونا لوگوں کے دلوں میں زندہ اور متصرف بالارادہ ہونا قرار دیا ہوا ہے اگر یہ ساری عظیم الشان چیزیں اور انکی کام اور انکی یہ زور تاثیریں نیست محض ہوتیں یعنے وہ قوتیں اور اجرام فلکیہ معہ اپنی روشنی اور چمک دمک کے نہ ہوتے۔ تو خُدا کی خدائی اور معبود برحق کی کبریائی ہرگز ظہور پذیر نہ ہوتی۔ اور لوگ اُس کی زبردست طاقت پر ایمان نہ لا سکتے۔ پس خلاصہ کلام یہ ہُوا۔ کہ وہ زبردست طاقتیں جو اجرام فلکیہ میں باری تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ انہیں شریعت اسلام میں فرشتے کہا گیا ہے۔ اور وہ خدا کی قدرت عظمت جبروت اور کبریائی کو اُٹھائے ہوئے ہیں۔ یعنے اُنہی کے ذریعے سے خدا کی زبردست طاقت مشاہدہ میں آتی ہے۔ اور دُنیا میں چار فرشتے خدا کی چار عظیم الشان صفات کے مظاہر اتم ہیں اور وہ صفتیں یہ ہیں۔ ربالعلمین الرحمٰن۔ الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ یعنے چار فرشتے۔ خدا کی ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت۔ اور مالکیت کے متحمل ہیں۔ جن کی تشریح کی گنجائش اس جگہ نہیں ہے۔ مگر قیامت کے روز خدا کی خدائی بجائے چار کے آٹھ فرشتوں کی وساطت سے ظاہر ہوگی۔ یعنے اُس کی ہیبت طاقت۔ جبروت مالکیت رحمانیت اور ربوبیت وغیرہ وغیرہ اُس روز آج سے کہیں بڑھ کر جلوہ گر ہوگی۔ اور نافرمان اور فرمانبردار اُس کی زبردست طاقتوں کا مشاہدہ کرکے کانپ اُٹھینگے۔ اور کوئی نہیں کہ اُسدن سوائے اذن کے بات بھی کرسکے۔ گویا اُسدن خدا اور اُس کی خدائی اپنی ساری طاقتوں کے ساتھ ظہور پذیر ہوگی۔ اور خدا کی صفتیں نئے رنگ میں جلوہ گر ہونگی اور اُس روز ایمان بالغیب نہ ہوگا۔ بلکہ جو کچھ ہوگا وہ سب رویت کا معاملہ ہوگا الحاصل یحمل عرش ربک فوقھم یومئذٍ ثمانیہ سے یہی مراد ہے کہ اُس دن خدا کی جبروت اور عظمت کو آٹھ فرشتے اُٹھا رہے ہونگے۔ جیسے کہ ستیا تھ

Marfat.com

صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے کہ زمین آگ سورج چاند وغیرہ وغیرہ آٹھ تمام کائنات کے جائے قیام ہونے کے باعث وسو کہلاتے ہیں ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ خدا کی صفات جو بذریعہ اجرام فلکیہ کے ظہور میں آ رہی ہیں وہ خدا کی زبردست طاقتوں یعنے فرشتوں کے ذریعے سے دُنیا کے عظیم الشان کام کو چلا رہی ہیں یسبحون بحمد ربھم یعنی وہ فرشتے اپنے پروردگار کی حمد اور تقدیس بیان کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا بیان کی تشریح اور تصریح میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وکان عرشہ علی الماء یعنی اُس کا عرش پانی پہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت جبروت اور کبریائی اور تمام مظاہر قدرت پانی ہی کی وساطت سے ظہور میں آتے ہیں۔ چنانچہ بغور دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ہزاروں لاکھوں دہات اور امصار پانی ہی کے سہارے سے زندگی بسر کر رہے ہیں نہ صرف جاندار چیزوں کی زندگی پانی پر منحصر ہے بلکہ بیجان چیزیں مکان دیوار پہاڑ وغیرہ پانی کے ذریعے سے قائم اور سرسبز ہیں کوئی پہاڑ اور مکان نہیں کہ پانی کی آمیزش سے خالی ہو۔ پس جاننا چاہئے کہ جیسا پانی کے بغیر تمام حجر و شجر اور عمارتیں کھوکھلی ہو کر تباہ ہو جاتی ہیں اسی طرح اگر پانی نہ ہوتا۔ تو اجرام فلکیہ بھی بغیر پانی کے ریزہ ریزہ ہو کر برباد اور تباہ ہو جاتے۔ اور سمندروں۔ پہاڑوں اور آبشاروں کے عظیم الشان اور دلکش نظارے اگر برباد ہو جاتے تو خدا کی خدائی کی صفات رحمانیت ربوبیت اور رحیمیت اور مالکیت معدوم محض ہو جاتیں اور خدا کی جبروت اور کبریائی کا نقشہ دلپر اثر پیدا نہ کرتا پس اس آیت سے ہمارے پہلے بیان کی صداقت غایت درجہ کمال کو پہنچی قرآن کریم میں کہیں نہیں لکھا کہ عرش کوئی مخلوق چیز ہے۔ عرش تو خدا کی صفات اور اُنکے ظہور کو کہتے ہیں۔ پس جب ہمیشہ سے خدا ہے اور ہمیشہ سے وہ خالق رازق اور رب اور مالک ہے ہمیشہ سے ہی اُسکا عرش یعنے ظہور صفات الٰہیہ جلوہ گر ہے۔ اور نیز قرآن میں جب عرش کو مخلوق اور جسمانی چیز ہی نہیں لکھا تو پھر ناحق غیر معتبر کتب کے حوالجات لکھ کر دفتر سیاہ کرنا بے ایمانی نہیں

تو اور کیا ہے؟ لالہ دھرمپال کو جسے ہیں بقول سوامی دیانند آریہ نہیں کہ سکتا۔ چاہئیے کہ کتاب انارۃ البصائر و کشف الاسرار کے لغویات اور خرافات کو ڈبیا میں بند کرکے رکھ چھوڑے تاکہ جب وہ تناسخ سے متناسخ ہوکر سانپ اور بچھو بنے تو اُس جنم میں جاکر اُسکا مطالعہ کرے۔ آجکل قرآن شریف کے ہوتے ہوئے کسی کو اُس متروک مردود کتاب کی ضرورت اور حاجت نہیں۔ ارے بدبخت جب تو کہتا ہے کہ سوائے ویدوں کے اور کسی کتاب پر اعتراض نہ کیا کریں تو پھر یہ نصیحت تجھے کیوں نہیں آتی۔ کہ قرآن شریف کو ترک کرکے اور غیر معتبر کتب پر مکھی کی طرح نجاست پر نگرے اور میں یہ کہنا بھی چاہتا ہوں کہ صفت موصوف سے جدا نہیں ہوتی۔ سو اللہ پاک خالق مالک ازل سے ہے پیدائش آدم علیہ السلام یا پانچ چھ ہزار برس سے وہ خالق نہیں بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدم علیہ السّلام سے پیشتر اور بھی کئی ہزار آدم گزرے آدم ؑ کو قرآن شریف میں خلیفہ (بادشاہ) کے طور پر پکارا گیا۔ سو لازماً اُن کی رعایا بھی ہوگئی اور صدہا آدمی ہونگے۔ زیادہ تفصیل اُس زمانہ قدیمہ کی حوالہ بخدا ہے۔ [۱]

آسمان کیا چیز ہے

بعض نادان اعتراض کرتے ہیں کہ آسمان کچھ چیز نہیں اور اُس کا اطلاق قرآن کریم میں بے محل آیا ہے۔ اُسکا جواب یہ ہے کہ عربی میں آسمان کو سما کہتے ہیں۔ جو سمُوّ سے مشتق ہے۔ جسکے معنے بلندی کے ہیں اور سبع سمٰوٰت

[۱] عجب بدبخت ہے وہ انسان جس کو ہزاروں روپے انعام اسلئے دیا جاتا ہے۔ کہ وہ ایسی آیت قرآن سے نکال کر دکھائے جس سے یہ ثابت ہو کہ عرش جسمانی چیز یا مخلوق ہے لیکن وہ بدنیتی سے نہ تو آیت مطلوبہ پیش کر سکتا ہے نہ اپنی افترا پردازی سے باز آتا ہے درحقیقت وہ شخص نہایت ہی متعصب اور سودا اس ہے کہ جسے حق سے عداوت ہے۔ اور بغض نے اُسے اندھا کردیا ہے۔ اب بھی اگر ایسا افترا پرداز اور عرش کو پالکی کہنے والا قرآنی آیت سے عرش کو جسمانی یا مخلوق چیز ثابت نہ کرسکا اور نہ اُسنے اپنی بے ایمانی اور نادانی کا اقرار کیا تو سمجھ لیا جاویگا کہ وہ عمداً بے ایمان اور شیطان بننا چاہتا ہے۔ منہ

کے معنے سات بلندیوں کے ہیں۔ چنانچہ جدید تحقیقات سے ثابت ہے کہ ستارے جو رات کو نظر آتے ہیں بلحاظ بُعد مسافت اور ارتفاع کے اُنکے قد او رمقدار سات مختلف صورتوں میں چھوٹے بڑے ہو کر نظر آتے ہیں جو بالبداہت سات بلندیوں پر علی الترتیب اوپر نیچے واقع ہیں پس ان سات بلندیوں کو سات آسمان کہا گیا ہے۔ کیونکہ لغت میں سما۔ (سمُوّ) بلندی کو کہتے ہیں۔ اور آسمان کو فلک بھی کہتے ہیں جس کے معنے آکاش کے ہیں اور اگر کہیں قرآن مجید میں یہ آیا ہے کہ آسمان پھٹ جاویگا اُس کے یہ معنی نہیں کہ سمو یعنے بلندی اور خلا پھٹ جاویگی بلکہ ایسے فقرات میں ظرف سے مراد مظروف ہوتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ نہر چلتی ہے تو اُسکا مطلب یہ نہیں ہوا کرتا کہ نہر کی تہ آب اور دیواریں یا کنارے بمع شجر وحجر کے چلتے ہیں بلکہ مراد یہ ہوتی ہے کہ نہر کا مظروف یعنے بہتا ہوا پانی مراد لیا جاتا ہے۔ اسی طرح قرب قیامت کے بیان میں جو آیا ہے کہ آسمان پھٹ جاویگا۔ یا اُس کی صف لپیٹ دیجاویگی۔ اُس سے مراد مظروف یعنے جو کچھ آسمان (خلا) میں ہے وہ سب تباہ اور برباد ہو جاوینگے یعنے سورج چاند وغیرہ اجرام فلکیہ نابود ہو جاویں گے۔ مگر آریوں کو آکاش (آسمان) کے پھٹ جانے اور تباہ اور برباد ہو جانے میں بھی اقرار ہے جیسے کہ لکھا ہے۔ کہ مہا پرلے کے وقت پر کرتی اکاش وغیرہ نہایت لطیف ہو کر تباہ اور برباد ہو جاوینگے۔ دیکھو بھو مکا صت ۷۵۔

اسی طرح قرآن کریم میں جو آیا ہے۔ واذا السمآء کشطت یعنی قرب قیامت میں آسمان کی کھال اُدھیڑ دی جاویگی۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ آخری زمانہ میں آسمان کی خوب تحقیقات اور چھان بین اور موشگافی ہوگی۔ جیسے کہ ہمارے زمانہ میں ہوا۔ اور جو کچھ آسمان میں اجرام فلکیہ میں اُن کے قد مقدار اور اندرونی حالات اور حصص اور مادیات کی خوب پڑتال اور موشگافی ہوئی ہے اور سورج کا حال یہ معلوم ہوا ہے کہ اُسکا سمندر پگھلے ہوئے لوہے وغیرہ کا بنا ہوا ہے اور صدہا دیگر عجائبات قدرت بیان کئے گئے ہیں جو نئی روشنی کے ایجاد کردہ آلات سے دیکھے گئے ہیں جنکے بیان کی اس جگہ گنجائش نہیں۔ حاصل کلام

Marfat.com

یہ کہ آسمان کی کھال یعنی موشگافی سے مظروف (جو کچھ خلا میں ہے) کی تحقیقات جدیدہ کی پیشگوئی تھی جو اس صدی میں بوضاحت تمام پوری ہوگئی ہے اور ہو رہی ہے کون انسان ہے جو اس امر سے انکار کر سکتا ہے کہ اس زمانہ میں کہ سماوی کروں یعنی اجرام فلکیہ کے متعلق خوب ہی تحقیقات ہوئی اور ہو رہی ہے اور ہر سال اور ہر ماہ میں لاکھوں روپیہ اس مد پر خرچ ہوتا ہے + بالآخر میں اس امر کے بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ آریہ صاحبان اور پنڈت دیانند جی مانتے ہیں کہ پرمیشور ہر جگہ مثل آکاش یعنے خلا محیط ہو رہا ہے اور اسکا وجود ہر جگہ پھیلا ہوا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ وہ ہر پاک اور ناپاک جگہ میں موجود ہے اور ہر ایک نا دیدنی نجاست کے اندر باہر جلوہ گر ہے پس واضح ہو کہ خدائے پاک کی ذات کیلئے یہ ہرگز شایاں نہیں کہ گندگی میں بھی اُسے آلودہ گردانا جائے سوامی جی لکھتے ہیں کہ ایک وقت تھا کہ اس دُنیا کی پیدائش ابھی نہیں ہوئی تھی اور آکاش بھی نہ تھا۔ اور پھر ایک وقت ایسا ہوگا کہ سب کچھ تباہ اور برباد ہو جاویگا۔ اور آکاش بھی نیست و نابود ہو جاویگا میں پوچھتا ہوں کہ جب آکاش بھی تباہ ہو جاویگا تو وہ ایشور جو مثل آکاش محیط ہو رہا ہے اُسکا کیا حال؟ پس ایشور کو جو آکاش سے تشبیہ دیگئی ہے اُس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب مکان تباہ ہو جاویگا تو جو کچھ اسمیں ہے اور اسکی ہمجنس ہے وہ اس تباہی اور بربادی سے کیونکر جانبر ہوگا۔ بہرحال یہ مثلیت سماج کیلئے برباد کن زہر ہے آگے وہ مانیں یا نہ مانیں انہیں اختیار ہے۔ ہاں قرآن کریم میں جو آیا ہے کہ وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض یعنے اُسکا علم آسمانوں اور زمین پر محیط ہو رہا ہے یعنی از روئے قدرت اور علم کے وہ ہر جگہ حاضر ناظر ہے اور یہ کہنا کہ وہ بذات خود ہر ناپاک اور شرمناک جگہ اور خلاء اور اجسام میں موجود ہے عند العقل قابل اعتراض ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے واذا سئلک عبادی عنی فانی قریب یعنی جب میرے بندے میری بابت میں سوال کریں کہ وہ کہاں ہے پس جواب یہ ہے کہ میں ایسا نزدیک ہوں کہ مجھ سے زیادہ کوئی نزدیک نہیں ہے۔ جو شخص ایمان لا کر مجھے پکارتا ہے تو میں اُسکا جواب دیتا ہوں اور ہر ایک چیز کی کل میرے ہاتھ میں ہے اور میرا علم سب پر محیط ہے میں ہی ہوں جو زمین و آسمان کو اُٹھا رہا ہوں میں ہی ہوں جو تمہیں خشکی تری میں اُٹھا رہا ہوں۔ اس امر کو زیادہ وضاحت سے یوں سمجھ لینا چاہئے کہ وہ پاک ذات باوجود نزدیک ہونیکے دور ہے اور باوجود قریب ہونیکے انسان سے دُور ہے یعنی جو اُسکا مقرب اور مقبول بندہ ہو جاتا ہے اسکی وہ خاص تائید کرتا ہے اور اسکی تائید اور صداقت میں زندہ نشان دکھاتا ہے۔ اور اُسکے دشمنوں کو رسوا اور ذلیل کرتا ہے۔ جیساکہ دُنیوی بادشاہوں کا بھی قاعدہ ہوا کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے فرمانبردار حکام کو گونا گوں اعزاز سے

مشرف کرتے ہیں اور جو اُن کا دُشمن اور مخالف ہو جاتا ہے بادشاہ اُسے ذلیل اور نامراد کر کے ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ اِس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ بادشاہوں کے مقرب ہو جاتے ہیں اُس سے یہ مراد نہیں ہوا کرتی کہ وہ فی الواقعہ بادشاہوں کے جسموں اور مکانات سے چمٹ جاتے ہیں یا اُنکے ساتھ بادشاہوں کا جسم اور مکان نزدیک یا چسپاں ہو جایا کرتا ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ خواہ اُن کا جسم کہیں ہو۔ فرمانبردار گورنر باوجود دُور ہونے کے نزدیک ہوتے ہیں یعنے باعتبار لطف و کرم اور تائید و نصرت کے نزدیکی اور مقرب اسلئے ہوتے ہیں۔ کہ بادشاہ کی نظر عنایت اور تائید خاص جہاں وہ متعین ہوں وہیں فی الفور جا پہنچتی ہے اجی! جسم سے اُنہیں تعلق ہی کیا؟ اُنہیں تائید اور حفاظت اور غایت درجہ کی محبت اور دوستی کے نتائج کی خواہش اور من بھاتی مراد ہوتی ہے۔ جسکا اثر اُنکے آرام اور صحت اور عزو شرف پر نمایاں طور سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اسی طرح خداوند کریم کا جو مقرب ہوتا ہے اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ اُسے خدا کا پروانہ والہام آتا ہے۔ اور وہ دکھ سکھ میں اُس کا حامی و مددگار ہوتا ہے۔ گویا باوجود دور ہونے کے نزدیک والے مادی آدمیوں اور جسمانی[له] اسباب سے بڑھکر اپنی قدرت اور ہستی کا نمایاں ثبوت دیدیتا ہے۔ اور اپنے مرسلوں کے بدفرجام دشمنوں یعنے فرعون ابوجہل اور لیکھرام وغیرہ کو اپنے غضب اور غصہ سے پیس ڈالتا ہے اور اُن کی ہلاکت اور بربادی اور بیخ کنی کو آنیوالی نسلیں عبرت سے دیکھتی ہیں۔ پس اب ہر ایک بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ کہ اللہ کریم کی ہستی اور وجوب ذاتی اور کمالات صفاتی کو کن معنوں میں اہل اسلام مراد لیتے ہیں۔ اور خدا کے قرب سے کیا مراد ہے اور بادشاہوں کے قرب سے کیا مراد ہے۔ اصل امر یہ ہے کہ مقرب وہی ہے (روحانی طور سے ہو یا جسمانی طور سے) جسکی بادشاہ سنے اور مان لے خواہ وزیر یا مقبول بندہ خدا بحیثیت جسم کے ہزاروں میل دور کیوں نہ ہو۔ وہ پھر بھی نزدیک ہے۔ لیکن گداگر چنڈال اور نااہل

له چونکہ آریہ صاحبان ایشور کو خلا کی طرح بے حقیقت مانتے ہیں اُسلئے اُس نیک بخت نے لیکھرام اور پنڈت دیانند کی کوئی مدد نہ کی اور نہ کر سکا۔ مگر کیونکر کرے جب وہ خلا کی طرح خالی ہوا۔ تو مدد کا ذکر ہی کیا۔ بیچارے لیکھرام نے تو بہتیری استدعا کی۔ کہ جھوٹے مذہب والے کا ناش ہو۔ مگر جس کو وہ جھوٹا گردانتا تھا۔ اسی کو پروردگار نے صادق قرار دیا۔ آخر خلا سے کیا مدد ہونی تھی۔

Marfat.com

گھسیارا یا شودر گو ہر روز ٹٹیوں کے صاف کرنے کے لیے محل شاہی میں خدمت ہوا کرے مگر وہ بدبخت ہزاروں کوس پر پڑے ہوئے گورنر سے زیادہ بادشاہ کا نہیں رکھتا۔ یہی حال اُن لوگوں کے قرب و بُعد کا ہے جو اللہ جلشانہ کی درگاہ میں مقبول یا اُس سے مخذول اور مردود ہوتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ وہ مولے کریم ہر جگہ باعتبار علم اور قدرت کے حاضر و ناظر ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے اور کرسکتا ہے۔ مگر بالواسطہ ✤

علاوہ ازیں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ لفظ کرسی کے معنے لغت عرب اور ہزار سالہ کتب میں علم کے لکھے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری جسے اہل اسلام قرآن شریف کے بعد اصح الکتب مانتے ہیں اور اسے مستند اور قابل وثوق کتاب مانتے ہیں اسمیں کرسی کے معنے علم کے لکھے ہیں۔ اگر کسی بدبخت نے نادانی یا بے ایمانی سے لفظ کرسی کو استعارہ پر حمل نہیں کیا۔ بلکہ اُسے جسمانی چیز گردان کر اعتراض کرتا ہے تو اُس کندہ ناتراش کو سمجھنا چاہئے کہ اگر جسمانی کرسی ہی مراد ہے تو ہمیں تلاوے کہ جسمانی کرسی حسب آیت وسع کرسیہ السموات والارض کہاں اور کس جگہ زمین اور آسمان میں سمائی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور کہاں اُسکا پایہ اور اُسکے دوسرے اجزا ہیں ایسے بدبختوں کو چاہئے کہ ایسے استعاروں کو استعارہ کے مقام پر ہی حمل کریں ورنہ ہمیں تبلائیں کہ پنڈت دیانند نے جو لکھا ہے کہ اگنی پہلے نیوگ ہے اور نیوگن عورت کے تیسرے نیوگی خصم کو بھی اگنی کہتے ہیں کیونکہ اس میں زیادہ حرارت ہوتی ہے۔ اُس میں کونسے طبی اسباب عاید حال ہو جاتے ہیں دوسرے اور چوتھے نیوگی مرد میں نابود کیوں ہوتے ہیں اور نئی روشنی کے کونسے خیالات اور تحقیقات اس نئی فلاسفی کے مددگار ہیں۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ بعد از حیض ۶۔۸۔۱۰۔۱۴۔۱۶۔ راتوں میں استری سے سماگم کرنے سے لڑکا پیدا ہو جاتا ہے (مفصل دیکھو ضمیمہ رسالہ ہذا) اِس میں کونسی فلاسفرانہ اور سائنٹیفک حکمتیں ہیں ✤

معذرت ۔ ہمیں شک نہیں کہ کتاب ہذا کی اشاعت میں بہت زیادہ تعویق ہو گئی ہو گی کیونکہ راقم بہت سخت بیمار ہو گیا تھا۔ اور تین ماہ بخار آتا رہا۔ اب تک بھی بباعث ضعف [illegible]

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا

الحمد للہ والمنت کہ درین زمان بہار آوان کتاب عجیب و غریب المسمیٰ بہ

ہدایت الطریق
فی
بیان التقلید والتحقیق

مولفہ فاضل اجل عالم اکمل جناب مولانا مولوی محمد دیدار علی صاحب رئیس ریاست الور

در مطبع افضل المطابع کا دہلی باہتمام میرزا عبد الغفار بیگ طبع گردید

Marfat.com

آئینہ اسلام

یہ ماہواری رسالہ ہرماہ قمری کی پہلی تاریخ کو ریاست الور راجپوتانہ سے شائع کرنا چاہتے
جسکی ضخامت ۳ جزو یعنے ۴۸ صفحہ ہوا کرین گے۔ ڈیڑھ جزو مین تو اس امر کی تحقیق
کہ وہ کونسی قوتین ہین جن سے کہ فی الحقیقت خدا کی کتاب ہونا لازم ہو۔ اور فی زمانہ وہ
کتاب ہے جس مین وہ پائی جاتی ہون اور اسکے بہی ثبوت کے کیا نشانی ہے۔
باقی ڈیڑھ جزو مین مسائل فقہی۔ کتاب الطہارت سے کتاب الفرائض تک مع دلیل
اور حدیث سے۔ اور کچھ حصہ وعظ ہر ماہ کے موافق لکھا جاوے گا۔ یہی ایک رسالہ
ہوگا جو اپنی جامعیت اور علو مضامین مین یکتاے زمانہ اور قابل دید ہوگا
اس رسالہ کے دیکہنے کے بعد کسی فقہ اور وعظ کی کتاب دیکہنے کی ضرورت
باقی نرہے گی۔ باوجود ان خوبیون کے قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ سالانہ
رکھی گئی ہے۔ شائقین اپنی اپنی درخواستین مع قیمت سالانہ جلد روانہ کرین

المشتہر

محمد دیدار علی واعظ۔ ریاست الور۔ راجپوتانہ۔ مالک رسالہ

آئینہ اسلام

فہرست کتاب ہدایت الطریق فی بیان التقلید والتحقیق

صفحہ	مضمون کتاب
۱	سبب تالیف کتاب۔
۱	محمدی کا سوال کہ محمدی ہو جاؤ حنفی شافعی ہونیسے توبہ کرو تاکہ تقلید سے رہائی پاؤ۔
۲	جواب چونکہ محمدیکی بہتر فرقے ہین لہذا بغرض تمیز حنفی شافعی شیعہ سنی کہا جاتا ہے۔ ورنہ سب مسلمان محمدی ہین۔
۳	بیان اس امر کا کہ وہابیون کا یہ کہنا کہ ہم محمدی ہین اسکے یہ معنی ہین کہ ہم محمد بن عبدالوہاب کے پیرو ہین۔ حاشیہ پر تحقیق اس امر کی کہ چارون مذہبون مین مسائل اختلافی کل قریب تین سو کے ہین
۳	مقلد کا سوال محمدی سے کہ تقلید کے معنی آپ کیا سمجھے ہین۔
۳	جواب۔ بلا دلیل کسیکی بات مان لینا۔
۳	سوال۔ کیا یہ حرام ہے ؟
۳	جواب۔ بیشک بیان حرمت تقلید کا سات آیتون اور حدیثون اور بوستان اور مثنوی شریف کے شعرون سے
۴	جواب مقلد کا کہ موجب اپنی تقریر کے تم خود مقلد بنکے اور مبتلائے حرام ہو گئے اور تحقیق معانی ان آیتون اور بوستان اور مثنوی کے شعرونکی جو محمدی نے حرمت تقلید پر پیش کیے تھے
۸	ثبوت اس امر کا کہ غیر مقلد جنہون نے اپنا نام اول وہابی رکھا پہر غیر مقلد رکھا پہر کسی مصلحت سے محمدی مشہور کیا اب اپنے کو اہل حدیث مشہور کرتے ہین۔ بزرگون کے شعرون مین بہی تحریف کرتے ہین اور مثل شیعون کے بعض شعر خود بناکر بزرگونکی طرف منسوب بہی کر دیتے ہین اور حکایت مکار صوفی کی۔
۹	مثنوی شریف سے تقلید کا ثبوت اور بیان مقلد ہونے امام بخاری کا۔
۱۱	سوال محمدی کا کہ کیا تم صحاح ستہ کی حدیثون کو نہین مانتے اور جو معنی آیتون کے بیان کیے بحوالہ تفاسیر بیان کرو ؟
۱۳	جواب مقلد کا کہ ہم کتابون فقہ اور حدیث کے طریقہ جمہور کے پیرو ہین اور تحقیق معانی ان آیتون کے بحوالہ تفاسیر اور تفسیر ترجمے کے اور ثبوت وجوب تقلید ائمہ مجتہدین اور آیات کلام اللہ سے اور ثبوت مقلد ہونے محدثین تا ہر حدیث جاننے مین محدثون کا بلا دلیل قرآن و حدیث سے اور ثبوت اس امر کا بوجہ مخالفت سواد اعظم کے تقلید امام معین کی نکرنا بموجب قرآن اور حدیث کے پیروی شیطان کی کرنا ہے۔
۲۱	بیان مان لینے محمدی کا تقلید ائمہ کو بلا تعین اور ذکر اس امر کا کہ زمانہ صحابہ سے سن دو سو تک ایسی ہی تقلید مروج تہی لہذا اگر سن دو سو کے بعد کے مقلد تقلید شخصی میں مجبور

Marfat.com

صفحہ	مضمون کتاب
	تمہاری تقریر کے داخل سواد اعظم ہین تو صرف ... سن دو سو تک کے مسلمان آپکے نزدیک پیرو شیطان ... بنین گے نعوذ باللہ منہا۔
۲۲	بیان اس امر کا ... ہے آج تک تمام مسلمان پیرو سواد اعظم یعنے بڑی جماعت کے رہے ... اجماع علما کی امام معین کی تقلید پر بموجب قرآن اور اقوال سلف کے۔
۲۶	بیان اوسمرتبہ کا جسمین مرتبہ والی کو تقلید شخصی واجب نہین ہے
۲۷	وجہ اس امر کی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ باوجود ... امام حافظ حدیث زیادہ حدیثین کیون روایت نہین کیجاتین
۲۸	بیان اون شرطون کا جو محدث کو امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک لازم ہین۔ اور قول امام بخاری رحمہ اللہ کا کہ جو یہ شرطین حاصل کر سکے اوسکو لازم ہے کہ فقہ پڑھے۔ اسواسطے کہ فقیہ کا مرتبہ محدث سے کم نہین ہے۔
۳۲ و ۳۳	عمل علما کا حدیث ضعیف پر دلیل ہے اوسکی فی الواقع قوی ہونے کی۔ اور بیان اس امر کا کہ صحابہ اور تابعین اور بعض سلف کا بعض صحیح حدیثون کا چھوڑنا موجب طعن نہین وہ انکی تحقیق کا ثمرہ ہے اور وجہ نہ نقل کرنے امام بخاری رحمہ اللہ کے بہت سی صحیح حدیثون کو اپنی صحیح بخاری مین۔
۳۴	وجہ ضرورت تقلید امام معین کی انہین چارون امامون مین سے کسی ایک امام کی عقد الجید مولانا شاہ ولی اللہ اور تحفہ اثنا عشریہ مولانا شاہ عبد العزیز علیہما الرحمۃ سے۔
۳۶	اجماع محققین کا منع کرنے عوام پر تقلید صحابہ سے اور بیان ناجائز ہونے ترک تقلید کا بدون حاصل ہونے قوت اجتہاد یا کشف صحیح یا ضرورت شاقہ کے قاضی سے حکم لیکر اور اسی صفحہ کے تنبیہ مین وجہ فاتحہ خلف الامام پڑہنی حضرت محبوب الٰہی اور میرزا مظہر جانجانان رحمہ اللہ کا بیان ہے۔
۳۷ منہ	مثال جواز ترک تقلید کی بوقت ضرورت شاقہ

صفحہ	مضمون کتاب
۳۹	محمدی کے ... نہین جانتے ہین اور ...
۴۲	مسلک جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحب ... احتیاط النظر ہین اور جائز ہونے ...
۴۳	محمدی کے اس اعتراض کا جواب کہ ... شاگردی مردار خوار ... کو حلال جانتے ہین ... مختصر ... تحقیق ...
۴۷	محمدی کا مان لینا وجوب تقلید شخصی کو بموجب قرآن کے اور پھر اپنے ہم جنسون سے ... کر باطل ہونے تقلید شخصی پر فتاوای عالمگیری ... سے نقل کرنا قول ... جنہین اجرا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ... اور اقوال دیگر فقہا کے
۵۰	تحقیق معانی عبارت فتاوای عالمگیری اور اقوال فقہا
و ...	اور ثبوت وجوب تقلید شخصی کا قول امام ...
	اس امر کا کہ امام کے شاگردون کا کوئی قول مخالف امام نہین ہے۔
۵۴	اعتراض محمدی کا کہ کتب فقہ سے امام ابو حنیفہ ... اور انکے شاگردون مین حرام اور حلال ... ثابت ہے اور آپ فرماچکے کہ امام کے شاگردون کا قول رائے امام کے مخالف نہین ... جو بعض چیزین امام کے نزدیک حرام ہین ... حلال ہین ... صورت ... کس قول پر فتوی ...
۵۴	بیان طریق ... اور بیان اس امر کا ...

Marfat.com

صفحہ	مضمون کتاب
۵	بطریق مثال بیان بدلتے رہنے حکم پردہ نشینی عورتون کا اور ثبوت ہر حکم کا موجب اختلاف حالت ہر زمانہ کے قرآن اور حدیث سے۔
۶	بیان بدلنے حکم قرآن کا باعتبار حالت جمعیت اور اعراب وغیرہ کی
۶۱	بیان بدلنے حکم اجرت لینے کا لکھنے قرآن پر
۶۱	بیان استنباط فرمانے امام کا مختلف حکمون کو قرآن و حدیث سے اور اختیار فرمانے آپ کا اوس قول کو جو آپ کے لائق اور آپکے زمانہ کے موافق تہا اور اختیار دینے امام کا شاگردون کو بہ نسبت اختیار کرنے اوس قول کے جو اون کے زمانہ کے موافق ہو اور اوسکی مثالین۔
۶۴	بیان مختلف حکمون کا بہ نسبت تثویب کے یعنے اعلان کے بعد اذان کے بحسب اختلاف حالات لوگون کے۔
۶۶	بیان مختلف حکمون کا بہ نسبت مستعمل پانی کے اور بیان اس امر کا کہ امام کو وضو کے گری ہوئی پانی مین نجاست گناہون کی نظر آتی تہی
۶۸	بیان مختلف حکمون کا بہ نسبت اوس پانی کے جس مین خرما کشمش جو یا گیہون وغیرہ کو بہگو کر ملکر صاف کر لیا ہو
۶۹	بیان مختلف حکمون کا بہ نسبت نکالنے پانی اوس چشمہ دار کنوین کے جس مین خون رکہنے والا جانور پہٹ گیا ہو یا پہولگیا ہو
۷۰	بیان مختلف حکمون کا بہ نسبت ثابت ہونے حکم رضاعت کے اوس کہانے سے جس مین دودہ عورت کا ملگیا ہو
۷۰	بیان اختلاف فرض ہونے نہونے خروج کا نماز سے ساتھ اختیار نمازی کے۔
۷۲	وجہ اس امر کی کہ فقہا جو اہل کشف صحیح ہین مثل حضرت غوث پاک کے وہ باوجود مجتہد ہونے کے اپنے اجتہادی مسائل مریدون پر کیون نہین ظاہر فرماتے اور مثال اوس شخص کی جو ایک مذہب چہوڑ کر دوسرا اختیار کرے۔
۷۴	تحقیق اس مسئلہ کی کہ جن مسئلون مین چار امامون کا اختلاف ہی او کنین حق ایک ہی بات ہوتی ہے اسکے کیا معنی ہین۔

صفحہ	مضمون کتاب
۷۵	خداوند کریم جل جلالہ کا بہت باتون کی نسبت حکم حلت یا حرمت بیان فرمانا دلیل ہے اون امور کے جائز ہونے کی اور ظہور ہے اوسکی رحمت کا
۷۵	فرض قطعی اور فرض عملی اور حرام قطعی اور حرام عملی کی تعریف معہ مثال کے۔
۷۶	مفقود الخبر کی بیوی کو بعد چار برس کے قاضی مالکی سے اور اگر مالکی نہ ہو قاضی حنفی سے فتوے لیکر کسی دوسرے شخص سے نکاح جائز ہے یا نہین اور دونون مسئلون کی پوری تحقیق۔
۸۰	محمدی کا مدلل اعتراض کشف و کرامت پر بلکہ آیہ کریمہ ما کنت بدعا من الرسل الی آخرہ پڑھکر یہہ کہدینا کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اپنی اور کسیکی خبر نہین تو اور کسیکو وضو کا پانی دیکہکر کسی کے زنا وغیرہ کی کیونکر خبر ہوسکتی ہے۔
۸۱	محمدی اور مقلد کی رد و بدل اور آخر کار ثبوت کامل دینا مقلد کا بہ نسبت دیئے جانے علم غیب کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور زندہ ہونے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فیض اوٹہانے اور ملنے جلنے بہت سے اولیاء اللہ کے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عالم بیداری مین اور اسی ضمن مین تحقیق اس مسئلہ کی کہ اعتبار خاتمے کا اوس حالت پر ہے جب تک آدمی کفر یا اسلام ہو ورنہ بعد بے ہوشی اور دیکہنے آخرت کے علامتون کے تو ہر ایک کافر بہی ایمان لے آتا ہے۔
۸۹	ذکر جانے محمدی کا اپنے مولانا محمد فاضل کے پاس عاجز ہوکر اور لانا دو سخت اعتراضون کا اپنے گمان مین مقلد کی تمام دلائل پر کہ ان دلائل کے بیان کسی نہین۔ اگر تم مجتہد ہو تو خود تمہارے مقولہ سے ثابت ہے کہ مجتہد کو تقلید حرام ہے۔ اور اگر

نمبر	مضمون کتاب
	مقلد ہو تو تم پر دور لازم آتا ہے لیے ثبوت [illegible] پہلے تمہارا مقلد ہونا لازم آتا ہے۔ یا تم پر تسلسل لازم آوے گا۔
٩٠	جواب مقلد کا نہایت قوت کے ساتھ معہ بیان تحقیق چند مسائل ضروری کے اور کھناتہ ایک اعتراض جدید مولانا محمد فاضل پر
٩٦	اقرار کرنا محمدی کا فرقہ محمدی کے فقط زبانی قال اللہ قال الرسول اور بے اصل ہونے ان کے دلائل پر
٩٦	تائید اقرار محمدی کا کے حدیث صحیح بخاری شریف سے
٩٧	توبہ کرنا محمدی کا ترک تقلید سے اور پوچھنا وجہ اس امر کی کہ غیر مقلدوں کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے سے کیوں منع کیا جاتا ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیے جاتے ہیں کیا وجہ ہے۔
٩٨	کئی وجہ معقول ان کے پیچھے نماز جائز نہ ہونے کی اور وجہ ممانعت کی محمدیوں کو اپنے ہمراہ کھڑے ہونے سے نماز میں۔
٩٩	پوچھنا محمدی تائب کا اس امر کو کہ اگر وہ تمام وجوہ مذکورہ سے منکر ہو جاویں اور دباؤ سے ہو ہی جاتے ہیں تو ہم ان کو کیسے قائل کیا جاوے
١٠٠	طریقہ ساکت کرنے محمدی تقیہ ساز کا جب وہ اپنے علما کی تمام تحقیقاتوں سے منکر ہو جاوے اور بطریق تنزل ثبوت فسق غیر مقلدوں کا
[illegible]	[illegible] حقانی۔ اور [illegible] کہ [illegible] میلاد شریف سے
[illegible]	جواب مقلد کا [illegible] قرآن اور حدیث کے
[illegible]	ضمیمہ جواب [illegible] فرقے کے [illegible] آیہ کریمہ ہو سماکم المسلمین [illegible] ہے۔ اور حنفی شافعی سنی شیعہ وغیرہ ناموں سے منع کرتا ہے۔
١١٢	نقشہ نسب نامہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مع فضائل امام رحمہ اللہ
١١٣	شجرہ آپ کے استادوں اور شاگردوں کا جو فقط باعتبار علم حدیث کے اور ثبوت تابعی ہونے امام رحمہ اللہ کا۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امابعد حمد و صلوٰۃ جمیع اہل اسلام پر واضح ہو کہ مختلف مقامات پر زمانہٗ طالب علمی سے آج تک اس احقر العباد ابو محمد محمد دیدار علی غفر اللہ ولوالدیہ الوری جو معاملات غیر مقلدین کے ساتھ واقع ہوئے اور مناظروں کا اتفاق ہوا اور وہ خاکسار کے پاس مختلف پرچوں میں قلم بند تھے اور بعض مقامات پر بعض لوگ اونکو سنکر تائب بھی ہوئے اور ہوتے ہیں۔ لہذا بداعیہ بعض احباب بامید ثواب بغرض ہدایت بعض غیر مقلدین باانصاف اولی الالباب اون سب کا لطریق سوال وجواب ایک جگہ جمع کر دینا مناسب سمجھا گیا۔ تاکہ ناظرین باانصاف بنظر انصاف اس کو ملاحظہ فرما کر اس گروہ قلیل کے فریبوں سے محفوظ رہیں۔ اور اس گروہ کے اہل انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرما کر صراط مستقیم جمہور اسلام اختیار کریں۔ اور رخنہ اندازی سے جماعت اہل اسلام میں بچیں اور دوسروں کو بچاویں۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم ۝ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۝ وجمیع المومنین والمسلمین۔ آمین آمین ثم آمین ۝ وہا انا اشرع فی المقصود

متوکلا علی واہب الخیر والجود ؂

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین ٥

محمدی اجی حضرت کنیک تنے کیون ہو ذرا آؤ تو اگر اپنی تقلید پر کوئی دلیل رکھتے ہو لاؤ۔ اس تقلید مین کب تک پھنسے رہوگے۔ میان کا کلمہ پڑھتے ہو اُسکے بنے رہو حنفی یا شافعی ہونے سے توبہ کرکے محمدی بنجاؤ تاکہ قید تقلید سے رہائی پاؤ اس تقلید سے رہائی پاؤ اس تقلید سے خدا کے لیئے خود بچو۔ اور دوسرونکو بچاؤ۔

مقلد مولوی صاحب! کیا ہم محمدی نہین ہین؟ اجی حضرت محمدی تو جتنے کلمہ گو ہین خواہ وہ سُنّی ہون یا شیعہ رافضی ہون یا خارجی سب ہی ہین۔ کوئی مسلمان بھی یہ نہین کہہ سکتا کہ مین موسوی ہون یا عیسائی ہون مگر چونکہ محمدیون کے بھی مثل عیسائی وغیرہ کے بہت سے فرقے ہین لہذا پہچان کیلیئے ضرور کہا جاتا ہے کہ محمدیون مین سے ہم سُنّی ہین۔ دوسرا کہتا ہے ہم شیعہ ہین۔ اسیطرح سُنّیون مین بوجہ اختلاف تحقیقات چار اماموں کے بعض مسائل اجتہادیہ مین کہ جنکی مقدار غالباً شاہ صاحب نے تحفہ مین دو سو چار سو لکھی ہین۔ چونکہ بظاہر چار گروہ ہین۔ کوئی کہتا ہے کہ مین حنفی ہون یعنے بموجب تحقیق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قرآن پر اور قول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتا ہون کوئی کہتا ہے کہ مین تحقیقات امام شافعی رحمہ اللہ کا پابند ہون علی ہذا القیاس۔ ورنہ بوجہ اتفاق اصول عقائد اور اکثر مسائل کے یہ چارون گروہ باہم شیر و شکر رہتے ہین اور اپنے کو ایک ہی گروہ اہلسنت والجماعت سمجھتے ہین ہان اگر محمدی سے مراد آپکے نزدیک وہ لوگ ہین جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہین جسکا بیدین ہونا تاریخ مکہ معظمہ سید احمد دحلان رحمہ اللہ اور بوارق وغیرہ سے ظاہر ہے جن کے پیروؤن کا نام پہلے وہابی مشہور ہوا تھا اب چند روز سے بمصلحت اونہون نے اپنا نام محمدی مشہور کر رکھا ہے تو کچھ مضائقہ نہین خدا اُنکو اور تمام مسلمانون کو ایسے محمدیون سے بچاوے۔ مگر تم جو بار بار رستہ چلتے مسلمانون کو بلا بلا کر چھیڑتے ہو اور پھر اس تہذیب کے ساتھ کیا اتباع حدیث اسیکا تہذیب کا نام ہے۔ لو آج فیصلہ کر لو اور پہلے یہ تو بتاؤ کہ تم تقلید کے معنی کیا سمجھے

Marfat.com

محمدی۔ میان تقلید اسیکو کہتے ہین کہ بلا دلیل قرآن اور حدیث کے کسی کے قول کو مان لینا۔
مقلد بہلا صاحب یہ بات ہر شخص کو ہمیشہ بالکل حرام ہے یا کسیوقت کسیکو جائز بہی ہی؟
محمدی حکم شریعت ہر وقت ہر شخصکے حق مین برابر ہے لہذا ہر شخص پر ہر وقت تقلید حرام ہے۔ دیکہو قرآن مجید مین ہے۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ یعنے بجز خدا کے کسیکا حکم قابل اطاعت نہین ہے۔ اور جو لوگ اپنی عالمون اور درویشون کے قول وفعل کی پیروی کرتے تہے اون کی شان مین اللہ اسطرح فرماتا ہے۔ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الٰہا واحدا لا الہ الا ہو سبحانہ عما یشرکون ۝ یعنے ٹہرایا اونہون نے اپنے عالمون اور درویشون کو مالک اپنا وری اللہ سے اور مریم کے بیٹے مسیح کو حالانکہ اون کو تو حکم یہی ہوا ہے کہ بندگی کرین۔ ایک مالک کی کہ نہین کوئی مالک سوا اوس کے نرالا ہے اون کے شریک بنانے سے۔ اور ترمذی شریف مین ہے۔ عن عدی بن حاتمؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ قال انہم لم یکونوا یعبدونہم ولکنہم کانوا اذا احلوا لہم شیئا استحلوہ واذا حرموا علیہم شیئا حرموہ۔ یعنے حضرت عدیؓ فرماتے ہین کہ مین نے رسول اللہؐ سے سنا کہ اس آیت کو پڑہکر فرماتے تہے کہ یہ مراد نہین ہے کہ وہ لوگ اپنے عالمون اور درویشون کی عبادت کرتے تہے بلکہ جس چیز کو اون کے عالم حلال کر دیتے اوس کو وہ حلال سمجہہ لیتے تہے اور جسکو وہ حرام کر دیتے تہے حرام سمجہہ لیتے تہے۔ جسطرح فی زمانہ مقلدون کا حال ہے۔ اور دوسری جگہ اللہ فرماتا ہے ام لہم شرکاء شرعوا لہم من الدین مالم یاذن بہ اللہ۔ یعنے کیا واسطے اون کے خدا کے شریک ہین کہ انہون نے راہ ڈالی ہے اون کے واسطے دین کی جسکا حکم نہین دیا اللہ نے۔ اور اس قسم کی آیتین حدیثین بہت ہین جن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سوائی خدا رسول کے کسی کی پیروی اور تقلید جائز نہین دیکہو اسیواسطے سعدی علیہ الرحمۃ بہی فرماتے ہین **شعر** عبادت بہ تقلید گمراہیست ؎ خنک رہروے را کہ آگاہیست ؎ اور مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہین۔ **ع**۔

دین شان تقلید شان برباد داد ؎ ہفت صد لعنت بران تقلید باد ؎ زانکہ تقلید آفت ہر نیکو است ؎
کہہ بود تقلید اگر کوہ قویست ؎ بشنو این قصہ پے تہدید را ؎ تا بدانی آفت تقلید را ؎

از محقق تا مقلد فرقہاست * کان چو داود ست دین دیگر صداست * نو عنکبوت
در حدیث * جز طمع نبود مراد آن خبیث * آن مقلد صد دلیل و صد بیان * بر زبان آرد ولی
نیچ جان * لیکہ تقلید است آن ایمان او * روئے ایمان را ندیدہ جان او * بس خطر باشد
مقلد را عظیم * از رہ رہزن و شیطان رجیم * کور کورہ جوید از کور دگر * ہر چہ او بانہ فتنہ
نبود تر * صد دلیل آرد مقلد در میان * از قیاسی گوید او را نز عیان * دین حق را چار
مذہب ساختند * رخنہ در دین نبی انداختند *

مقلد مولانا یہ تقریر تو آپ نے ایسی بیان کی کہ جاہل غیر صحبت یافتہ علماء اہل سنت والجماعت تو
بلا شک اسکو سنکر ضرور فریفتہ ہو جائے دین سے ناتہ و ہو بیٹھے۔ مگر حضرت ہم نے تو بڑے بڑے
علماء دین کی صحبت اُٹہائی ہے خود بھی کچھ لکہا پڑھا ہے۔ آپ تو عالم ہین آپکو اتنا خیال نہین کہ اول
مین نے کیا کہا تہا اور اب کیا کہہ رہا ہون۔ اول تو آپ نے فرمایا تہا کہ تقلید بلا دلیل قرآن
و حدیث کے کسیکے قول ماننے کو کہتے ہین اور پہر فرمایا کہ ہر شخص کو ہر وقت حرام ہے اور پہر
دلیل حرمت تقلید پر وہ آیت پیش کی جسکے لفظی معنون کو حرمت تقلید سے لگاؤ ہے نہ حلت سے
کسواسطے کہ لفظی معنے تو آیت کے اتنے ہی ہین کہ یہود اور نصاری نے اپنے عالمون اور درویشون
اور مسیح علیہ السلام کو رب یعنے پروردگار بنا لیا حالانکہ اونکو حکم نہین کیا گیا تہا مگر یہی کہ
عبادت کرین وہ اللہ یکتا کی۔ فقط دعوی حرمت تقلید کا کیا اور دلیل حرمت عبادت
غیر اللہ کی بیان کی۔ اور پہر آیت کو اپنے مطلب کے موافق بنانے کی غرض سے ترمذی کی
وہ حدیث بیان کی کہ جس حدیث کا حدیث ہونا فقط ترمذی کے قول بلا دلیل مان لینے پر موقوف
ہے کہ جو عین تقلید ہے۔ ایسے قول کی کہ جو ظاہر معنی قرآن کے بالکل مخالف ہے۔ حالانکہ
ترمذی خود اس حدیث کے حدیث ماننے مین مقلد ہین۔ اپنے استاد حسین بن یزید کوفی کے
اور وہ اپنے استاد عبد السلام بن حرب کے اور وہ اپنے اُستاد غطیف بن اعین کے اور مصعب
بن سعد کے۔ لہذا ترمذی علیہ الرحمہ جیسے مقلدونکی مقلد کی جواز تقلید پر آپکے پاس
کونسی آیت یا حدیث ہے کہ جس مین اللہ نے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ
ترمذی جو کچھ کہین اوسکو بلا دلیل قرآن حدیث مان ہی لیتا۔ گو اوسکے مان لینے مین

ظاہر معنی قرآن کی بھی مخالفت کیون نہ ہو اور وہ لوگ جنکی تقلید سے امام ترمذی علیہ الرحمتہ کسی امر
کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرین کیسے ہی ہون - حضرت من حسین بن یزید کوفی
اُستاد امام ترمذی کو محدثین بین الحدیث لکھتے ہین - یعنے روایت حدیث مین انکے قول کو بودا
جانتے ہین اور غطیف پردادا اُستاد ترمذی کو روایت حدیث مین ضعیف تحریر فرماتے ہین -
لہذا آپ تو ضعیف راویون کی تقلید کرنے والونکی تقلید مین باوجود ہونے اوس تقلید کے مخالف
ظاہر معنی قرآن گرفتار ہوکر مرتکب حرام بنگئے اور دوسرے مسلمانون کے واسطے تقلید مطلقًا
حرام فرماتے ہتے - وجہ یہ ہے کہ آپکو سوا اپنے گروہ کے تمام مسلمانون کو یہود اور نصاری اور
مشرکین مین داخل کرکر خارجیونکی علامت جو حضرت عبد اللہ بن عمر رض سے بخاری شریف مین
مذکور ہے اپنے درمیان ظاہر کر دکہاتا ہے - کتاب استتابتہ المعاندین والمرتدین بخاری شریف
مین ہے باب قتل الخوارج مین وکان بن عمر یراہم شرار خلق اللہ وقال انہم انطلقوا الی
آیات نزلت فی الکفار فجعلوہا علی المومنین - یعنے امام بخاری تعلیقات مین فرماتے ہین کہ
ابن عمر خارجیون کو بدترین مخلوقات خدا سمجہتے تھے اور فرماتے تھے کہ اونہون نے جو آیتین
کافرون کی شان مین نازل ہوئی ہین اونکو مومنین کی شان مین پڑہنا شروع کر دیا تھا
جسطرح آپ اور آپ کے گروہ کے لوگ کر رہے ہین اسواسطے کہ یہ تینون آیتین اور علاوہ اسکے
اس قسم کی اور آیتین جیسے الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا اور قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ ابائنا
ولو کان آباؤہم لایعقلون شیئا ولا یہتدون - جنکو مقلدین کی شان مین آپ لوگ لکہتے
پڑہتے ہین - یہ سب اون یہود اور مشرکین کی شان مین نازل ہوئی ہین جو اون عالم
اور درویشون کی تقلید کرتے تھے جنکو یقینًا جانتے تھے کہ یہ توریت اور انجیل مین لغرض تحصیل
دنیا اور خوف زوال اپنی سرداری کے تحریف کرتے ہین اور توریت اور انجیل کے صاف کہلے
ہوئے حکمون کے مخالف جس چیز کو چاہتے حرام کر دیتے ہین اور جس چیز کو چاہتے حلال کر دیتے
ہین یا اون لوگون کی شان مین ہین جو بتون کو پوجتے تھے چڑہاوے چڑہاتے تھے اور اس
امر مین اپنے دادون کی تقلید مین گرفتار تھے سو ایسی تقلید بالاتفاق سب کے نزدیک حرام
ہے - ذرا انصاف سے تفسیرون کو ملاحظہ کیجے اور نرے اپنے وہم وخیال اور اس قسم کے

Marfat.com

اور دور رسالہ نویسون کی تقلید نکیجیو۔ غضب تو یہ ہے کہ آپ لیتے ہی کاذب بہتان باندھ کر اہل اللہ کی تقلید کو
کہ جو بالکل حرام ہے بوستان اور مثنوی شریف کو بھی آپنے لوگون کے ہاتھ سے چھڑانے کے علاوہ کے
قرینہ دینے کی غرض ہے اونہین کے رسالون کی تقلید کے بہروسے آپ یہ اشعار حرمت تقلید کے
پڑھ بیٹھے۔ لو یہ بوستان ہے۔ یہ مثنوی ہے ذرا نکال تو دو اپنی حضرت اپنا ذوق مگر دوانی سے تھے
کیا فائدہ۔ آپکو اور بوستان اور مثنوی شریف سے علاقہ دیکھو بوستان مین یہ شعر آدمی تقلید
کی برائی مین ہے جو پنڈے سومنات بت کے پوجنے مین عبادت کرنے مین اپنے باپ دادونکی
تقلید کرتے تھے ایسی تقلید کے ساتھ عبادت کرنے کو گمراہی فرماتے ہین۔ علی ہذا مثنوی شریف
مین یہ سب اشعار اوس تقلید کی مذمت مین ہین جسمین بجز اولیاء اللہ کے ہم تم سب گرفتار
ہین اور وہ تحقیق جس کو مولانا فرماتے ہین بجز پیروی اور تقلید اولیاء اللہ کے حاصل ہو نہین
سکتی۔ مراد اونکی یہ ہے کہ باپ دادے سے خدا خدا سنکر اونکی تقلید سے جیسا خدا کو جان رہے ہو
اسی تقلید مین مت پہنسے رہو بلکہ اولیاء اللہ کی طرح ایسی کوشش کرو کہ آنکھون سے دیکھی
ہوئی چیز مین شک ہو جاوے مگر خدا کے خدا ہونے مین جیسا اوسکو بتقلید علماء جانتے ہو
اور اوسکی کسی صفت مین شک کیا وہم بہی واقع ہو بلکہ بجز خدا کے کچھ نظر نہ آوے۔ دیکھو مضمون کا
کیا عمدہ بند ہے دوہرہ ہے دیکھتے دیکھتے ایسا دیکہ مٹجاے دیکھو کا ریجاوے ایک اوسکے آفتاب وجود
کے سامنے تمام عالم اور اپنا وجود بے بود اور نیست نابود نظر آنے لگے تاکہ پہر تمام وہم اور شبہون
سے نجات حاصل ہو جاوے اور زوال ایمان کا خطرہ باقی نہ رہے ورنہ اس تقلید سے خدا کے
خدا جاننے کے راستہ مین بہت سے خطرے ہین۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ جو نفحات مین مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے مشہور ہے کہ
باوجود ایکسو ایک دلیل رکھنے کے وحدانیت خدا پر جب شیطان نے سو دلیلون کو توڑ دیا اگر
دستگیری اہل اللہ اور فضل خدا نہ ہوتا تو اون کا ایمان فقط ایک دلیل پر باقی رہگیا تہا۔ خلاصہ
جب تک یہ تقلید ہے فرماتے ہین کہ محبت دنیا مین پہنسے ہوئے ہو جب اولیاء اللہ کی طرح
خدا کو اور اوسکی صفات کو جان لیا پہر خدا مع جمیع صفات مثل آنکھون کی دیکھی ہوئی چیز کے
نظر آنے لگتا ہے اور محبت غیر اللہ کافور ہو جاتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہین۔ شعر

Marfat.com

نفس تو تا مست نقلست و پلید ٭ زانکہ روحت خوشۂ غیبی نچید ٭ مرغ چون بر آب شورے مے تند ٭
آب شیرین را ندید ست او مدد ٭ بلکہ تقلید ست آن ایمان او ٭ روی ایمان را ندیدہ جان او ٭
بس خطرہاست مقلد را عظیم ٭ از رہ و رہزن و شیطانِ رجیم ٭ چون ببیند نور حق ایمن شود ٭
ز اضطرابِ شک او ساکن شود ٭ صد دلیل آرد مقلد در میان ٭ از قیاسی گوید او را نہ عیان ٭
آن مقلد صد دلیل و صد بیان ٭ بر زبان آرد ندارد ہیچ جان ٭ چونکہ گویندہ ندارد جان و فر ٭
گفت او را کے بود برگ و ثمر ٭ شیخ نورانی ز رہ آگہ کند ٭ با سخنش ہم نور را ہمرہ کند ٭
جہد کن تا مست و نورانی شوی ٭ تا حدیثت را شود نورت روی ٭

یعنے تیرا نفس چونکہ مست کہانے پینے کا ہے اور نور غیبی سے بالکل ناواقف۔ لہذا اس کی مثال بعینہ اوس جانور کی سی ہے جو بوجہ ناواقفی کے شیرین پانی سے کھاری پانی پر گرا پڑتا ہے اور تقلید سے اپنے ماں باپ کے اوس کی عمدگی پر ایمان رکہتا ہے اسیطرح تیرا نفس دنیا پر بوجہ ناواقفی کے نور غیبی سے گرا پڑتا ہے۔ اور اگر نور حق اسپر ظاہر ہوجاتا تمام اضطرابات اور شکوک سے رہائی پاکر سچا بندہ خدا کا بنجاتا۔ اور بغیر اوس نور کے اگرچہ اوسکی محبت حاصل کرنے پر اور اوسکی ذات وصفات پر سیکڑون دلیلین لارہا ہے مگر وہ سب دلیلین قالب بیجان ہین۔ اور شیخ نورانی جو راہ بتلاتا ہے اوسکی باتون کے ساتہ نور آلہی ہمراہ ہوتا ہے اور وہ خود اوس نور مین غرقاب رہتا ہے۔ لہذا تو بہی نورانی بننے کی کوشش کر کرا اور کسی نورانی کو ڈہونڈ کر اوسکا پیرو بنجا تاکہ تو بہی غرقاب نور ہوجاوے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرماتے ہین ؎

کیف مدالظل نقش اولیاست ٭ او دلیلِ نورِ خورشید خداست ٭ روز سایہ آفتابے را بیاب ٭
دامن چون شمس تبریزی بتاب ٭ خاک شو مردانِ حق را زیر پا ٭ خاک بر سر کن حسد را ہمچو ما ٭

یعنے وہ جو یہ قرآن مجید مین ہے کہ ہم نے سایہ کو کیسا پہیلا یا ہے اوس سایہ سے مراد اولیاء اللہ ہین کہ ان سے خدا کا پتہ لگ جاتا ہے چنانچہ فرماتے ہین کہ سایہ کی طرف سے چل تو کہ آفتاب کو پالے یعنے کسی شمس تبریز جیسے کامل کا دامن پکڑلے اور مردان خدا کے پاؤن کی خاک بنجا اور حسد کو چہوڑدے تاکہ بجز خدا کے کچہ نظر نہ آوے۔ چنانچہ فرماتے ہین ؎۔

آنکہ او از پردۂ تقلید جست ٭ او بنور حق ببیند ہرچہ ہست ٭ نور پاکش بے دلیل و بے بیان ٭

نور بشگافد نباید در میان ؛ ۔ یعنے جو شخص پردۂ تقلید سے رہائی پالیتا ہے تو وہ بیخبر رہتا الہذا جو کچھہ دیکھتا ہے خدا ہی کو دیکھتا ہے ۔ اور اوسکا دیکھنا نہ دلیل کا محتاج رہتا ہے نہ بیان بلکہ اوسکی ہر بات سے نور خدا پیدا ہوتا ہے ۔ اور یہ آپ کا شعر اول اوس حکایت مین ہے جس مین اوس مکار صوفی کی مذمت ہے جو رات بہر خر برفت و خر برفت پر حالت وجد مین رہا تھا چنانچہ فرماتے ہین سے زین حرارت پائے کوبان تا سحر ؛ کف زنان خر رفت و خر رفت اے پسر ؛ جب صبح ہوئی خادم سے صوفی نے اپنا گدہا طلب کیا وہان گدھا کہان تھا ۔ اہل بزم نے اوسی گدہے کو تو بیچکر انتظام سماع کیا تہا اور قوالون کو یہ مصرعہ سکہا دیا تہا ۔ خادم نے عرض کیا حضور گدہا تو رات ہی سے غائب ہے ۔ صوفی نے کہا کہ اب اہل بزم متفرق ہوگئے تم نے رات ہی کو کیون نہ کہا ۔ خادم نے عرض کیا کہ حضور مین نے کئی بار عرض کرنے کا ارادہ کیا مگر جب آیا حضور کو کف زنان خر برفت و خر برفت کہتا پایا ۔ مین نے سمجہا کہ حضور ہی کی اجازت سے گدھا گیا ہے مجبور چپ ہو رہا ۔ یہ سنکر صوفی متحیر ہو کر کہنے لگا سے مر مرا تقلید شان برباد داد ؛ کہ دو صد لعنت بر آن تقلید باد ؛ ۔ ہان اس مین شک نہین کہ آپ نے یا جس فریبی کی تقلید سے آپ نے یہ شعر پڑھا ہے اوس نے بغرض رہزنی عوام اہل اسلام اس شعر مین بہی تحریف کی کہ (مر مرا) کی جگہ (دین شان) کا لفظ رکہدیا تاکہ مسلمان دہوکہ کہا جائین ۔ علی ہذا اس قسم کے جتنے شعر مثنوی شریف مین ہین وہ ایسے ہی موقعون کے ہین ۔ اور شعر آخر یعنے (دین حق را چار مذہب ساختند ؛ الخ ۔ یہ تو مولانا پر محض افترا اور بہتان ہی ہے ۔ اگر مثنوی مین نکال دو ا ہی دو سو روپئے انعام دیتا ہون ۔

مولوی صاحب ! مین نے اکثر معتبر لوگون سے سنا ہے کہ بمبئی کے شیعون نے زمانۂ غدر کے قریب ایک مثنوی چھپوائی تہی جس مین اکثر اس قسم کے شعر بہی بنا کر چھپوا دیئے تہے مگر بفضلہ تعالے بعد نالش کرنے اور الحاقی ثابت ہو جانے اون شعرون کے وہ سب مثنویان دریا برد کر دی گئین ۔ منجملہ اون کے ایک یہ شعر بہی ہے ۔ اور جو مجکو یاد ہین منجملہ ان کے یہ ہین جنکا ساری مثنوی مین کہین نشان نہین ملتا بلکہ برخلاف اونکے جتنے انکے مضمون رد ہوتا ہے بہت شعر پائے جاتے ہین ۔ سے

مصطفی را بے کفن بگذاشتند ؛ معاذ اللہ منہا ۔ ؂

مقصد بفت اد قالب دیدہ ام ؛ ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام ؛ من ز قرآن مغز را برداشتم ؛
استخوان پیش سگان انداختم ؛ مگر افسوس یہ ہے کہ آپ لوگ بہی روافض کی تقلید کرنے لگے
کشف الحجاب مین مولانا قاری عبد الرحمان صاحب محدث پانی پتی رحمہ اللہ نے غیر مقلدون کے
مکرون کو جو روافض کے مکرون سے بعینہ مشابہ کر کر لکہا ہے جو کچہہ لکہا ہے سچ لکہا ہے
اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ مولانا کی مراد تقلید از تحقیق سے اور ہے ۔ اور تقلید ائمہ مجتہدین
جو مسائل اجتہادیہ مین غیر مجتہد پر واجب ہے وہ اور ہے ۔ مگر خیر لفظ تقلید ہی پر نظر کر کے
کاش آپ مولانا معنوی رحمہ اللہ ہی کی تقلید کر لیتے اور ایسے دہوکہ بازون کی تقلید سے
جو حرام ہے پرہیز کرتے تو ضرور تقلید ائمہ مجتہدین کو مفید اور ضروری سمجہہ لیتے اور کبہی ایسے
لوگونکی تقلید کر کے مجتہدین دین کی برابری کا دم نہ بہرتے اور بے سمجھے بوجہے مثل اوس ناکردہ کار
کے جو بڑے اعلی درجہ کے استادون کی کارروائی پر اعتراض کرے ائمہ دین پر اعتراض نکرتے
دیکہو مثنوی شریف کے دفتر پنجم مین مولانا فرماتے ہین ؂ یک مریدے اندر آمد پیش پیر ؛
پیر اندر گریہ بود و در نفیر ؛ شیخ را چون دید گریان آن مرید ؛ گشت گریان آب در چشمش دوید ؛
چون لیسے بگریست خدمت کرد و رفت ؛ از پیش آمد مریدے خاص لفت ؛ گفت آن گریان چو ابر پر خبر ؛
از وفاق گریہ شیخ از نظر ؛ اللہ اللہ اللہ اے وافی مرید ؛ گرچہ در تقلید ہستی مستفید ؛
تا نہ گوئی دیدم آن شہ میگریست ؛ من چو او بگریستم کاین منکر یست ؛ گریہ کز جہل و تقلید ست و ظن ؛
منیست ہم چو گریہ آن مؤمن ؛ ؛ ؛ یعنے ایک مرید اپنے پیر کو روتا دیکھکر خوب رویا جب ایک
خاص مرید نے اوس مرید کو جو شیخ کی تقلید سے رویا تہا اور شیخ کے رونے کی حقیقت سے بے خبر
تہا دیکہا اوسکو سمجہایا کہ اگرچہ شیخ کی تقلید سے رونا فائدہ مند ہے مگر یہ نہ سمجہیو کہ مرتبہ شیخ
کے رونے کا اور میرے رونے کا برابر ہے کیونکہ یہ سمجہنا شیخ کے مرتبہ کا انکار کرنا ہے کسواسطے کہ جو رونا
عارفون کا ہے اون کے مرتبہ کو بزرگونکی تقلید سے رونے والون کا رونا ہرگز برابر نہین ہو سکتا
چنانچہ فرماتے ہین ۔ **اشعار** تو قیاس گریہ بر گریہ مساز ؛ ہست زین گریہ بدان راہے دراز ؛
ہست آن از بعد سی سالہ جہاد و عقل اینجا ہیچ نتواند فتاد ؛ یعنے اس اپنے رونے کو شیخ کے

پس تو جے [illegible]

کہ جہد دن کی برابری کا احاطہ [illegible]

فرماتے ہیں ابیات

بار اول از رہ تقلید [illegible]

بے خبر از حالت چند بکان [illegible]

پر تو شیخ آمد و منہل ز شیخ [illegible] عکس [illegible]

چون بہ بینند شادی اندر آئینہ شیخ [illegible] چون [illegible]

چون جدا گردد ز جو دانند خوی [illegible]

کان لمع بود اند ر تابان خوب [illegible]

حالانکہ قوم کے ہنسنے کی وجہ [illegible]

حال سے کیا خبر بے خبر ہوتا ہے [illegible]

اور شادی پر تو غم اور شادی شیخ [illegible]

میں آئینہ اپنے درمیان [illegible]

جاتا ہے کہ وہ پانی فی الواقع [illegible]

آئینہ اوس پانی اور نور کا اپنا ذاتی [illegible]

یہی وجہ ہے کہ حضرت امام [illegible]

بعض مسائل میں [illegible] حاصل [illegible]

معلوم ہوتے ہیں مگر [illegible]

اصول اور قواعد کی پابندی [illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

...نے شمار کیے گئے ہین طبقات شافعیہ مین اور ذکر کیا ہے اونکو طبقات شافعیہ مین انہون نے
منجملہ اون کے ایک تاج الدین سبکی رحمہ اللہ بھی ہین اونہون نے فرمایا ہے کہ فقاہت حاصل
کی بخاری نے حمیدی سے اور حمیدی نے شافعی رحمہ اللہ سے الخ۔

محمدی۔ کیون صاحب کیا امام ترمذی یا امام بخاری یا امام مسلم رحمہم اللہ وغیرہ محدثین معتبر
جن کی جمع کی ہوئی کتب حدیث کو تمام مقلد غیر مقلد اہل اسلام صحاح ستہ کہتے ہین آپ نہین
مانتے۔ کیا ترمذی کی حدیث بواسطہ حضرت عدی تفسیر آیہ کریمہ اتخذوا احبارہم ورہبانہم الخ
مین نقل کی گئی آپکے نزدیک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہین۔ کیا مخالف جمہور آپ
ان کتابونکی حدیثون کے قول وفعل رسول اللہ ہونے مین ان محدثون کی تقلید نہین کرتے۔ کیا
امام ترمذی کی استاد حدیث آپکی نزدیک قابل اعتبار نہین۔ اگر نہین تو مخالف جمہور
اہل اسلام آپ کا اعتراض بیجا قابل سماعت نہین اور اگر قابل اعتبار ہین اور آپ ان
حدیثون کی حدیث ہونے مین انہین کی تقلید کرتے ہین۔ تو انکی تقلید کرنے مین ہمپر اعتراض
کیون اور یہ جو آپنے فرمایا کہ یہ آیتین اور اس قسم کی جتنی آیتین غیر مقلدین مقلدین کی
شان مین پڑھتے ہین سب کفار اور مشرکین اور منافقین کی شان مین نازل ہوئی ہین او
غیر مقلدین کا ان آیتون کو مسلمانون کی شان مین پڑھنا بموجب قول ابن عمر رضی اللہ عنہ
شرار خلق اللہ بننا اور خارجیونکی نشانی اپنے سر دہرنا ہے یہ آپ کا محض دعوی ہی دعوی
ہے اگر آپ کا دعوی صحیح ہے ذرا آپ ہی تفسیرون سے ثابت کر دیجیے کہ یہ سب آیتین کفار
اور مشرکین کی ہی شان مین نازل ہوئی ہین مگر جب تفسیر قرآن مین حدیث ترمذی بیان
کرنے مین ہی آپکو اعتراض ہے تفسیرون کے بیان کو تو آپ کیون مانین گے۔ لہذا بہتر
یہہ ہے کہ آپ نفس ترجمہ قرآن ہی سے یہ ثابت کر دکہا دین کہ یہ سب آیتین مذکورہ مشرکین ہی کی
شان مین ہین مسلمان کچھہ بھی کرین ان آیتون کے مصداق نہین بن سکتے۔ لو ذرا ایک
آیت اور بھی سن لو کہ جس سے صاف ثابت ہے کہ راستہ ایک ہی مستقیم اور سیدھا ہے دیکھو

سورۂ انعام کے اخیر رکوع مین ہے وان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل
فتفرق بکم عن سبیلہ ذالکم وصاکم بہ لعلکم تتقون ۵ یعنے اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ بیشک

Marfat.com

پیدا ہوتا ہے ...

ڈال دیکھو ...

کرتا ہے تاکہ تم ڈرو کیا یہ ...

آپ کے نزدیک بھی بہر قوم کی تقلید ...

مولانا کے نزدیک مقلد مثل بہرے ...

ظاہر ہی ہے کہ بہروں سے سننے والے افضل ہوتے ہیں ...

حدیث کی کرتے ہیں اور قرآن و حدیث کے ...

تحقیق نہ ہوا وہ وقت تک بہروں کی طرح ...

وہ بھی افسوس کی جگہ اجتہاد کو امت کا اکثر عالم ...

امام - مگر بہرا ہی بیچارہ بنا ہے ...

حدیث سے خلاف تقلید ...

مولانا اسمٰعیل شہید بھی تقویۃ الایمان میں ایسا ہی فرماتے ہیں ...

مقلد - مولانا جزاک اللہ ...

دیدیے - مگر گستاخی معاف کیا ...

اہل جلسہ نا انصاف سے ...

محمدی - جناب ...

مقلد بہت اچھا مولانا ...

کہیں انکار کیا ہے اور نہ ترمذی کی ...

قول و فعل رسول اللہ ...

بلکہ انکا اور جمہور محدثین کا ...

مقلد ...

کے حالات تحریر فرماتے ...

اتفاق ہوگیا ہے بموجب حکم صریح کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ان سب کا مقلد ہوں۔ مگر اوس
حدیث کے حدیث ہونے مین جو تفسیر آیۂ کریمہ اتخذوا احبارہم مین آپ نے ترمذی سے نقل کی او
ترمذی کے قول کی تقلید سے آپ نے اوس حدیث کو حدیث مان لیا آپ پر اعتراض اسوجہ
سے کیا تہا کہ آپ پہلے فرما چکے تہے کہ تقلید کسیکے قول بلا دلیل ماننے کو کہتے ہین اور وہ ہر شخص کو
ہر وقت حرام ہے اور پہر آپ نے جس امر کو ترمذی نے اپنی اُستادون کی تقلید سے کہدیا
کہ رسول اللہ نے ایسا فرمایا تہا بلادلیل قرآن و حدیث مان لیا اور ترمذی کی تقلید سے
نفس معانی قرآن پر بہی نظر نہ رکہی۔ اور مخالف معانیِ قرآن
اوس امر کو قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہان تک سمجہہ لیا کہ باوجود ہونے اوس قول
کے مخالف ظاہر معنی کلام اللہ تفسیر قرآن مین پیش کر بیٹہے اور اہی ہوا کیا ہے۔ آپ تو جس
حدیث کو بیان کرین گے اوسی حدیث کے حدیث ہونے مین جس کتاب سے اوس حدیث کو
نقل کروگے اوسی کتاب والے کی تقلید کا الزام بوجہ ہونے اوس تقلید کے بلادلیل آپ
لازم آئے گا بلکہ آپ اگر ذرا غور فرماوین گے آپکو معلوم ہوجاوے گا کہ آپ فقط مقلد
اسی زمانہ کے اون مولویون کے ہو جنہون نے آپکو مخالف جمہور یہ سکہایا ہے کہ بجز قرآن اور
حدیث کے اور حدیثون مین سے بہی فقط احادیث صحاح ستّہ کے کسیکے قول پر عمل کرنا جائز
نہین بلکہ ان کتابون کی حدیثونکے بہی وہی صحیح معنی سمجہنا جو ہم اور ہمارے ہم جنس علما
لکہین ورنہ انہین کتابون مین بکثرت وہ حدیثین موجود ہین جنکے معانی اگر بانصاف موافق
سمجہہ علمائے محققین سمجہے جاوین تمام مسائل حنفیہ موافق احادیث صحیحہ کتب مذکور نکلین گے
اگر شک ہو ہمارا رسالہ جواہر السنیہ فی احادیث فقہ الحنفیہ ملاحظہ کیجیے۔ اب فرمایئے
ان مولویون کے اس قول کے ماننے پر آپکو بلا تقلید کسیکے کونسی آیت بلا واسطہ اللہ سے یا
کونسی حدیث بلا واسطہ رسول سے پہونچی ہے۔ اب آپ اول اپنی پہلی پچہلی سب تقریر کو غور سے
بنظر انصاف ملاحظہ فرمالین کہ آپکے کلام مین کس قدر تعارض ہے۔ اول تقلید کو ہر وقت
ہر شخص کے واسطے حرام فرمایا اور تقلید امام ترمذی مین خود ہی گرفتار ہوگئے۔ پہر مولانا روم
علیہ الرحمہ اور سعدی علیہ الرحمہ کے اشعار گمراہ ہونے پر مطلقاً بڑے بہلون کی تقلید مین پیش کیے

Marfat.com

جب تمام قرآن ...

تو اتقلید ترک کرنی ...

مذاہب کے مقلد ...

مقلدوں کی تقلید کرنی ...

انکو دیگر ...

تقلید کرتے ہیں اسواسطے ...

باتوں کا جواب ... تقلید کی ...

ہیں اور ...

کفار کی شان میں ...

تفاسیر خزینہ ...

علیہ الرضا ...

... حکم کرتے ...

جواحکم ...

صلے اللہ علیہ ...

...

Marfat.com

مقلدون کو رہبان کہتے ہین چنانچہ اصحاب تفاسیر معتبرہ امام بغویؒ وغیرہ تفسیر
مین اوس حدیث ترمذی کو جو مختصر آپ نے بیان کی پوری حدیث اسطرح نقل فرماتے
ہین۔ عن عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی عنقی
صلیب من ذہب فقال لی یا عدی اطرح ہذا الوثن من عنقک فطرحتہ فلما انتہیت الیہ وہو
یقرء اتخذوا احبارہم ورہبانہم الخ حتی فرغ منہا قال فقلت لہ انا لسنا نعبدہم قال الیس
یحرمون ما احل اللہ فتحرمونہ ویحلون ما حرم اللہ فتستحلونہ قال فقلت بلی قال فتلک عبادتہم۔
یعنے حضرت عدی سے روایت ہے فرماتے ہین کہ سونے کی صلیب گلے مین ڈالے ہوئے
مین جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ اے عدی اس
بت کو اپنے گلے سے اوتار ڈال مین نے اوتار ڈالا اور آپ کے پاس پہونچگیا تو آپ یہ آیت۔
اتخذوا احبارہم ورہبانہم الخ پڑہ رہے تہے جب آپ پڑہ چکے تو مین نے عرض کیا ہم تو
اون کو نہین پوجتے تہے آپ نے فرمایا کیا وہ اللہ کے حلال کی ہوئی چیزون کو حرام اور
حرام کی ہوئی چیزون کو حلال نہین کر دیتے تہے اور تم سب اس امر مین اون کی پیروی
نہین کیا کرتے تہے۔ مین نے عرض کیا کیون نہین یہ بات تو ضرور تہی آپ نے فرمایا بس یہی
تو تہی مین اونکی عبادت کرنیکی جو آیت مین مذکور ہے۔ اب فرمایئے مقلدون مین ایسا کون
ہے کہ جس نے کسی ایسے کی تقلید کی ہو جو اللہ کے حلال کی ہوئی چیز کو حرام اور حرام کو حلال
کردے۔ مقلد تو ایسے شخص کو کافر جانتے ہین۔ کیا نعوذ باللہ ان اماموں کے ساتہ آپ کا
ایسا خیال ہے۔ اور آیت سوم کے معانی سے تو صراحۃً ظاہر ہی ہے کہ مشرکین کی شان مین
تہی۔ چنانچہ امام محی السنۃ بغوی رح تفسیر معالم مین اور نیز دیگر مفسرین اس آیت کے آگے
تحریر فرماتے ہین یعنے کفار مکہ یعنے آیت مذکور مین مراد کفار مکہ ہین اور آیت کریمہ
ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا لست منہم فی شیء۔ یہی جسکو مصنف قاتل الفجار نے
اپنی کتاب مین نقل کرکے لکہا ہے کہ مصداق اس آیت کے یہی چارون مذہب والے
حنفی شافعی مالکی حنبلی ہین۔ شان مین یہود و نصاری ہی کے ہے۔ چنانچہ تفسیر معالم مین
جو روایت مجاہد اور قتادہ اور سدی کی مفسرین معتبرین وکانوا شیعا کے آگے لکہا ہے۔

Marfat.com

پوری کرو اللہ کسی جان کو تکلیف نہین دیتا مگر بقدر اوس کی طاقت کے۔ اور جب بات کہو انصاف سے کہو گو اپنا نزدیکی ہی کیون نہو۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ تم کو اللہ وصیت کرتا ہے تو کہ تم نصیحت پکڑو ان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ۔ بیشک یہی ہے میرا راستہ سیدھا پس تم اوسکی پیروی کرو۔ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ اور مت پیروی کرو تم اور راستون کی اسواسطے کہ وہ راستے تم کو میرے سیدھے راستے سے تفرقہ مین ڈال دین گے۔ چنانچہ مفسرین معتبرین علامہ ابوسعود امام محی السنۃ بغوی امام فخر الدین رازی وغیرہ یہی شان نزول ان آیتون مین یہی تحریر فرماتے ہین کہ جب مشرکون بت پرستون نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ اچھا وہ کیا باتین ہین جو اللہ نے ہمپر حرام کی ہین حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الخ یعنے کہدو اے ہمارے حبیب کہ آؤ جو اللہ نے حرام کیا ہے مین تم کو پڑھ سناؤن پھر یہ سارا مضمون مذکورہ بالا بیان فرماکر آخر مین ان سب آیات کے فرما دیا ذالکم وصاکم بہ لعلکم تتقون یعنے ان سب امور کی اللہ نے تم کو وصیت کی ہے تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بنجاؤ۔ اور آخر مین ان سب آیتون کے یہ حدیث نقل فرماتے ہین۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ خط خطا ثم قال ہذا سبیل الرشد وفی المعالم ہذا سبیل اللہ ثم خط عن یمینہ وعن شمالہ خطوطا ثم قال ہذہ سبل علی کل سبیل منہا شیطان یدعوا الیہ ثم تلا ہذہ الآیہ۔ اور بعد اس حدیث کے تفسیر کبیر مین ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ہذہ الآیات محکمات لم ینسخہن شئی من جمیع الکتب من عمل بہن دخل الجنۃ ومن ترکہن دخل النار یعنے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہین کہ آپ نے ایک خط کھینچا پھر فرمایا کہ یہ راستہ ہدایت کا ہے اور معالم کی روایت مین ہے کہ یہ راستہ اللہ کا ہے اوسکے دہنے بائین بہت سے خط کھینچ کر فرمایا کہ یہ جو بہت سے راستے ہین ان سب پر شیطان ہے کہ اپنی طرف بلاتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہین کہ یہ وہ آیتین محکم ہین جو کسی کتاب سے نسخ نہین کی گئین۔ جس نے انپر عمل کیا جنتی ہے اور جس نے انکو چھوڑا جہنمی ہے۔

اب آپ کو ان ساری آیتون اور حدیثون کے مضمون سے اگر ذرا بھی آپکے مزاج مین انصاف ہوگا معلوم ہو گیا ہوگا کہ آیت مذکور مین صراط مستقیم سے وہی راستہ مراد ہے جس مین یہہ

Marfat.com

نو باتین مذکورہ آیات پائی جاتی ہون اور جو راستے ایسے ہین جن مین ان نو باتون مین سے ایک بات مین ہی نقصان ہو وہی شیطانی راستے ہین۔ چنانچہ یہود اور نصاری مین جو لوگ اپنے اوس عہد پر جو اون کے پیغمبرون نے بموجب حکم توریت اور انجیل کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانیکا اور علاوہ برین باعتبار حلت وحرمت بعض اشیا جن جن امور کا اون سے عہد لیا تھا اور وہ آخر تک اوسپر قائم رہے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام وغیرہ علما یہود اور نصاری اور اونکی پیرو تھے وہی لوگ پیرو صراط مستقیم کہلائے گئے اور جنہون نے اوس عہد کو توڑ دیا توریت اور انجیل مین بغرض اپنی عزت وجاہ کے تحریف کرنے لگے اور اونکی پیرو مصداق الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعًا۔ اور آیہ کریمہ فتفرق بکم عن سبیلہ کے بنگئے اور اونہین کی شان مین یہ آیتین نازل فرمائی گئین۔ علی ہذا اس امت کے وہ مولوی مشائخ اور اون کے پیرو جس مین یہ صفت پائی جاوے جیسے علمائے نیچری اور آپکے علما، جو قرآن اور حدیث تو درکنار اشعار مین ہی تحریف کرین اور خدا تو قرآن مجید مین فرماوے ومن اصدق من اللہ قیلا ومن اصدق من اللہ حدیثا یعنے خدا سے زیادہ کون سچ بولنے والا ہے اور سچی بات کہنے والا اور یہ کہین کہ خدا ہی جھوٹ بول سکتا ہے گو کبھی بولے نہین۔ اور اتنا نہین سمجھتے کہ بغیر زائل ہوسکنے صفت صدق کے امکان کذب محال ہے اور مرزائیہ مشائخ اور مولوی جو مخالف جمہور معانی قرآن مین تصرف کرین احادیث مین تحریف کرین وہ ہی ان آیتون کے مصداق بن سکتے ہین یہ نہین ہوسکتا کہ یون کہدیا جائے کہ یہ آیتین اسی امت کے ایسے مولوی مشائخون اور اون کے پیرو ونکی ہی شان مین نازل ہوئی ہین پھر یہ تو ہر مسلمان سے بہت ہی بعید ہے کہ ہر اچھے برے متقی عالم۔ شیخ۔ مجتہد۔ فقیہون کی تقلید کی ہی نسبت مطلقًا ان آیتون کا لکھنا پڑھنا شروع کردے جیسا مصنف قاتل الفجار وغیرہ اکثر وہابیون نے اپنے رسالون مین کیا ہے۔ بہلائی اچھون کی پیروی کو خود اللہ جلشانہ اپنے کلام پاک مین ارشاد فرماتا ہے۔ دیکھو سورۂ لقمان مین ہے واتبع سبیل من اناب الی یعنے پیروی کر تو اون لوگونکی جو میری طرف رجوع کرتے ہین اگرچہ شان نزول اس آیت کا خاص ہے اطاعت اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم ہین یا اطاعت صدیق اکبر رضے اللہ عنہ مین مگر حکم عام ہے - اور سورہ شعرا کے آخر کورع
مین تو صراحۃً اللہ جلشانہ مطلقًا اون لوگونکے واسطے جو متقیون کے امام اور پیشوا بننے کی اور متقیونکی
پیروی کرنیکی دعا کرنے والے ہین جنت کا وعدہ فرماتا ہے - حیث قال تبارک وتعالی والذین یقولون
ربنا هب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما اولئک یجزون الغرفۃ
بما صبروا ویلقون فیہا تحیۃ وسلاما - اور صاحب معالم اسکی تفسیر مین تحریر فرماتے ہین -
نقتدی بالمتقین ویقتدی بنا المتقون (خلاصہ ترجمہ موجب تفسیر معالم -) یعنے جو متقیون کے پیرو
رہنے کی - اور پھر متقیون کے پیشوا بننے کی دعا کرتے ہین اونکو تعظیم تکریم کیساتہ جنت عطا کیجاویگی
اور اس سے بہی زیادہ دوسری جگہ یہ ارشاد ہوتا ہے کہ سبکو فقاہت یعنے قوت اجتہاد حاصل کرنیکی ضرورت
نہین بلکہ تم مین سے جو لوگ فقاہت حاصل کرلین دوسرونکو اونکی پیروی لازم ہے چنانچہ اس آیہ کریمہ سے یہ
امر ظاہر ہے وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم
اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون اور اچہے لوگون یا اونکی تقلید اور پیروی چہوڑنیوالونکی شان مین ارشاد فرماتا ہے -
ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا یعنے جو شخص
مخالفت کرے رسول کی بعد ظاہر ہونے ہدایت کے اور پیروی اور تقلید کرے وہ مومنونکے راستہ کے سوا دوسرے راستہ کی پیروی ہم اوسکو
اسیطرف جدہر وہ پہرا تہا اور پہنچا دینگے ہم اوسکو جہنم مین اور برا ہے ٹہکانہ - شان نزول اس آیت کی ہی اگرچہ قصہ
طعمہ بن ابیرق ہی مگر حکم عام ہے اور ظاہر ہے کہ مومنین سے مراد آیۃ کریمہ مین یہی جماعت مقلد مذاہب اربعہ کی بتقلید شخصی ہے جو مصداق ہے سواد اعظم
اور جماعت کثیر کی کہ جسمین جماعت کا اور جسکے پیروون کا اتباع شیطان سے بچا رہنا نص
صریح کلام اللہ سے ثابت ہے اور اوسکے جمیع مخالفین کا بوجہ ہونے اون فرقون کے تنہا تنہا
مصداق قلت بلکہ بوجہ ہونے سب فرقون کے ہی بمقابلہ سواد اعظم مقلدین کے قلیل اور
سبکا متبع شیطان ہونا قرآن سے ظاہر ہے - دیکہو والمحصنات مین خاص ذکر امت مرحومہ
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم مین ہے ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان الا
قلیلا یعنے اے امت مرحومہ اگر تم پر اللہ کا فضل نہوتا اور رحمت تو تم ہی سب شیطان کے
پیرو ہوجاتے مگر تہوڑے - جسکا ماحصل یہ ہوا کہ اللہ کے فضل ورحمت سے تم سب تو شیطان کے
اتباع سے بچگئے - مگر تہوڑے تم مین سے پیرو شیطان کے ہون گے - یعنے جسطرح اور بہیرونکی

Marfat.com

اُمت کے نسبت قرآن مجید مین بہت جگہ آیا ہے کہ تہوڑی ہی ہدایت پاتے ہین شکر گذار
تہوڑے ہی ہوتے ہین چنانچہ آل داؤد علیہ السلام کی شان مین فرمایا وقلیل من عبادی الشکور
اور پہر دوسری جگہ داؤدؑ سے حکایتہً یون ارشاد فرمایا وان کثیرا من الخلطاء لیبغی بعضہم
علی بعض الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وقلیل ما ہم اور نوح علیہ السلام کی شان مین
ارشاد فرمایا وما آمن معہ الا قلیل۔ سارے قرآن مین امت مرحومہ محمد رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی شان مین کہین ہی یہ نہ فرمایا کہ تم ہی تہوڑے ہی رہجاوینگی۔ رہا یہ امر کہ یہ نسبت
زیادہ رہنے اور ہونے کفار کے جو کہین ذکر آیا ہے وہ ہم کو مضر نہین اسواسطے کہ ہمارا کلام تو
اونمین ہے جو مسلمانون مین سے ہدایت پر رہین اور جو گمراہ ہو جاوین۔ بلکہ علاوہ آیت
مذکورہ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلا کے فرمایا تو اس سے ہی
زیادہ اس امت کی نسبت یہ فرمایا کہ ثلۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین۔ اسکی تفسیر مین
امام محی السنتہ بغوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہین۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم
من آدم الینا ثلۃ ومنی الی یوم القیامۃ ثلۃ۔ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہین کہ ثلۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین کے یہ معنی ہین کہ آدم علیہ السلام سے لیکر مجہہ تک
مع سارے پیغمبرون کے اہل جنت کی ایک جماعت بے شمار ہوگی اور مجہہ سے قیامت
تک میرے امتیون کی ایک جماعت بے شمار ہوگی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آدہی جنت مین
تمام پیغمبر معہ اپنے اُمتیون کے ہونگے اور آدہی جنت مین مین ہون گا معہ اپنے سارے امتیونکے
چنانچہ خاص اس مضمون کی کئی حدیث صاحب معالم تحریر فرماتے ہین۔ یہ معنی تو اوس تقدیر
پر ہین جب اس سے پہلے آیت ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین کے یہ معنی کیئے جاوین
کہ اون لوگونکی جو نیکیون مین سبقت کرتے ہین پہلے امتیون مین سے ایک جماعت بے شمار
ہوگی۔ اور پچہلے لوگون مین یعنے آپکے امتیون مین سے ایسے لوگ کم ہونگے تاکہ یہ دوسری آیت
بموجب حدیث مرویہ معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبر ببرکت گریہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور
فضل خداوند کریم ناسخ حکم آیہ اول ہو جاوے ورنہ بموجب قول اکثر مفسرین معتبرین مجاہد و
عطا بن ابی رباح وضحاک وغیرہ تو دونون آیتون مین دونون جماعت امت مرحومہ کی

Marfat.com

مراد ہین۔ چنانچہ معالم مین ہے۔ ومجاہد وعطاء ابن ابی رباح والضحاک قالوا ثلۃ من الاولین من سابقی ہذہ الامتہ وقلیل من الآخرین من ہذہ الامتہ فی آخر الزمان۔ یعنے یہ تمام مفسر معتبر جو اجلہ تابعین سے ہین فرماتے ہین کہ معنی آیت اولی کے یہ ہین کہ جو لوگ نیکیون مین سبقت کرنے والے ہین اونکی ایک جماعت بے شمار ہوگی اس امت کے پہلے لوگون مین سے اور نسبت اونکی اس امت کے آخر زمانہ کے لوگون مین سے ایسے لوگ کم ہونگے ورنہ اس امت کے مطلقاً نیکوکارون کی شان مین تو یون ارشاد ہوتا ہے کہ ثلۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین یعنے اس امت کے پہلے نیکوکارون کی بہی جماعت بے شمار ہوگی اور پچہلے نیکوکارون کے بہی جو اصحاب یمین کہلائے جاوینگے اور حورین باکرہ اور تمام بہشت کے عیش وآرام اونکے واسطے ہین جماعت بےگنتی اور بے شمار ہوگی اور حدیثین اس مضمون کی کہ جب تم مین اختلاف ہو بڑی جماعت کی پیروی کرنا کیونکہ جو بڑی جماعت سے نکلگیا جہنم مین پہنکا گیا۔ بہت سے ہین چنانچہ قریب چالیس کے تو اس مضمون کی حدیثین بخاری ومسلم وغیرہ کتب معتبرہ حدیث سے بغرض اختصار مین نے اپنے رسالہ مختصر المیزان فی میزان الادیان مین نقل کی ہین جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ اور آیۂ مذکور نولہ ما تولی ونصلہ جہنم۔ سے تو یہ مضمون خوب ظاہر ہو ہی چکا۔ اب فرمایئے وہ جماعت مقلدین کی جسکا نام محمدی جماعتون اور فرقون مین بڑی محمدی جماعت ہونا ہر چہوٹے بڑے پر ظاہر ہے کیونکر گمراہ ہوسکتی ہے اور اسکی تقلید کیونکر بدعت بن سکتی ہے۔ لامحالہ اس جماعت کا اور اس جماعت کے پیرؤون کا گمراہ کہنے والا بلاشبہ وہی ہوسکتا ہے جو قرآن وحدیث کے پیرو سے بےخبر گمراہ۔ سراپا شر۔ مصداق آیۂ کریمہ مذکورۂ بالا ویتبع غیر سبیل المؤمنین ہے۔

محمدی۔ جناب من۔ آپ کی اس تقریر سے تو ہمارا مدعا ثابت ہوگیا۔ آپ نے ابتداء تقریر مین فرمایا کہ مین سب کا مقلد ہون۔ بس یہی ہمارا مدعا ہے کہ کسی ایک مجتہد خاص کے جمیع امور مین تقلید نہ کیجائے۔ ایسی ہی تقلید کو ہم حرام کہتے ہین۔ اس تقلید کو ہم حرام نہین کہتے کہ جس امام کے قول کی خواہ وہ مجتہد ہو یا محدث موافق قرآن حدیث قوی پایا اوسکی اوسمین تقلید کری اور جس قول کو مخالف قرآن وحدیث پایا فوراً اوس مین

Marfat.com

اوسکی تقلید چھوڑدے چنانچہ مولانا اسمعیل صاحب کے قول کے موافق اسبات کو آپ نے ہی تسلیم کرلیا ہے اور فرمادیا کہ مین سبکا مقلد ہون اسواسطے کہ بصورت تقلید شخصی تو یہ کہنا کہ مین سبکا مقلد ہون ایسا ہے جسطرح کوئی کہے کہ مین فقط ایک ہی حاکم کا تابعدار ہون اور پھر کہے کہ مین تو تمام حاکمون کا تابعدار ہون اور دلیلین جو آپ نے بیان کین اوتسے صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ حنفی شافعی وغیرہ مقلدین بہ تقلید شخصی ہی جنتی ہونگے اسواسطے کہ تمام محمدیون مین سے بڑی جماعت کے یہی مصداق ہین اور محمدی بڑی جماعت کا ہی تمام محمدی فرقون مین سے شیطان کے اتباع سے بچار ہنا قرآن سے ثابت ہوتا ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ کرام سے سنہ دوسو تک کوئی مقلد بہ تقلید شخصی نہ تہا۔ چنانچہ مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ رسالہ الصاف مین تحریر فرماتے ہین۔ وبعد المائتین ظہر فیہم المذہب للمجتہدین باعیانہم وقل من کان لا یعتمد علی مذہب مجتہد بعینہ یعنے بعد سنہ دوسو کے اہل اسلام مین تقلید مجتہد معین کی رسم ظہور پذیر ہوئی کہ بہت ہی کم لوگ تہے جو اپنے مجتہد معین کے قول پر اعتماد نہ کرتے ہون لہذا بموجب آپکے اس قول کے اگر بڑی جماعت کے مصداق یہی مقلدین ہین جنکا ظہور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسو برس بعد ہوا تو ہم لوگ اور صحابہ کرام سے سنہ دوسو تک کے لوگ اور خود امام حنفی کی تقلید تم ثابت کر رہے ہو اور تم خود بموجب اپنے پہلے قول کے کہ ہین سبکا مقلد ہون اتباع شیطان سے نہ بچے نعوذ باللہ من ذالک۔ اور اگر بڑی جماعت کے مصداق وہ لوگ ہین جو سنہ دوسو تک تہے اور بعدہ اس قسم کے کم رہ گئے اور اب تک کم ہی رہتے چلے آتے ہین جیسے ہمار اگروہ تو بالضرور مقلدین متبع شیطان رہے اور آپ کی ہی دلیل سے ہمارا مدعا ثابت ہوگیا۔ رہے نیچری۔ مرزائی۔ قائلین امکان کذب۔ اونکو ہم ہی گمراہ سمجھتے ہین۔ ہان قائلین امکان کذب باری کو آپ شاید گمراہ نہ سمجھتے ہون کسواسطے کہ یہ مسئلہ تو علما حنفی مقلدین گنگوہ و دیوبند ہی سے شہرت پایا ہے بلکہ وہ تو اتنے بڑے حنفی مقلد ہین کہ مخالف حدیث فقط باتباع کتب فقہ کوا تک کہا رہے ہین۔

مقلد۔ مولانا اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے میری دلیلون کو تو تسلیم کرلیا مگر جو مدعا دلائل مذکور سے ثابت ہوتا ہے اوسکو آپ قطعًا نہ سمجھے۔ حضرت مین نے جو دلائل بیان کیے

اون سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بڑی جماعت امتِ مرحومہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع شیطان سے بچی رہیگی اکثر لوگ اس امت کے ہمیشہ ہدایت پر رہین گے گو قلیل گمراہ ہو جاوین لہذا سن دو سو تک جب تک اجماع امت مرحومہ تقلید شخصی ایک مجتہد معین پر نہوا تہا اور سب لوگ بوجہ قرب زمانہ نبوت اور پائے جانے شروط اجتہاد کے بہت سون مین - اپنی تحقیق پر عمل کرتے تہے یا بلا قید مجتہد معین کے جس مسئلہ کو جس مجتہد سے چاہتے تہے پوچہکر عمل کر لیتے تہے اوسوقت تک بوجہ متفق ہونے جماعت اہل اسلام کے اس امر پر یہی امر حق تہا اور اسی مین اتباع سواد اعظم اور پیروی طریقہ مومنین کی تہی اور اوسوقت اگر کوئی جماعت قلیل اوسکی مخالفت کرتی بے شک مصداق من شذ شذ فی النار اور آیہ کریمہ ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی کے بنجاتی اور جب بعہ اجماع سواد اعظم وجوب تقلید شخصی یعنے تقلید ایک مجتہد معین کی ان چارون امامون سے قرار پاگیا اوسیوقت بموجب آیہ کریمہ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ معلوم ہو گیا کہ اب اسی طریق پر شیطان کی پیروی سے بچنا ممکن ہے اور اس کی مخالفت بوجہ مخالفت سواد اعظم مومنین سراسر پیروی شیطان ہے اور بموجب حدیث شریف مرویہ ابن ماجہ شریف لا یجتمع امتی علی الضلالہ فاذا رایتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار کہ جس کی ہم معنی بہت سی حدیثین طرق مختلف اور اسانید معتبر سے کتب صحاح ستہ وغیرہ مین منقول ہین جن مین چالیس حدیث کے قریب تو ہم نے اپنے رسالہ مختصر المنیر ان ہی مین نقل کی ہین اگر چاہو رسالہ مذکور کو دیکہو تو یہ موجود ہے - لو اب تو آپ پر بہی اگر انصاف دل مین ہے خوب ظاہر ہو گیا ہو گا کہ دو سو برس کے بعد سے اب تک اسی تقلید شخصی کا اتباع لازم ہے بوجہ اتفاق سواد اعظم مومنین کے وجوب پر اسی تقلید شخصی کے اور جس نے اسکی مخالفت کی دوزخ مین پہینکا گیا چنانچہ ابو طالب مکی قوت القلوب مین بعد بیان اس امر کے کہ یہ مجموعی کتب حدیث وفقہ کی مع اتفاق امت مرحومہ کے تقلید شخصی پر بعد دو سو کے ظاہر ہوئے یہ عبارت نقل فرماتے ہین وکان ہذا وسولو اجب فی ذلک الزمان یعنے ایک مجتہد کی تحقیق پر اعتماد کرنا اوس زمانہ مین واجب سمجہا جاتا تہا اور ایک مجتہد کی تقلید اختیار کرنیکے بعد دوسرے مجتہد کے دو چار بہی اون قولون پر جو پہلے مجتہد کے مخالف ہون عمل کرنے کو سخت معیوب سمجہتے تہے چنانچہ بستان المحدثین مین مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہین

Marfat.com

نوشتہ اند کہ یحیی بن یحیی در ہر مسئلہ اتباع اجتہاد امام مالک لازم گرفتہ بود مگر در چہار مسئلہ کہ مذہب ابن سعد مصری اختیار میکرد و مردم آندیار بسبب کمال اعتقاد امام مالک درین مخالفت قلیلہ ہم برو گرفت مے کردند و انکار مینمودند۔ اور ظاہر ہے کہ اہل علم کی گرفت اہل علم ہی کرتے ہین۔ اب رہا یہ امر کہ سنہ دوسو تک اتفاق امت مرحومہ اوس طریق پر اور سنہ دوسو کے بعد سے ایک اس طریق پر کیون ہوا۔ اوسکے بیان کی ہم کو ضرورت نہین۔ جب کوئی ہم سے پوچھے کہ نماز کے ہونے کی کیا دلیل ہے۔ ہم یہی کہہ سکتے ہین کہ آیہ کریمہ اقیموا الصلوۃ اور اگر کوئی پوچھے کہ اللہ نے اسکو فرض کیون کیا ہم یہی کہہ سکتے ہین کہ اسکی واقعی وجہ اللہ ہی کی خوب جانتا ہے گو مختلف وجوہ علمانے بھی اپنی راے سے بیان کی ہین۔ اگر رسالہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف کو خود ملاحظہ کرکے آپنے عبارت مذکورہ انصاف پیش کی ہوگی تو اسکی وجہ بھی جو علمانے بیان کی ہے آپ پر خود ظاہر ہوگئی ہوگی مگر خیر کچھہ ہم بھی آپکے اطمینان کے واسطے بیان کئے دیتے ہین کہ قرآن مجید سے اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ جس کسی امر مین قرآن مجید کے مضامین سے باہم اختلاف معلوم ہو یا کسی اور امر مین جسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے تعلق ہو یا صحابہ کرام سے اوسکو اپنی سمجھہ کے موافق باہم مخالف سمجھہ لینا اور شہرت دیدینا منافقونکی شانی ہے لہذا بموجب نص صریح کلام اللہ جو کوئی اس قسم کا مضمون بظاہر مختلف معلوم ہو اوسکا تحقیق کرنا زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یا اون علما سے جو قوت استنباط رکھتے تھے اور رکھتے چلے آتے ہین فرض تھا اور ہمیشہ فرض ہے اور یہ بھی قرآن ہی سے ثابت ہے کہ ہر ایک عالم مین قوت اجتہاد اور استنباط کی نہین ہوتی چنانچہ پارہ والمحصنات کی آٹھوین رکوع مین ان سب باتونکو خداوندکریم منافقونکی شان مین اسطرح ارشاد فرماتا ہے۔ افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا واذا جاءہم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم۔ یعنے کیا یہ منافق قرآن کو نہین سمجھتے اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کے پاس سے آتا تو بے شک اوس مین بہت اختلاف پاتے اسیواسطے جب کوئی بات امن کی یا خوف کی اونکے پاس آتی ہے تو اوسکو پھیلا دیتے ہین اور اگر

Marfat.com

اوس مین رسول کی یا علمار دین کی طرف رجوع کرتے تو البتہ اون سب عالمون مین سے وہ
عالم جو قرآن حدیث سے قوت استنباط اور اجتہاد کی لیعنے اون مسائل کے نکالنے کی رکہتے
ہین جو ہر عالم مین نہین ہوتے اوس ظاہری اختلاف کی حقیقت جان لیتے اسیواسطے بموجب
آیہ کریمہ مذکور جب تک اس قسم کے سارے مسائل کسی ایک مجتہد نے ایک جگہ جمع نہین کیئے
تہے جس مجتہد سے چاہتے تہے دریافت کرکے اوسپر عمل کرلیتے تہے اور جب اس قسم کے
سارے مسائل مجتہدون نے باب باب اور فصل فصل کرکے جمع کردیئے اور پہر بوجہ بعد زمانہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعض لوگونکو دیکہا گیا کہ بغیر حاصل ہونے قوت اجتہاد مطلق
دعوی اجتہاد کرکے مخالف سلف فتوی دینے لگے اور اسوجہ سے بہت سے باطل مذہب
پہیل گئے جسطرح غیر مقلدون مین سے جبسے ترک تقلید کا شہرہ ہوا ہے مثل نیچری مرزائی
نذیریہ عبدالوہابیہ۔ اشاعۃ القرآن وغیرہ بہت سے گمراہ فرقے اب تہوڑے ہی مدت سے
پہیل گئے اور پہر بعض لوگون کو دیکہا گیا کہ باوجودیکہ ایک مجتہد کو ہر وجہ سے علم رسول اللہ
کے جاننے والون مین سب سے افضل اور اعلی سمجہتے ہین اور باہمہ بعض اوقات اوسکے
کسی مسئلہ کو مخالف اپنی خواہش نفسانی کے سمجہکر دوسرے مجتہد سے جنکا قول اس قسم کے
مسائل مین اوسکے مخالف ہے پوچہکر عمل کرلیتے ہین اور گمراہ فرقون مین جا ملتے ہین بغرض
بند کرنے دروازہ اس قسم کے احتمالات کے جو بموجب ظاہر حال اکثر آدمیون کے ظہور
مین آتے رہتے ہین اللہ تعالی نے رفتہ رفتہ سب امت کو اس امر پر مجتمع کردیا کہ جس مجتہد
کو جو کوئی شخص اپنی سمجہہ کے موافق معتبر سمجہکر اوسکی تقلید کرلے اب اوسکی مخالفت کرنا
گویا آیہ کریمہ ولو ردوہ الی الرسول الخ کی مخالفت کرنا ہے بوجہ بچانے بعض نا[illegible]ون اور
بدعتیون کے داعی اجتہاد اور بوجہ چہوڑنے بعض شخصون کے تقلید مجتہد اول کو محض بغرض
خواہش نفس اور ترک کرنے احتیاط اور ڈہونڈہنے رخصتہا کے موقعون کی۔ اور بن جانے
اور ہو جانے اوس شخص کے بعینہ مثل اوس بے وقوف کے جو کامل استادونکی بنائی ہوئی
عمارت مثل تاج گنج آگرہ اور جامع مسجد دہلی کے بعض در و دیوار خود کاریگری کا مدعی بنکر
یا کسی دوسرے نکمے معمار کے بہکانے سے اوسکی نکمی بودی عمارت کے ظاہر حال کو اپنی حالت

Marfat.com

یا اپنی سمجھ کے موافق اوس مین بہتر جانا ...

مین اسیقدر ہی در در پوار موزون جو ...

کامل تھے اور پہر اوس سے ایسے بن تمیمی ...

اجتہاد کو کل مسائل یا البعض مسائل مین پہونچ جاوے اور بموجب ...

نزدیک کوئی حدیث مرتبہ صحت کو پہنچ جاوے بیشک وہ شخص ...

فہو مذہبی یعنے جو حدیث بموجب شرائط اجتہاد مرتبہ صحت کو پہونچ ...

میرا ہی مذہب ہے۔ اور اترکوا قولی بخبر الرسول ...

حدیث کے مقابلہ مین چہوڑ دو۔ اور بموجب قول جمہور ...

عمل کرے اور مخالف حدیث بلا شبہ اوسکو تقلید کرنا اوس مسئلہ ...

مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ عقد الجید مطبوعہ مطبع محمدی ...

خارج والی مذہبون مین سے ایک مذہب کی تقلید ...

لکھکر ابتداء صفحہ ۴۰ سے آخر صفحہ ۴۲ تک ابن حزم کی ...

ہے نقل کرکر اوس قول کے اور دلائل کے ساتھ ...

ذالک فیمن لہ ضرب من الاجتہاد ولو فی مسئلۃ واحدۃ وفیمن ظہر علیہ ظہورا ...

صلے اللہ علیہ وسلم امر بکذا ونہی عن کذا۔ یعنے یہ قول ابن حزم کا اوس شخص کی ...

پورا ہو سکتا ہے جسکو ایک قسم کی قوت اجتہاد کی حاصل ہو اگرچہ ایک ہی ...

اوسکو اوسی ایک مسئلہ مین ترک تقلید جائز ہے۔ علی ہذا اوس شخص کی ...

یقینی طور سے ظاہر ہو جاوے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ...

ہے اسبات کا حکم دیا ہے خواہ بطور کشف و شہود کے ...

علیہ وسلم کے انتہے۔ نہ کہ ہر عام و خاص کی شان مین ...

اور ضعیف اور صحیح اور حسن ہونے ...

کے مقلد تھے۔ چنانچہ ہم بیان کر چکے ...

سکے مقابل مین قائل تھے چنانچہ ...

Marfat.com

فرماتے ہین کہ امام المحدثین اعمش کہ ائمہ تابعین مین سے بڑے امام جلیل القدر تابعی شاگرد حضرت انس
رضی اللہ عنہ اُستاد امام بخاری کے ہین ایک روز امام اعظم رحمہ اللہ کی چند مسئلے سنکر پوچھہ بیٹھے
کہ یہ مسئلے تم کہان سے کہتے ہو آپنے فرمایا اون حدیثون سے جو تم سے مجکو پہونچی اور معہ سند ساری
حدیثون کو لفظ بہ لفظ پڑہ سنایا اعمش رضی اللہ عنہ اون سب حدیثون کو سنکر فرمانے لگے
اے جماعت فقہا کی تم نے دو نو مرتبے روایت یعنے حدیث دانے اور فقاہت کے حاصل کرلیے
جن حدیثون کو سو دن مین نے تم کو سنایا تہا تم نے مع اوسکی فقہ کے ایک ساعت مین پڑہ سنایا
حضرت اوسی خیرات الحسان مین ہے کہ آپکے علم حدیث مین چار ہزار اُستاد تو تابعیون مین سے وہ
تابعی ہین جو امام گنے جاتے ہتے۔ اور اوسی مین ہے کہ حضرت مسعر بن کدام رحمہ اللہ دادا اُستاد
امام بخاری رحمہ اللہ بوجہ آپکے مرتبہ بلند اور پایہ عالی کے علم و فقاہت مین آپکے ساتہ آپکے
گہوڑے کی رکاب پکڑکے دوڑا کرتے ہتے۔ اور نیز خیرات الحسان تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی
تنویر الصحیفہ یوسف بن عبد الہادی الحنبلی وغیرہ معتبر کتابون مین ہے کہ آپکے شاگرد
علم حدیث جو آپ سے حدیثین سنکر روایت کرنیوالے ہین وہ مثل امام مالک بن انس امام
سفیان ثوری امام لیث بن سعد امام مسعر بن کدام کی کہ یہ دونو امام بخاری رحمہ اللہ کے
بہی دادا اُستاد ہین اور مثل وکیع بن الجراح رحمہ اللہ کے کہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے
اُستاد ہین اور مثل امام زفرؒ امام عبد اللہ بن مبارک جیسے فقہا و محدثین اس کثرت سے ہین کہ اونکا
لکہنا اور ضبط کرنا مشکل ہے۔ مگر پچہلے محدثون کے نزدیک اگر لفظ حدیث کے یاد نہ ہین اوس
حدیث کو بذریعہ معنی چونکہ روایت کرنا جائز ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ناجائز۔ اسواسطے
بوجہ نپائے جانے اوس شرط کے اپنے درمیان اور نہ یاد رہنے الفاظ حدیث کے مثل شرط امام
آپ سے روایت کرتے ہوئے ڈرتے ہین ورنہ اسکے کیا معنے کہ آپکو تمام محدثین حافظ حدیث جانین اور
پہر آپ سے روایت نکرین۔ علی ہذا القیاس ایسا ہی حال علم و کمال ان دوسرے مجتہدون کا تہا
اسیوجہ سے حضرت عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ میزان مین حضرت امام شیخ الاسلام زکریا انصاری
قدس سرہ سے نقل فرماتے ہین کہ ایاکم ان تبادروا الی الانکار علی قول مجتہد او تخطیتہ الا بعد
احاطتکم بادلتہ الشریعۃ کلہا و معرفتکم بجمیع لغات العرب التی احتوت علیہا الشریعۃ

Marfat.com

ومعرفتكم بمعانيها وطرقها دالی لکم بذالک ... اجتہاد ...
سے کسی مجتہد کے مگر بعد احاطہ کر لینے کے کل دلیلوں پر شریعت کے ...
عربی لغتوں کے جنکو شریعت حاوی ہے اور بعد پہچان لینے اون کے تمام معانی اور طرق ...
اور یہ بات ہم کو کہان میسر ہے اور علامہ شامی الہی السلیمی تحریر فرماتے ہین اور ...
بہت سے فقہا اور محدثین لکھتے چلے آئے ہین لہذا مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہی قول ... ایسے
ہی لوگون کی شان مین ہے جو قوت اجتہاد رکھتے ہون ورنہ اون کا قول کوئی دینی
نہین ہے کہ خواہ مخواہ مخالف جمہور اہل اسلام اور مخالف او نہین کے جدکو نبیک یا ... کسی
کسیکی نہ مانو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول مانوگے۔ اشباہ والنظائر مین علامہ شیخ
زین العابدین رحمۃ اللہ نقل فرماتے ہین۔ ذکر البزازی فی المناقب عن الامام البخاری رحمہ
الرجل لا یصیر محدثا کاملا الا ان یکتب اربعا مع اربع کاربع مع اربع فی اربع عند اربع
باربع علی اربع عن اربع لاربع وہذہ الرباعیات لا تتم الا باربع مع اربع فاذا تمت له
کلہا ہانت علیہ اربع وابتلی باربع فاذ صبر اکرمہ اللہ تعالی فی الدنیا باربع واثابہ
فی الآخرۃ باربع اما الاولی فاخبار الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وشرائعہ واخبار الصحابۃ
ومقادیرہم والتابعین واحوالہم وسائر العلماء وتواریخہم مع اربع اسماء رجالہم وکناہم
وامکنتہم وازمنتہم کاربع التحمید مع الخطب والدعاء مع الترسل والتسمیۃ مع السورۃ والتکبیر
مع الصلوۃ مع اربع المسندات والمرسلات والموقوفات والمقطوعات فی اربع فی صغرہ
فی ادراکہ فی شبابہ فی کہولتہ عند اربع عند شغلہ عند فراغہ عند فقرہ عند غناہ باربع بالجبال
بالبحار بالبراری بالبلدان علی اربع علی الحجارۃ علی الاخزاف علی الجلود وعلی الاکتاف
الی الوقت الذی یمکن نقلہا الی الاوراق عن اربع عن من ہو فوقہ ودونہ ومثلہ
کتابۃ ابیہ اذا علم انہ خطہ لاربع لوجہ اللہ تعالی ورضاہ والعمل بہا ان وافق کتاب اللہ
تعالی ونشرہا بین طالبیہا والاحیاء ذکرہ بعد موتہ ثم لا تتم لہ ہذہ الاشیاء الا باربع
من کسب العبد وہو معرفۃ الکتابۃ واللغۃ والصرف والنحو مع اربع ہی من عطاء اللہ
تعالی الصحۃ والقدرۃ والحرص والحفظ فاذا تمت له ...

و المولد والمال والوطن وابتلی باربع بشماتة الاعداء و ملامة الاصدقاء وطعن الجهال
وحسد العلماء فاذا صبر اکرمه الله تعالی فی الدنیا باربع بعز القناعة وهیبة النفس ولذة العلم
وحیات الابد واصابه فی الآخرة باربع بالشفاعة لمن اراد من اخوانه وبظل العرش
حیث لاظل الا ظله والشرب من الکوثر وجوار النبیین فی اعلی علیین فان لم یطق احتمال
هذه المشاق فعلیه بالفقه الذی یمکن تعلمه وهو بیته قار ساکن لا یحتاج الی بعد اسفار
ووطی دیار ورکوب بحار وهو مع ذلک ثمرة الحدیث ولیس ثواب الفقیه وعزه اقل من ثواب
المحدث وعزه ۔ انتہی ۔ یعنے بزاری رحمہ اللہ اپنی کتاب مناقب مین امام بخاری رحمہ اللہ
سے نقل فرماتے ہین کہ کوئی آدمی محدث کامل نہین بنتا جب تک چار باتونکو ساتہ چار باتون کے
ایسا لازم نہ لکہہ رکہے جیسے چار باتین چار باتونکو لازم ہین ۔ اول یہ کہ تمام خبرون رسول
مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مع اون امور کے جنکو آپنے جائز اور ناجائز فرمایا ۔ اور
تمام خبرون صحابہ کرام کو مع مقدار اون صحابہ کے اور تمام خبرون تابعین کو مع حالات
اون تابعین کے اور تمام علماء مجتہدین سلف کی خبرونکو مع تاریخ اونکی کی حاصل نکرلے
اور ان چارون باتون کے ساتہ ان چارون باتونکو لازم نہ سمجہہ لے کہ جن جن کے ذریعے سے
جس قدر بہی وہ ہون وہ خبرین اور اونکے حالات اور تاریخی معاملات اس تک پہونچین اون
سبکے نام معہ اونکی کنیتون اور مکانون کے معہ یادداشت زمانہ بیان اخبار اور حالات اون
اپنے سینے کے اون لوگون سے حفظ کرلے اور یاد رکہے اور ان چارون باتون کو ان چارون
باتون کے ساتہ ایسا لازم سمجہہ لے جیسے خطبون کے ساتہ حمد وثنا لازم ہے اور خط وکتابت
کے ساتہ دعا لازم ہے یا دعا کے ساتہ آہستگی لازم ہے اور سورتون کلام اللہ کیساتہ بسم اللہ لازم ہے
اور نمازون کے ساتہ تکبیرین لازم ہین ۔ اور اون پہلی باتون کے ساتہ یہ چار امر بہی ضروری
سمجہے کہ ان اخبار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اخبار صحابہ مین کون کون سی
ہین یعنے حدیثین مسند ہین کس قدر مرسل ہین کتنی موقوف ہین کونسی مقطوع ہین
اور امور مذکورہ کیساتہ یہ چار امر بہی یاد کرے اور یاد رکہے کہ جس استاد سے یہ حدیث پہونچی ہے
اس نے اس حدیث کو اپنے استاد سے کس عمر مین سنی تہی اور اس سے کس عمر مین بیان کی

Marfat.com

اوراوس استاد کے اُستاد نے کس عمر مین - علی ہذا القیاس [illegible]

یا بالغ ہونیکے زمانے مین کہ جو اعتبار کا زمانہ ہے جوانی کی حالت مین [illegible]

ہے - یا بڑھاپے کی حالت مین کہ سہو اور نسیان کا وقت ہے اور یہ بھی یاد [illegible]

رکہے کہ وقت بیان حدیث کے اُستاد کسی دوسرے کام مین مشغول تہا اور علی [illegible]

طرف متوجہ تہی - یا فارغ البال تہا - اوسکے زمانہ بیان کرنے حدیث [illegible]

کی حالت تہی باغنا اور بے احتیاجی کی - اور وہ اُستاد اور اوس اُستاد کے اُستاد [illegible]

والے تہے شہرون کے یا دریاؤن کے یعنے اہل کشتی اور جہاز سے جنگل اور گاؤن [illegible]

سے - علی ہذا القیاس اور یہ بہی یاد رکہے کہ جبتک ورقون پر میرے اُستاد نے یا مین نے

یا اُستاد کے اُستاد نے نقل کرلی تہی اوسوقت تک پتہر پر لکھکر یاد رکھی تہی یا ٹھیکرو

یا کھال پہ یا بکری کی شانہ کی ہڈیون پر اور یہ بہی یاد رکہے کہ یہ حدیث اپنے سے اونی درجہ کے

سے باعتبار عمر وغیرہ کے پہونچی ہے - یا بلند درجہ سے یا اپنے ہم مثل سے یا اپنے باپ کے ہاتہ

لکہی ملی تہی مگر اسکا اعتبار جب ہے جب اپنے باپ کا خط بہی پہچانتا ہو اور یہ نیتین [illegible]

نیتون سے اپنے اوپر اٹہاوے اللہ کی خوشنودگی کے واسطے عمل کرنیکی غرض سے [illegible]

سکہلانے کو اپنا ذکر خیر باقی رکہنے کی امید پر مگر یہ سب امور جب کام آسکتے ہین جب چار باتین

حاصل کرے اور چار باتین منجانب اللہ میسر ہون - علم کتابت - علم لغت - علم نحو [illegible]

اور منجانب اللہ صحت اور تندرستی - قوت تحصیل علم - حرص تحصیل علم - [illegible]

اتنے امور کے بعد اب اوسکو بیوی بچے - مال - وطن کی طرف رجوع کرنا [illegible]

مگر ضرور چار بلاؤن مین مبتلا ہوگا - بوجہ مشغولی [illegible] علم [illegible]

اسباب دنیا کے ادہر متوجہ ہونے اہل دین [illegible] اوسکی طرف [illegible]

ملامت کرین گے - جاہل اسکو نشانہ طعن و تشنیع کا بنا [illegible]

مگر جب یہ مشقتین سہار لیگا اب یہ شخص جامع [illegible]

دنیا مین اور چار باتون سے [illegible] آخرت مین [illegible]

لذت علم اور [illegible]

Marfat.com

شفاعت کا ارادہ کرے دوم سایہ عرش کے ساتہ جسوقت کسیکا سایہ تہو سوم ساتہ پانی پلائے جانیکے حوض کوثر سے. چہارم ساتہ پڑوس پیغمبرونکے اعلی علیین ہین لہذا امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہین کہ اگر طالب علم یہ ساری مشقتین نہ اوٹہا سکے اوسکو لازم ہے کہ سفر دور دراز اوران سب محنتون سے بچکر اپنے گہر مین آرام سے بیٹہکر علم فقہ حاصل کرے کہ جو ثمرہ اور پہل حدیث کا ہے حالانکہ ثواب اور عزت فقیہ کی ثواب اور عزت محدث سے کچہ کم نہین ہے انتہے ترجمتہ۔

اور ظاہر ہے کہ مراد امام بخاری رحمہ اللہ کی اس قول سے کہ اگر طالب علم بغرض عمل کرنے کے ان مذکور شرطون کے ساتہ علم حدیث حاصل کرنے کی مشقت نہ اوٹہا سکے تو اوسکو لازم ہے کہ علم فقہ کو لازم پکڑے یہی علم فقہ مراد ہے جو کتب فقہ مین باب باب اور فصل فصل کرکے جمع کردیا گیا ہے نہ وہ فقہ مصطلح فقہائے مجتہدین کہ جو نام جاننے تمام جزئیات حلال وحرام کا ہے مع اونکی دلیلو اسواسطے کہ یہ کام تو اوس فقیہ کا ہے جو مجتہد ہوا ور مجتہد نہین ہوتا جب تک محدث کامل نہ ہو اور علاوہ اون باتون کے جنکو امام بخاری رحمہ اللہ محدث کامل ہونے کے واسطے ضروری فرماتے ہین اتنی باتین اور حاصل نکرلے۔ اول علم قرآن مع اوسکے تمام معانی لغوی اور شرعی کے اور اوس کی تمام قسمین عام خاص مفسر ماؤل ناسخ منسوخ جو بڑی بڑی کتب اصول مین مذکور ہین۔ دوم علم تمام وجوہ قیاس کا اور یہ دونو امر اتنے مشکل ہین کہ جس نے کتب اصول کو بغور دیکہا ہے وہی خوب جانتا ہے۔ حق یہ ہے کہ جو جانے وہ پہچانے یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ چونکہ اس منزل دشوار گذار سے واقفکار ہین باایہمہ شان علم وکمال کہ جنکے یحیی بن معین مرنی شاگرد امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد اور ابو عبداللہ ذہبی صاحب تذکرۃ الحفاظ رحمہم اللہ جیسے حفاظ حدیث دانی اور فقاہت کے مداح ہین امام اعظم رحمہ اللہ کی شان

فرماتے ہین کہ ماخالفتہ فی شئ قط الا رایت مذہبہ الذی ذہب الیہ انجی فی الآخرۃ وکنت ملت الی الحدیث فکان ہو ابصر بالحدیث منی۔ یعنے مین نے کبہی کسی بات مین امام اعظم رحمہ اللہ کی مخالفت نہین کی مگر آخرکار یہی دیکہا کہ جس طرف امام اعظم رحمہ اللہ گئے تہے یعنے جو آپ کا مذہب تہا وہی مذہب زیادہ تر موجب نجات آخرت تہا اور بہت دفعہ مین نے حدیث کی طرف میلان کیا مگر آخرکار آپ ہی کو علم حدیث مین بہت بڑا صاحب بصارت پایا اسیوجہ سے مسعر بن کدام علیہ

Marfat.com

اُستاد اور دادا اُستاد امام بخاری رحمہ اللہ کے جنکا مختصر ذکر ہو چکا آپکی نظر میں ایسا
کون ہو سکتا ہے جو امام کے مقابلہ مین کسی حدیث کو خود تحقیق کرکر صحیح ضعیف کہہ سکے
اہل علم علمائی مجتہدین کا کسی صحیح حدیث پر عمل نکرنا خود دلیل اس امر کی ہے کہ یہ حدیث اونکے
نزدیک منسوخ ہے یا مخالف حکم قرآن کے ہے یا [illegible] ایسی ہی وجہ ہے کیا امام بخاری
رحمہ اللہ کی اس قول کی جو فرماتے ہین کہ مین نے بہت سی صحیح حدیثون کو اپنی صحیح بخاری مین نقل
نہین کیا اور چھوڑ دیا علاوہ اس امر کے جو ہم نے بیان کیا آپ کوئی اور وجہ بیان کر سکتے ہین
پھر کسی محدث کی کسی حدیث کو صحیح کہدینے سے تقلید ائمہ مجتہدین چھوڑنا گویا مجتہدون کو مخالف
جمہور فقہا اور محدثون کے علم حدیث سے ناواقف سمجھنا ہے اسیوجہ سے امام ابو عبد اللہ محمد
بن حاج مکی مالکی اپنی کتاب مدخل مین جو بغرض رد بدعات لکھی ہے تحریر فرماتے ہین کہ
امام بخاری و مسلم کے دادا اُستاد امام المحدثین عبد الرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ السنۃ المتقدمۃ
من سنۃ اہل المدینۃ خیر من الحدیث یعنے وہ پرانی سنت جسکو علماء مدینہ سنت کہتے چلے
آئے ہین حدیث سے بہتر ہے کسواسطے کہ اون کا سنت کہنا باتفاق دلیل ہے اس امر کی کہ یہ
حدیث بمقابلہ اوس حدیث کے جس سے وہ اوس امر کو قدیم الایام سے سنت کہتے چلے آئے ہین
متروک ہے کو تفصیلی طور سے ان پچھلے لوگون کی وہ حدیث اول یاد نہ ہو یا یاد ہو تو بطریق
ضعیف یاد ہو اور امام بخاری بھی باب ما اجمع علیہ الحرمان باندھکر حجت ہونے اجماع پر
حرمین والون کے بہت سی حدیثین نقل فرماتے ہین۔ اور اوسی مدخل مین ہے کہ امام دار الہجرت
سیدنا مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین العمل اثبت من الاحادیث یعنے عمل علما
فقہا کا حدیث سے زیادہ مضبوط دلیل ہے اسواسطے کہ حدیث مین احتمال نسخ کا ہے اور فقہا
صحابہ اور فقہاء تابعین کا عمل مخالف اوس حدیث کی دلیل ہے اس امر کی کہ یہ عمل بموجب
حدیث غیر منسوخ کے ہے ورنہ اسکے کیا معنے کہ باوجود غایت درجہ متبع حدیث ہونے کے
وہی لوگ اوس حدیث کو نقل کرین اور اوسپر عمل نکرین۔ چنانچہ یہ قاعدہ مستمرہ فقہاء حنفیہ
سے چلا آتا ہے۔ دیکھو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اگرچہ بوقت رکوع اور سجدہ کے رفع یدین
کی کئی حدیثین منقول ہین مگر باینہمہ حضرت عبد اللہ کا رفع یدین [illegible]

یاس دین اونکے نزدیک منسوخ ہے- بہر ہیچ مجتہد فقیہ کا حدیث صحیح پر عمل نکرنا دلیل اس امر کی
ہے کہ یہ حدیث اون کے نزدیک منسوخ ہے یا کسی اور قوی وجہ سے متروک ہے- کیا آپ حضرت
عبد اللہ بن عباس جیسے فقیہہ صحابی یا حضرت صدیقہ جیسے فقیہہ یا حضرت عمر رض جیسے فقیہہ
رضی اللہ علیہم اجمعین پر حدیث صحیح پر عمل نکرنے کا اعتراض کر سکتے ہین خدا کے لیے ایسا
اعتراض کر کے ایمان نہ کہو بیٹھنا- دیکھو ترمذی مین ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی
عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث صحیح بیان کی کہ الوضوء مما مسته
النار یعنے از سر نو وضو کرنا لازم ہے اوس چیز کے استعمال سے جسکو آگ نے چھو لیا ہو تو حضرت
عبد اللہ نے اوسکو رد کر دیا اور فرمایا انتوضا من الدهن انتوضا من الحميم یعنے کیا ہم تیل
کے استعمال سے یا گرم پانی کے استعمال سے بھی از سر نو دوبارہ وضو کرینگے غرض یہ تھی کہ ہم اس
حدیث کا موقعہ محل ہم سے زیادہ نہین جانتے- مسلم شریف مین ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس
کی یہ حدیث سنکر کہ مطلقہ بائنہ کے واسطے ایام عدت مین نان نفقہ اور مکان سکونت شوہر پر
لازم نہین حضرت عمر رض نے فرمایا کہ لا نترک کتاب ربنا ولا سنة نبينا لقول امراة لاندري
حفظت ام نسيت- یعنے ایک عورت کے کہنے سے ہم حکم قرآن اور سنت نبی کو نہین
چھوڑتے ہم نہین جانتے کہ یہ بات فاطمہ کو یاد ہے یا بھولکر روایت کرتی ہین- علی ہذا طحاوی
شریف مین ہے کہ جب حضرت مغیرہ نے حضرت ابراہیم تابعی کے سامنے حدیث حضرت وائل رض
کی نقل کی حضرت وائل فرماتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شروع
نماز کے وقت اور رکوع مین جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کرتے دیکھا
ابراہیم نے اس حدیث کا یہی جواب دیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض نے
دفعہ رسول اللہ کو دیکھا کہ علاوہ تکبیر تحریمہ کے کہین رفع یدین
نے ایک دفعہ دیکھا تو مقابلہ روایت عبد اللہ بن مسعود کے اوسکو ترک کر سکتے ہین-
میان خود مولوی نظیر حسین صاحب دہلوی معیار مین لکھتے ہین کہ بعض اماموں کا بعض
حدیثوں کو ترک کرنا اونکی تحقیق کی فرع ہے کیونکہ اونہوں نے اون احادیث کو قابل عمل
نسمجھا بسبب دعوی نسخ یا بدعوی ضعف اور امثال اوسکے ذرا مقدمہ سیوم معیار الحق صفحہ

Marfat.com

[illegible]

تابعین یہ بھی [illegible]

مجتہدوں کی زبانوں تک پہنچی [illegible]

صحابۂ کرام اور اہلبیت عظام کا [illegible]

ظاہر ہی ہے مگر یہ امر بھی ہر سمجھدار واقف [illegible]

مشہور کتابوں میں بطریق شہرت ان چاروں [illegible]

وغیرہ امور ضروری آجتک نقل ہوتے چلے آئے [illegible]

اور اہلبیتؓ میں سے اور نیز مجتہدین تابعین [illegible]

چاروں مجتہدوں میں سے ایک مجتہد کی تقلید [illegible]

اور بوجہ اجماع امت یہ تقلید مرتبہ وجوب [illegible]

علیہ الرحمۃ عقد الجید میں۔ اور یہی مضمون [illegible]

روافض تحریر فرماتے ہیں عقد الجید [illegible]

ترکہا میں ہے۔ اعلم ان فی الاخذ بہذہ المذاہب [illegible]

فیہا مفسدۃ کبیرۃ ونحن نبین ذالک بوجوہ منہا ان [illegible]

فی معرفۃ الشریعۃ فالتابعون اعتمدوا فی ذالک [illegible]

التابعین وہکذا فی کل طبقۃ اعتمد العلماء [illegible]

لا یعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل [illegible]

ولابد فی الاستنباط من ان تعرف [illegible]

[illegible]

والتجارۃ والصیاغۃ [illegible]

فی [illegible]

مروية بالاسناد الصحيح او مدونة فی کتب مشهورة وان یکون مخدومة تبیین الراجح من المرجوح من محتملاتها وتخصیص عمومها فی بعض المواضع وجمع المختلف منها وتبیین علل احکامها والا لم یصح الاعتماد علیها ولیس مذهب فی هذه الازمنة المتاخرة بهذه الصفة الا هذه المذاہب الاربعة۔ یعنے بے شک یہ لازم پکڑنے ان چارون مذہبون کی بہت بڑی مصلحت ہے اور ان سے مونھ پہیرنے مین بہت بڑا فساد ہے چنانچہ کئی وجہ سے اس امر کو ہم بیان کیئے دیتے ہین۔ اول یہ ہے کہ تحقیق تمام امت کا اتفاق ہے اس امر پر کہ شریعت مین پچھلے۔ پہلون پر اعتماد کرتے ہین چنانچہ تابعین نے صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر۔ علی ہذا القیاس پچھلے علمار نے اپنون سے پہلے پر۔ اور عقل اسبات کی بہلائی پر دلالت بہی کرتی ہے اسواسطے کہ شریعت نہین معلوم ہوسکتی مگر ساتہ نقل کرنے پچھلون کے پہلون سے اون حکمون صریح کو جن مین استنباط کی ضرورت نہین یا ساتھ استنباط کے یعنے جو حکم صریح نہین ہے اوسکی علت قرآن اور حدیث سے نکال کر جسکو قوت اجتہاد حاصل ہو وہ بیان کرے۔ اور نقل کرنا ممکن نہین ہے مگر اسطرح سے کہ پچھلے پہلون سے بلا فاصلہ برابر بیان کرتے چلے آوین اور جن امور مین استنباط کی ضرورت ہے اون مین استنباط کرنیوالے یعنے مجتہد کو یہ امر ضروری ہے کہ اوس معاملہ مین پہلے مجتہدون کے تمام مذہبون کو جانتا ہوتا کہ اون سب کے قولون کے مخالف کوئی قول نہ کر بیٹھے اور مخالفت اجماع مین نہ مبتلا ہوجاوے اور اونہین کے کسی قول کے مطابق اپنے قول کو مع دلیل بنا کرے۔ اور اپنے پہلون سے اسمعاملہ مین مدد لے اسواسطے کہ تمام صناعتین جیسے صرف طب شاعری آہنگری نجاری زرگری۔ آجتک کسی کو اوس فن کے استادون سے سیکھے بغیر نہین حاصل ہوئی اور بغیر سیکھنے کے حاصل ہونا نادر ہے کہ آجتک نہین ہوا۔ گو عقل کے نزدیک جائز ہو اسواسطے پہلون کے قولون کا کہ جنپر اعتماد کیا جاوے سندون صحیح کے ساتہ مروی ہونا اور مشہور کتابون مین اون کا جمع ہونا اسطرح سے کہ جتنے احتمالات اون قولون کے ہین راجح مرجوح ہونے سے اور بعض موقع پر عام کے خاص بنانے سے اور

Marfat.com

مخالف تو لوں ... [illegible]

تو اون قولوں پر اعتماد کرنا ... [illegible]

سکے اور کوئی مذہب کسی تابعی کا ... [illegible]

جاتا ہے کہ قابل اعتماد ہوا نہیں ... [illegible]

کیصد ہشتاد و پنجم بہ عبارت ہا اجماع شیعہ و سنی کسی ... [illegible]

اصول و تفریع فروع ہیچ علمی نکردہ با مجتہدات ... [illegible]

مسائل و احکام در یاران ائمہ منتشر بودہ اند ... [illegible]

تشخصے ہیابد کہ آنہمہ روایات را جمع سازد و قواعد ... [illegible]

نہد پس معلوم شد کہ چنانچہ نسبت مذہبی با ... [illegible]

غیر مجتہد را امکان ندارد لہذا مقلد را در اتباع شریعت ... [illegible]

یعنے جو کسی امام اہلبیت کا کوئی مذہب مدون نہیں پایا جاتا لہذا ... [illegible]

غیر ممکن ہے اور شیخ عبدالعظیم بن ملا فروخ مکی رحمۃ اللہ نے قول ... [illegible]

نے تفسیر احمدی میں اور علاوہ انکے جمہور محققین نے بھی ایسا ہی تحریر فرمایا ... [illegible]

وغیرہ محققین تحریر فرماتے ہیں نقل لا امام الرازی رحمۃ اللہ ... [illegible]

بل یقلدون من بعدہم الذین وضعوا و دونوا یعنے جمیع صحابہ کی ... [illegible]

کتابو نمین نہیں پایا جاتا علامہ سمانی علیہ الرحمۃ اجماع محققین ... [illegible]

صحابہ سے منع کرنا چاہیئے بلکہ اون کو لازم ہے کہ ... [illegible]

مدون اور مشہور ہیں اب آپ کسی حدیث کی ... [illegible]

مدلون تک پہونچی ہے نقل کرکے فرمایئے کہ کسی مجتہد ... [illegible]

ہر بالعموم مخالف اجماع اہلسنت والجماعت کے ... [illegible]

[illegible]

سکتے ہیں کہ جو محققین فقہا کے نزدیک[۱] معتبر ہوا پنے مذہب کے مجتہدونکے مخالف کسی حدیث پر کسطرح عمل کر
ہین البتہ ہر ایک ایسے مقلد کو جو حدیث کے مشہور کتابونپر حاوی ہوا ورانہین محدثونکی تقلید سے صحت
اور ضعف حدیثون پر واقف ہو جہان تک حکم عام[۲] یا حکم خاص کلام اللہ کی مخالفت لازم نہ آوے
یہ امر ضرور ہے کہ جس مسئلے مین فقہاء مرجحین سے تصریح صحت اور قوت نیاوے اپنے مذہب کے
مجتہد مستقل[۳] اور مجتہد منتسب[۴] اور مجتہد فی المذہب[۵] کے قولون سے جس قول کو موافق حکم اوس

[۱] چنانچہ انتصار الحق مین ہمارے مولانا عمدۃ العلما زبدۃ الاصفیا استاذی مولانا ارشاد حسین صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے
ہین دوسری وجہ وجوب تقلید شخصی کی یہ کہ اکثر ملتزمین تقلید ائمہ کو علی الاطلاق حکم انتقال دیا جائے تو ایسے فتنے اور تباغض
بین المسلمین برپا ہونگے کہ انسداد اون کا دشوار ہوگا اور فساد اور تباغض حرام ہے ساتھ نصوص قطعیہ لا تفسدوا فی الارض
بعد اصلاحہا وغیرہ کی مثلاً کسی حنفی المذہب نے اپنی زوجہ کو چھوڑ کر سفر کیا اور مفقود الخبر ہوگیا دوسرے حنفی نے چاہا کہ مین اوسکی
زوجہ سے نکاح کرلون پس بدعوی تقلید امام مالک علیہ الرحمہ کا کہ بعد چار برس کے بدون وقوع ضرورت شرعیہ کے بلا رجوع
کئے طرف قاضی مالکی المذہب کے اور امضاء حکم اوس کے نکاح کر لیا بعد اوس کے اوس کے زوج اول اوس کا
آگیا تو غور کرو کہ وہ عذر زوج ثانی کا بیچ باب نکاح زوجہ اپنی کے ساتھ تقلید امام مالک علیہ الرحمہ کے کیونکر مقبول کرے گا
اور تا بمقدور قتل اور فساد مین کمی نہ کرے گا اسواسطے فقہاء حنفیہ لکھتے ہین کہ جب کسیکو ضرورتاً ایسے امر کی واقع
ہو تو چاہیے کہ قاضی مالکی کی طرف رجوع کرے تاکہ وہ قاضی وقوع ضرورت دیکھکر حکم جواز نکاح نافذ کرے اور کسیکو
گنجایش منازعت اور سرتابی باقی نرہے اور فتنہ اور فساد برپا نہ ہو اور اگر قاضی مالکی موجود نہو تو بضرورت قاضی
حنفی وغیرہ کو فتوی دینا اوپر مذہب امام مالک کے جائز ہے۔ چنانچہ ایسا ہی شامی وغیرہ فقہاء محققین نے تحریر فرمایا
ہے ۱۲ منہ عفر اللہ ولوالدیہ [۲] مثلاً امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مذہب حنفی مین مطلقاً قرارت یعنی
الحمد اور سورت کا پڑھنا امام کے پیچھے وقت قرارت امام کے احتیاطاً مقتدی کو مستحسن ہے اور یہ قول موافق ہے ظاہر
معنی بعض احادیث صحیحہ کے اور امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے وقت
قرارت سری اور جہری امام کے مطلقاً پڑھنا خواہ الحمد ہو یا کوئی سورت یا دعا مکروہ تحریمی ہے اور یہ قول موافق ہے حکم
عام قرآن کے اسواسطے کہ قرآن مجید مین بالخصوصیت اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ
وانصتوا لعلکم ترحمون یعنے جب پڑھا جاوے قرآن تم کان لگا دو اور چپ رہو مگر جمہور صحابہ کے نزدیک یہ حکم فقط
مقتدیونکے ساتھ مخصوص ہے گو لفظ آیت سے حکم عام ہی ثابت ہوتا ہے چنانچہ یہی مضمون صاحب تفسیر مدارک تحریر
فرماتے ہین اور یہی مضمون تفسیر بیضاوی وغیرہ مین ہے پھر بیچ حکم آیہ عام رکھو یا خاص چونکہ امام محمد رحمہ اللہ کے
قول پر بموجب ظاہر معنی بعض احادیث کے عمل کرنے سے مخالفت حکم کلام اللہ لازم آتی ہے اور نیز بعض دوسرے
حدیثون کے لہذا ایسے قول کو واجب العمل نہ سمجھنا چاہیئے ہان اگر بلا مخالفت قرآن وہ قول موافق [illegible]
اونکو قوی جان کر واجب العمل سمجھنا بیشک موافق رائے فقہاء محققین کے ہے تاکہ حتی الوسع [illegible]
مین اسے مخالفت نہو اسی بنا پر حضرت مولانا ولی اللہ علیہ الرحمہ عقد الجید مین یا انصاف مین اور مولانا شیخ عبد الحق محدث
دہلوی شرح سفر السعادت مین تحریر فرماتے ہین کہ جتبک اپنے امام کی تقلید نہ ٹوٹے دوسرے امام کی موافقت کرلینا اولی
ہے مثلاً حنفی اگر مس ذکر سے احتیاطاً وضو کرلے تاکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بے وضو نرہے اور شافعی
اگر خون بہجانے کے بعد وضو کرلے تاکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بے وضو نرہے تو اولی ہے اسواسطے کہ کسی امام
کے نزدیک وضو پر وضو کر لینا ممنوع نہین ہے بلکہ نور علی نور ہے۔ ۱۲ ابو محمد محمد دیدار علی عفر اللہ ولوالدیہ
[۳] عقد الجید مین حضرت مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ امام بغوی رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہین کہ مجتہد مطلق وہ ہے جو پانچ قسم کے علم حاصل
کرلے اول علم قرآنکا دوم علم حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یعنے قرآن کے معانی مضامین کو بھی جانتا ہوا اور جو شرطین امام
بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیے ہین بموجب اونکے محدث بہی) اور پھر قرآن اور حدیث کو اسطرح جانتا ہو کہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸ مین)

[illegible]

جو صاحب درمختار تحریر فرماتے [illegible]

[illegible]

وقد تخالفت في الصحيح قلت [illegible]

ہو الارفق وما اظهر عليه التعامل وما قوي [illegible]

[illegible]

کر کوئی آیت حدیث ناسخ ہے کون سی منسوخ ہے کون [illegible]
کراہت کے ثبوت کا کیا طریق ہے وجوب و ضعیف [illegible]
ہیں یا حدیث کو قرآن پر مقدم رکھتے ہیں اور وہ کونسی [illegible]
علماء سلف کے قولوں کا اس طرح پر کہ کون سا قول [illegible]
قرآن اور ان حدیثوں کا جنکا تعلق احکام شرعیہ سے [illegible]
یا حدیث یا اجماع سے نکالے اور ان کو ان سے [illegible]
تابعین اور فقہاء امت مرحومہ کے قول اور [illegible]
باعتبار اختلاف محل و موقع و حالات [illegible]
سمجھتا ہو اور جو ان شرطوں [illegible]
پہلے اماموں سے کتنا کمال اور تبحر [illegible]
کے خوف سے تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مجتہد [illegible]
جس کے مطابق اجتہاد کرتا ہے [illegible]
علمائے [illegible]
کسی آیت یا حدیث میں [illegible]
آیت [illegible]

Marfat.com

[ہم] نظران یسمح لمن یمیز لبرا رۃ و منہ انتہی۔ یعنے تحقیق محققین نے لکہاہے کہ مجتہد مطلق تو کب کے مفقود ہوگئے مگر مجتہد مقید سات سر سے کے جو مشہور ہین اونکے موافق ہوتے رہے ہین اور ہوتے ہین چنانچہ ہم جو ساتوین درجہ کے ہین ہمارے اوپر یہی لازم ہے کہ مرجحین فقہا جس قول کو راجح اور صحیح لکہ گئے ہین جیسے وہ لکہ گئے ہین اوسیکے موافق عمل کرین جیسے اونکی زندگی مین ہم پر اونکے فتوے کے موافق عمل کرنا لازم تہا ویسے ہی اب لازم ہے ہان جس قول کو وہ بلا ذکر صحت اور ترجیح چہوڑ گئے ہین یا وہ بعض قول جنکی صحت مین اونکو بہی اختلاف واقع ہوا ہے مثلاً بعض نے ایک قول کو راجح اور صحیح کہاہے اور بعض آخرنے دوسرے قول کو تو ہمکو اونہی کے طریق پر عمل کرنا ضرور ہوگا کہ بموجب حالات زمانی اور عرف اور تعامل اپنے زمانے کے جس قول کو مناسب زمانہ سمجہین اور جس قول کی دلیل قوی ہو اوسی پر عمل کرین اور یہی معنی تہے اوس قول کے جو ہم نے کہا تہا کہ مین سبکا مقلد ہون یہ آپکا یہ فرمانا کہ اس قول سے ہمارا مدعا ثابت ہوگیا آپ کا دل خوش کرلینا ہے ورنہ میری مراد یہی تہی موافق اتفاق سواد اعظم کے سبکا مقلد ہون جسکی کیفیت پہلے ہی مین عرض کرچکا تہا اور ابتو خوب ہی واضح کر کے بیان کردی گئی باین ہمہ آپ کا مجکو اپنی جماعت قلیل مین شریک کر لینا یہ آپ ہی کا کام ہے رہا مسئلہ امکان کذب سو اول تو حضرت یہ زہر ہلہ مسئلہ آپ ہی کے مولویون مین سے مولوی شہود الحق شاگرد مولوی نذیر حسین صاحب نے اپنی کتاب صیانتہ الایمان مین لکہا تہا حنفی تو بفضلہ تعالی اس بات کے ہی قائل نہین کہ خداوند کریم سے خلف وعید یعنے عذاب کے وعدہ مین بہی مخالفت ممکن ہے ہان بعض مشائخ اشعریہ شافعیون مین سے اس امر کے قائل ہین مگر وہ خلف وعید یعنے عذاب کا وعدہ کر کے عذاب نکرنے کو کذب نہین سمجہتے بلکہ وہ اس امر کو عفو و کرم سمجہتے ہین کہ جو نیک اور بہلی صفت ہے اور ثواب کا وعدہ کر کے ا[...]

سلہ دلیل قوی سے یہان یہ مراد نہین ہے کہ خود اوس دلیل کی قوت اور ضعف بیان کرنے پر قادر ہو بلکہ یہان مراد اتنی ہی ہے کہ جس دلیل کو محدثین اور فقہانے قوی لکہا ہے اوسکے مطابق جس مسئلہ کو پاوے اوسکو قوی سمجہے جسکو اونہون نے ضعیف لکہا ہے اونکی تقلید سے جس مسئلے کو اوسکے مطابق پاوے اوسکو ضعیف سمجہے اسواسطے کہ خود دلیل کو قوی ضعیف کہنا یہ کام مجتہد مستقل یا مجتہد فی المذہب کا ہے نہ کہ ساتوین درجے کے مجتہدون کا جو فی الواقع مقلد محض ہین۔ چنانچہ شامی داماد وجہہ کے شرح مین تحریر فرماتے ہین قولہ ماقوی وجہہ ای دلیلہ ابحاصل لا المستحصل لانہ رتبہ المجتہد۔ ۱۲۔ منہ غفراللہ ولوالدیہ۔

[illegible]

[illegible] اپنی عمدہ کی جو دا زرا [illegible]

[illegible] بعضات [illegible]

[illegible] کرم و لطف [illegible]

[illegible] لطف [illegible]

[illegible]

Marfat.com

امتنان کی شان ہے کہ وہ بغیر مخالفت وعدہ کرم کر نہین سکتا اور وہ قادر مطلق بلا مخالفت وعدہ کرم کر سکتا ہے۔ خلاصہ مطلب شاہ صاحب کا یہ ہے کہ بعض اشعریون نے بلحاظ اون آیتون حدیثونکے جن مین علاوہ شرک کے تمام گناہونکے بخشنیکا وعدہ بموجب مشیت کے ہے جو یہہ کہا ہے کہ عذاب کا وعدہ کرکے عذاب بکرنا جھوٹ نہین کہلایا جاتا بلکہ اوسکو کرم اور عفو کہتے ہین اور کرم اور عفو وہ صفت کمال ہین جنکے ساتھ خداوند کریم ہمیشہ موصوف ہے۔ یہ قول ہی ضعیف ہے چنانچہ حنفی اسکی جواب مین فرماتے ہین کہ جب تمام خبرین اللہ کے کلام ازلی ابدی ہین لامحالہ عذاب کے وعدیکی آیتون کے ساتھ ہی مرتبہ علم اللہ مین بخشش کے وعدے کی آیتون کو ماننا ضروری ہے لہذا جب اللہ نے آیۂ کریمہ ان اللہ لا یغفران یشرک بہ ویغفر مادون ذلک من یشاء مین یہ وعدہ کرم کا کرلیا کہ سوا شرک کے جس گناہ کو ہم چاہین گے بخشدینگے بلاشبہہ تمام عذاب کے وعدیکی آیتون کے علی ہذا القیاس ایسی حدیثون کی کہ جو وحی غیر متلو کہلائی جاتی ہین یہی معنی ہوئے کہ جس نے مومن کو قصداً قتل کیا اوسکا بدلا ہمیشہ جہنم مین رہنا ہے اگر اللہ اوسکے گناہ کو بخشنا نہ چاہے اور نہ بخشے اور جو کوئی برا عمل کرے گا اوسکا بدلہ دیا جاوے گا اگر اللہ اوسکو نہ بخشنا چاہے علی ہذا القیاس آندرینصورت جب عذاب کے وعدے کے ساتھ ہی یہ فرمادیا کہ یہ وعدہ حتمی نہین ہے بلکہ اگر ہم چاہین گے یہ عذاب کرین گے اور اگر چاہین گے بخشدینگے اگر بخشدیا اور عذاب نکیا خلف وعید کہان لازم آیا پھر کیا ضرور ہے کہ خلف وعید کو کرم اور عفو قرار دیکر خدا پر تجویز کیا جاوے۔ اسیوجہ سے اون بعض اشعریون کو مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے ظاہر مین قرار دیا ہے۔ اور علامہ شیخ زادہ علیہ الرحمۃ اس مذہب کے ضعیف ہونے پر یہ قول علامہ رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر سے نظم الفرائد مین نقل کیا ہے

واذا جاز الخلف فی الوعید لغرض الکرم فلم لایجوز الخلف فی القصص والاخبار لغرض المصلحۃ ومعلوم ان فتح ہذا الباب یفضی الی الطعن فی القرآن وکل الشریعۃ انتہی بلفظہ۔ یعنے جب بغرض اظہار شان عفو وکرم وعدہ عذاب کا کرکے اوسکے مخالف کرنا جائز سمجھا جاوے گا تو پھر یہی کہہ سکین گے کہ بعض قصے اور خبرونکو بھی اللہ نے بغرض کسی مصلحت کے مخالف واقعہ کے بیان کردیا ہے نعوذ باللہ منہا۔ اور ایسے قولون سے قرآن مجید بلکہ ساری شریعت پر جو طعن وارد ہونگے

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

اور جو نصف ... [illegible]

باقی ہے جو کوئی ... [illegible]

مشہور ... [illegible]

مولانا محمد السمیع صاحب ... [illegible]

مجھے مولوی رشید احمد صاحب ... [illegible]

مولوی محمد ... صاحب ... [illegible]

مدرس دوم مدرسہ دیوبند ... [illegible]

عبارت تحریر فرمائی تھی ... [illegible]

ہے (ذات جناب باری ... [illegible]

منافات سمجھنا عقل کی کوتاہی ... [illegible]

مولوی صاحب ممدوح کے ... [illegible]

مولوی محمد قاسم صاحب ... [illegible]

وغیرہ بالفاظ ... [illegible]

تحقیقات کو ... [illegible]

جاری کر دیئے ... [illegible]

بعض ... [illegible]

[illegible]

Marfat.com

امکان کذب مین ہی یہ لوگ اون کی مخالف ہی معلوم ہوتے ہین اسواسطے کہ اون کے ان دو
جملون سے جو اونہون نے تصفیۃ العقائد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی مین بجواب سرسید احمد خان
بہادر تحریر فرمائے ہین اون کا مسلک تو موافق جمہور اہلسنت ہی معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ
یہ نسبت الشان کے جو عاجز ہے اگرچہ کذب یعنے جہوٹ بولنے کو بعض موقعون پر لغو بعض
موقعون پر نیک داخل حسنات بعض موقعون پر قبیح   اوس کتاب کے جواب پانزدہم
مین لکہا ہے مگر خدا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت تو صفحہ ۷ مین یہی لکہا ہے
کلام خداوندی اور کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مخالف حقیقت اور مخالف واقع
نہین ہوسکتا ایسے ہی حقیقت واقعہ دریافت کرنے کی صورت اس سے بہتر نہین کہ کلام خدا
اور رسول کی طرف رجوع کیا جاوے اور پہر صفحہ ۳۲ سطر ۱۵ اوسی کتاب مین لکہا ہے ہان اگر
خدا اور رسول کی طرف جہوٹ بولنے کا احتمال ہو تو البتہ ایسے تامل کی گنجائش رہے۔ انتہے
مختصر القدر الحاجہ۔ علی ہذا القیاس رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ مین جو ان مسئلون کی
متعلق جامع شریعت وطریقت علم الہدی مولانا حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ
نے فیصلہ لکہہ بہیجا تہا اوسکی بہی مخالفت جب ان دیوبند کے مدرسین حال سے مشہور ہے
باآنکہ حاجی صاحب ممدوح انکے اور ایک زمانے کے مسلم الثبوت پیشوا تہے۔ پہر اگر یہ ایسے
علما مخالف جمہور اہل اسلام امکان کذب کے قائل ہوجاوین اون کا قول جمہور اہلسنت پر
موجب طعن نہین ہوسکتا جو کوئی مخالف جمہور قول کرے گا اوسکا قول گمراہی سمجہا جاویگا
اور اس امر مین زیادہ تحقیق مدنظر ہے تو ہمارے اس رسالہ اکروزہ کو فرصت سے دیکہنا۔
مگر اب پہلے مجکو یہ تو بتا دو کہ کتب فقہ مین اس دیسی کوے کو جو کانو بولتا ہے جہپا مینڈکی
چڑیا کے بچے وغیرہ کو چہوٹے بڑے آدمیون کے ہاتہ سے ٹکڑے وغیرہ کو اوڑتا ہوا اچک لیجاتا
ہے کون سی فقہ کی کتاب مین حلال لکہا ہے حضرت من تمام فقہ کی کتابون مین اول یہ کلیہ لکہا ہے
کہ ذو ناب اور ذو مخلب یعنے دانت والے اور پنجہ دار جانورون مین سے جو شکاری جانور ہین
وہ سب حرام ہین چنانچہ ہدایہ مین جو یہ حدیث نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل ذی مخلب
من الطیور وکل ذی ناب من السباع دلیل حرام ہونے پنجہ دار اور دانت والے شکاری جانورونکی

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible] کل ذی مخلب من الطیر [illegible]

[illegible] علیہ وسلم نے ہر ایک پنجے والے پرند اور دانت والے

[illegible] کی لگادی ہے لہذا اگر لا حدیث ابن [illegible] پنجہ دار پرند [illegible]

[illegible] پنجہ دار پرند اور دانت والے جانور [illegible]

[illegible] صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں والسبع کل [illegible]

[illegible] جمع سباع ہے اور ترجمہ اردو میں شکاری یا [illegible]

[illegible] مثل چیل کووّں کے لوگوں سے گوشت [illegible] وغیرہ [illegible]

[illegible] بچے وغیرہ چھوٹے یا انسے بڑے جانور انکو اٹھا لیجاویں [illegible]

[illegible] چیزوں کو چھین لیں زخمی کر دیں۔ دوسرے جانور [illegible]

[illegible] اور یہ ہمارے معاملے سکھائے ہوئے نہیں بلکہ [illegible]

[illegible] وہ جانور جو اچک کر لیجانے والے شکاری ہیں [illegible]

[illegible] اچک لے جاویں جیسے چیل شکرہ۔ باز۔ لہذا [illegible]

[illegible] وذو المخلب طائر یخطف بالمخلب یعنی پنجے [illegible]

[illegible] اور ایک وہ جو چونچ سے گوشت وغیرہ [illegible]

[illegible] چھوٹے جانور جیسے چھپا۔ چڑیا [illegible]

[illegible] چونچ سے اچک لیجاویں اور [illegible]

[illegible] کہا ہے ہیں یا اب ہی [illegible]

[illegible] لہذا [illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

وهو حلال اتفاقا لانه ليس من سباع الطيور ولا يأكل الجيف ونوع يأكل الحب فهو حرام اتفاقا ونوع

معدودة من سباع الطير فهو حرام اتفاقا ايضا ونوع يجمع بين الحب والجيفة وهو حلال

عند الاعظم رحمه الله عليه وهو العقعق الذي يقال له بالفارسية عكه لانه كالدجاجة وعن الثاني انه يكره

یعنے تحقیق کوّے کی چار قسم ہین ایک وہ جو فقط دانہ کہاتا ہے اور اوسکو دشتی کوّا کہتے ہین وہ

بالاتفاق سب کے نزدیک حلال ہے۔ دوسرا وہ جو فقط مردار سڑا ہوا گوشت کہاتا ہے وہ بالاتفاق

سب کے نزدیک حرام ہے۔ تیسرا وہ جو شکاری پرندون مین شمار کیا جاتا ہے وہ بہی اتفاقا

سب کے نزدیک حرام ہے۔ چوتہا وہ جو مردار سڑا ہوا گوشت اور دانہ دونون کو کہاتا ہے وہ امام اعظم

رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہے اوسکا نام عقعق ہے اوسکو فارسی مین عکہ کہتے ہین اسواسطے

کہ وہ مثل مرغی کے ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک وہ مکروہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ

کوؤن مین یہی دیسی کوّا شکاری ہے جو جو ہیا۔ گلہری کے۔ مرغی کے۔ چڑیا کے بچون کو شکار

کرتا ہے۔ علاوہ اس کے اگر کوئی کوّا ایسا کہین ہوتا ہو جو پنجے سے چیل کی طرح شکار کرتا ہو

اور شکاری بہی اوسیکو کہتے ہون جو پنجے سے اُچکے تو اس کوّے کی حلّت کا فتوی دینے والے

بشہادت کتب معتبرہ بتلاوین اور پہر روایت قاضیخان فکان الاصل عندہ ان ما یخلط

النجاسۃ بشئی آخر کالدجاجۃ لا باس بہ کو مقابل مین لیکر آوین۔ علاوہ برین پہلے اپنے

بزرگون کی تحقیقات کو تو دیکہہ لین جناب مولانا شاہ اہل اللہ صاحب قدس سرہ برادر

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ محدث دہلوی ترجمہ کنز الدقائق مین جسکا اردو

ترجمہ مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی مرحوم برادر مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم

مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے مسمے باحسن المسائل کیا ہے اسطرح تحریر

فرماتے ہین۔ جو کوّا کہیتی کہاتا ہے اور ناپاکی نہین کہاتا حلال ہے مگر جو کوّا ابلق کہ مردار

سلہ غیاث اللغات مین ہے جیف بکسر اول و فتح دوم جمع جیفہ کہ بمعنی حیوان مردہ بو گرفتہ است از مراح و جیفہ بالکسر حیوان مردار بو گرفتہ از منتخب و لطائف و کنز اسیواسطے ترجمہ مین جیفہ کے معنی سڑے ہوئے گوشت کے کیئے گئے ہین ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالی علیہ۔

سلہ پس امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قاعدہ ٹہیرا کہ جو جانور نجاست کو دوسری چیز کے ساتھ ملا کر کہاوے اوسکا کہانا ممنوع نہین ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالی علیہ۔

Marfat.com

[illegible]

مین اجماع [illegible]

دیگر موضح القرآن [illegible]

مین لکہا ہے اوس مین [illegible]

چیزین منع فرمائین [illegible]

مثلاً شیر چیتا باز چیل اور ایسی [illegible]

پہر آپسے اون بعض علما [illegible]

دانہ ملا کر کہانے والے جانورون [illegible]

حلال کر لیا تہا اوس کے مردار خوار ہونے [illegible]

ہونے کا خیال کیا تہا بلکہ تمام [illegible]

کو کیسے منحصر کر دیا حضرت [illegible]

مین حرام لکہا ہے اور جو کوا مختلف [illegible]

اوسکو عربی مین عقعق فارسی مین [illegible]

مین مکروہ لکہا ہے چنانچہ ملا [illegible] کی کتاب [illegible]

ہیجوز و مکروہ است [illegible]

بیان کرکے آخر مین [illegible]

[illegible] ابن ماجہ شریف مین حضرت [illegible]
رضے اللہ عنہا نے [illegible]
انہون نے فرمایا [illegible]

[illegible]

دانہ کہاتا ہے - وہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ تحریمی اور امام کے نزدیک مکروہ نہین ہے اور اس امر کے اور زیادہ تحقیق منظور ہو تو رسالہ قول الصواب اور رسالہ زیغ زاغ کو لیجیے اور ملاحظہ کیجے اور آب اصل مدعا کی طرف توجہ فرمایئے اور اب بہی کوئی شبہہ باقی ہے تو بیان کیجے۔

محمدی —— مولانا جزاک اللہ یون ہٹ دہرمی کا تو ذکر نہین جیسا ہماری جماعت قلیل کا خاصہ ہے ورنہ ہر بات کی اسوقت تو میری پوری تشفی ہوگئی۔ مین تو آپ کو معمولی آدمی سمجہے ہوا تہا مگر آپ کی تحقیق سنکر تو آنکہین کہل گیئن اور جو مین مثل اپنے ہم مشربون کے اپنے آپکو بڑا محقق سمجہتا تہا اوس کی کیفیت معلوم ہوگئی۔ اب مین دو روز کی اجازت چاہتا ہون کہ اس مدت مین رسالہ قول الصواب اور زیغ زاغ کو بہی دیکھ لون گا۔ اور یہ تحقیق تقلید کی جو آپنے لکہوا دی ہے اسکو بہی اپنے ہم مشرب مولویون کے ساتہ ملکر دیکہون گا تاکہ اور کوئی شبہہ پیدا ہو تو اوسکو بہی آپ سے رفع کر لون اور پہر اطمینان سے توبہ کرون اور شاید میرے ساتہ اور بہی دو چار اس طریق سے توبہ کر لین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مقلد وعلیکم السلام۔ مولوی صاحب اسکا مضائقہ نہین مگر دیکہو کہین ایسا نہو کہ آپ بلحاظ اپنے ہم مشربون کے چہپ بیٹہو اور نہ آؤ۔ کہو تو مین ہی پرسون آپکے مکان پر حاضر ہون خدا کرے آپ اسی انصاف پر قائم رہین۔

محمدی —— مولانا اب ایسا نہین ہوسکتا۔ انشاء اللہ مین ہی ضرور حاضر ہونگا اب آپکی تقریر میرے دل مین کہب گئی ہے۔ والسلام علیک۔

محمدی السلام علیکم۔

مقلد وعلیکم السلام۔ ورحمۃ اللہ۔ فرمایئے کوئی اور شبہہ تو نہین پیدا ہوا۔ اور اون دونون رسالون کو کیسا پایا۔

محمدی مولانا ماشاء اللہ رسالہ یکر وزہ تو آپ نے خوب ہی بلا تعصب انصاف کے ساتہ لکہا ہے اور یہ تقریر جو آپ نے مجکو لکہوا دی یہ کیا کم کچہ کم ہے۔ مین یقین کرتا ہون کہ

رکھتے ہونگے اون ...

کہ جاتا ہا اونکا سمجہانا ...

بہی فی الواقع اسم بامسمی قول ...

سنتا ہے کہ اب خود بعضی ...

صاحب بریلوی کے رسالہ دفع ساع ...

اب جو بات مونہ سے نکل گئی وہ کسطرح ...

اوسکو ایمان سمجہہ لیتے ہین چنانچہ مولوی حسن ...

میواتیین اسدر جہ کو تو نے کہا ...

بہی نہین نعوذ باللہ ایسے لوگ حنفیون کو ...

بیان کی یہ بہی لاجواب ہی ہین مگر ...

کل اقوال بعد بیان ...

کبہی ایک امام کی تقلید پر ...

بہی ہو گیا پہر مقلدین امام اعظم رحمۃ اللہ ...

عالمگیری مین ہے وفی نوادر ...

بمازلتہ فی امراۃ فیبان عنہا فیجیبا فاقتلہ ...

ذالک الفقیہ لیجبینا وعنہ ...

فاخذ بہ وعزم علیہ وسعہ الامساک ...

فافتاہ بخلاف او حرام ... لم یعزم علیہ ...

... فامضیا علی ...

فی زوجۃ وعزم علیہ ...

... الاخر ...

کسی فقیہ یعنے مجتہد سے کسی عورت کے معاملہ مین اپنے اوپر حرام ہونے کا فتوی لیکر اوس عورت کو اپنے اوپر حرام سمجھہ لیا اور اپنے سے جدا کر دیا اور پہر دوسری عورت سے جب پہلے عورت کا سا ہی معاملہ واقع ہوا اور اوسمعاملہ مین دوسرے فقیہ یعنے مجتہد سے فتوی لیا۔ اوسنے اوسی معاملہ خاص کے اعتبار سے جسکی وجہ سے پہلے فقیہ نے پہلی عورت کو حرام کہدیا تہا اوس عورت کو حرام نہ بتایا بلکہ برخلاف فقیہ اول کے حلال رہنے کا فتوی دیا اور اوس نے بموجب قول دوسرے فقیہ کے عمل کیا اور اوسعورت کو جدا نکیا تو اسکو دونون فقیہون کے قول پر دو عورتون کے معاملہ مین عمل کرنا جائز ہے۔ البتہ ایک عورت کے ایک معاملہ خاص مین ایک فقیہ کے قول پر عمل کرنے کے بعد دوسرے فقیہ کے مخالف قول پر عمل درست نہین ہان فقیہ اول کے قول پر عمل کرنیسے پہلے اوسکے قول کو چہوڑ دے اور دوسرے کے قول پر جو فقیہ اول کے مخالف فتوے دیتا ہے عمل کرے تو کوئی مضائقہ نہین اور پہر امام محمد فرماتے ہین یہی ہمارا قول ہے اور یہی ابو حنیفہ اور امام ابیوسف رحمہم اللہ کا انتہی۔ پس اس قول پر حنفیہ کیون نہین عمل کرتے اگر اسپر عمل کر لیا جاے مقلدین غیر مقلدین مین تہوڑا ہی فرق رہجاوے۔ کہ جسکا مٹنا مٹانا کوئی مشکل نہین بلکہ واقع مین اس قول کا اور غیر مقلدون کا ایک منشاء ہے وہ بہی یہی کہتے ہین کہ ایک مجتہد کے تمام معاملات مین پابندی ضرور نہین بلکہ اگر عالم ہے تو جس مجتہد کی دلیل باعتبار قرآن اور حدیث کے قوی پاوے اوسکے قول پر عمل کرے ورنہ بموجب روایت عالمگیریہ عمل کرتا رہے۔ ہان غیر مقلد ہرایک شخصکو تلاش دلیل قرآن اور حدیث کی البتہ ضرور ہدایت کرتے رہتے ہین مگر یہ بات شاید کسیکے نزدیک بہی بُری نہوگی اسواسطے کہ اسصورت مین مجرد خواہش نفس کے موافق کسی مجتہد کے قول کو چہوڑا نجاوے گا۔ چنانچہ اسمضمون کی بہی روایتین شامی۔ میزان شعرانی وغیرہ موجود ہین۔ اور ایک معاملہ خاص مین ایکے قول پر عمل کرکے اوسی معاملہ خاص مین جو دوسرے وقت بعض غیر مقلد دوسرے مجتہد کے مخالف قول پر عمل کرلیتے ہین یہ امر بہی موافق روایت مذکورہ صفحہ ۱۵ سطر ۳۰ شامی مطبوعہ مطبع مجتبائی ہے البتہ ایک معاملہ مین ایک وقت مین بہی کئی مجتہدون کے مختلف قولون پر عمل جو کرلیتے ہین۔ مثلاً وضو مین مسح بموجب قول امام شافعی رحمہ اللہ ایک بال کا کرلیا۔ اور جب مس ذکر کرلیا تو بموجب قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ اوسی وضو سے نماز پڑہ لی

سوال اول تو آپ صاحب [illegible]

کچھ خرابی ہوا اور ہی بات اون کی [illegible]

رسول اور قول امام اعظم رحمۃ اللہ [illegible]

مقلد۔ مولویصاحب [illegible]

تمام ہم مشربون پر ہے کہ جو بات ایک [illegible]

مین حاصل ہے آپ صاحب اونکو یکدم پہر ہوں جاتے ہین [illegible]

بموجب قول امام بخاری رحمۃ اللہ اور قول مولانا [illegible]

علیہ الرحمۃ وغیرہم ایسی جو شرطین قرآن اور حدیث [illegible]

اپنے ہم مشربون کے آپنے دوروز تک دیکھا۔ کیا وہ [illegible]

ہین اور جب نہین پائی جاتی پہر اس قول سے کیا معنے [illegible]

کے اقوال مختلف پر عمل کرتے ہین تو جب اون قولون [illegible]

رہتے ہین اور جب بعد نظر [illegible] لینے کے اقوال مذکورہ امام [illegible]

اور بیکار رہا تو اب اوس خرابی کو سمجھ لیجیے [illegible]

جب کسی نے بموجب قول امام شافعی رحمۃ اللہ [illegible]

اماموں کے نزدیک تو یہ وضو نہین ہوا اور [illegible]

کپڑے وغیرہ سے چہولیا تو امام شافعی [illegible]

اسی وضو سے اوس نے نماز پڑھ لی [illegible]

ہوگی جو اوس وضو سے پڑھی گئی [illegible]

شامی مذکورہ صفحہ ۱۵ شامی [illegible]

آنکھ [illegible] مین ڈالا ہے وہ ایسی امام [illegible]

خلاصہ اوس عبارت کا یہ ہے [illegible]

[illegible]

Marfat.com

تو بھی جائز ہے بلکہ ایک امام کے قول کے موافق مثلاً اگر اپنی نماز کو درست جانکر نماز پڑھ لے اور پھر معلوم ہوا کہ اس امام کے نزدیک تو یہ نماز جائز اور درست نہین ہوئی مگر دوسرے امام کے نزدیک جائز اور درست ہے تو اوس امام ثانی کی تقلید سے اگر اوس نماز کا اعادہ نکرے تو بھی جائز ہے چنانچہ فتاوای بزازیہ مین امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب وہ حمام سے غسل کرکے نماز جمعہ پڑھ چکے معلوم ہوا کہ جس کنوے سے وہ حمام بھرا گیا تھا اوس مین چوہا مر گیا تھا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسوقت ہم اپنے مدینہ والے بھائیون کے قول کی تقلید کرتے ہین جو وہ فرماتے ہین کہ جب پانی قلتین کے مقدار کو پہونچ جاوے اوس مین نجاست اثر نہین کرتی۔ اب فرمایئے امام شرنبلانی نے اپنے قول پر جو فعل امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے دلیل پکڑی اس قرینہ سے یہ امر ظاہر ہے یا نہین کہ یہ قول بموجب ایک روایت غیر مفتی بہا کے امام ابو یوسف رحمہ اللہ جیسے مقلدون کی شان مین ہے جو مجتہد فی المذہب ہین۔ ورنہ یہ روایت اور وہ روایت بحر الرائق اور فتاوای بزازیہ کے کہ اگر قاضی مجتہد نہ ہو اور مخالف اپنے مذہب کے کوئی حکم نافذ کر دے وہ حکم اوس کا صاحبین یعنے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بھی نافذ ہو جاوے گا اور بعد نفاذ اوسکے حکم کو کوئی دوسرا قاضی نہین توڑ سکتا بمقابلہ روایت ہدایہ جو ظاہر الروایت ہے ہرگز قابل اعتبار نہین ہو سکتی اسواسطے کہ ہدایہ کی کتاب ادب القاضی مین ہے ولو قضی القاضی فی المجتہد فیہ مخالفا لرایہ ناسیا لمذہبہ نفذ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ وان کان عامدا ففیہ روایتان ووجہ النفاذ انہ لیس بخطأ یقینا وعندہما لا ینفذ فی الوجہین لانہ قضی بما ہو خطأ عندہ وعلیہ الفتوی۔ یعنے قاضی مجتہد نے اگر اپنے مذہب کو بھولکر مخالف اپنی رائے کے اوس مسئلہ مین جس مین اجتہاد کی گنجائش ہے اور کسی دوسرے مجتہد کی رائے اسکی رائے کے مخالف تھی اوسی مخالف رائے کے موافق حکم جاری کر دیا تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ حکم نافذ ہو جاوے گا اور اگر قصداً مخالف اپنے مذہب کے حکم جاری کیا ہے تو ایک روایت مین امام کے نزدیک اب بھی وہ حکم نافذ ہو جاوے گا اسواسطے کہ دوسرے مجتہد کی رائے مطابق ہونے کے وجہ سے وہ حکم یقیناً خطا نہین ہو سکتا اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اور بموجب دوسری روایت کے جو امام سے مشہور ہے امام اعظم رحمہم اللہ کے نزدیک بھی وہ حکم نافذ نہو گا اسواسطے کہ اسکے گمان مین تو وہ حکم جو مخالف اپنی رائے کے

Marfat.com

موافق قول دوسرے [illegible]

جو امام سے منقول ہے اور [illegible]

فتوی ہے اور مبسوط میں بھی صاحب [illegible]

اسی بنا پر صاحب شامی روایت نوادر [illegible] اور [illegible]

قابل توجہ کرنے کے نہیں ہے اور نہ اوس کی روایت [illegible]

جیسے امام سے نفاذ حکم کے مروی ہے صاحبین سے بھی [illegible]

مفتی بہ ہدایہ اور مبسوط یہ ثابت ہوچکا کہ اگر قاضی مجتہد [illegible]

نہیں ہوسکتا پھر صاحبین کے نزدیک قاضی مقلد کا حکم [illegible]

ہے لہذا در مختار میں تو صراحۃً لکھدیا ہے۔ واما المقلد فلا ينفذ قضاؤه بخلاف مذهبه [illegible]

یعنے قنیہ میں ہے کہ قاضی مقلد کا حکم برخلاف فتوی اپنے امام کے نافذ [illegible]

اور مبسوط کا اون کتب ظاہر الروایت سے ہونا تو ظاہر ہی ہے [illegible]

صاحب شامی تصانیف مشہورہ مجتہدین فی المذہب سے [illegible]

فرماتے ہیں مگر ہدایہ بھی وہ معتبر کتاب ہے کہ صفحہ ۱۴ [illegible]

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ نوادر کے [illegible]

روایتوں کو امام محمد۔ امام ابو یوسف رحمہما اللہ کی طرف [illegible]

مشہور ہے یہ نسخے ہمارے زمانے میں نہیں ہوتے [illegible]

ہے اگر نوادر کی کوئی روایت پائی جاوے تو [illegible]

اور شامی کی روایت مسائل نوادر اور کتب ظاہر [illegible]

کی روایت جو فتاوی عالمگیری [illegible]

[illegible] ہوجاوے کہ کتب [illegible]

ہے کہ [illegible] شامی میں ہے کتب ظاہر [illegible]

والسیر الصغیر والجامع [illegible]

[illegible]

لانهالم یروعن محمد بروایات ثابتہ صحیحۃ کالکتب لاولی ۔یعنی مبطو وغیرہ کو ظاہر الروایت اسوجہ سے کہتے ہین کہ وہ مرتبہ خبر متواتر اور مشہور کو پہونچی ہین امام محمد رحمہ اللہ سے بذریعہ روایت ثقہ راویون کے اور نوادر کے مسائل امام محمد رحمہ اللہ سے بذریعہ روایت صحیحہ نہین روایت کیگئی اب فرمائیے بمقابلہ روایت ہدایہ اور مبطو نوادر کے روایت کیونکر معتبر سمجھی جاوے اگر فتاوی عالمگیریہ کا مرتبہ مبسوط اور ہدایہ کی برابر ہوتا تو اوسکے اعتبار پر مان لیتے مگر اول تو شروح کے مقابل مین بہ مرتبہ فتاوی کا کم ہے اور پھر مبسوط اور ہدایہ کے مقابلہ مین تو کچھہ ہی نہین ۔مگر خیر اگر اوس روایت کو معتبر مان ہی لین تو کیا اوس عبارت کے یہ معنی نہین ہوسکتے کہ مراد فقیہ اول اور فقیہ آخر سے مجتہدین فی المذہب مثل امام محمد امام ابو یوسف امام زفر وغیرہ ہین کہ جن سبکے اقوال سے مذہب حنفی مرکب ہے یا مجتہد فی المسائل یا حافظ روایات فقہ اسواسطیکہ عرف فقہا مین انکو بھی فقیہ کہتے ہین اور یہ سب زمرہ مقلدین مین داخل ہین اور انمین جو باہم بعض روایات مین اختلاف ہے بموجب قواعد رسم المفتی ان مین سے کبھی کسیکی روایت پر کبھی کسی دوسرے کی روایت پر بحسب ظہور قوت او ضعف دلیل کے یا بوجہ فتوی مختلف دینے دو مفتیون کے جو دونو حنفی ہین بموجب اختلاف روایت اور اختلاف اپنی اپنی سمجھہ کے عمل کر لینا عین تقلید امام ابو حنیفہ ہے ایک مذہب کے مختلف فقیہون کے مختلف فتوے پر عمل کرنے سے جب وہ فتوی بروایت صحیح ثابت ہوجائے اوس مذہب کے تقلید سے نہین نکلتا اسواسطے کہ انکا کوئی حکم مخالف راے امام نہین ہوتا

چنانچہ علامہ شامی درر سے نقل فرماتے ہین ۔ اذا حکم الحنفی بمذہب ابی یوسفؒ او محمدؒ ونحوہما من صحابؔ الامام فلیس حکما بخلاف رایہ یعنے اگر حنفی امام ابو یوسف یا محمد وغیرہ اصحاب امام کے کسی قول کے موافق فتوے دیدے تو وہ حکم مخالف راے امام نہین ہوتا ۔ اور میزان شعرانی وغیرہ کی روایتون کا بلکہ جتنی اس قسم کی روایتین ہین ان سبکا حال ہم جواب سابق مین روایت امام بخاری رحمہ اللہ اور شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اور روایت میزان وغیرہ کے ساتہ مفصل پہلے ہی بیان کر چکے ہین کہ یہ سب روایتین مجتہد فی المذہب کی شان مین ہین نہ ہر خاص و عام کی شان مین اب بھی اگر کوئی شک رہا ہو تو دیکھہ دو ۔ اور یاد رکھو کہ اس قسم کے شبہہ مین ڈالنے والے اقوال بہت ہین اور غالباً حی الوسع اس قسم کے سبھی قولونکو مولوی نذیر حسین صاحب نے مع اپنی تحقیقات کے معیار الحق مین جمع کر دیا ہے مگر اونکی تحقیقات کی جوابات دندان شکن نہایت تحقیق کے ساتہ ہمارے مولانا سید العلما

Marfat.com

انتصار الحق میں ...

ہیں اگر آپ کو یا آپکے جواب ...

دیکھو مگر اسکی ...

کسیکے کہنے سے کہ انتصار کا یہی جواب ...

ممدوح سے بہی بعض نے آپکے زمانہ حیات میں ...

قدس سرہ برادر کلان حضرت مولانا سے ...

جواب کو منگواکر ملاحظہ فرماکر فرمایا کہ عقلا کے ...

دکہا رہا ہے۔ اسکے جواب الجواب کی کیا حاجت ہے ...

دیکہتے جاؤ پہر ہم بہی دیکہیں کہ بعد ... لیجئے انتصار ...

وجوب تقلید کو کوئی شبہہ کسطرح پیدا ہوتا ہے

محمدی۔ مولانا۔ جب ایک ہی مذہب کے مقلد ...

روایتیں مخالف قول امام کے منقول ہیں اور آپ ...

ہی کے مقلد ہیں اور آپ بحوالہ شامی فرما چکے کہ ...

نہیں اندرین صورت یہ بات لازم آتی ہے کہ ...

حرام ہیں وہی بعض حلال ہی ہیں اور جو بعض ...

فرض ہیں وہ جائز ہی ہیں اور یہ ...

اختلاف واحد یعنے جس مسئلے میں اختلاف ...

کہ ایک ہی امام کے نزدیک جو بعض ...

ان میں سے کسکو حق سمجہا ...

مقلد کو کسی طرح ...

صفحہ ۳۹ میں بیان کرچکے ...

Marfat.com

رکھنا چاہیے کہ جبتک مشہور کتابون کی روایت بلے غیر مشہور کتابون کی روایت پر جبتک یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ روایت کس معتبر کتاب سے نقل کی ہے اور بدون دیکھنے شروح کے مختصر کتابون مثل کنز اور نہر کے بھی فتوی نہ دیے۔ چنانچہ شامی مین ہے فلا یجوز الافتاء مما فی الکتب الغریبۃ یعنے غیر مشہور کتابون پر فتوی دینا جائز نہین وفیہ انہ لا یجوز الافتاء من الکتب المختصرۃ۔ اور پھر اصحاب متون جس روایت کی تصحیح کرین اوسکو مقدم سمجھے ورنہ پھر متون کی روائتون مین سے مسائل ذوی الارحام مین امام محمد کے قولون کو اور قضا مین امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قولونکو مقدم رکھنا چاہیے۔ اور بصورت مقابلہ شروح اور متون تو پھر متون ہی مقدم رکھی جاونگی چنانچہ علامہ شامی بحوالہ شرح بیری تحریر فرماتے ہین۔ وہذا عند عدم ذکر اہل المتون للتصحیح والا فالحکم بما فی المتون کما لا یخفی لانہا صارت متواترۃ۔ یعنے یہ قاعدہ کہ مسائل ذوی الارحام مین امام محمد رح کے قولون کو اور قضا مین امام ابو یوسف رح کے قولون کو مقدم رکھنا چاہیئے جب ہی کہ اصحاب متون کسی قول کی تصحیح نہ بیان کرین ورنہ شروح وغیرہ پر متن ہی مقدم رہتا ہے اسواسطے کہ متون کی روایت بطریق تواتر منقول ہوتی چلی آئی ہین۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ ایکہی چیز کا حلال بھی اور حرام بھی ہونا ایکہی امام کے نزدیک خلاف نقل وعقل ہے سو بیشک یہ امر باعتبار ایک زمانے اور ایک قسم کے لوگون کے ایسا ہی ہے ورنہ باعتبار مختلف زمانون کے مختلف شہر وغیرہ مختلف مرتبے کے لوگون کے اور بدلنے حالات آدمیون کے شرعی حکمون کا مختلف ہوتا رہتا ظاہر ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ ابتداء زمانہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مین عورتون پر پردہ مطلقا فرض نتہا جب منافقون کی اور زانیون کی فتنہ انگیزی ظاہر ہوئی اور بجہت عادت قدیم ایام جہالت ادہر عورتین بے حجاب نکلتی رہین اودہر یہ شریر لوگ اپنی عادت بد سے باز نہ آئے۔ اللہ جلشانہ نے بمقتضائے حکمت کاملہ آہستہ آہستہ حکم حجاب نافذ فرمانا شروع کردیا سو اسواسطے کہ یکدم پرانی عادت کا چھوٹنا بموجب قانون قدرت بہت نادر ہے اور اول عورتونکی نسبت یہ حکم نافذ فرمایا۔ یا ایہا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیہن من جلابیبہن قال القاضی عبداللہ بن عمر فی تفسیر البیضاوی یغطین وجوہہن وابدانہن بملاحفہن اذا برزن لحاجۃ یعنے اے ہمارے رسول اپنی بیویون بیٹیون اور نیز مومنون کی بیویون سے کہدو کہ اپنی

Marfat.com

ضرورت کے واسطے [illegible]

شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ [illegible]

علیہ وآلہ وسلم اپنے نکا جہوڑ [illegible]

نیچو چہوڑین سر اپنی چادرون کا [illegible]

کے ساتہ ہی یہ حکم نازل ہوا۔ لئن لم ینتہ المنافقون والذین [illegible]

لنغرینک بہم ثم لا یجاورونک فیہا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا [illegible]

عورتون کے چہپ کر نکلنے کے اب ہی اگر منافق [illegible]

مین باز نہ آوین گے تو پہر ہم تم کو ایسا اونکے پیچہے ڈالین گے [illegible]

پہٹ پہٹ ہی مین رہین اور جہان ملین پکڑے جاوین [illegible] عورتون

کی طرف سے قصور ظاہر ہوا اور بعض مومنون کو بہی دیکہا گیا کہ عورتون [illegible]

دیکہنے لگتے ہین اور ظاہر ہے کہ جتنی فساد زنا و [illegible]

کا آپس مین ایکدوسرے کو دیکہنا ہی ہے فرمادیا قل للمومنین یغضوا [illegible]

ذلک ازکی لہم وا طہر ان اللہ خبیر بما یصنعون یعنی [illegible]

نگاہون کو غیر عورتون سے بند رکہین اور شرم [illegible]

لیئے بہت ہی خوبی اور پاکی کے ہے بیشک اللہ آگاہ [illegible]

یا کسیکے آواز پر کان لگاوین یا [illegible]

لا یخفی علیہ اجالۃ ابصارہم واستعمال سائر [illegible]

علی حذر منہ فی کل حرکۃ وسکون یعنے اللہ [illegible]

اعضا کی حرکتین اور ارادے پوشیدہ نہین [illegible]

ڈرتے رہین اور پہر رسول [illegible]

مین شعب الایمان [illegible]

عورت کو دیکھے یعنے کسیکے اوتنے جسم کو دیکھے جسکا ڈہانکنا فرض ہے اور ماسوا اوسکے جسکا اوتنا بدن دیکھا جاوے
یعنے بلا عذر اور ضطرار ایسی طرح ہو جاوے کہ اوسکو کوئی دیکھہ ہی لے اور ظاہر ہے کہ مرد کی عورت
یعنے وہ بدن کہ جسکا ڈہانکنا فرض ہے امام کے نزدیک زیر ناف سے گہٹنے تک اور مالک رحمہ اللہ کے
نزدیک فقط شرمگاہ اور سرین ہی ہین مگر عورت کا بدن تو اتفاقاً سارا ہی عورت ہے چنانچہ
ترمذی شریف میں ہے۔ عن ابن مسعودؓ عن النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال المرأۃ عورۃ
فاذا خرجت استشرفہا الشیطان۔ یعنے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہے کہ عورت تو ساری ہی عورت ہے۔ یعنے اوسکا سارا ہی بدن سر سے پاؤن تک
واجب الستر ہے جب وہ نکلتی ہے شیطان اوس کے تاک جہانک میں رہتا ہے۔ صاحب لمعات
اس کی شرح مین فرماتے ہین یبغویہا ولیغوی بہا یعنے اس غرض سے کہ اوسکو بہی بہکاوے اور
اوس کے ساتھ کسی اور کو بہی گمراہ کرے اور نیز مشکوٰۃ شریف۔ اور طحاوی شریف اور مسند امام
احمد رضی اللہ عنہ اور ترمذی شریف اور ابو داؤد اور دارمی مین حضرت بریدہ حضرت علی سے روایت
کرتے ہین کہ قال قال لی النبی صلے اللہ علیہ وسلم النظرۃ الاولی لک والآخرۃ علیک۔ یعنے حضرت
علی فرماتے ہے کہ مجہسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی پہلی نظر تو واسطے تیرے ہے
یعنے جو اچانک پڑگئی وہ تو معاف ہے اور دوسری نظر اوپر تیرے ہے یعنے موجب وبال و نکال
ہے۔ مقصود اس حدیث مین حضرت علی کے مخاطب بنانے سے یہ ہے کہ سب مسلمان سمجہہ لین کہ جب
حضرت علی جیسے عارف باللہ شیر خدا کو ایسا حکم ہوتا ہے تو دوسرے پہر کس گنتی شمار مین ہین اور پہر
مومن عورتون کے واسطے آیہ مذکورہ سے آگے اسطرح ارشاد فرمایا۔ وقل للمومنات یغضضن من
ابصارہن ویحفظن فروجہن ولا یبدین زینتہن۔ قال القاضی فی تفسیر البیضاوی فی تفسیر
کالحلی والثیاب والاصباغ فضلا عن مواضعہا لمن لا یحل ان تبدی لہ الا ما ظہر منہا عند مزاولۃ
الاشیا کالثیاب والخاتم فان فی سترہا حرجا والمستثنی ہو الوجہ والکفان لانہما لیستا بعورۃ
والاظہر ان ہذا فی الصلوٰۃ لا فی النظر فان کل بدن الحرۃ عورۃ لا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر
الی شیٔ منہا الا لضرورۃ کالمعالجۃ وتحمل الشہادۃ۔ یعنے اے ہمارے محبوبؐ کہدو تم مومن عورتون سے

ف چنانچہ درمختار مین بہی ایسا ہی لکہا ہے حیث قال وینظر من الاجنبیۃ ولو کافرۃ الی وجہہا وکفیہا فقط للضرورۃ
یعنے ضرورت سے اجنبی عورت کا موںہہ اور دونون ہتیلیون کا دیکہنا جائز ہے۔ (باقی حاشیہ صفحہ ۵۸ مین دیکہو)

Marfat.com

سی آنکھوں [illegible]

نہ دیکھنا [illegible]

کا رنگ ہے اور ظاہر [illegible]

اور موہنہ اور دونوں ہتھیلیوں [illegible]

ہیں کہ نماز میں انکا کھلا رہنا جائز ہے [illegible]

واجب الستر ہے بلا ضرورت علاج یا کسی عورت [illegible]

محرم کے دیکھنا جائز نہ عورت کو دیکھا جانا [illegible]

ما یخفین من زینتھن یعنے عورت کو پانو مار کر بھی [illegible]

نہیں مگر یہ بھی نہ جانے کہ یہ عورت زیور پہنے ہوے [illegible]

وسلم نے یہان تک فرما دیا کہ لا تباشر المراۃ المراۃ [illegible]

وسلم عن عبد اللہ بن مسعود یعنے بخاری اور مسلم میں حضرت [illegible]

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے [illegible]

اسواسطے کہ پہر وہ اپنے شوہر سے اسکا ذکر کرے گی اور [illegible]

ہی رہا ہے۔ اور مسلم شریف میں ہے۔ عن عقبہ بن [illegible]

ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یا رسول اللہ [illegible]

اور نیز ایسا ہی ہدایہ میں ہے ولا یجوز ان ینظر الرجل الی [illegible]
سوا موہنہ اور دونوں ہتھیلیوں کے [illegible]
لا یامن من الشہوۃ لا ینظر الی وجہہا الا لحاجۃ [illegible]
عضو [illegible] الا انہ [illegible]
یدل علی انہ لا یباح اذا شک [illegible]
موہنہ کو بھی نہ دیکھے بسبب [illegible]
شہوت ہے دیکھنا تو [illegible]
[illegible]

یعنی نبی کریم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تہے کہ خبردار کبھی غیر عورتون مین نہ جایا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جیٹہہ دیور بہی۔ یعنے جہان اوس کے بہا بہی ہو۔ کیا نہ جاوین۔ فرمایا وہ تو موت ہین یعنے اون سے تو ایسا ڈرنا چاہیئے جیسے موت سے ڈرتے ہین لہذا جب تک مرد و عورت ان تاکیدون کے پابند رہے بغرض امر ضروری اور پنجگانہ نماز کی عورتون کو گہر سے نکلنے کی اجازت رہی۔ پہر جس قدر ان تاکیدون کے پابندے مین نقصان ہونے لگا عورتون پر تشدد پردہ کا بڑہتا گیا۔ چنانچہ اول تو یہ حکم تہا کہ اذا استاذنت احدکم امرأتہ الی المسجد فلا یمنعہا رواہ البخاری ومسلم عن ابن عمر مرفوعًا یعنے بخاری اور مسلم مین ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسیکی بیوی مسجد جانےکی اجازت طلب کرے تو اوسکو مسجد سے منع نکرنا چاہیئے اور جب عورتین نماز کو آتی تہین تو یہہ دستور تہا کہ عورتین سلام پہیرتے ہی چلدیتی تہین اور حضور تہوڑی دیر مع نمازیون کے ٹہیرے رہتے تاکہ مردون سے پہلے بغیر مردون کے میل جول کے عورتین اپنے گہر پہنچ جاوین چنانچہ بعینہٖ یہی مضمون اس روایت بخاری شریف سے ثابت ہے۔ عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا سلم قام النساء حین یقضی تسلیمہ ویمکث ہو فی مقامہ یسیرا قبل ان یقوم قال الزہری واللہ اعلم ان ذالک کان لکی ینصرف النساء قبل ان یدرکہن من الرجال۔ اور اسی غرض سے کہ عورتون کو کوئی نہ دیکہے صبح کی نماز تو ایسے وقت پڑہتے تہے کہ تاریکی سے[1] ایک عورت دوسری عورت کو لوٹتے وقت بہی نہ پہچانے کما فی البخاری عن عائشۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یصلی الصبح فینصرفن نساء المؤمنین لا یعرفن من الغلس ولا یعرف بعضہن بعضًا۔ پہر بعض عورتون کی حالت کے اعتبار سے یہ حکم رات کی نماز ہی کے ساتہ مخصوص رہگیا کما روی البخاری فی صحیحہ عن عمر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا استاذنکم نساءکم باللیل الی المسجد فأذنوا لہن۔ یعنے صحیح بخاری مین حضرت عمر سے

[1] حالانکہ اصل مین اگر عورتونکے حجاب وغیرہ کی ضرورت نہو روشنی مین صبح کی نماز پڑہنا مستحب ہے چنانچہ عقود الجواہر المنیفۃ مین ہے اخرج اصحاب السنن الاربعۃ وابن حبان من حدیث رافع بن خدیج من روایۃ محمود بن لبید عنہ اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر وقال الترمذی حسن صحیح وعند النسائی بسند صحیح ما اسفرتم بالفجر فانہ اعظم للاجر وفی الطحاوی باسناد جیدہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسفروا بالفجر فکلما اسفرتم بالفجر فہو اعظم للاجر۔ یعنے ترمذی ابو داؤد نسائی ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان اور طحاوی شریف مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نماز صبح کو روشنی مین پڑہا کرو۔ اسواسطے کہ جسقدر روشنی مین پڑہوگے اوتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا ۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ

Marfat.com

طلب کرین تو اون کو [illegible]

عورتون کو ایسی طرح [illegible]

نہ آوین۔ چنانچہ [illegible]

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتون [illegible]

صلوتکن فی [illegible] وصلوتکن فی حجرکن افضل من [illegible]

من صلوتکن فی مسجد الجماعۃ یعنے نماز [illegible]

افضل ہے اور مکان مین ایکطرف پڑھنا [illegible]

اور انگنائی مین مسجد جماعت سے افضل ہے [illegible]

حاصل ہے۔ اب جو کوئی بحیلہ ثواب مسجد مین جانے کی [illegible]

بلکہ محض حیلہ جو ہے۔ اسپر بھی جب بعض عورتین آتی تہین [illegible]

ہے مسجد مین آتی تہین یا بغیر اختلاط مردون کے [illegible]

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایسے طرز کے [illegible]

عورتین آپ ہی نکلنا چھوڑ دین چنانچہ فرما دیا۔ لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ [illegible]

لمنعہن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل [illegible]

یعنے جو کیفیت عورتون نے پیدا کی ہے اگر رسول اللہ [illegible]

ملاحظہ فرماتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتون کو [illegible]

بھی مسجد آنے سے ضرور منع فرما دیتے لہذا [illegible]

بالکل ہی منع فرما دیا چنانچہ [illegible]

سلہ اس حدیث کو طبرانی سے جامع صغیر میں بھی نقل [illegible]

اور [illegible] کے یہ معنی ہون گے کہ [illegible]

ارضوا پڑھا جاوے تو یہ معنے ہون گے [illegible]

عمری تعز [illegible]

مردون کو اچھے کپڑے پہننا تاکہ وہ گہرون کو لازم پکڑین - اور اوسی احیار مین ہے کہ کان اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یسدون الکوی والثقب لئلا تطلع النسوان الی الرجال - یعنے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روشندان اور سوراخون اور دیوارون کو بند کردیا کرتے تہے کہ کبہی عورتین مردون کی طرف نہ جہانکین ورای معاذ امراتہ تطلع الکوۃ فضربہا ورای امراتہ قد دفعت الی غلامہ تفاحۃ قد اکلت منہا فضربہا یعنے حضرت معاذ نے اپنی بیویکو روشندان سے جہانکتے دیکہکر مارا اور اون کے بیوی نے سیب اپنا جہوٹا اپنے غلام کو دیدیا تہا جب بہی مارا - اور ہدایہ کی اس عبارت کی شرح مین ویکرہ لہن حضور الجماعات یعنے الشواب منہن لما فیہ من خوف الفتنۃ صاحب نہایہ تحریر فرماتے ہین واحتج اصحابنا بنہی عمر عن الخروج لما رای من الفتنۃ یعنے یہ جو ہدایہ مین ہے کہ بخوف فتنہ جوان عورتون کو نمازون کی جماعت مین حاضر ہونا مکروہ ہے دلیل اس کراہیت کی ہمارے اصحاب کے نزدیک منع کرنا حضرت عمر[1] کا ہے عورتونکو باہر نکلنے سے جب صورت فتنہ ملاحظہ فرمائی اور اس سے بہی تصریح کے ساتہ یہی مضمون امام نووی شافعی نے شرح مسلم شریف[2] مین تحریر فرمایا ہے اور پہر متاخرین فقہا نے زیادہ صورت فساد اہل زمانہ

---

[1] احیار العلوم مین ہے علاوہ جو بعض احادیث مین آیا ہے کہ حضرت عمر نے جب حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تہا - لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ - یعنے اللہ کی لونڈیون کو مسجدون سے مت منع کروا در اوس کے جواب مین حضرت عمر کی بیٹی نے کہا کہ ہم منع دینگی تو حضرت عمر نے اونکو مارا اور خفا ہوئے - اس کی وجہ یہ تہی کہ اون کے موںہہ سے حدیث کے مقابلہ مین مخالف بات نکل گئی تہی اور اس بات کے نکلنے کی وجہ یہ تہی کہ وہ زمانہ کی حالت بدلنے سے واقف ہوگئی تہی چنانچہ آخر کار زمانہ کی حالت دیکہکر حضرت عمر نے بہی منع فرماہی دیا ۱۲ منہ غفر اللہ ولوالدیہ - [2] نووی شرح مسلم شریف مین ہے قولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا اماء اللہ مساجد ہذا وشبہہ من احادیث الباب ظاہر فی انہا لا تمنع المسجد لکن بشروط ذکرہا العلماء ماخوذۃ من الاحادیث وہو ان لا تکون متطیبۃ ولا متزینۃ ولا ذات خلاخل یسمع صوتہا ولا ثیاب فاخرۃ ولا مختلطۃ بالرجال ولا شابۃ ونحوہا مما یفتتن بہا الخ - یعنے یہ جو حدیث مین آیا ہے کہ عورتون کو مسجد جانے سے منع کرو علما نے اس حکم کو چند شرطون کے ساتہ جو دوسری حدیثون سے ماخوذ ہین مقید کیا ہے اور وہ شرطین یہ ہین کہ خوشبو لگا کر - بنا و سنگار کر کر - آواز دار زیور پہن کر - اچھے کپڑے پہن کر - مردون مین مل جل کر نہ نکلین - اور جوان بہی نہ ہون - اور علاوہ اس کے کوئی ایسی بات نہ ہو کہ جس سے خوف فتنہ ہو - اور جب یہ شرطین نہ پائی جاوین - بموجب اذا فات الشرط فات المشروط - پہر اون کو مسجد مین جانا جائز نہین - اور منع کرنا ضروری ہے - ۱۲ - منہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ -

Marfat.com

[illegible]

مجتہد بننے کرنے ... [illegible]

چنانچہ در مختار ... [illegible]

علی المذہب المفتی به [illegible]

مجمع نہین اگرچہ پڑہا ہوتا ... [illegible]

فتوی ہے حاضر ہونا مکروہ ہے علی ہذا بخاری ... [illegible]

ہے کہ اگرچہ حافظ قرآن زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ ... [illegible]

کذالک کے ساتہ ایک جلد نہین لکہا ... [illegible]

پر لکہا ہوا انہون کے پاس ہتا لہذا جب حضرت عمر رضی ... [illegible]

کر دینے کے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو ... انہون نے ... [illegible]

کیا آخر جب اس امر کو سوچ سمجہکر حضرت عمر کے ساتہ متفق ہوئے ... [illegible]

رضی اللہ عنہ نے حضرت زید سے جمع کرنے قرآن کی نسبت ... [illegible]

انکار کیا کہ فرمانے لگے قسم ہے اللہ کی اگر ادہر سے ... [illegible]

تو مجکو بہاری نہ معلوم ہوتا جتنا یہ حکم مجکو بہاری معلوم ہوا ... [illegible]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف معلوم ہوتا تہا مگر اللہ ... [illegible]

عنہا کے جب میرے سینے کو بہی کہول دیا اور مصلحت ... [illegible]

ناسخ منسوخ آیتین سب یاد ہتین مگر جن کے منسوخ ... [illegible]

معہ اختلاف ساتون قرات متواترہ ترتیب وار ... [illegible]

ایک جگہ جمع کرنا شروع کر دیا اور چونکہ حضرت ... [illegible]

شریف کی روایت سے ثابت ہے فرماتے ہین کہ ... [illegible]

سے تلاش کیا مگر بجز حضرت ... [illegible]

آیا ہے کہ حضرت عمر ہر آیت ... [illegible]

احتیاط دو دو صحابہ سے ... [illegible]

Marfat.com

حضرت زید ہی شاہد رہے نہ لکہی گئی جب حضرت ابو خزیمہ بہی شاہد گذر گئے درج فرمادی گئی اور اللہ نے جو قرآن مین فرمایا ہے ونحن نزلنا الذکر وانالہ لحافظون اسکا پورا ظہور ہو گیا۔ پہر حضرت عثمان کے زمانے تک جسکی جسطرح مقدم موخر یاد تہا یا جسکے پاس جسطرح لکہا ہوا تہا ویسے ہی رہنے دیا اس مرتب قرآن کو بوجہ حصول مقصود شہرت نہ دی گئی مگر جب وہ زمانہ آیا کہ باعتبار اختلاف قرارت اور تقدم تاخر آیت لوگ جہگڑنے لگے بعض ناواقفی سے بعض دعاؤن کو بہی قرآن سمجہنے لگے بعض بعض سورتون قرآن پر دعار ماثورہ ہونے کا دہوکہ کہانے لگے۔ بخاری شریف مین ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ نے حضرت عبدالرحمان بن حارث زید بن ثابت عبداللہ بن زبیر سعید بن عاص سے اوس قرآن مرتب کی نقلین کرا کے تمام اطراف مین بہیجدین اور بموجب صلاح حضرت حذیفہ بن یمان جو شیعون کے نزدیک بہی امین امت ہین اور مختلف ترتیبون کو جلوا دیا۔ یہان سے یہ بہی معلوم ہو گیا کہ بعض شاذ روایتون مین جو بعض سورتون کو دعا اور بعض دعاؤن کو قرآن کہدیا ہے وہ ایسی ہی غیر معتبر روایتین ہین چنانچہ مولوی انبار علی خاتم المجتہدین شیعہ بہی تفسیر عمدۃ البیان مین آخر کار یہی لکہ گئے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ قرآن پورا قرآن ہے نہ کچہہ کم ہوا نہ زیادہ ہوا اور نہ ہو سکے۔ اسیطرح ابتدائی زمانہ اسلام مین قرآن مجید کو بغیر زیر زبر۔ علامت آیت۔ رکوع۔ وغیرہ لکہنا ضروری سمجہا جاتا تہا مگر جب اسلام نے عالم مین شہرت پائی برعایت اہل عجم ان تمام امور کے ساتہ قرآن کا لکہا جانا ضروری ہو گیا چنانچہ زیلعی۔ شامی۔ درمختار۔ مستخلص۔ وغیرہ مین ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ جردوا القرآن یعنے قرآن کو زیر وزبر علامت رکوع وغیرہ سے خالی کر یہ حکم اون کے زمانہ کے ساتہ مخصوص تہا اب ان سب باتون کا قرآن مین ہونا ضروری ہے لہذا یہ سب پہر باتفاق یہ کلیہ لکہتے ہین وکم من شئی تختلف باختلاف الزمان والمکان یعنے بہت باتین ہین جو اختلاف زمانی اور مکان سے بدل جاتی ہین۔ اور مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ تفسیر آیہ کریمہ فویل لہم مما کتبت ایدیہم وویل لہم مما یکسبون مین

اور تفصیل جواہر مع شعلبات حدیث وغیرہ اس مضمون کو ہم نے اپنی کتاب مختصر المیزان مین لکہا ہے ۱۲ منہ غفر اللہ ولوالدیہ۔

Marfat.com

Marfat.com

لوگون کی حالتون کے علمار کوفی سے شروع ہوا ہے اور غالبًا فجر مین مستحسن اور دوسرے وقتون مین مکروہ ہونے کی وجہ علمار کوفہ امام اعظم رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک اس قسم کی حدیثین صحیح ہونگی جیسے ثابت ہے کہ بعد اذان فجر کے حضرت بلال[۵] دروازہ حجرۂ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوکر حضور کو تیاری جماعت سے خبردی جایا کرتی ہتی اور علاوہ فجر کے ظہر اور عشا کے بعد تثویب یعنے اذان کے بعد پہر دوبارہ لوگون کو حی علی الصلوۃ وغیرہ بعض الفاظ معینہ کیساتھ اطلاع تیاری جماعت کے دینے پر حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت علی سے انکار سخت منقول ہے مگر جب اُمرا اور قاضی اور مفتیون کو دیکھا گیا کہ بغیر اطلاع کے دوبارہ بعد اذان کے بوجہ زیادتی کامون قضا اور فتوی نویسی کی جماعت سے رہجاتی ہین۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنے زمانے مین سب نمازون کے واسطے بعد اذان کے ان الفاظ کے ساتہ قاضی مفتی امرا کو بوجہ مشغول رہنے اونکے مسلمانون کے کامون مین اجازت دے دی۔ السلام علیک ایہا الامیر ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح الصلوۃ یرحمک اللہ۔ اور وہ مکروہ اسصورت سے جائز ہوگیا اور پہر متاخرین فقہانے دین کے کامون مین لوگونکی سستی دیکہکر عمومًا سب مسلمانونکے واسطے تیاری جماعت سے اطلاع دینے کے لیئے حی ایہا المومنون۔ وغیرہ الفاظ کے پکاردینے کا بعد اذان کے فتوے دیدیا۔ اوراس اطلاع کے مستحسن ہونے کی ایسے ضعف کے زمانے مین سب قائل ہوگئے تاکہ کبہی بعد اذان جماعت کے دیر سے کہڑے ہونے کے خیال مین بوجہ اپنی سستی کے جماعت سے لوگ نرہجاوین اور سنت موکدہ کے تارک نبجاوین اور چونکہ یہ تینون فتوے

---

[۵] کما روی النسائی حنفی باب ایذان المؤذنین الائمۃ بالصلوۃ عن کریب قال سالت ابن عباس کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم باللیل فوصف انہ صلے احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر ثم نام حتی استثقل فرایتہ ینفخ واتاہ بلال فقال الصلوۃ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقام فصلے رکعتین وصلے بالناس یعنے نسائی باب ذکر مین نماز کے اطلاع کردینے موذنون کے مین اماموں کو حضرت کریب سے روایت کرتے ہین کہ اونہون نے فرمایا مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا حال جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضہ سے پوچہا تو اونہون نے فرمایا گیارہ رکعت معہ وتر کے پڑہکر آپ سوگئے یہان تک کہ آپ کے سانس مبارک کی آواز آنے لگی اور بلال رضی اللہ عنہ نے آکر آواز دی کہ نماز یارسول اللہ۔ پس آپ نے کہڑے ہوکر دو رکعت پڑہین یعنے دو سنت پڑہین اور پہر ان مہون کے ساتہ نماز پڑہی۔ اور یہی مضمون بخاری اور مسلم کی روایت مین آیا ہے

۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ

امام ہی کے اصول کے موافق ہین لہذا امام ہی کے قول سمجھے گئے اور بعضون فتوون کے عامل امام اعظم رحمہ اللہ کے مقلد رہے اسیطرح ہدایہ مین ہے کہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وضو کا گرا ہوا پانی نجس ہے مگر آپکے شاگرد حسن فرماتے ہین کہ مثل پیشاب کے نجاست غلیظہ ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اور ایک روایت مین امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے مگر دوسری ناپاک چیز اوس سے پاک نہین ہوسکتی۔ امام زفر رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ اگر وہ پانی مستعمل ایسا ہے کہ باوجود وضو کے پہر تازہ وضو کا گرا ہوا ہے جب تو پاک ہی ہے اور دوسری چیز کو بہی پاک کر سکتا ہے۔ اور اگر بے وضو کے وضو کرنے سے گرا ہوا ہے تو پاک ہے مگر دوسری چیز کو پاک نہین کر سکتا اور بموجب روایت مذکورہ شامی یہ ہم کہہ چکے ہے کہ کسی شاگرد کا قول مخالف رائے امام کے نہین تو اب صورت توفیق یہان یہ ہے کہ چونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ مرتبہ تہا کہ بموجب صحیح حدیث کے جو ثابت ہے کہ ہر قطرۂ وضو کے ساتہ تمام گناہ ہاتہ پاؤن موںہہ کے دہل جاتے ہین آپ وضو کے گرے پانی مین ہر قسم کے گناہ کی نجاست[۱] کو جدا جدا پہچانتے تہے آپ نے اپنے واسطے اور اپنے ہم مرتبہ لوگون کے واسطے بوجہ دیکہہ لینے نجاست گناہون کے اوس پانی مین حکم نجاست کو اختیار فرمایا۔ اور بوجہ غایت احتیاط صغیرہ کبیرہ گناہون کی نجاست کے اعتبار سے چونکہ اوسکو اپنے حق مین نجاست غلیظہ سمجہا تہا امام حسن شاگرد امام نے بہی بہ نیت احتیاط اسیکو اختیار کیا اور اسی قول کو امام سے روایت

---

[۱] چنانچہ میزان شعرانی مین ہے وکان الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اذا رای ماء المیضاۃ یعرف سائر الذنوب التی خرت فیہ من الکبائر والصغائر فلہذا جعل لماء الطہارۃ لم ذا تطہر به المکلف ثلثۃ احوال۔ یعنے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ چونکہ وضو کے پانی مین تمام گناہون کو گرا ہوا دیکہتے تہے اور پہچانتے تہے کہ یہ صغیرہ گناہ ہے یہ کبیرہ ہے یہ مکروہ اور خلاف اولی ہے آپنے وضو کے پانی کی نسبت تین حکم فرمائے۔ اور یہ توصحیح حدیثون مین آیا ہی ہے کہ وضو کے آخر قطرے یا اول قطرے کے ساتہ سارے ہی گناہ جہڑ جاتے ہین اسواسطے کہ وضو حکماً توبہ ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق رضے اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ وضو کرتے آپ کی حالت نہایت خوفناک ہو جاتی۔ جب وجہ پوچہی فرمایا کہ میان وضو دربار خدا کا تہیہ ہے۔ مجکو خوف ہوتا ہے کہ کبہی ایسا نہ ہو کہ دربار مین جب حاضر ہون کوئی امر ناپسندیدہ مجہہ مین باقی رہجاوے اور دربار سے نکال دیا جاؤن۔ پہر مومن سے بہت بعید ہے کہ وضو کرے اور سب گناہون سے تائب نہ ہو۔ ۱۲ منہ عفر اللہ لہ ولوالدیہ

کرتے تہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ نے بوجہ مبتلا ہونے کے قضا مین اور قرب زمانہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اس امر پر نظر ڈالکر کہ غالب حال مسلمانون سے یہ امر بہت بعید ہے کہ کبیرہ گناہ سے نہ بچے
اور اگر مبتلا گناہ کبیرہ زنا شراب خوری وغیرہ ہو بہی جاوے تو یہ امر بہت ہی نادر ہے کہ مسجد مین آوے
اور توبہ کرکے اوس گناہ سے پاک ہوکر نہ آوے۔ البتہ صغیرہ گناہون سے بچنے والے بہت کم
ہین لہذا باعتبار گناہون صغیرہ کے جنکی نجاست نجاست خفیفہ کے مشابہ ہے امام نے جو قول باعتبار
صغیرہ گناہون کے پانی مستعمل وضو کی نسبت حکم نجاست خفیفہ کا کیا تہا اوسی قول کو امام سے روایت
فرماتے رہے تاکہ محتاط لوگ اوس سے بچتے رہین اور عوام دِقت مین نہ پڑین اور چونکہ باعتبار مکروہ اور خلاف
اولی امور کے پانی مستعمل وضو کا امام کے نزدیک پاک تہا اور دوسری چیز کے پاک کرنے کے قابل
نہین رہتا تہا اور باعتبار دلیل ظاہر کے عوام الناس ظاہر بینون کے قابل یہی قول تہا امام محمد رحمہ اللہ
نے اپنے زمانے کے لوگونکی سب حالت دیکہکر اسی قول پر فتوی دینا مناسب سمجہا اور جب دیکہا کہ جنکو
گناہونکی نجاست حکمی نظر نہین آتی اور بوجہ سستی کے امور دین مین اونکے غالب حال سے معلوم
ہوتا ہے کہ ایسی تنگی سے نماز ہی چہوڑ بیٹہین گے فرمادیا کہ جو لوگ فقط نجاست ظاہری کو دیکہتے ہین اور
اوسی سے جہجکتے ہین اونکے ظاہری پاک بدن پر استعمال کرنے سے ظاہر مین پانی ناپاک نہین ہوتا مگر
چونکہ اوسکی ساتہ گناہون سے پاک ہونے اور قابل دربار خداوندی بننے کا ارادہ کیا گیا ہے لہذا
وہ اس قابل نہین رہا کہ اوس سے پہر دوبارہ حضوری دربار خدا کی قابلیت حاصل کی جاوے
اور کپڑے ناپاک وغیرہ کو اوس سے پاک کرکے دربار خدا مین ساتہ لیجانے کے قابل بنا لیا جاوے
اور یہ قول ظاہر حدیث[1] کے بہی موافق تہا لہذا یہی قول مفتی بہ رہا اور ان تینون حکمون پر باعتبار
اپنے اپنے مرتبے کے عمل کرنیوالے امام ہی کے مقلد رہے اور وہ جو ہدایہ اور کبیری وغیرہ کتب
فقہ مین ہے والمرفقان والکعبان یدخلان فی الغسل عندنا خلافا لزفر رح یعنے کہنی اور ٹخنے
ہمارے نزدیک مثل ہاتہ پاؤن کے حکم دہونے مین درمیان وضو کے برابر ہین۔ مگر امام زفر کہنی
کے دہونے کو فرض نہین جانتے۔ اس اختلاف کی وجہ اختلاف عرفی معلوم ہوتا ہے۔ غالبًا امام
زفر رحمہ اللہ کے اہل زمانہ یا اہل شہر کے نزدیک ہاتہ کہنی سے ورے تک پر بولا جاتا ہوگا چنانچہ

[1] ہدایہ مین ہے قولہ ظاہر لما روی من سعد بن ابی وقاص انہ مرض فعودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصب الغسالۃ
علیہ فافاق وکذا فی حق جابر ولو کان نجسا لما صبہ صلے اللہ علیہ وسلم ١٢ منہ غفر اللہ ولوالدیہ

Marfat.com

ہمارے زمانہ مین بہی نمازنا پنے مین ہاتہ کہنی سے ورسے تک کو کہتے ہین اور امام اور دوسرا ماما نگے شاگرد کو عرف مین مثل عرف زمانہ صحابہ کرام ہاتہ کا لفظ انگلیون سے بغل تک پرمثل عرف عام ہمارے زمانہ کے بولتے تہے لہذا امام نے بموجب قاعدہ عربیت فرمایا کہ کہنی چونکہ جنس ہاتہ سے ہے لہذا کہنیون کا بہی ہاتہون کے ساتہ دہونا فرض ہے چنانچہ جب یون کہتے ہین کہ ہین نے قرآن کو اول سے آخر تک پڑہ لیا چونکہ اول اور آخر قرآن ایک جنس ہین لہذا سب یہی سمجہتے ہین کہ سارا ہی قرآن مع اول اور آخر کے پڑہ لیا اور جب یون بولتے ہین کہ مین صبح سے رات تک سویا چونکہ رات جنس صبح سے نہین ہے سب یہی سمجہتے ہین کہ دن بہر سویا اور رات آتی ہی جاگ اوٹہا چنانچہ بموجب اسی عرف کے ثم اتموا الصیام الی اللیل کے یہی معنی سمجہے گئے کہ دن بہر روزہ رکہو اور رات آتے ہی افطار کر لو لہذا اپنے زمانہ یا اپنے تہ کے عرف کے موافق چونکہ کہنی جنس ہاتہ سے نہی امام زفر رحمہ اللہ نے ایسا فرمایا ورنہ باعتبار قاعدہ ہیروی عرف کے جسکے امام قائل ہین اوسکے امام زفرؒ مقلد ہین۔ ہان اتنی بات ضرور ہے کہ عرف صحابہ کے مقابل مین چونکہ دوسرے عرف کا اعتبار کم ہے اور پہر عرف عام کے مقابلہ مین امام زفر کا قول سبکے نزدیک غیر مفتی بہ رہا۔ اسیطرح بعض موقع پر اختلاف باعتبار زمانہ اور مکان تجربہ کے ہے یا اختلاف لوگون کی حالتون کے۔ چنانچہ یہ جو تنویر الابصار مین ہے والحلال منہا نبیذ التمر والزبیب ان طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد اذا شرب بلا لہو وطرب والخلیطان ونبیذ العسل والتین والبر والشعیر والذرۃ طبخ اولا والمثلث وحرمہا محمد مطلقا وبہ یفتی۔ یعنے چہوارون کا اسیطرح کشمشون کا اور اسیطرح ملی ہوئی کشمش چہوارون کا پانی مین بہگوکر نکالا ہوا عرق اگرچہ پکالیا جاوے تو پہر تیزی لے آوے اور علی ہذا شہد انجیر گیہون جو جوار کو اگر پانی مین ڈالکر چہوڑ دیا جاوے اور پہر ان کا عرق لے لیا جاوے پہر خواہ پکاؤ یا نہ پکاؤ اسیطرح انگور کا عرق جب اتنا پکا لیا جاوے کہ دو تہائی جلجاوے گو پہر تیزی بہی لے آوے ان سب کا بغرض قوت اور دواء اور ہضم طعام بغیر ارادہ کہیل کود کے پینا امام ابو یوسف اور امام اعظم رحمہما اللہ کے نزدیک حلال ہے اور امام محمد

ف حموی شرح اشباہ مین ہے قالوا فی الاصول فی باب ما ترک بہ الحقیقۃ تترک الحقیقۃ بدلالۃ الاستعمال والعادۃ ہکذا ذکر فخر الاسلام فاختلف فی عطف العادۃ علی الاستعمال فقیل ہما مترادفان وقیل المراد من الاستعمال نقل اللفظ عن موضعہ الاصلی الی معناہ المجازی شرعا وغلبۃ استعمالہ فیہ۔ ومن العادۃ نقلہ الی معناہ المجازی عرفا ۱۲ منہ غفر اللہ ولوالدیہ۔

Marfat.com

رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً ان سب کا پینا حرام ہے اور اسی قول پر فتوی ہی وجہ اسکی یہی معلوم ہوتی ہی کہ امام
اعظم اور امام ابویوسف رحمہما اللہ نے غالباً انکو سردی کے زمانہ مین یا سرد ملک مین تجربہ کرکے دیکھا ہوگا
کہ بوجہ سردی کے تیزی لانیکے بعد بھی یہ نشہ نہین کرتی۔ یا انکے زمانہ کے لوگ محتاط ہونگے لہذا فرمادیا
کہ یہ حلال ہین اور امام محمد رحمہ اللہ نے غالباً گرم ملک یا گرمی کے زمانہ مین تجربہ کیا ہوگا۔ یا پچھلے
زمانے کے لوگون کو بے احتیاط دیکھا اور آپ کو یہ تو معلوم ہی تہا کہ ان مین کسیوقت نشہ ضرور
پیدا ہوجاتا ہے اور اسیوجہ سے انکو شراب کی قسمون مین شمار ہی کرتے ہین لہذا مطلقاً آپنے
حرمت کا فتوی دیدیا اور بموجب حالت پچھلے زمانہ کے لوگون کے اور مختلف ملکون کی گرمی
سردی کے اعتبار سے اسی قول پر فتوی رہا۔ ورنہ وقت نشہ پیدا کرنے کے یہ سب چیزین بلکہ بغرض
لہو ولعب کے بھی بالاتفاق سبکے نزدیک حرام ہین چنانچہ صاحب درمختار اسی عبارت کی شرح مین تحریر فرماتے
ہین فلو شرب مالیغلب علی ظنہ انہ مسکر فیحرم لان السکر حرام فی کل شراب یعنے اگر گمان غالب
اس امر کا ہو کہ نشہ آگیا ہے تو شیخین کے نزدیک بھی ان کا پینا حرام ہے اسواسطے کہ تمام
پینی چیزون مین نشہ ہے تو حرام ہے۔ اور بعض مقام پر بوجہ اختلاف حالات شہر کے اعتبار
بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے چنانچہ ہدایہ مین اول یہ تحریر فرماکر کہ چھوٹا بڑا جانور اگر
کوئین مین پہٹ جائے یا پہول جاوے تو سارا پانی نکالا جاوے گا مگر اگر کنوان چشمہ دار ہے
تو جتنا اوسمین پانی موجود ہے اوس تمام پانی کے نکلجانے کا گھڑا کہود کر یا اندازیکی لکڑی ڈالکر
اندازہ کراکے سب پانی نکلوا ڈالین۔ مگر امام محمد فرماتے ہین کہ دوسو سے تین سو ڈول تک
نکلوا دینا ہی کافی ہے۔ اسکے بعد علامہ برہان الدین رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہین کہ امام محمد
کا یہ قول بموجب مشاہدہ اپنے شہر کے کنوؤن کے ہے۔ اور ہدایہ مین ہے کہ صاحب مبسوط بھی
ایسا ہی تحریر فرماتے ہین اور امام محمد اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ سے باعتبار کوفے کے کنوؤن
کے سو ڈول کی بھی روایت منقول ہے۔ بہرنہج مقصود یہ ہے کہ کوفہ کے کنوین چشمہ دار
تھے اور بوجہ ہونے پانی کے بہتا ہوا سو ہی ڈول پانی موجود رہتا تہا اور بغداد کے
کنوؤن مین باوجود چشمہ دار ہونیکے دوسو تین سو ڈول ہے چنانچہ ایسے کنوین علاقہ الور مین بھی
ہین۔ موضع جہیانہ تحصیل الور مین ایک کنوان ہے جس مین بوجہ چشمہ دار ہونے کے بہا ئو

کی وجہسے دو تین ہاتہ ہی پانی رہتاہے مگر اتنا کثرت سے پانی ہے کہ آٹھ لاؤون سے ہی نہین ٹوٹت
ایسا ہی دوسرا کنوان قصبہ اکبرپور مین متصل چاند پہاڑی کے ہے اسیواسطے صاحب کبیری
ان روایتون کے بعد فرماتے ہین - فعلی ہذا لاینبغی الفتوی بمائتین ونحوہا مطلقا بل
ینظر الی غالب آبار البلد وہو الایسر علی الناس والاول وہو اعتبار مقدار الماء فی کل بیر
علیحدۃ احوط یعنے جب پانی کم وبیش ہی چشمہ دار کنوؤن مین ہوتا ہے تو اس صورت مین دوسو وغیرہ
کی روایت پر عموما فتوی نہ دینا چاہیئے بلکہ اکثر شہر کے کنوؤن کو دیکہکر اگر وہان کے کنوؤن مین دوسو
ہی ڈول پانی ہو دوسو کا فتوی دے زیادہ ہو زیادہ کا کہ یہ امر آسانی کا ہے ورنہ احتیاط پہلے
ہی قول مین ہے کہ ہر کنوین کا جدا جدا اندازہ کیا جاوے اور بعض موقعو نپر اختلاف کی بنا محض
رعایت اور احتیاط معلوم ہوتی ہے- چنانچہ یہ جو ہدایہ مین ہے وان اختلط اللبن بالطعام
لم یتعلق بہ التحریم وانکان غالبا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ وقالا اذا کان اللبن غالبا یتعلق بہ التحریم
یعنے کسی عورت کا دودہ اگر کہانے کی چیز مین ملگیا اور اوسچیز کو کسی ڈہائی برس کی لڑکی نے کہالیا
گو دودہ بہ نسبت کہانے کی چیز کے زیادہ ملگیا ہو مگر اوس دودہ کی وجہ سے وہ لڑکی اوس عورت کے
پسر پر جسکا وہ دودہ تہا امام اعظم رح کے نزدیک بوجہ نہ ہونے حرمت رضاعت کے حرام
نہوگی- اور صاحبین کے نزدیک بوجہ ثبوت حرمت رضاعت حرام ہو جاوے گی- ہان اگر
کہانے کی چیز سے دودہ کم تہا تو آپکے نزدیک ہی حرمت رضاعت ثابت نہوگی وجہ اسکی یہی
معلوم ہوتی ہے کہ صاحبین نے باعتبار مقولہ مشہور للاکثر حکم الکل غلبہ کا لحاظ کرکے اوس
سبکو دودہ کا حکم دیدیا اور احتیاطا حرمت رضاعت کا قول کیا ورنہ حق یہ ہے کہ عرف مین
کہانے کی چیز کے اندر گو کتنا ہی دودہ ملجاوے اوسکو کوئی دودہ نہین کہتا اور رضاعت
لغت مین دودہ پلانے کو کہتے ہین نہ دودہ کے کہانا کہلانے کو لہذا بوجہ قوت دلیل قول امام
ہی مفتی بہ رہا- اور بعض مسائل اس قسم کے ہی ہین کہ فی الواقع امام اعظم رحمہ اللہ اور
اور اونکے شاگردون کے درمیان بالکل اختلاف نہین ہے بلکہ پچہلے بعض مشائخون نے
امام کی اور امام کے بعض شاگردون مین باعتبار چند مسائل کے ظاہری اختلاف دیکہکر
اوس اختلاف کے جو علت سمجہ مین آئی اوسکو امام کی طرف نسبت کر دیا ہے- چنانچہ ہدایہ

Marfat.com

وغیرہ مین قیل کہکر یہ جو ضعیف طریق سے نقل کردیا ہے کہ امام کے نزدیک نمازی کا بعد التحیات وغیرہ کے اپنے اختیار کے ساتھ نماز سے نکلنا فرض ہے اور صاحبین کے نزدیک فرض نہین ہے۔ صاحب در مختار تحریر فرماتے ہین والصحیح انہ لیس بفرض اتفاقا قالہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف وفی المجتبی وعلیہ المحققون۔ یعنے صحیح روایت یہی ہے کہ امام اور صاحبین وغیرہ کسیکے ہی نزدیک نمازی کا فعل منافی نماز کے ساتھ نماز سے نکلنا فرض نہین ہے۔ یہ قول زیلعی کا ہے اور مصنف نے بہی اسی بات کو مقرر رکہا ہے۔ اور مجتبی مین ہے کہ اکثر محققون کا یہی قول ہے۔ اور شامی مین ہے اعلم ان کون الخروج بصنعہ فرضا غیر منصوص عن الامام وانما استنبطہ البردعی من المسائل الاثنی عشریۃ الآتیۃ یعنے خروج بصنعہ کی فرض ہونی پر امام سے کہین تصریح نہین پائی جاتی بلکہ وہ جو بارہ مسئلون مین امام اور صاحبین کا اختلاف ہے اون سے بردعی یہ سمجھ گئے ہین۔ اور یہی مضمون بعینہ کبیری مین ہے۔ اور اون بارہ مسئلون کو مع وجہ اختلاف اور صورت توفیق کے مفصلاً ہمنے جواہر السنیہ مین بیان کیا ہے اسواسطے کہ تمام اس قسم کے مسائل مختلف کی توجیہات بیان کرنے کا یہ موقع نہین اگر اس امر کی تحقیق مدنظر ہے تو ہماری کتاب جواہر السنیہ کو ملاحظہ کیجیے۔ اور اب یہ فرمائیے کہ اندرین صورت اگر کسی فقیہ حنفی نے ایک شخصکو حلت کا فتوی دیا اور دوسرے فقیہ حنفی نے اوسیکو یا دوسرے شخصکو بنظر احتیاط حرمت کا فتوی دیدیا۔ ایک شخص کی آجکی حالت کے اعتبار سے وضو کے گرے ہوئے پانی کو طاہر بتادیا اور چند روز کے بعد اوس شخص کو اہل کشف سمجھکر اوس سے یہ سنکر کہ مین وضو کے گرتے پانی مین نجاست گناہون کو دیکہتا ہون نجس فرمادیا اور اوس نے دونون قولون پر بموجب اختلاف اوقات عمل کرلیا کیا خرابی لازم آئی اور یہ مفتی اور مستفتی تقلید اپنے امام سے نکلکر مخالف سواد اعظم مومنین کسطرح بنے ہان جو اختلافات اس قسم کے ہین کہ وہ فی الواقع اختلافات ہین جیسے ان چارون امامون کے مسائل اجتہادی مین باہمی اختلافات چونکہ یہ چارون مجتہد مستقل ہین کوئی بہی انمین سے کسیکا باعتبار اصول اور قواعد کے مقلد ہی نہ باعتبار فروع کے۔ لہذا بلاضرورت معتبرہ فقہا مخالف طریق مفتی بہ محققین کے بلا حصول کشف صحیح کے چشمہ شریعت پر مثل غوث الاعظم رضے اللہ عنہ اور حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ وغیرہ

Marfat.com

اولیاء اللہ کی ان میں سے کسی ایک کے مقلد کو نہ دوسرے امام کے مقلد مفتی سے فتوی لینا جائز
دوسرے امام کے تحقیق کے موافق عمل کرنا درست نہ ایک امام کی تقلید چھوڑ کر دوسرے امام کی
تقلید اختیار کرنا چنانچہ عارف باللہ حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ میزان مطبوعہ المکمل المطابع
کے صفحہ ۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔ فان قلت فاذا انفک قلب الولی عن التقلید ورای
المذاہب کلہا متساویۃ فی الصحۃ لاعترافہا کلہا من بحر الشریعۃ کشفا ویقینا فکیف یامر المرید
بالتزام مذہب معین لایری خلافہ فالجواب انما یفعل ذالک مع الطالب رحمۃ بہ وتقریبا
للطریق علیہ لیجمع شتات قلبہ ویدوم علیہ السیر فی مذہب واحد فیصل الی عین الشریعۃ التی
وقف علیہا امامہ واخذ منہا مذہبہ فی اقرب زمان لان من شان المجتہدان لایبنی قولہ علی قول
مجتہد آخر ولو سلم لہ صحۃ مذہبہ حفظا لقلوب اتباعہ عن التشتت وقد قالوا احکم من یتقید بمذہب
مدۃ ثم بمذہب آخر مدۃ وہکذا احکم من سافر لیقصد موضع معین لبعید ثم کلما بلغ ثلث الطریق
اداہ اجتہادہ انہ لو سلک الی مقصدہ من طریق کذا لکان اقرب من ہذا الطریق فرجع عن
سیرہ ویعود قاصدا ابتداء السیر من اول تلک الاخری فاذا بلغ ثلثہا مثلا اداہ اجتہادہ الی
ان سلوک غیرہا ایضا اقرب لمقصدہ ففعل کما تقدم لہ وہکذا فمثل ہذا ربما افنی عمرہ کلہ فی السیر ولم
یصل الی مقصدہ الذی ہو مثال عین الشریعۃ التی وصل الیہا اماما وغیرہ من اصحاب
تلک المذاہب علی ان انتقال الطالب من مذہب الی مذہب غیرہ قدح فی حق ذالک الامام الذی
انتقل عن مذہبہ علی تفصیل سیاتی ان شاء اللہ ولو صدق ہذا الطالب فی صحۃ ہذہ الاعتقاد
فی ان سائر الائمۃ المسلمین علی ہدی من ربہم لما طلب الانتقال من مذہب الی غیرہ بل کان
لیشہد ان کل مذہب عمل بہ وتقید علیہ اوصلہ الی باب الجنۃ الخ۔ خلاصہ اس تمام عبارت کا یہ ہوا کہ
جب ولی کامل چشمہ شریعت تک پہنچکر ہر حکم کی اصل کو کشفی طور سے دیکھنے لگتا ہے وہ تقلید کی
حاجت نہیں رکھتا خود مجتہد ہوتا ہے اور یقیناً جان لیتا ہے کہ سب مجتہد اسی چشمہ سے لینے والے
ہیں اسیواسطے اپنے مریدوں کو جس مذہب کی پابندی سے وہ چشمہ شریعت یعنے اطاعت واقعی خدا اور
رسول کی طرف پہنچا ہی اوسی مذہب کی پابندی کا حکم کرتا ہے تاکہ وہ مصداق اوس مثال کی جو
ایک مذہب چھوڑ کر دوسرے مجتہد کا مذہب اختیار کرنے والوں کی شان میں فقہاء اہل کشف فرماتے ہیں

Marfat.com

نہ پہنچاوین وہ فرماتے ہین کہ جسطرح کسی مقام خاص کا ارادہ کرنے والا اوسمقام کے ایک راستہ کو تہائی دو تہائی طے کرکے لوٹ آنے والا۔ اور دوسرا راستہ اچھا سمجھکر اوس سے چلنے والا اور پہر اسیطرح اوس دوسرے راستے کو کچھ طے کرکے پہر لوٹ کر تیسرے راستے سے چلنے والا اوسمقام خاص تک کبھی نہین پہونچسکتا۔ اسیطرح ایک مجتہد کی پیروی چھوڑکر بغیر حاصل ہونے مرتبہ کشف صحیح اور اجتہاد کے دوسرے مجتہد کی پیروی کرنے والا چشمہ شریعت تک نہین پہونچ سکتا۔ علاوہ برین ایک مجتہد کی پیروی چھوڑنا دلیل ہے اوس مجتہد کی ناقص سمجھنے کے کسواسطے کہ اگر تمام مجتہدون کے مذہبون کو حق اور چشمۂ شریعت تک پہونچانے والا جانتا تو پہر بلا اسود اوس مذہب سے کیون لوٹتا۔ پہر اسکے بعد صفحہ ۲۶ مین تحریر فرماتے ہین کہ اب جو بعض اولیاء کامل باوصف کمال مقلد رہے ہین چنانچہ حضرت عبدالقادر گیلانی رحمہ اللہ حنبلی تہے اور حضرت محمد شاذلی رحمہ اللہ حنفی۔ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اس مرتبہ کمال سے پہلے حنبلی یا شافعی تہے اور بعد حاصل ہونے اس مرتبہ کمال کے اون کا اجتہاد بہی ہوبہو اپنے امام کے مطابق رہا۔ اور اگر کل امور مین یا بعض امور مین ایسے اولیاء اللہ کا اوس امام کے جسکے پہلے مقلد تہے بعد حاصل ہونے مرتبہ کمال اور اجتہاد کے مخالف اجتہاد واقع بہی ہوا تو بوجہ ادب اوس امام کے کسی پر اپنے اجتہاد کو ظاہر نہ فرمایا کہ کہیں لوگ خصوصًا مرید جس امام کی تقلید کر رہے تہے اوسکو چھوڑکر مصداق مثال مذکور کے نہ ہوجاوین۔ لہذا یہ اولیاء اللہ اوسی امام کے مقلد مشہور رہے ورنہ واقع مین اس مرتبہ کے لوگ خود مجتہد ہوتے ہین۔ پہر اس فصل کے بعد دوسری فصل مین تحریر فرماتے ہین کہ جتنے مجتہد گذرے ہین وہ سب ولی اللہ اور اصحاب کشف صحیح تہے۔ اس تقریر سے الصوفی لامذہب لہ جو بعض کتب مین لکہا ہے اوسکی حقیقت بہی آپ پر کہل گئی ہوگی وہ ایسے ہی صوفیون کی شان مین ہے جنکا ذکر آپ سن چکے اور مثل اون کے ہندوستان مین خواجہ صاحب

سلہ دوران چارون اماموں سے پہلے کوئی ایسا مجتہد نہ تہا کہ جس نے تمام مسائل باب باب اور فصل فصل کرکے جمع کردیئے ہون اور تمام لوگ اوس کے مقلد ہوگئے ہون۔ لہذا یہ اپنے اجتہاد کو ظاہر فرماتے رہے۔ اور جنکا اعتقاد جس مجتہد کی قوت دلائل پر ہوا اوسیکی وہ تقلید اختیار کرتے رہے اور چونکہ وہ لوگ پہلے کسی کی تقلید معین نہین کرتے تہے اس مثال کے مصداق نہ ہوئے ۱۲

منہ غفراللہ لہ ولوالدیہ

Marfat.com

حضرت نظام الدین اولیا حضرت مرزا مظہر جانجانان قدس سرہم گذرے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ان ہی کے
بموجب اپنے اجتہاد کے فاتحہ خلف امام پڑہتے تہے۔ نہ کہ آجکل کی نری صوفیت کے مدعیون کی شان مین
اور وہ جو منار مین ہے کہ اختلافی مسائل مین حق تو ایک ہی امر ہوتا ہے اوس کے یہ معنے ہین کہ اللہ
کے نزدیک تو فی الواقع حق ایک ہی امر ہوتا ہے مگر جب اللہ نے بمقتضائے فضل و کرم فرما دیا
کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا یعنے اللہ طاقت سے زیادہ کسی جان کو تکلیف نہین دیتا
لہذا جب ولی کامل اور مجتہد نے بموجب اپنے کشف اور اجتہاد کے جس امر مین حکم صریح قرآن
اور حدیث سے نہ پایا اوس کے دریافت کرنے مین اپنی کوشش پوری کری اور بعد کوشش
جو حکم اوس پر ظاہر ہوا وہ بموجب آیہ کریمہ مذکورہ اوسی پر عمل کرنے کا اور فتوے دینے کا مکلف ہے
اور اوسکے اور اوسکے مقلدون کے حق مین وہی امر حق ہے جسطرح دوسرے مجتہد اور ولی کے حق مین
بعد اجتہاد جو حکم اس حکم کے مخالف ظاہر ہوا ہے وہی حق ہے اپنی دلیل اور اجتہاد اور کشف کے
موافق جیسے اوس امر کے اعتبار سے جسکی اوسکو تکلیف دی گئی تہی یہ مصیب ہے وہ دوسرا
مجتہد بہی مصیب ہے گو باعتبار اوس حکم کے جو اللہ کے نزدیک ایک ہے ان دونون کے حکم مین احتمال
خطا رہے۔ چنانچہ توضیح مین ہے قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ کل مجتہد مصیب والحق عند اللہ تعالی
واحد لقولہ تعالی ففہمناہا سلیمان الآیہ۔ سمی عمل کلیہما حکما و علما لکن خص سلیمان باصابۃ المطلوب
وتنصیف الاجر یدل علی ہذا ایضا یعنی امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ حق تو اللہ کے نزدیک ایک ہی حکم
ہوتا ہے۔ مگر مجتہد کو مصیب کہا جاتا ہے اسواسطے کہ آیہ کریمہ وداود وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث
اذ نفشت غنم القوم وکنا لحکمہم شاہدین ؁ ففہمناہا سلیمان وکلا آتینا حکما و علما مین داود
اور سلیمان دونون کے عمل اور اجتہاد کا نام اللہ نے علم اور حکمت ہی رکہا یا آنکہ فرمادیا کہ حق وہی

۵؁ مختصر قصہ یہ ہے کہ ایک قوم کی بکریون نے دوسری قوم کی کہیتی خراب کردی تہی داود علیہ السلام نے
اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ کیا کہ کہیتی کی عوض مین وہ سب بکریان انکو دلوادی جاوین اور جب سلیمان علیہ السلام
سے پوچہا گیا اپنے فرمایا کہ بکری والے اوس کہیت کو جبتک پانی دیکر دیوار وغیرہ درست کرکے ویساہی نہ بنادین
کہیتی والے اونکی بکریون کے دودہ اور پشم وغیرہ سے نفع اٹہاوین۔ اللہ فرماتا ہے جسوقت اون دونون نے
اپنے اپنے اجتہاد سے حکم دیا۔ ہم حاضر تہے اور دونون ہی صاحب علم اور حکمت ہے مگر ہمارے نزدیک جو امر
حق تہا سلیمان کو وہ ہم نے سمجہادیا یعنے داود علیہ السلام اوسکو نہ سمجہے۔ ۱۲۔ منہ غفر اللہ ولوالدیہ

حکم تھا جو سلیمان علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے فرمایا تھا اور باوجود خطا جو احادیث سے ثابت ہے کہ مجتہد کو ایک حصہ ثواب تو ملتا ہی ہے اور اگر حق کو پہونچ گیا تو دو حصہ ثواب اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اپنی کوشش اور دلیل اور اپنے کشف کے اعتبار سے تو ہر مجتہد مصیب ہی ہوتا ہے پھر نہج اللہ رسول کا بعض احکامات کو محتاج اجتہاد رکھنا اور صراحۃ نہ بیان فرمانا یہی اس امت کے واسطے موجب رحمت ہے اور یہی معنی ہین حدیث اختلاف[1] امتی رحمۃ کے جو مشہور چلی آتی ہے جسکو جامع صغیر مین سیوطی نے اور نصر مقدسی نے کتاب الحجہ مین اور بیہقی نے رسالہ اشعریہ مین اور حلیمی اور قاضی حسین اور امام الحرمین وغیرہم رحمہم اللہ نے بھی نقل کی ہے جیسے اس امت مرحومہ پر یہی مقتضای رحمت الٰہی ہے کہ بہت سے حکمون کو بیان ہے نفرمایا بلکہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زیادہ پوچھ کچھ کرنے لگے تو یہ ارشاد ہوا۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنہا حین ینزل القرآن تبد لکم عفی اللہ عنہا واللہ غفور حلیم۔ یعنے اے لوگو ایمان والو بہت باتون کی پوچھ کچھ نہ کرو اگر وہ بدل دیے جاوینگے تو تم کو برا معلوم ہوگا اور قرآن کی اوترنے کے زمانے مین اگر پوچھوگے تو بدل ہی دیے جاوینگی اللہ نے اون باتون کو تم کو معاف کیا وہ بڑا بخشنے والا ہے چنانچہ بموجب اسی آیت کے اہل سنت والجماعۃ کا مذہب ہے کہ جن امور مین شارع علیہ السلام سے امر و نہی کچھ بھی منقول نہین وہ مباح اور جائز ہین اور یہ امر تمام کتب اصول سے ظاہر ہے تا کہ بوجہ پوچھنے کے اگر وہ امر مباح نہ کہا جاوے تو امت مرحومہ کے لوگ تنگی مین نہ پڑ جاوین اور اگر تمام احکام صریح غیر محتاج اجتہاد بیان کر دیے جاوین تو کبھی بوجہ مخالفت بہت لوگ خرابی مین نہ گرفتار ہو جاوین اور بوجہ انکار کفر تک نوبت نہ پہونچے اور بصورت اجتہاد گو ہر مجتہد اور اوسکے مقلدین کے حق مین بموجب تقریر مذکور الصدر وہی ایک امر حق ہے جو اوسکے اجتہاد سے ثابت ہو گو کہ احتمال اس امر کا باقی رہتا ہے کہ واقع مین بھی حق ہے یا نہین لہذا جس امر کا فرض یا حرام ہونا اجتہاد سے ثابت ہو اوسکا منکر باتفاق کافر نہین ہوتا چنانچہ تمام کتب اصول و فقہ توضیح تلویح بحر الرائق شامی درمختار وغیرہ سے ثابت ہے کہ حرام اور فرض قطعی تو دو سے

[1] یعنی میری امت کا اختلاف موجب رحمت ہے ۱۲ منہ غفر لہ ولوالدیہ۔

جو نص صریح محکم مفسر قرآن یا حدیث متواتر قطعی الثبوت سے ثابت ہو ایسے فرض اور حرام کا منکر
بالاتفاق جمہور کافر ہو جاتا ہے اور حرام اور فرض عملی کا منکر کسیکے بہی نزدیک کافر نہین ہوتا
اسواسطے کہ حرام اور فرض عملی اونکو کہتے ہین کہ جنکا ثبوت دلیل قطعی قطعی الثبوت سے نہ ہو
بلکہ آیت یا حدیث قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ یا ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ سے ہو جنسی واجب اور
مکروہ تحریمیہ ثابت ہوتا ہے مگر فرض اور حرام ہونے ان امور کی وجہسے مجتہد کے نزدیک یہ ہوتی
ہے کہ اوس مجتہد کے نزدیک یہ دلیل ظنی کسیوجہ سے مرتبہ قطعیت کو پہونچ جاتی ہے جیسے
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسح سر مین چوتہائی سر کی مقدار اگرچہ ثابت تو خبر احاد
ظنی الثبوت ہی سے ہے مگر یہ خبر امام صاحب کو ایسے طرق سے پہونچی ہے کہ مرتبہ دلیل
قطعی کو پہونچ گئی لہذا امام کے نزدیک اگر چوتہائی سر سے کم مسح کیا جاوے گا وضو صحیح
نہو گا بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے کہ اون کے نزدیک بموجب آیہ کریمہ وامسحوا برؤسکم مطلق
سر کا مسح خواہ ایک بال ہی کی مقدار کیون نہو فرض ہے نہ کہ چوتہائی سر یا کل سر۔ اور
جس عورت کا شوہر پردیس جاکر ایسا بے پتہ ہو جاوے کہ اوسکے مرنے جینے تک کی خبر نہ ملے
امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی خبر احاد سے جو اون کے نزدیک دلیل قطعی کے مرتبہ کو بذریعہ
قیاس وغیرہ پہونچ گئی ہے ثابت ہے کہ جبتک اوسکے مرنے کا یقین کامل بسبب اوسکے ہم عمرون
کے مرجانے یا اوسکی عمر نوّے یا سو سے زیادہ ہو جانے کی نہ ہو جاوے اوس عورت کو کسی سے
نکاح جائز نہین نہ قاضی کو اگروہ چاہے اجازت دینا درست مگر امام مالک رحمہ اللہ کے
نزدیک بعد چار برس کے قاضی کو شوہر مذکور کے نکاح سے جدائی کا حکم دینا جائز ہے تاکہ
وہ بعدہ بعد گذرنے چار مہینے دس روز عدت موت شوہر کے کسی سے نکاح کرلے۔ علی ہذا لطرح
بعض احکام کو محتاج اجتہاد باقی رکہنے مین مقصود خداوند کریم یہہ ہے کہ حکم صریح کے مخالفت سے
امت مرحومہ کے لوگ کافر نہ ہو جاوین یہہ بہی مقصود ہے کہ امت مرحومہ تنگی مین نہ پڑ جائے
اور وقت ضرورت معتبرہ دوسرے مذہب کے قاضی سے فتوی لیکر خلاصی کے حاصل
کرلینے کی گنجائش رہے چنانچہ قرآن مجید مین اللہ جلشانہ فرماتا ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید
بکم العسر یعنے اللہ تمہارے ساتہ آسانی کا ارادہ کرتا ہے نہ کہ سختی کا اور دوسری جگہ ارشاد

ہوتا ہے وما جعل علیکم فی الدین من حرج یعنے معاملہ دین مین اللہ نے تمپر کوئی تنگی اور حرج کی بات نہین
مقرر کی اور جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین احب الدین الی اللہ الحنیفیۃ السمحۃ اور صاحب
اشباہ والنظائر المشقۃ تجلب التیسیر یعنے جہان مشقت واقع ہو شریعت سے وہان آسانی حاصل
ہو جاتی ہے قاعدہ مسلمہ حنفیہ لکھکر انہین آیت حدیثون کو اس قاعدے کے اصل بیان فرماکر فرماتے
ہین کہ تمام تخفیف اور رخصت کے باتین شریعت کی اسی قاعدہ پر مبنی ہین۔ ہان اس مین شک
نہین کہ جو حکم نص صریح سے ثابت ہو اوسکو اگر کوئی موجب مشقت اور حرج سمجھے چونکہ شریعت مین
پہلے ہی شارع علیہ السلام کو آسانی مدنظر ہے اوسکا اعتبار نہ ہوگا۔ چنانچہ اسی قاعدہ مذکور
کی بحث مین صاحب اشباہ تحریر فرماتے ہین المشقۃ والحرج انما یعتبر فی موضع لا نص فیہ
اما مع النص بخلافہ لا۔ یعنے مشقت اور حرج کا وہان اعتبار کیا جاوے گا جہان نص کے
مخالفت لازم نہ آوے اور نص کے مخالف مشقت اور حرج قابل اعتبار نہین ہوتا لہذا اسی
قاعدے کے ذیل مین علامہ زین العابدین رحمہ اللہ اول تحریر فرماکر کہ علما فرماتے ہین کہ تمام رخصت
اور تخفیف اور آسانی کے حکم اسی قاعدے سے نکلتے ہین بہت مسائل آسانی کے جو کتب فقہ مین
درج ہین اور جن مین مخالفت نص نہین لازم آتی تحریر فرماتے ہین اور درمختار کی اس
عبارت کی شرح مین ولا یفرق بینہ وبینہا ولو بعد مضی اربع سنین خلافا لمالک شامی علیہ الرحمہ
فرماتے ہین وقلت نظیر ہذہ المسئلۃ عدۃ ممتدۃ الطہر التی بلغت برؤیۃ الدم ثلثۃ ایام ثم امتد
طہرہا فانہا تبقی فی العدۃ الی ان تحیض ثلث حیض وعند مالک تنقضی عدتہا بتسعۃ اشہر وقد
قال فی البزازیۃ الفتوی فی زماننا علی قول مالک وقال الزاہدی کان بعض اصحابنا یفتون
بہ للضرورۃ واعترضہ فی النہر وغیرہ بانہ لا داعی الی الافتاء بمذہب الغیر لامکان الترافع الی مالکی یحکم
بمذہبہ وعلی ذالک مشی ابن وہبان فی منظومتہ ہناک لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورۃ
حیث لم یوجد مالکی یحکم بہ یعنے یہ جو درمختار مین ہے کہ جس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو جاوے بعد
چار برس کے بھی اوسکے اور اوسکے شوہر کے درمیان نکاح سے جدائی کا امام اعظم رح کے نزدیک
قاضی کو فتوی نہ دینا چاہیئے۔ بخلاف امام مالک رحمہ اللہ کے اونکے نزدیک قاضی کو یہ فتوے
دینا جائز ہے تاکہ بعد عدت وفات بعد حاصل کرلینے حکم جدائی نکاح کے شوہر مفقود سے

Marfat.com

وہ عورت کسی سے نکاح کرلے) مین کہتا ہون مثل اسی مسئلے کے مسئلہ عدت اوس عورت کا ہے جسکو
ابتدائً تین دن خون حیض آکر برسون بند رہے اور مدت طہر مدت دراز مین ختم ہو تو امام اعظم
رحمہ اللہ کے نزدیک بعد طلاق کے جبتک تین حیض نہ آلین اوسکو کسی سے نکاح جائز نہین اور
امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ ایسی عورت کی عدت نو مہینے ہین طلاق سے نوماہ بعد اوسکو
نکاح کرلینا جائز ہے۔ مگر صاحب فتاواے بزازیہ جو حنفی المذہب ہین فرماتے ہین کہ ہمارے
زمانے مین امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے۔ اور علامہ زاہدی حنفی فرماتے ہین کہ بوجہ
ضرورت کے ہمارے بعض اصحاب بہی امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیتے تہے۔ مگر
صاحب نہر نے اسپر اعتراض کیا ہے کہ جب بوجہ ضرورت کے قاضی مالکی سے بموجب مذہب امام
مالک رحمہ اللہ فیصلہ کرالینا ممکن ہے پہر قاضی حنفی کو اپنے مذہب کے مخالف فتویٰ دینے
کی کیا حاجت ہے مگر ہم پہلے لکھہ چکے ہین کہ جس جگہ قاضی مالکی نہو وہان تو قاضی حنفی کو
بموجب مذہب امام مالک رحمہ اللہ فتویٰ دینے کی عند الضرورت ضرورت ہوگی چنانچہ شامی اسکے
پہلے یہ لکہہ چکے ہین۔ قال القہستانی لو افتی فی موضع الضرورۃ (بمذہب مالک) لا باس علی
ما اظن یعنے قہستانی فرماتے ہین کہ ضرورت کی جگہ قاضی حنفی بموجب مذہب امام مالک رحمہ اللہ
اگر فتویٰ دیدے میرے گمان مین کچہہ ڈر نہین ہے اور قول علامہ زاہدی سے معلوم ہوتا ہے کہ
عند الضرورت امام اعظم امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ بہی امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر
فتویٰ دیدیا کرتے تہے اسواسطے کہ اصطلاح فقہا مین جب یہ کہتے ہین کہ ہمارے اصحاب ایسا
فرماتے ہین تو اوس سے مراد یہی تینون امام ہوتے ہین۔ چنانچہ شامی مین ہے المشہور اطلاق
اصحابنا علی ائمتنا الثلاثۃ ابی حنیفۃ وصاحبیہ کما ذکرہ فی شرح الوہبانیۃ۔ اور اسصورت
مین تو فتویٰ دینا قاضی حنفی کا عند الضرورت بعینہ بتقلید امام ہی ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ ان دونو
مسئلون مذکور مین مخالفت نص[1] بہی نہین ہے اسواسطے کہ نص اوس لفظ کی قسمون سے ہے

---

[1] چنانچہ نور الانوار وغیرہ کتب اصول سے ثابت ہے کہ لفظ اگر ایک معنی پر دلالت کرے بعینہ دلالت کثرت کرنے کے افراد پر تو اوس کو خاص کہتے ہین جیسے لفظ زید کا ہے اور اگر ایک معنی پر دلالت کرے مع دلالت کے اوپر افراد کے تو اوسکو عام کہتے ہین جیسے لفظ انسان کا ہندی کا کہ معنی تو اسکے اتنے ہی ہین کہ ہند کا رہنے والا مگر ساتہ ہی اسپر بہی دلالت کر رہا ہے کہ ہندی کے ہزارون فرد ہین (باقی دیکہو اصل)

جس کی ایک معنی ہون اور لفظ قروء آیہ کریمہ والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلثة قروء مین اور لفظ والمحصنات آیہ کریمہ والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم مین دونون ماول ہین جو اوس لفظ کی قسم سے ہین جسکے معنے متعدد ہون اسواسطے کہ قروء کے معنے لغت مین حیض اور طہر دونون کے ہین مگر امام کے نزدیک بتاویل حیض[1] کے معنی لیئے گئے ہین اور محصنات کا لفظ قرآن مجید مین چار[2] معنون مین مستعمل ہوا ہے مگر اس جگہ بذریعہ تاویل وہ عورتین مراد ہین جنکی شوہر موجود ہون اور یہ بہی ظاہر ہے کہ ضرورت سے مراد ان فقہا کے اسموقعہ پر ضرورت معتبرہ ہے نہ مطلقاً محض حیلہ جوئی چنانچہ قاعدہ مذکور المشقة تجلب التیسیر کے تحت مین علامہ زین العابدین رحمہ اللہ نے منجملہ قسمون مشقت کے عسر اور مرض یعنے تنگی اور بیماری کو لکھکر اوسکی مثالین اس قسم کی بیان کی ہین جنسے بضرورت حرام کا حلال اور ناپاک کا پاک ہوجانا شریعت سے ثابت ہے مثل جواز دیکھنے طبیب کے پیشاب پاخانہ کی جگہ تک کو عند الضرورت علاج کی غرض سے اور مثل معاف ہونے معذور کے ایسے کپڑون کی نجاست کے کہ جو بوجہ بار بار بہنے نجاست کے جب دہوکر پہنے جاوین پہر ناپاک ہوجاوین اور پاک نرہ سکین۔ اور دوسرے قاعدے اذا تبلی بلیتین فاختار اہونہما اور الضرورات تبیح المحذورات جو بموجب حدیث صحیح لاضرر ولاضرار مرویہ

(بقیہ صفحہ ۷۸)

پہر یہ لفظ جو ایک معنی بتلاوے خواہ وہ معنی خاص ہون یا عام اُس معنی کا ظہور متکلم کے انداز بیان سے نہو بلکہ خود اوس لفظ سے وہ معنی ظاہر ہون اور احتمال تاویل باقی رہے تو اوسکو ظاہر کہتے ہین اور اگر متکلم کے انداز بیان سے بہی وہ معنی اور زیادہ ظاہر ہون تو اوسکو نص کہتے ہین اور اگر لفظ کے کئی معنی ہون خواہ کئی معنی لغوی ہون یا منقول شرعی یا عرفی تو اگر وہ سب معنی برابر ہون جب تو اوسکو مشترک کہتے ہین اور سب معنون مین سے تاویل سے کسی ایک معنی کو ترجیح ہو تو اوسکو ماول کہتے ہین مثل لفظ قروء و محصنات کے ۱۲

[1] چنانچہ تفسیر کبیر مین ہے فمذہب الشافعی رحمہ اللہ انہا الاطہار وروی ذالک عن ابن عمر وزید وعائشة والفقہاء السبعة ومالک وربیعة واحمد رضی اللہ عنہم فی روایة وقال علی وعمر وابن مسعود انہا الحیض وہو قول ابی حنیفة والثوری والاوزاعی وابن ابی لیلی وابن شبرمة واسحاق رضی اللہ عنہم ۱۲

[2] کما فی التفسیر الکبیر اعلم ان لفظ الاحصان جاء فی القرآن علی وجوہ احدہا الحریة وثانیہا العفاف وثالثہا الاسلام ورابعہا کون المرأة ذات زوج یقال امرأة محصنة اذا کانت ذات زوج وقولہ تعالی والمحصنات من النساء یعنے ذوات الازواج والدلیل ان المراد ذالک انہ تعالی عطف المحصنات علی المحرمات فلا بد ان یکون الاحصان سببا للحرمة ومعلوم ان الحریة والعفاف والاسلام لا تاثیر لہ فی ذالک فوجب ان یکون المراد منہ المزوجة ۱۲ منہ غفر اللہ ولوالدیہ

Marfat.com

موطا امام مالک اور مستدرک حاکم اور بیہقی اور دار قطنی اور ابن ماجہ لکھی ہین اونکے ذیل مین
قسم کی مثالین لکھی ہین مثل جواز کہا لینے مردار کے وقت خوف جان جانے کے اور جواز کہہ لینے
کلمہ کفر کے وقت خوف جان کے اور مثل جواز لے لینے کے قرضخواہ کو قرضدار کے مال مے بلا اجازت
جب وہ قرض ادا کرنے سے انکاری ہوجاوے اور مثل جواز بیٹھکر نماز پڑہ لینے کے اشارون سے
ایسے زخمی کے لیئے جسکا زخم سجدہ رکوع کرنے سے بہ نکلے۔

محمدی مولانا۔ میری پوری تشفی ہوگئی تہی مگر آپ کی اس تقریر نے مجکو اور خرابی مین ڈال دیا
کہین گناہون کی نجاست بہی جو ایک امر غیبی ہے کسیکو نظر آسکتی ہے پہر وہ بہی اس تفصیل کے
ساتہ کہ ایک وضو کا گرا پانی اور پہر اوس مین کبیرہ گناہونکی نجاست الگ صغیرہ کی الگ خلاف
اولی کی الگ اور بجز اس قرآن اور حدیث کے وہ اور چشمہ شریعت کا کیا چیز ہے جسپر ولی کامل پہنچکر
تقلید کا محتاج نہین رہتا۔ کیا ولایت بجز اتباع قرآن اور حدیث کسی اور چیز کا نام ہے۔
تفسیر مسمی بحادیث التفسیر مطبوعہ مطبع فاروقی کے صفحہ ۱۴۱ مین آیہ کریمہ ان اللہ عندہ علم الساعہ
کے تحت مین مولوی حمید اللہ صاحب تو جو بڑے محدث ہین بہت حدیثین لکھکر ایسا اخیر مین فرماتے
ہین کہ بزرگون کی تعریف مین ایسی باتین ہرگز نہ کہنی چاہئین کہ جو وہ کہتے ہین وہ ہوجاتا ہے
اور جو کوئی اونکے پاس کسی مطلب کے واسطے جاتا ہے اونکو اوسکے دل کا حال معلوم ہوجاتا
ہے اور سیکڑون ہزارون کوس کا حال یا بارش کا حال معلوم کرلیتے ہین۔ اپنے مریدون کو
توجہ پہونچا دیتے ہین۔ کوئی کہتا ہے فلان بزرگ کی قبر جاکر فلان بزرگ سبق پڑہ آیا کرتے تہے
کچہ دریافت کرنا ہو تو مراقبہ کرکے دریافت کرلیا کرتے تہے فلان بزرگ روزمرہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مین حاضر ہوکر جو دریافت کرنا ہوتا دریافت کرآتے تہے اس قسم کی سب
باتین قرآن حدیث کے خلاف ہین۔ مولانا خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مین اللہ
اللہ فرماتا ہے قل ما کنت بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ یعنے کہدو اے ہمارے
محبوب پیغمبرون مین سے مین ہی نیا پیغمبر نہین ہون مین نہین جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ
کیا کیا جاوے گا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا ارشاد ہوتا ہے تو پہر اور کس گنتی شمار
مین ہین۔

Marfat.com

مقلد مولوی صاحب۔ ان حضرات کی تصنیفات تالیفات دیکھتے رہوگے تو یہ کیا ایسے سیکڑون شبہون مین جو مخالف جمہور محققین ہین گرفتار ہوگے کیا آپ کو نہین معلوم مولوی حمید اللہ صاحب مولف اس تفسیر کے اول درجہ کے محمدی ہین اور یہ آیت پر مگر جو آپنے اعتراض کیا ہے یہ بھی مخالف جمہور انہی لوگون کی تحقیق کے موافق ہے۔ کیون حضرت [illegible] جس پیغمبر کو اپنے ہی مآل کار کی خبر نہین پھر اوس کی پیروی سے کیا فائدہ۔ العیاذ باللہ جو ان [illegible] اوس قسم کی تحقیقات کی ہی بدولت تو مخالفین اسلام یہ سیکڑون اعتراضات [illegible] کرتے رہتے ہین

محمدی العیاذ باللہ [illegible] مگر اس تفسیر مین [illegible] فقط حدیثین ہی حدیثین لکھی ہین چنانچہ نام [illegible] کا حدیث التفاسیر ہے۔ کیا اون کی لکھی [illegible] حدیثین ہی قابل اعتبار نہین رہین اور جو آیت مین نے پڑھی ہے اوس مین تو اونکی تحقیقات [illegible] بجز ترجمہ آیت کے ایک حرف بھی نہین بیان کیا پھر اگر تفسیر ترجمہ پر مخالفین اعتراض [illegible] کرتے قرآن تو نہین بدلا جاتا۔

مقلد مولوی صاحب۔ ماشاءاللہ آپ بڑے سیدھے آدمی ہین کیا حدیث التفاسیر نام رکھنے سے جو کچھ اپنی طرف سے اونہون نے لکھا ہے وہ بھی حدیث ہی ہو جاوے گا۔ ذرا انصاف سے ایسا ہی فرمادین کہ یہ مضمون صفحہ ۱۴۴ کا جو آپنے اوس تفسیر سے لکھوایا کونسی آیت حدیث کا مضمون ہے۔ حضرت مین حافظ اسمعیل صاحب محمدی غیر مقلد بن مولوی عبد الغفار صاحب ولایتی حنفی مرحوم کے بیان سے جو ہمارے محلہ ہی مین رہتے ہین اور باہر مولوی مشہور ہین مین نے بھی اس تفسیر کو منگوا کر دیکھا تھا اوس مین وہ آیت جسکی تفسیر مین مولوی حمید اللہ صاحب نے یہ مضمون لکھا ہے وہ تو یہ ہے ان اللہ عندہ علم الساعۃ۔ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت جسکا ترجمہ اوسی قرآن مین جسکے حاشیہ پر تفسیر ہے یہ لکھا ہے کہ اللہ جو ہے اوسی پاس ہے قیامت کی خبر اور اوتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماں کے پیٹ مین اور کوئی جی نہین جانتا کیا کرے گا کل اور کوئی جی نہین جانتا کس زمین مین مرے گا اور فقط اسکی تفسیر مین یہ ایک حدیث مشکوۃ کا ترجمہ لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی یہ دعوی کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پانچ چیزون کی خبر رکھتے ہین اوس شخص نے بڑا افترا یعنی بہتان باندھا۔ اب آپ ہی غور فرمائین

Marfat.com

بموجب ظاہر معنی اس آیت اور حدیث کے جتنی غیب کی خبرین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
مثل نکلنے دجال اور دابۃ الارض اور آفتاب کی جانب مغرب سے اور علاوہ اسکے سیکڑون خبرین
بیان فرمائی ہین سب ہی غلط ہوئی جاتی ہین اور آپکو یہ بھی کہنا درست نہین کہ اسکام کو
ہم کل کرین گے اور کل فلان شخص دہلی یا قندہار سے آوین گے اون کا خط آگیا ہے اور مجکو وہان
جاکر فلان کام کرنا ہے لہذا تمام مفسرون محدثون نے اس قسم کی آیت حدیثون کے یہی معنی کیے
ہین کہ بغیر کسی سبب الہام وحی وغیرہ کے بغیر اللہ کے معلوم کرائے بذاتہ جوکوئی کہے کہ رسول
مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ان پانچ باتونکی خبر رکھتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ
اوس نے بڑا بہتان باندھا ورنہ بہت آیت حدیثون سے ثابت ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب کو
جوکچہ ہورہا ہے اور جوکچہ ہوگا اور ہوچکا سبہی کا علم عطا فرمادیا تہا چنانچہ اللہ جلشانہ اپنے
حبیب کو ارشاد فرماتا ہے وانزل علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم یعنے اللہ نے تجہپر
کتاب اور حکمت کو نازل فرمایا اور جوکچہ تم نہین جانتے تہے وہ تم کو سکہادیا اور ظاہر ہے کہ ازل
سے ابد تک جوکچہ ہوا اور ہوگا بغیر اللہ کے سکہائے آپ کچہ بہی نہین جانتے تہے اور جب عموماً فرمادیا
جوکچہ تم نہین جانتے تہے وہ سب ہم نے تم کو سکہادیا تو معلوم ہوا کہ سب ہی باتون کا علم ازل سے ابد تک
اللہ نے حضور کو سکہادیا چنانچہ بوجہ عام ہونے لفظ ما کے صاحب تفسیر بحر الحقائق وغیرہ معتبرین
تحریر فرماتے ہین وعلمک مالم تکن تعلم آن علم ماکان ومایکون است کہ حق سبحانہ در شب
اسری بدان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم عطا فرمود چنانچہ در حدیث معراجیہ آمدہ است فعلمت
ماکان وماسیکون اور اس مضمون کی صحیح حدیثین بہت مروی ہین۔ بخاری شریف مین ہے
عن عمر رضی اللہ عنہ قال قام فینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق
حتی دخل اہل الجنۃ منازلہم واہل النار منازلہم حفظ ذالک من حفظہ ونسی من نسیہ۔ یعنے
حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ ایک جگہ ہمارے درمیان رسول اللہ علیہ وسلم نے کہڑے ہوکر شروع

سلہ اور اس مضمون کو بہت تفصیل کے ساتہ مع کیفیت اس قسم کی آیت حدیثون کی اور بہتسی
اون آیت حدیثون کی جو آپ کے عالم ماکان ومایکون ہونے پر دال ہین ہم نے اپنے رسالہ علم الہدی فی علم
خاتم الانبیا مین بیان کیا ہے ۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ۔ سلہ یعنے جوکچہ ہوا اور جوکچہ ہوگا۔ ۱۲ منہ
سلہ یعنے سکہایا گیا مین جوکچہ ہوا اور ہوگا ۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ۔

Marfat.com

پیدایش سے جنت اور دوزخ مین داخل ہونے تک کے تمام واقعات کی خبر بیان فرما دی وہ خبرین جسکے یاد رہگیئن رہگیئن جو بھول گیا بھول گیا۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ مرقات مین اس حدیث کی شرح مین علامہ طیبی اور علامہ عسقلانی سے نقل فرماتے ہین کہ ماحصل اس حدیث کا یہ ہوا کہ شروع پیدایش سے آخرت تک کے واقعات تمام مخلوق کی حضور نے بیان فرما دیئے اور سب باتون کا ایک جگہ بیان کر دینا یہ بہت بڑا معجزہ ہے اور اسی مضمون کی حدیثین مشکوۃ اور مسلم شریف مین بہت ہین اور مسند امام احمد رح مین دو سندون معتبر سے اور معجم طبرانی رح مین ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہ قال لقد ترکنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وما یحرک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکر لنا منہ علما ۔ یعنے حضرت ابوذر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسحالت مین ہم کو چھوڑکر تشریف لے گئے کہ آپ کا یہ حال تھا کہ اگر آسمان مین کوئی پرند پر مارتا تو اوسکا بھی علم ہم سے بیان فرما دیتے تھے لہذا امام بغوی امام رازی صاحب تفسیر روح البیان وغیرہ محققین مفسرین رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی تفسیرون مین تحریر فرماتے ہین کہ آیہ کریمہ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم اور اس قسم کی تمام آیت حدیثین اوس زمانے کے ساتھ مخصوص ہین کہ جبتک حضور کو علم تمام ماکان ومایکون کا عطا نہین کیا گیا تھا ورنہ پھر جب تمام ماکان ومایکون کا علم عطا فرما دیا آپ کا تو ذکر ہی کیا کرنا ہے آپکے تمام غلامون کے مآل کار کی نسبت بھی یہ ارشاد فرما دیا کہ وبشر المومنین بان لہم من اللہ فضلا کبیرا[٥١]۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے لیدخل المومنین والمومنات جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ویکفر عنہم سیاتہم وکان ذالک عند اللہ فوزا عظیما[٥٢]۔ چنانچہ حضرت انس اور قتادہ اور حسن اور عکرمہ رضی اللہ عنہم کا تو یہی قول ہے کہ آیہ کریمہ ما ادری ما یفعل بی اس آیت کیساتھ منسوخ ہوگئی اور یہان سے اوس قول کی گمراہی بھی معلوم ہوگئی جو بعض کہدیا کرتے ہین کہ ہمین کیا معلوم کہ

---

٥١ اور بشارت پہونچا دو تم اے ہمارے حبیب اسبات کی کہ مومنون کے واسطے اللہ کیطرف سے بہت بڑا فضل ہے ١٢ منہ غفرلہ

٥٢ تو کہ داخل کرے اللہ مومن مرد اور عورتون کو جنتون مین جنکے نیچے نہرین جاری ہین ہمیشہ رہینگے وہ اون مین اور کفارہ کردے اون سے گناہون اونکے کا اور ہے یہ نزدیک اللہ کے بہت بڑی رسائی ١٢ منہ عفر اللہ لہ ولوالدیہ۔

Marfat.com

خواجہ صاحب۔ بڑے پیر صاحب ایمان پر ہی مرے بلکہ ہم جو اونکو بزرگ جانتے ہین یہ ہمارا حسن ظن ہے اسواسطے کہ جنکا انتقال کلمہ پر ہوا اون کے ایمان پر مرنے مین کیا کلام ہے اور جب مرتے دم اوہرسے بیہوشی ہوجائے اوسوقت کے کفر اور ایمان کا اعتبار نہین اوسوقت تو کافر بھی ایمان لے آتا ہے چنانچہ لم یک ینفعہم ایمانہم کی تفسیر مین علامہ رازی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہین۔ انہ الوقت

الذی یعاین فیہ نزول ملائکۃ الرحمۃ والعذاب لان فی ذالک الوقت یصیر المرء ملجاء الی الایمان

فذالک الایمان لاینفع انما ینفع مع القدرۃ علی خلافہ حتی یکون المرء مختارا اما اذا عاینوا علامات الاخرۃ

فلا۔ یعنے یہ جو آیت مین ہے کہ وقت دیکھنے ہمارے خوف کے اون کو ایمان کچھ نفع نہ دے گا اس سے مراد وہ وقت ہے جب جانکنی کی حالت مین عذاب کے فرشتون کو دیکھکر ایمان لے آوے اسواسطے کہ اوسوقت تو ایمان لانے پر آدمی مجبور ہوتا ہے اعتبار اوسوقت کا ہے جسوقت ایمان لانے اور کافر رہنے پر قدرت اور اختیار رکھتا ہو چنانچہ کتب عقائد مین جو لکھا ہے کہ کافر کبھی مومن اور مومن کبھی کافر ہومرتا ہے نعوذ باللہ منہا۔ اور اعتبار خاتمہ کا ہے اسکے یہی معنی ہین کہ اختیار اور قدرت کے وقت مرتے دم کبھی مومن کفر کے کلمے کہنے لگتا ہے اور کافر ایمان کی باتین کرنے لگتا ہے نہ یہ کہ بیہوشی کے بعد بھی مومن کافر اور کافر مومن ہوجاتا ہے۔ اب رہا یہ امر کہ اولیاء اللہ کا قبر سے نکلکر سبق پڑہا دینا بعض اولیاء اللہ کا روزمرہ یا کبھی کبھی مجلس رسول صلے اللہ علیہ وسلم مین حاضر ہونا وغیرہ وغیرہ امور مذکورہ سوال شریعت سے ثابت ہین یا نہین سو حضرت

جب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین علمی بعد وفاتی کعلمی

فی حیاتی رواہ الحافظ المنذری وابن عدی فی الکامل یعنے میرا علم جیسا زندگی مین تہا ویسا ہی بعد وفات کے ہیگا۔ روایت کیا اسکو حافظ منذری اور ابن عدی نے کامل مین

اور ابو یعلی بذریعہ ثقہ راویون کے حضرت انس سے نقل کرتے ہین انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تہے کہ سب نبی زندہ ہین اپنی قبرون مین نماز پڑہتے رہتے ہین ذرا جذب القلوب اور مدارج وغیرہ معتبر کتابون کو ملاحظہ کیجے اور طبرانی اور سیر محمدیہ مین ہے کہ طبرانی بروایت راویان ثقہ نقل فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صلوتہ حیث کان یعنے کوئی بندہ

درود نہین پہچنا مجہپر مگر پہونچ جاتی ہے آواز اوسکی مجکو جہان کہین بہی وہ ہو اور اسی مضمون کے معاون یہ دوسری حدیث دلائل مین ہے قیل لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارایت صلوٰۃ المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یاتی بعدک ما حالہما عندک فقال اسمع صلوٰۃ اہل محبتی واعرفہم وتعرض علی صلوٰۃ غیرہم عرضا یعنے جب آپ سے عرض کیا گیا کہ جو آپ سے غائب ہین اور آپکے بعد پیدا ہونگے اونکے درود کی کیا حالت ہے آپنے فرمایا کہ میری محبت والون کے درود تو مین سنتا ہون اور اونکو پہچانتا ہون اور دوسرون کے درود میرے سامنے پیش کردی جاتی ہے اور عام اولیاء اللہ کی شان مین یہ حدیث مشکوٰۃ شریف اور صحیح بخاری شریف مین موجود ہے۔ عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان سالنی لاعطینہ یعنے حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے فرمایا کہ ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے مجہسے میرا بندہ ساتہ نوافل کے یعنے اون عبادتون کے ساتہ جو فرض عبادت سے زائد ہین یہان تک کہ مین اوس سے محبت رکہنے لگتا ہون اور جب مین اوسکو چاہنے لگتا ہون تو مین اوسکی وہ قوت سماعت ہوجاتا ہون کہ جس کے ساتہ سنتا ہے اور وہ قوت بصارت ہوجاتا ہون کہ جس کے ساتہ دیکہتا ہے اور اوسکی وہ ہاتہ ہوجاتا ہون جسسے پکڑتا ہے اور وہ پاؤن ہوجاتا ہون جسسے چلتا ہے اور اگر مجہسے مانگتا ہے بے شک اوسکو دیتا ہون پہر یا وہی مطلب تو بہت کچہ شراح نے لکہے ہین مگر واقعی مطلب اس حدیث کا وہی ہے جو اس مرتبہ کے لوگون نے لکہا ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ؎ اللہ اللہ گفتہ اللہ شود ٭ این سخن حق ہست باللہ شود ٭ گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود ٭ اور عام مومنون کی شان مین زمین پر سیر کرنے کی نسبت بعد موت کے۔ احیاء العلوم مین ہے۔ وقال مالک بن انس بلغنی ان ارواح المومنین مرسلۃ تذہب حیث شاءت یعنے مومنونکی روحین چہوٹی رہتی ہین جہان چاہین وہان جاسکتے ہین اور معجم کبیر طبرانی اور جامع صغیر سیوطی مین ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وہ فرماتے ہین ان للہ تعالیٰ عبادا اختصہم بحوائج الناس یفزع الناس الیہم فی حوائجہم۔ یعنے

Marfat.com

اللہ کے بہت بندے ہین جنکو اللہ نے لوگون کی حاجتون کے واسطے خاص کر لیا ہے لہذا گھبرا کر لوگ اونکی طرف اپنی حاجتون کے واسطے جاتے ہین اور حصن حصین مین مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند بزار سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے واذا نفلتت دابۃ فلینادوا اعینوا عباد اللہ یعنے جب بھاگ جاوے جانور کسیکا پس چاہیئے پکارے مدد کرو۔ میری اے بندو خدا کی اور اس حدیث کی اگرچہ بعض طریق ضعیف ہین مگر کثرت طرق سے مرتبہ حدیث حسن کو پہونچی ہوئی ہے اور ترمذی شریف مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کم من اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ یعنے بہت لوگ ایسے ہین کہ ظاہر ہین بال بکھرے ہوئے غبار آلودہ رہتے ہین اور مرتبہ یہ رکھتے ہین کہ اگر اللہ کی بھروسے پر قسم کھا بیٹھین تو اللہ اونکی قسم کو پوری کر ہی دیتا ہے اور منتخب کنز العمال مین ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص سے پوچھا تیرا نام کیا ہے اوسنے کہا جمرہ یعنے چنگاری۔ آپنے پوچھا باپ کا کیا نام بیکہا شہاب یعنے شعلہ۔ پوچھا کس قبیلے سے کہا حرقہ جیسے جسکے معنے جلن کے ہین فرمایا مکان کہان ہے کہا حرۃ النار مین جسکے معنے آگ کے گرمی کے ہین پوچھا وہ کہان ہے کہا قریہ۔ ذات نظی مین یعنے اوس گانوین جسکا نام شعلہ والا ہے۔ آپ نے فرمایا اپنے گھروالون کو جاکر سنبھال وہ سب جلگئے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اوسی منتخب مین ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اہل کوفہ سے فرمایا تھا کہ اے اہل کوفہ تم سب مین جو بہتر ہین وہ سات آدمی قتل کیئے جاوینگے اور حجر بن الادبی معہ اپنے یارون کے اون مین سے ہین چنانچہ آپ کی پیشین گوئی کے موافق اونکو معاویہ بن عذرا نے شہید کیا خود مولوی حمید اللہ اسمضمون کے آگے جو آپ نے اپنے اعتراض مین حدیث التفاسیر سے لکھوایا ہے لکھتے ہین کہ حضرت عمر کی آواز یاساریۃ الجبل اثنا خطبہ مین مدینہ منورہ سے کوسون پر آپکے سپہ سالار کے کان مین پہونچگئی تھی پھر اسمضمون کے لکھنے کی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ کیون لکھا ہے۔ مولوصیاحب جب بموجب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ ثابت ہے کہ مخالف عادت کے اولیاء اللہ سے بہت باتین برخلاف عقل ناقص عوام کے ہوسکتے ہین اور اولیاء اللہ کی کرامت کا جمہور اہلسنت کے نزدیک حق ہونا ثابت ہے = پھر ایسے مضمونون سے آپ جیسے منصفون کا شبہہ مین پڑجانا بڑے

Marfat.com

تعجب کی بات ہی کہ آپ نے قرآن مجید مین حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر مین ہنین پڑھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے فرمانے سے حضرت آصف بن برخیا علیہ السلام نے جنکا ولی ہونا متفق علیہ بات ہے پلک جھپکنے سے پہلے آپکی فرمانے ہی سیکڑون کوس سے بطریق کرامت حضرت بلقیس کے تخت کو حضرت سلیمان کے پاس بیٹھے ہوئے لاکر حاضر کردیا - اور جذب القلوب مین مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہین و قضیہ سماع سعید بن المسیب در ایام واقعہ حرہ اذان از حجرہ شریفہ تا سہ روز کہ مردم مفارقت مسجد نبوی کردہ بودند مشہور است یعنے یہ قصہ تو مشہور ہی ہے کہ ایام حرہ مین جب بوجہ ظلم یزید لوگ مسجد نبوی کو چھوڑ کر چلے گئے تھے حضرت سعید بن المسیب جو مشہور تابعی ہین فرماتے ہین کہ تین روز تک روضہ منورہ سے برابر پانچون وقت کی اذان کی آواز آتی تھی - اور مدارج النبوت مین بعد لکھنے بہت سی اس قسم کی روایات معتبر کی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہین وامام حجۃ الاسلام غزالی رحمہ اللہ در کتاب خود المنقذ من الضلال میگوید کہ ارباب قلوب[لہ] مشاہدہ میکنند در بیداری ملائک را و ارواح انبیا را و میشنوند از ایشان آوازہا و اقتباس میکنند از ایشان انوار و استفادہ میکنند فوائد و بدانکہ صاحب مواہب بعد از نقل اقوال مشائخ در رویت شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در یقظہ بر قاعدہ علم و اقوال علما رفتہ از شیخ بدر الدین حسن بن اہدل نقل کردہ کہ وقوع رویت شریف در یقظہ مر او را صلے اللہ علیہ وسلم متواتر شدہ بدان اخبار و حاصل تا آن علم قوی ست و منفی است ازان شک و شبہہ - اجی حضرت جن لوگون نے ہمارے مولانا فضل الرحمن قدس سرہ اور ہمارے حضرت سائین توکل شاہ قدس سرہ کی کچھ بھی صحبت اٹھائی ہے اونکو یقینی طور سے معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی

لہ یعنے اہل دل جاگنے کی حالت مین فرشتونکو اور انبیا کی روحون کو دیکھتے مین اور اون کی آوازین سنتے ہین اور اون سے بہت سے انوار اور فائدے حاصل کرتے ہین اور صاحب مواہب لدنیہ نے بہت سے مشائخ کے قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نسبت حالت بیداری مین نقل کرکے بہت سے عالمون کے قولون اور علمی قاعدہ کے موافق شیخ بدر الدین حسن ابن اہدل سے نقل کیا ہے کہ بیداری مین آنحضرت کی زیارت کرنیکی نسبت اسقدر خبرین منقول ہین کہ مرتبہ تواتر کو پہونچ گئین اور علم یقینی حاصل ہوگیا اور کسیطرح کے شک و شبہہ کی گنجایش نہین رہی ۱۲ منہ عفر اللہ ولوالدیہ -

Marfat.com

مجلس مین حاضر ہونے والے اب بھی موجود تھے اور موجود ہین۔ مگر حق یہ ہے کہ ملیت محرم دولت ہر سے نہ یار سبحانک ار ہر خسے نہ تو حضرت مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ جو مسلم فریقین ہین در الثمین فی مبشرات سید الامین مین تحریر فرماتے ہین کہ میرے والد فرماتے تھے کہ مین نے اپنے استاد عبداللہ قاری سے سنا کہ مین اور میرے استاد قاری زاہد ایک روز قرآن کا دور کر رہے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ہمارے قرآن کو سنکر دعا دی پھر فرماتے تھے کہ مین نے اپنی ان دونون انکھون سے حضور کو دیکھا اور انوار العارفین مین تو شاہ صاحب ممدوح بعض اولیار کے حالات مین بھی لکھتے ہین کہ وہ فرماتے تھے کہ تمام دنیا اسوقت ہمارے سامنے ایسی موجود ہے جیسی ہتیلی ہاتہ کی۔ اور دوسرے بہت سے اولیار اللہ کے حال مین ایسے مضامین بہت سے علمار معتبر نے لکھے ہین۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کی نسبت یا امام اعظم رحمہ اللہ کے گناہون کی تفصیل وار دیکھنے کے نسبت اور اولیار اللہ کے چشمہ شریعت تک پہونچ جانے اور حقیقت شریعت دیکھنے کے نسبت اعتراض کرنا ایسے ہی لوگون کا کام ہے جو ان سب محدثون بزرگوارون کو بدعتی اور مخالف قرآن وحدیث سمجھین نعوذ باللہ منہا۔ اور کیا حدیث جبرئیل مین مرتبہ احسان کا آپ نے نہین پڑھا۔ اسی مرتبہ کو تو ولایت اور رسائی چشمہ شریعت کہتے ہین۔ چنانچہ اوسی حدیث سے ظاہر ہے کہ ظاہری نماز روزے کو اسلام کہتے ہین اور دل سے تصدیق کرنے کو ایمان اور جب تمام اخبار اور احکام شریعت کو ایسا دیکھنے لگے جیسے آنکھون سے دیکھتے ہین اس مرتبہ کا نام احسان اور متاخرین کی اصطلاح مین تصوف ہے اب بھی اگر کوئی شک رہا ہو اور کہدو۔

محمدی مولانا مجکو تو اب کوئی شبہہ نہین رہا۔ اللہ آپکو جزائے خیر دے۔ مگر اپنے پرانے یارون کا آدمی کو ہر نہج لحاظ ہوتا ہے **مصرعہ** جب آنکھین چار ہوتی ہین مروت آہی جاتی ہے ٭ لہذا ایک دن کی اجازت اور طلب کرتا ہون۔ اب تو دیکھون ہمارے ہم مشرب مولوی کیا کہتے ہین اور ذرا اپنے مولانا محمد فاضل کو بھی ایکبار یہ مناظرہ سنا آؤن تاکہ پھر میری توبہ پر کسیکو دم مارنے کی گنجائش نرہے۔ تو جاتا ہون۔ السلام علیکم۔

مقلد وعلیکم السلام۔ بہتر ہے اللہ کہین آپ کو توفیق توبہ دے اور ہم مشربون کے لحاظ سے

Marfat.com

رہائی بخشی دیکہو موت بہت قریب ہے وہان کوئی ہم مشرب کام نہین آوے گا۔

محمدی السلام علیکم۔ لو حضرت حاضر ہون۔

مقلد وعلیکم السلام۔ فرمایئے اب کیا ارادہ ہے۔ آپکے مولوی محمد فاضل صاحب نے کیا فرمایا۔

محمدی مولانا فرماتا کیا تہا بہت خفا ہوئے بہت کچہ لن ترانیین ماری۔ یہہی فرمایا کہ تو بہی بدعتی اور مشرک کون سے جا ملا مگر یہ سب باتین اونکی بے سود تہین البتہ ایک دو اعتراض آپ کی دلیل اتباع سواد اعظم پر سخت کیئے ہین اون کا جواب اور دیدو۔ پہر مین تو غیر مقلدی۔ اور طریق وہابیہ سے توبہ کیئے لیتا ہون اون کے معاملہ کو وہ جانین۔

مقلد فرمایئے وہ کیا اعتراض ہین ہم کو آپ جیسے منصفون کا جو سوچ سمجہکر ان مضامین کو بنظر انصاف دیکہین اطمینان مقصود ہے معاند سے ہم کو بحث نہین نہ اوسکی رد و بدل سے غرض واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ؕ

محمدی۔ مولانا اول اعتراض تو مولوی محمد فاضل صاحب کا یہ ہے کہ آپنے تقلید اور اتباع سواد اعظم پر جو دلیل پیش کی اور پہر سواد اعظم کے متفق اور مجتمع ہونے کی وجہ سے تقلید شخصی ایک مجتہد کو ان چارون مجتہدون مین سے اس زمانہ والون پر اور اپنے اوپر وجوب تقلید شخصی کو ثابت کیا۔ ان دلائل کے اور علاوہ اسکے اور جو دوسرے امور پر دلائل بیان کیئے ہین اونکی بیان کرنے مین آپ مجتہد ہین یا مقلد۔ اگر دعوی اجتہاد کا ہے تو اور مسائل مین خود اجتہاد کرکے عمل کرنے سے انکار کی کیا وجہ مجتہد پر تو آپکے نزدیک بہی دوسرے مجتہد کی تقلید حرام ہے اور پہر وہ شرطین اجتہاد کی کون کون سی ہین جو آپ مین بہ نسبت ثبوت تقلید شخصی تو پائی جاتی ہین اور باقی جمیع مسائل کے اعتبار سے نہین پائی جاتی اور اگر بیان کرتے دلائل مذکور مین آپ مقلد ہین تو پہر کسکے۔ اگر اوسی سواد اعظم کے جسکی تقلید کے دلائل آپ بیان کر رہے ہین تو آپ پر دور لازم آتا ہے یعنے جس سواد اعظم کی تقلید کا ثبوت آپ نے بیان کیا وہ بیان اسبات کو چاہتا ہے کہ ثبوت سے پہلے تم اوسکے مقلد ہو تا کہ اوس تقلید کے ذریعہ سے سواد اعظم کی تقلید کا ثبوت دو اور یہ امر ہر عاقل کے نزدیک باطل ہے یا یون کہو کہ اس زمانہ کے سواد اعظم کی دلیل تقلید وہی دلیل ہے جو اس زمانہ سے پہلے زمانہ کے

Marfat.com

سواد اعظم کی دلیل تقلید تہی پہر جب اوس سے پہلے سواد اعظم کی تقلید کی دلیل پوچہی جاویگی تو کہوگے اوس سے پہلے سواد اعظم کی جو دلیل تقلید تہے تو یہ سلسلہ کبہی ختم نہ ہوگا اور آپ بتا بلائے لتسلسل ہوجاوینگے اور پہر یہ بہی آپکو بتانا ضرور ہوگا کہ یہ دلیل اول سواد اعظم کی آپ تک کس ذریعہ سے پہونچی اور کون کون کتابون مین اب تک منقول ہوتی چلی آئی۔ اور اعتراض دویم یہ ہے کہ وجوب تقلید شخصی جس سواد اعظم کے اجماع اور اتفاق کی وجہسے آپ نے ثابت کیا ہے اوس سواد اعظم سے اگر اہین آجکل کے عوام اور خواص مسلمانون کی جماعت مراد ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ اجماع قابل حجت نہین اسواسطے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اہل اجماع مجتہد ہوتے ہین اور آپ فرما ہی چکے کہ سنہ چارسو کے بعد مجتہد مستقل کا ہونا بالکل موقوف ہوگیا ہے مگر مین کہتا ہون کہ اکثر کتب فقہ سے یہ بہی ثابت ہوتا ہے کہ اب وہ مقلد جو مجتہد فی المذہب یا مجتہد منتسب ہو وہ بہی نہین ہوتے پہر آج کل کے عوام وخواص کے اجماع سے حنفیون کے نزدیک ثبوت وجوب تقلید کا کسطرح ہوسکتا ہے۔ اور اگر سواد اعظم سے مجتہدین فے المذہب کے سواد اعظم مراد ہے تو باعتبار لفظ سواد اعظم کے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بڑی جماعت مجتہدون کی اوسپر متفق ہوجائے گو چہوٹی جماعت مجتہدون کی اوسکی مخالفت کرتی رہے۔ حالانکہ امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک اجماع کے واسطے ایک زمانہ کے تمام مجتہدون کا اتفاق شرط ہے اور تقلید کے معاملہ مین تو اگر آپ کتابون کو ملاحظہ فرماینگے تمام مراتب کے مجتہدون کی بڑی جماعت کے نہ چہوٹی کے مختلف اقوال پاوینگے انتہے۔

مقلد مولویصاحب کیا آپکے مولانا محمد فاضل صاحب معقولی بہی ہین اکثر محدثون سے ہم تو یہی سنتے تہے کہ تمام علوم صرف۔ نحو۔ منطق۔ ہیئت۔ فلسفہ۔ وغیرہ بجز علم قرآن حدیث کے بدعت ہین مگر خیر الحمد للہ آج معلوم ہوگیا کہ آپ کے مولانا محمد فاضل استاد کل منطقیون کے قواعد کے تو مقلد ہین گو تقلید مجتہدین دین سے انکار رکہتے ہین چونکہ یہ بات آپکے سوچنے کے قابل تہی اسواسطے مونہ سے نکل گئی۔ اب اصل مدعا کی طرف متوجہ ہوجیے اور سنیئے مولویصاحب کیا تمام قرآن وحدیث کی سمجہ آپکے مولانا کے نزدیک اجتہاد اور تقلید شخصی ہی مین منحصر ہے

کیا آپ نہین جانتے کہ بعض آیات کلام اللہ ایسی بھی ہین جنکے سمجھنے مین نہ کسیکی تقلید کی ضرورت ہے
نہ اجتہاد کی حاجت کیا اقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ کتب علیکم الصیام وغیرہ آیات سے جو
نماز پڑہنے زکوٰۃ دینے اور روزہ رکھنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ ان حکمون کو قرآن سے ہر ترجمہ
خوان یا زباندان عربی نہین سمجھہ سکتا علی ہذا لولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان
الا قلیلا کے نفس ترجمہ سے کیا آیات ہر اک سمجھدار آدمی نہین سمجھہ لیتا کہ اللہ تعالی یون ارشاد
فرماتا ہے کہ اے امت محمد رسول اللہ اگر اللہ کا فضل اور رحمت تمپر نہوتا تو تم سب شیطان کے
پیرو ہوجاتے مگر تہوڑے لیسے کہ جو بغیر اس فضل ورحمت کے بھی پہلے ہی سے شیطان کی پیروی
سے بچے ہوئے تھے مثل ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہم کے کہ قرآن کے نازل ہونے اور اسلام
کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہوئے اور شیطان کی
پیروی سے بچے ہوئے تھے۔ مگر جب یہ فضل اور رحمت یعنے نزول قرآن اور ظہور اسلام اور
ہونا علما اور مجتہدین کا تم مین ہے کہ جو فضل ورحمت سے بموجب سیاق آیت اسمقام پر
مراد ہے تمہارا شامل حال ہوگیا تم سب شیطان کی پیروی سے بچ گئے اور شیطان کے پیرو
تم مین تہوڑے رہ گئے چنانچہ تمام مفسرین معتبرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور انہین
معنون کو بموجب قواعد عربیت مختار رکھا ہے اور اکثر احادیث صحیحہ سے بھی کہ جنکو باعتبار
معنی کے مشہور یا متواتر کہہ سکتے ہین۔ یہی مضمون ثابت ہوتا ہے کہ اطاعت اللہ اور رسول اللہ
کے اہل اسلام کی بڑی جماعت ہی کی پیروی مین منحصر ہے اور تہوڑے لیسے گروہ کی پیروی مین بمقابلہ
سواد اعظم استحقاق دوزخ مین پہینکے جانے کا ہوجاتا ہے اسیواسطے جب حضور صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے تہتر فرقون مین سے بجز ایک فرقہ کے سب جہنمی
ہون گے اور صحابہ نے عرض کیا کہ وہ فرقہ کون سا ہوگا جیسے بعض روایات مین آیا ہے کہ بجواب
اسکے آپ نے فرمایا کہ وہ فرقہ میری اور میرے اصحاب کی پیروی کرنے والا ہوگا اکثر روایتون
مین کہ جنکو باعتبار کثرت طرق کے متواتر المعنی کہہ سکتے ہین یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپنے
فرمایا وہ فرقہ بڑی جماعت اہل اسلام کا پیرو ہوگا۔ چنانچہ تقریبًا چالیس طریقون سے تو اسمضمون
کی حدیثون کو ہم نے اپنے رسالہ مختصر المیزان ہی مین نقل کیا ہے۔ اب جب آپپر یہ بات خوب

Marfat.com

ثابت ہوگئی کہ قرآن اور حدیث کے تمام مضامین کے سمجھہ اور پیروی اجتہاد یا تقلید شخصی ان دو
صورتون مین منحصر ہہین تو فرمایئے کہ آپکے مولانا کا سوال مذکور لغو رہا یا نہین اور جب ہم نے
یہ بات لفظ ترجمہ اور محاورہ سے ظاہر دکہادی کہ جو دلیل اتباع سواد اعظم کی ہم نے بیان کی
ہے وہ بہی ایسی ہی ہے پہر انصاف سے کہیئے کہ آپکے مولانا کا اعتراض بیخ و بن سے کٹ گیا
یا نہین۔ اور جب آپ بلکہ ہر کس و ناکس اسبات کو جانتے ہین کہ یہ آئیت قرآن مجید مین موجود
ہے اور اس مضمون کی حدیثین تمام حدیث کی کتابون مین موجود پہر مولانا محمد فاضل کا
پوچہنا کہ یہ دلیل آپکے کن کن کتابون کے ذریعے سے پہونچی تہین خدا کی قسم ذرا سچ تو کہو کہ
مولانا پر یہی مثل صادق کرتا ہے یا نہین پڑہے نہ لکہے نام محمد فاضل۔ اور جب اتنے بڑے
مولانا کا یہ حال ہے تو اور نائی دہوبی رنگریز کمنگر دہیئے جلاہے جو دو کانون پر غیر مقلدون کے
مولوی بنے بیٹہے ہین اون کا کیا حال ہوگا۔ علی ہذا القیاس مولویصاحب آپکے مولانا کا
اعتراض دویم بہی ایسا ہی ہے۔ کیون حضرت جب آپ اور ہم بموجب قول مولانا شاہ ولی اللہ
علیہ الرحمۃ وغیرہ علماء معتبر کے یہ مان چکے کہ سنہ۲ ھ کے بعد تمام امت تقلید شخصی پر
مجتمع ہوگئی اور اجماع کے اہل بہی اسیوقت کے مجتہدین فی المذہب تہے اور یہ بہی مان چکے
کہ ان چارون امامون ہی کے چار مذہب اور اونہین مین سے کسی ایک کی تقلید پر مجتمع
ہونے کی خبرین بطریق شہرت یا متواتر ہم تک پہنچتی چلی آتی ہین اور جو مختلف روایتین
حرمت اور حلت اور وجوب اور استحباب تقلید کے ائمہ مجتہدین سے منقول ہین وہ باعتبار
مختلف قسم کے لوگونکے ہین مثلاً باعتبار مجتہدین مطلق کی حرمت کے روایتین ہین اور
بہ نسبت مجتہدین فی المذہب کے استحباب کی روایتین ہین اور غیر مجتہدون کی نسبت بوجہ
اجماع سواد اعظم وجوب کی روایتین تو اب آپ ہی فرمادین کہ ان سارے مضامین کو سنکر
تسلیم کرکر مولانا محمد فاضل کا یہ اعتراض کہ سواد اعظم سے آپ کی کیا مراد ہے محض سمع خراشی
اور مغالطہ دہی ہے یا کچہہ اور ہان یہ بات اونکی قابل سماعت ہے کہ امام کے نزدیک ایک
زمانہ کے تمام مجتہدون کا اجماع قابل حجت ہے اور تمہاری دلیل سے ایک زمانہ کے مجتہدون
کی بڑی جماعت کی اجماع کا حجت ہونا مفہوم ہوتا ہے سو اگر کتب اصول کو آپ ملاحظہ فرمالیتے

Marfat.com

اون کے اس اعتراض کی طرف آپ ہی توجہ نہ فرماتے کیون حضرت جب سواد اعظم کی مخالفت موجب دخول دوزخ ہے کیا وہ مجتہد جو مجتہدون کی بڑی جماعت کی مخالفت کرین قابل اعتبار ہوسکتے ہین اسیواسطے کتب اصول مین لکہا ہے کہ مراد تمام مجتہدون سے مجتہدین صالح ہین دیکہو منار مین ہے واہل الاجماع من کان مجتہدا صالحا اور دائرۃ الوصول مین ہے واہل الاجماع من کان مجتہدا لیس فیہ ہوا اے بدعۃ ولا فسق ظاہرا ہے اور یہی مضمون دوسری تمام کتب اصول کا ہے۔ علاوہ برین اگر ہم مان ہی لین کہ کل قرآن مجید اور تمام احادیث کی سمجہ فقط انہین دو طریق اجتہاد اور تقلید ہی مین منحصر ہے جب ہی اون خرابیون کی لوٹ سے جو آپکے مولانا نے اپنے زعم مین ہمپر وارد کی ہین ہمارا دامن تقریر بالکل پاک ہے۔ کیا آپکے مولانا کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ ایک شخص کل مسائل کے اعتبار سے نہین تو بعض مسائل کے اعتبار سے ہی اون اجتہاد کی شرطون کو جو اس زمانہ کے لائق صاحب تلویح تحریر فرماتے ہین حاصل نہ کرسکے اور اس زمانہ کے عام عالمون کے اعتبار سے مجتہد کہلا یا جاوے اور بوجہ پابندی کسی مجتہد کے مجتہدین سلف سے تمام اصول اور فروع مین مقلد ہی رہے حضرت من اس زمانہ مین سب سے زیادہ منزل دشوار گذار معاملہ اجتہاد مین حدیث کے راویون کے حالات کی تحقیقات ہے کہ جو بوجہ دور دراز گذر جانے زمانہ کے بغیر تقلید کرنے اون کتابون کے جن مین راویون کے حالات درج ہین غیر ممکن۔ سو اوسکی نسبت باب الاجتہاد تلویح مین علامہ تفتازانی رحمہ اللہ اسطرح تحریر فرماتے ہین الثانی السنۃ قدر ما یتعلق بالاحکام بان یعرفہا بمتنہا وہو نفس الحدیث وسندہا وہو طریق وصولہا الینا من تواتر او شہرۃ او احاد ومن ذالک معرفۃ حال الرواۃ والجرح والتعدیل الا ان البحث عن احوال الرواۃ فی زماننا ہذا کالمتعذر لطول المدۃ وکثرۃ الوسائط فالاولی الاکتفاء بتعدیل الائمۃ الموثوق بہم فی علم الحدیث کالبخاری والمسلم والبغوی والصغانی وغیرہم من ائمۃ الحدیث انتہی یعنے دوسری شرط اجتہاد کی یہ ہے کہ مجتہد اس قدر حدیثونکو ضرور حاصل کرلی جو حکمون کے متعلق ہین مع اون کے متن اور سند کے اسطرح پر کہ یہ متواتر ہے۔ یہ مشہور ہے یہ احاد ہے۔ اور سند کے جاننے مین سند کے سب راویون کے حالات کا پہچاننا ہی ضرور ہے

Marfat.com

تاکہ جسکو معتبر سمجھے اوسکی حدیث پر اعتماد کرے جس مین کلام ہو اوسکو غیر معتبر سمجھے مگر ہمارے زمانہ مین راویون کے حالات سے بحث کرنا تو مثل امر متعذر اور غیر ممکن کے ہوگیا۔ بسبب دوری زمانہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کثرت سے ہوجانے اون واسطون کے جنکے واسطے حدیثین ہم تک پہونچ سکتی ہین اسواسطے اولی یہ ہے کہ اس زمانہ کے اعتبار سے اجتہاد کی شرطون مین جو حدیث دانے کی شرط ہے اوس مین اتنی ہی بات پر کفایت کی جاوے کہ جس قدر حدیثین احکام کے متعلق ہین اون کو ان امامون کی تقلید سے جانتا ہو کہ جو علم حدیث مین معتبر سمجھے گئے ہین جیسے امام بخاری امام مسلم امام صنعانی امام بغوی وغیرہم رحمہ اللہ جسکو یہ صحیح اور معتبر کہین اونکو صحیح سمجھ لے اور جن مین وہ کلام کر گئے ہین اونکو اوسی مقدار پر ضعیف مان لے۔ جن راویون کو وہ جیسا کچھ لکھ گئے ہین اونکو اون کی تقلید سے ویسا ہی سمجھ لے۔ چنانچہ اس مرتبہ کے مجتہد عالم اب بھی بہت نہین تو کچھ نکچھ تو موجود ہین گو تمام احکام کے اعتبار سے یہ قوت بھی پوری نہ رکھین۔ مگر بعض احکام کے اعتبار سے اس قدر قوت والون کا ایک موجود ہونا ظاہر ہے اور کیا عجب ہے کہ ایسے لوگ قرب قیامت تک باقی رہین۔ مگر یہ لوگ چونکہ اصول اور فروع مین اپنے مذہب کے مجتہد مستقل اور مجتہدین منتسب کی مخالفت نہین کر سکتے بسبب جاننے اس امر کے یقینی طور سے کہ جو مرتبہ تحقیق حدیث کا ان مجتہدون کو حاصل تھا یہ ائمہ حدیث اوس مرتبہ کو نہین پہونچے علاوہ برین وہ مجتہد اور فقیہ بھی تھے اور یہ فقط محدث ہین بلکہ حدیث مین بھی اونہین امامون مین سے کسیکے شاگرد یا اون کے شاگردون کے شاگرد اور انہین چارون امامون مین سے کسی ایک امام کے مقلد۔ چنانچہ یہ امر جواب نمبر ۶ سے ظاہر ہے اور شجرہ ائمہ کے استاد اور شاگرد دیکھنے جو اس رسالہ مین ہے دیکھو اوس سے خوب ظاہر ہوجاوے گا۔ غالباً اسی وجہ سے مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے انکو بھی مجتہدین منتسبین مین شمار کرلیا ہے۔ اور رسالہ انصاف مین تحریر فرماتے ہین الاجتہاد

نوعان مستقل وقد فقد من راس اربع مائۃ فلم یکن وجودہ ومنتسب وہو باق الی ان تاتی اشراط الساعۃ الکبری ولایجوز انقطاعہ لانہ فرض کفایۃ ومتی قصر اہل عصر حتی ترکوہ اثموا کلہم کما صرح بہ الاصحاب منہم الماوردی فی الحاوی والرویانی فی البحر والبغوی فی التہذیب۔

یعنے امام ماوردی حاوی مین اور امام اویانی بحر مین اور امام بغوی تہذیب مین تصریح فرماتے ہین
کہ اجتہاد کی دو قسمین ہین ایک اجتہاد مستقل جو شروع صدی چہارم سے بالکل نیست و نابود
ہوگیا۔ اور دوسرا اجتہاد منتسب جو قیامت کی بڑی نشانیان ظاہر ہونے تک باقی رہے گا
اور چونکہ وہ فرض کفایہ ہے اوسکا نابود ہونا ناجائز ہے۔ اور اگر کسی زمانہ والے اوسکو بالکل
چھوڑ دین سب گناہگار رہین گے۔ ورنہ جمہور محققین متقدمین کی تحقیق سے ظاہر ہے کہ اب وہ
مجتہد منتسب تو نہین رہے جو خود راویون کے حالات سے بحث کرتے تھے اور جب کسی واقعہ مین اپنے
مجتہد مستقل یا مجتہد فی المذہب سے تصریح نہین پاتے اوسکو قرآن اور حدیث سے تحقیق کر کے
بلا تقلید خود ہی استنباط کر لیتے تھے چنانچہ یہ امر بوجہ متعذر ہوجانے تحقیق اسماء رجال
اور جرح اور قدح رجال مین بلا تقلید کتب اسماء رجال وغیرہ خود ہر سمجھدار پر ظاہر ہے ایسے ہی
محقق ابن کمال باشا کی تحقیق کے حوالہ سے صاحب شامی درمختار کی اس عبارت کی شرح
مین وذکروا ان المجتہد المطلق قد فقد واما المقید فعلی سبع مراتب صاف صاف بیان فرماتے ہین
کہ سات مرتبے جب پورے ہوتے ہین جب مجتہد مستقل اور جو مقلد محض ہین اونکو بھی مجتہد
مقید یعنے منتسب مان لیا جائے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہین۔ قولہ۔ واما[۲] المقید فیہ امران الاول
ان المجتہد المطلق احد السبعۃ والثانی ان بعض السبعۃ لیسوا مجتہدین۔ اور اگر فرض کیا جاوے
کہ اب زمانہ محض مقلدون کا ہے اور صاحب تلویح کی تحریر کے موافق بھی اب کوئی صاحب
اجتہاد باقی نہین رہا تو کیا ہم نہین کہہ سکتے کہ جیسے اور احکام کے ماننے مین بموجب تحقیق کسی
ایک امام کے اِن چارون امامون مین سے ہم اپنے زمانے کے سواد اعظم کے مقلد ہین۔
اسیطرح دلیل اتباع سواد اعظم کے بیان کرنے مین بھی اوسی سواد اعظم کے مقلد ہین۔
اور یہ سواد اعظم اپنے سے پہلے سواد اعظم کی مقلد ہے۔ علی ہذا یہان تک کہ یہ تسلسل اون
سنہ ۲۰۰ھ کے بعد والے مجتہد فی المذہبون پر جاکر ختم ہو جاوے جنہون نے تقلید شخصی کو

---

[۱] اور فقہا نے لکھا ہے کہ مجتہد مطلق تو اس زمانے مین مفقود ہوگئے اور مجتہد مقید
جو پائے جاتے ہین وہ مختلف سات مرتبون مشہور مین سے ہوتے ہین ۱۲ منہ غفر اللہ

[۲] یعنے یہ جو درمختار مین ہے کہ مقید سات مرتبو نپر منقسم ہین اس مین دو بات ہین اول یہ کہ مجتہد مطلق کو

Marfat.com

اتفاق کیا تہا اور پہر اتباع سواد اعظم کی دلیل سے ہر غیر مجتہد پر حکم وجوب تقلید ثابت کیا تہا۔ جب یہ تسلسل منقطع ہو گیا فرمائیے کونسی خرابی باقی رہی محال تو وہ تسلسل ہے جو امور واقعیہ مین کسی درجہ تک کبھی ختم ہی نہ ہو۔ علی ہذا کیا ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ جس سواد اعظم کی تقلید سے ہم یہ دلائل بیان کر رہے ہین وہ سواد اعظم اور ہے اور جس سواد اعظم کی تقلید کا ثبوت بیان کیا گیا ہے وہ سواد اعظم اور ہے۔ اب فرمائیے دور کہان لازم آیا دور تو جب لازم آتا جب دونون سواد اعظم ایک ہی مان لیجاتین حضرت وہ سواد اعظم جسکی تقلید سے اس آیت مذکورہ کو فرمان خدا اور احادیث مذکورہ احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمنے مانا ہے وہ عام مسلمانون کی سواد اعظم ہے یا تمام محدثون کی سواد اعظم ہے۔ اور جس سواد اعظم کی تقلید کا ثبوت دیا گیا ہے وہ سواد اعظم مقلدین کی ہے یا اون منتسب مجتہدون کی اور اونکے زمانہ والے مسلمانون کی جنھون نے بعد ۲۰۰ھ کے تقلید شخصی پر اجماع کیا تہا۔

محمدی مولانا۔ اب مجکو تو خوب معلوم ہوگیا کہ جیسے انکے سب معاملات ظاہر مین اچھے معلوم ہوتے ہین اور باطن مین دیکھو تو اللہ ہی اللہ یاد آتا ہے۔ علی ہذا انکی دلیلون اور اعتراضون کی بھی کیفیت ہے کہ ظاہر مین ہر دلیل بہت مضبوط اور گہری معلوم ہوتی ہے اور جب تحقیق کیا جاتا ہے تو محض ملمع ہی ہوتا ہے اور بجز زبانی قال اللہ قال الرسول انکے باطن مین قال اللہ کا کچھ بھی پتہ نہین لگتا۔

مقلد بے شک اس مین ذرا شک نہین۔ کیا آپنے بخاری کی اس حدیث صحیح کو نہین دیکھا

عن ابی سلمة وعطاء بن یسار انہما اتیا اباسعید الخدری فسالاہ عن الحروریة اسمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لاادری ما الحروریة سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول یخرج فی ہذہ الامة ولم یقل منہا قوم تحقرون صلوتکم مع صلوتہم یقرؤن القرآن لایجاوز حلوقہم وحناجرہم یمرقون من الدین کمروق السہم من الرمیة فینظر الرامی الی نصلہ الی رصافہ فیتماری فی الفوقة ہل علق بہا من الدم شئی۔ یعنے حضرت ابو سلمہؓ اور عطاؒ سے روایت ہے کہ ان دونون نے حضرت ابو سعید خدری رض کی خدمت مین آکر پوچھا کہ آپ نے حروریہ یعنے خارجیون کے معاملہ مین بہی کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپنے فرمایا کہ

Marfat.com

مین نہین جانتا حرورؔیہ کون ہین مین نے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنا سنا ہے کہ فرماتے
تھے کہ اس امت مین ایک قوم ایسی ظاہر ہوگی یون نہین فرمایا اس امت سے ایک قوم نکلجاویگی
کہ اونکے نما زون کے سامنے تم اپنی نمازون کو حقیر سمجھوگے قرآن بہت پڑہین گے مگر اونکے
گلون سے نیچے نہین اُترے گا دین سے ایسے نکلجاوینگے جیسے تیر شکاری پار نکلجاتا ہے
پھر دیکھنے والا کبھی اوسکے پھال کو کبھی بندش کو دیکھتا ہے پھر سوفار پر آکر شبہہ کرتا ہے
کہ شاید یہان کچھ خون لگا ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ کچھ خارجیون پر موقوف نہین۔ حضور نے تو مطلقاً فرمایا ہے جسمین یہ نشانی
پائی جاوین وہی بے دین ہے۔

محمدی [۱۲] ۔ مولانا خیر میری توبہ ہے انشاء اللہ اب کبھی انکے دم مین نہین آنے کا ہون آج
سے ہی حنفی ہون اور اللہ سے دعا ہے کہ مرتے دم تک حنفی ہی رکھے مگر یہ لوگ اکثر ہماری مسجد
مین آجاتے ہین اور یکدم آنے سے منع کرنا بھی خلاف مروت ہے اگر وہ ہماری برابر ہماری
جماعت مین شریک ہوجاوین تو کچھ ہماری نماز مین تو اونکی شرکت سے نقصان پیدا
نہ ہوگا پھر نہج آمین بالجہر اور فاتحہ خلف امام مین وہ ہم سے نفس نماز مین مخالف ہین بلکہ
یہ امور شافعی بھی کرتے ہین اور آپ فرما ہی چکے کہ ہم چارون مذہبون کے مقلد با ہم شیر و شکر
ہین اور اگر کبھی وہ پہلے سے آکر جماعت شروع کردین تو اونکے پیچھے نماز پڑھ لون یا نہین
شافعی مالکی امام کے پیچھے تو حنفی کو نماز پڑھنا کتب فقہ مین جائز لکھا ہے۔

مقلد [۱۴] مولوی صاحب باوجود اتنی بحث مفصل کے اب بھی آپ ہی پوچھتے رہے کیا سوال
وجواب نمبر دس سے آپ پر یہ ظاہر نہین ہوا کہ بعض غیر مقلد ایسے بھی ہین جنکی نماز
اماموں کے نزدیک نہین ہوتی بوجہ نہ باقی رہنے اون کے وضو کے کسی امام کے نزدیک باقی
پھر یہ نظیر خاص بعض غیر مقلدین کے اعتبار سے آپکے فرمانے کے موافق بیان کیگئی
تھی ورنہ آپ ہی انصاف سے فرماوین کہ جب تمام غیر مقلدون کا ہر بات مین الدین یسر[۱] پر
عمل ہو تقلید ائمہ کو حرام سمجھین اور وہ سب وضو مین ان تمام حرکات مذکورہ کے مرتکب ہو

---

[۱] یعنے دین اختیار کرنا آسانی کا ہے ۱۲

Marfat.com

علاوہ بریں اون کے محققوں کے نزدیک بالاتفاق بموجب نئے معنون حدیث الماء طہور[۱] لاینجسہ شی کے جبتک رنگ و بو مزہ نہ بدلے کوئی بہی نجاست پانی مین گرجاوے اور پانی کتنا بہی کم ہو ناپاک نہین ہوتا[۲] خواہ چلو بہر ہو یا کچہ کم زیادہ جو بالاتفاق چارون مذہبون مین ناپاک ہے پہر فرمائیے وہ اس قسم کے پانی سے وضو کرکے یا کپڑا دہوکے گیلے کپڑون سے یا خشک سے تمہارے برابر آکہڑے ہوئے یا نماز پڑہانے لگے تو اب تمہاری نماز اون کے پیچہے کیونکر ہوگی اور اونکے برابر کہڑے ہونے سے تمہاری نماز مین کس طرح نقصان نہ واقع ہوگا۔ دیکہو اُردہ بہیہ کا ترجمہ طریقہ محمدیہ جو نواب صدیق حسن خانصاحب نے لکہا ہے اور مولوی نذیر حسین صاحب اور مولوی حفیظ اللہ خانصاحب اور مولوی اسد اللہ صاحب کے تقریظ اور اور اصلی مہرون سے مزین ہے اور جسکی تعریف مین ان لوگون نے حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے اوسکے اول باب کی بجنسہٖ یہ عبارت ہے۔ پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا نہین نکالتی اوسکو ان دونون وصف سے مگر نجاست کہ بدل دے اوسکے بو اور رنگ اور مزے کو اور دوسرے وصف سے جو نکالدی اوسکو نام آب مطلق سے کوئی پاک چیز بدل دینے والی اور نہین فرق درمیان تہوڑے اور بہت اور زیادہ دو قلی اور کم دو قلی اور بہتے اور ٹہیرے اور مستعمل اور غیر مستعمل کے اور پہر اسکے بعد کی فصل کی یہ عبارت ہے۔ نجاست گوہ اور موت ہے بڑے آدمی کا مطلق مگر لڑکے شیرخوار کا اور لعاب ہے کُتّے کا اور لید ہے اور خون ہے حیض و نفاس کا اور گوشت ہے سور کا اور جو اسکے سوا ہے اوس مین اختلاف ہے اور اصل پاکی ہے اور نہین جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے جسکی معارض نہو کوئی نقل دوسری برابر اوسکے یا مقدم اوسپر۔ اب فرمائیے بموجب اس کتاب کے اگر شیرخوار لڑکا کہڑے پہر پانی مین پیشاب کردے یا سور پانی پی لے یا چلو بہر پانی مین قطرے دو قطرے حیض کا خون

---

[۱] پانی پاک ہے اوسکو کوئی شی ناپاک نہین کرتی ۱۲ [۲] حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین اذا استیقظ احدکم من منامہ فلا یغمس یدہ فی الاناء حتی یغسلہ ثلثا فانہ لایدری این باتت یدہ۔ یعنی جب کوئی تم سے سوتا اوٹہے تو جبتک ہاتہونکو تین بار نہ دہولے برتن مین ہاتہ نہ ڈبودے اوسے کیا خبر ہے کہ رات کو وہ ہاتہ کہان رہاہو۔ اور دوسری حدیث مین ہے لا یبولن احدکم فی الماء الدائم ثم یغسل فیہ۔ یعنے ٹہیرے ہوئے پانی مین ہرگز کوئی پیشاب نہ کرے ایسا نہو کہ پہر اوسی مین غسل کرے ۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ۔

یا بڑے آدمی کا پیشاب یا سور کا گوشت یا خون اتنا جس سے رنگ بو مزہ کچھ نہ بدلے گرجاوے
کسی غیر مقلد کے نزدیک وہ گھڑے بھر پانی یا وہ چلو بھر پانی ناپاک ہوگا ؟ ہرگز نہین
پھر کہیئے اون کو اپنی مسجد مین گنجایش دینا یا اونکے کہانے پانی پر اعتبار
پاکی اور طہارت کا رکھنا اونکے کپڑون کو پاک سمجھنا کہ محمدی حنفی سے کیونکر ممکن سمجھا جاوے
پھر جواز نماز کا فتوی تو انکے پیچھے مقلدین مذاہب اربعہ کے علما تو درکنار کسی ادنی سمجھدار سے
بھی محال معلوم ہوتا ہے۔ قطع نظر ان ساری باتون کے جو لوگ مصداق ومن یتول
غیر سبیل المومنین ہین اور بوجہ مخالفت سواد اعظم مستحق جہنم کے کیا آپ اون کو ابتک
فاسق بھی نہین جانتے۔ آجی حضرت وہ تو تمام مقلدون کو خواہ حنفی ہون یا شافعی یا مالکی
ہون یا حنبلی اور تمام درویشون کو خواہ نقشبندی ہون یا قادری سہروردی ہون یا چشتی
مشرک اور بدعتی عموماً کہہ رہے ہین اور اپنی کتابون مین لکھہ رہے ہین۔ پھر کیا وہ بموجب
حدیث بخاری شریف من[1] قال لاخیہ المسلم یا کافر فقد باء بہا احدہما انکان کما قال والا رجعت
علیہ کے آپکے نزدیک خود مشرک بدعتی نہین ہونگے گو حنفی اون کے کفر مین احتیاطاً تامل کرین
پھر فرمایئے کیا آپکے نزدیک کافر کی اقتدا درست ہے اور کیا فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ
نہین ہوتی۔

محمدی تائب مولانا یہ آپ کا فرمانا بجا درست ہے اور بلاشبہہ یہ کتاب طریقہ محمدیہ اور قاتل الفجار
وغیرہ جن مین ان چارون مذہبون کے مقلدین کو مصداق الذین فرقوا دینہم قرار دے کر
یہود و نصاری مین داخل کر دیا ہے انکے نزدیک بڑے معتبر ہین۔ اور مولوی عبداللہ چہا
وغیرہ سبھی کو اپنا پیشوا سمجھتے ہین مگر وقت پر سبکی تصنیفات کے منکر ہو جاتے ہین اور کہہ دیتے
ہین کہ ہم کسیکے مقلد نہین نہ ہم مولوی اسمعیل صاحب کے مقلد ہین نہ مولوی عبداللہ چہا
کے نہ مولوی نذیر حسین کے ہم تو فقط قرآن حدیث کے پیرو ہین ہم کسی مقلد کو مشرک یا بدعتی
نہین کہتے اور زیادہ دباؤ آپڑے تو یہ بھی کہنے لگتے ہین کہ جب چارون امام برحق ہین

---

[1] جس کسی نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو اگر دونون مین سے کوئی اوسکے کہنے کے موافق ہے جب تو
وہ کافر ہوگا ورنہ کہنے والے پر ہی کفر لوٹے گا نعوذ باللہ ۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ۔

Marfat.com

پہر ان مین سے ایک کی تقلید کیون کرین بلکہ چارون ہی کی تقلید لازم ہے اور ہم چارون ہی کے مقلد ہین پہر اسکا جواب اونکو کیا دیا جاوے اور کس دلیل سے اون کو اگر امام بنجا ہٹایا جاوے اور لوگون کو اون کی اقتدا سے منع کیا جاوے۔

مقلد۔ بہائی جو شخص کسیکا مقلد ہو اوس سے پوچھنا چاہیئے کہ تم نے قرآن کو کلام خدا او حدیثون کو جو کتب حدیث مین ہین حدیث رسول اللہ کس ذریعہ سے جانا آیا خود جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم تم سے فرما گئے کہ یہ کلام خدا ہے اور یہ حدیثین جو فلان کتاب مین ہین میری ہی ہین یا عام خاص تمام مسلمانون کی تقلید سے یا باعتبار تمام دنیا کے مسلمانون کے بڑی جماعت کی تقلید سے کہ جس جماعت والون کا نام بلا احتیاج دلیل بالبداہتہ حنفی شافعی مالکی حنبلی ہے یا مسلمانون کی چہوٹی جماعت والے فرقون کی تقلید سے پہر مطلب اور معانی قرآن وحدیث کو کس ذریعہ سے جانا آیا اون مترجمون اور مفسرون اور شارحون کے ذریعہ سے جو سواد اعظم مسلمانون کے عالم ہین یا اون علمار کی شرح اور ترجمون اور کتابون کے ذریعے اونہین سے پڑہ پڑہا کر جو چہوٹی جماعت والے فرقون اہل اسلام کے جیسے رافضی خارجی وہابی غیر مقلد وغیرہ بدعتی فرقون کے عالم ہین۔ صورت اول کا تو بجز معاند کے کوئی مدعی ہو ہی نہین سکتا اور اگر بالفرض کوئی مدعی بن بہی جاوے تو اوسکا قول کس سمجھدار کے نزدیک قابل سماعت ہو سکتا ہے۔ باقی سب صورتون مین اوس شخص پر جو کہتا ہے کہ مین کسیکا مقلد نہین تمام مسلمانون کا یا بڑی جماعت یا چہوٹی جماعت مسلمانون کا مقلد ہونا لازم آتا ہے۔ علاوہ برین اگر وہ کہے کہ تمام مسلمانون کی تقلید سے تو بہ نسبت قرآن تو یہ قول کچھ بن بہی جاوے گا مگر حدیث کی کوئی بہی ایسی کتاب نہین جو تمام مسلمانون کے نزدیک مسلم الثبوت ہو لہذا اگر وہ کہے کہ بڑی جماعت کے تقلید سے تو بہ نسبت معانی اور مطلب کے پوچہو کہ وہ بہی بڑی ہی جماعت کے علما کی شرح اور تفاسیر وغیرہ کے ذریعے سے اونہی علما سے پڑہ پڑہا کر اگر حاصل کیئے تو اوس سے پوچہو کہ پہر اونکی مخالفت کی کیا وجہ اونکے نزدیک قرآن اور حدیث پر عمل بلا تقلید کسی ایک مجتہد کے ان چارون مجتہدون مین سے ہو ہی نہین سکتا اور اگر وہ کہے اوس چہوٹی جماعت مسلمانونکی تقلید سے جو غیر مقلد یا محمدی

Marfat.com

کہلائے جاتے ہین اور اوسی جماعت کے علمار کی تقلید ہے تو اوسی سے پوچھو کہ پھر جو کچھ قرآن اور
حدیث سے اونہون نے مقلدین حنفی شافعی مالکی حنبلی قادری نقشبندی چشتی سہروردیون کی
نسبت مشرک بدعتی کافر مصداق الذین فرقوا دینہم وغیرہ ہونے کے جو مضامین لکھے ہین اونسے
تمہارا انکار سراسر دروغ بے فروغ اور دعوی پیروی قرآن و حدیث باطل ہے یا نہین پھر بھی
اگر گڑبڑ کرے اور اس مضمون کو نہ سمجھے تو اوس سے پوچھو کہ تم نے جو تقلید کو چھوڑا ہے تو بہتا دو
کہ برا سمجھکر یا اچھا سمجھکر یا ترک تقلید کو بہ نسبت تقلید اولی سمجھکر پھر پیچ ہی کہنا پڑے گا کہ اچھا سمجھکر
یا ترک تقلید کو بہ نسبت تقلید اولی سمجھکر تو اب اوس سے پوچھو کہ جو شخص غیر اولی کو واجب سمجھے
کیا تمہارے نزدیک بدعتی اور فاسق بھی نہوگا اور جو اوس بری بات کو جس کی برائی دلیل قطعی
سے ثابت ہو واجب سمجھے بالاتفاق وہ تو کافر ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تمام مقلد ملتزم تقلید
اور غیر ملتزم پر باتباع سواد اعظم بلا ضرورت شاقہ تمام اجتہادی مسائل مین کہ جو قریب
تین چار سو مسئلون کے ہین تقلید امام معین واجب ہی سمجھتے ہین اب اوس سے پوچھو کہ تم مین
اور تمہارے علما مین کیا فرق رہا وہ کہلم کہلا ہم کو کافر مشرک بدعتی کہتے ہین تم در پردہ
کہتے ہو پھر ہم تم کو بموجب حدیث صحیح من قال لاخیہ المسلم مذکورہ جواب شافی دیکر بدعتی اور
فاسق بھی نہ سمجھین اور فاسق کے پیچھے نماز پڑہنے اور امام بنانے کی نسبت صاحب کبیری اور
نیز تمام فقہا ایسا تحریر فرماتے ہین انہم لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراہۃ تقدیمہ
کراہۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامر دینہ ولتساہلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض
شروط الصلوۃ وفعل ما ینافیہا بل ہو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا لم تجز الصلوۃ خلفہ
اصلا عند مالک رحمہ اللہ وفی روایۃ عند احمد رض یعنے اگر مسلمانون نے کسی فاسق کو امام بنادیا
تو وہ سب گنہگار ہونگے اسواسطے کہ فاسق کا امام بنانا مکروہ تحریمہ ہے بوجہ اوسکی بے پروائی
کے امور دین ہین اور سستی کے لوازمات نماز مین بلکہ اوسکے فسق کے اعتبار سے غالب یہ ہے
کہ ایسا کام بھی نماز مین کر بیٹھے جس سے نماز باطل ہو جاوے اسواسطے امام مالک رحمہ اللہ
کے نزدیک اور ایک روایت مین امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک تو فاسق کے پیچھے
بالکل ہی نماز نہین ہوتی۔ جب فاسق کے پیچھے مجرد احتمال غالب ہے یا اتفاق نماز مکروہ ہوتی ہے

Marfat.com

اور بعض اماموں کے نزدیک ہوتی ہے نہین تو فرمایئے ان لوگون کے پیچہے باتفاق جمہور اہلسنت والجماعت نماز کیونکر جائز ہوسکتی ہے جنکے نزدیک باتفاق اونکے علما معتبر کے اون کی سمجہ کے موافق بموجب حدیث کی وہ پانی ہی پاک ہے جو باتفاق ائمہ اربعہ ناپاک ہوجاتا ہے اور یہ تو مین نے ایک مثال بیان کی ہے اگر انکے تمام عقائد اور مسائل کو دیکھنا ہے جامع الشواہد اور فتح المبین اور کشف الحجاب وغیرہ معتبر کتابون کو دیکہو۔

محمدی نائب۔ مولانا تقلید شخصی کی نسبت تو مجکو اب کوئی شبہ نہین رہا بلکہ اس ضمن مین اور بہت سے شبہات حل ہوگئے۔ مگر مولوی حسن صاحب ساکن فیروزپور جہرکہ سے جو قصبہ میوات مین ہے مین نے سنا تہا کہ آپ مولود شریف مین قیام بہی کرتے ہین حالانکہ بڑی جماعت حنفیون کے اس قیام کو بدعت کہتی ہے اور آپ اور آپ کے دوستون مین سے کوئی مولوی صاحب عرس بہی کرتے ہین جس مین لوگ تیجہ کی طرح اکہٹے ہوکر چہوارے وغیرہ کے گہٹلیون پر کلمہ شریف پڑہتے ہین اور آپ کو سنا جاتا ہے کہ روزمرہ چند احباب کے ساتھ اسیطرح پڑہتے ہین اور عرس مین بعض لوگ قرآن مجید کے سیپارے پڑہتے ہین۔ کیون حضرت جب ایک شخص قرآن پڑہے بموجب آیہ کریمہ اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا حنفیہ کے نزدیک سننا اور چپ رہنا فرض ہوجاتا ہے پہر ایک جگہ اکہٹے ہوکر بیسیون آدمیون کا ایک جگہ قرآن پڑہنا کس دلیل سے جائز ہوسکتا ہے۔

مقلد مولوی صاحب آپکے اس تحقیق سے مین بہت خوش ہوا منصف اوسیکو کہتے جو سامنے سب شکوک طے کرلے مگر مولوی حسن صاحب پر مجکو افسوس اسبات کا ہے کہ میرے سامنے جب مین نے سیپارہ خوانی اور گہٹلیون پر پڑہنے کی احادیث اور روایتین بعد نماز عشا موضع سجالہ مین اون کے سامنے وعظ مین بیان کی اور صبحکو مولوی رکن الدین صاحب نے کتاب مین بہی اون کو دکہا دیا کچہ دم نہ مارا اور غائبانہ ایسا فرمایا۔ خیر مجکو تو اصل مطلب سے بحث ہے وہ یا اور کوئی غائبانہ کچہ ہی کہو۔ مہربان من قیام مولود شریف کی نسبت آپ کا یہ فرمانا کہ سواد اعظم کے نزدیک بدعت ہے یہ آپ کی ناواقفی کی دلیل ہے ورنہ اب تو دیوبندیون کو بہی اسکے استحسان مین کلام نہین رہا۔ چنانچہ مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ مین

Marfat.com

جو رسالہ متفق علیہ دیوبند ہے۔ بجواب انوار ساطعہ آتناز ور مارا کہ مولوی عبد السمیع صاحب مغفور مرحوم کو بے علم ہی کہا نادان ہی بنایا امکان کذب خدا کے ہی قائل ہوگئے۔ مگر مجبور پہر آخر کار قیام مجلس میلاد کو تو مستحسن ہی کہنا پڑا دیکھو براہین قاطعہ کے صفحہ ۲۷۶ سطر ۱۵ کی یہ عبارت ہے۔

ہان اگر نفس قیام کا استحسان ہو بلا تقید اور بلا فساد عقیدہ عوام تو خود مانعین بہی نفس قیام کو منع نہین کرتے۔ اور یہ جو بلا تقید اور بلا فساد عقیدہ عوام کی اس عبارت مین قید لگائی ہے یہ اون کا خیال ہے ورنہ حق یہ ہے کہ مثل خدا کے حاضر وناظر موصوف بصفات قدیمہ کوئی بہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہین جانتا اور نہ عقیدہ مین کوئی قیام کے فرض اور واجب ہونے کے قید لگاتا ہے منع کرنے کی غرض سے یہ حضرات خود اپنی طرف سے اہلسنت کی طرف ایسے معاملات منسوب کر دیتے ہین آور چلو بعض دیوبندی نہ سہی مگر تمام ملک عرب مکہ مدینہ روم شام اکثر ہندوستان بمبئی مدراس رام پور حیدر آباد وغیرہ کے ساتہ اہل دہلی لنصف ہی بہی۔ علی ہذا پنجاب وغیرہ مین آدہون سے زیادہ لوگ تو اس قیام کے مستحسن ہی سمجہنے والے ہین بلکہ فیصلہ ہفت مسئلہ کو دیکہو خود مولوی رشید احمد صاحب اور تمام اہل دیوبند کے پیر جناب عمدۃ الاصفیا آیۃ من آیات اللہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ اور اونکے اکثر خلیفہ اس قیام کے قائل ہین۔ پہر فرمایئے قیام کرنے والے سواد اعظم کے مخالف کسطرح ہوئے اور جب اس کثرت سے مولانا ارشاد حسین صاحب قدس سرہ۔ مولوی رحمۃ اللہ صاحب مغفور مرحوم۔ حاجی صاحب ممدوح قدس سرہ۔ مولوی حمزہ صاحب۔ مولوی کرامت اللہ خان صاحب مداللہ ظلہما جیسے حنفی پرہیزگار عالم۔ اور تمام عالم مشائخ عرب اور عجم کے اسکے قائل ہین تو مولوی اسمعیل صاحب کے معتقدین کا تو اس قیام سے انکار کرنا مولوی اسمعیل صاحب اور انکے پیشواؤن کا بھی درپردہ انکار کرنا ہے۔ دیکہو مولوی اسمعیل صاحب تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۴۱ سطر ۱۰ مین ایسا لکہتے ہین (پہر اگر کوئی مولوی شارع

جو اپنی عقل کو دخل دیکر کوئی بات نکالے تو اوسکا کیا ٹہکانہ مگر ہان اگر عالم دیندار متقی پرہیزگار اوس مسئلے کو قبول کرلین تو البتہ وہ بہی معتبر ہے) پہر کہا حضرت تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ کے زمانے سے اب تک لاکہون عالم صوفی کامل جو قیام کے قائل چلے آتے ہین اور ابتو

ہزاردن ہی موجود ہین ان لوگون کے نزدیک متقی پرہیزگار نہین ہین۔ اور زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی مدنظر ہے تو ہمارے رسالہ رسول الکلام فی بیان المولد والقیام اور رسالہ تحقیق المسائل کو دیکھو۔ اور اکہٹے ہوکر گٹھلیون پر دعا درود یا استغفار یا کلمہ طیبہ وغیرہ پڑہنا تو عین سنت ہے دیکھو مشکوۃ شریف مین ہے عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا مررتم برياض الجنۃ فارتعوا قالوا وما رياض الجنۃ قال حلق الذکر رواہ الترمذی یعنے صاحب مشکوۃ ترمذی سے نقل کرتے ہین کہ حضرت انس نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغون پر گذرو تو اون مین خوب چرو یعنے اون مین خوب سیر ہوکر ٹہل کہایا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ جنت کے باغ کیا ہین آپنے فرمایا حلقے ذکر کے یعنے جہان لوگ اکہٹے ہوکر ذکر اللہ کرتے ہون۔ اور مسلم شریف مین ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خرج علی حلقۃ من اصحابہ فقال ما اجلسکم ہہنا قالوا جلسنا نذکر اللہ ونحمدہ علی ما ہدانا للاسلام ومن بہ علینا قال اللہ ما اجلسکم الا ذالک قالوا اللہ ما اجلسنا الا ذالک قال اما انی لم استحلفکم تہمۃ لکم ولکنہ اتانی جبرئیل فاخبرنی ان اللہ عزوجل یباہی بکم الملائکۃ۔ یعنے آنحضرت اپنے اصحاب کے ایک حلقہ پر جہان اکہٹے حلقے کے طور پر بیٹہے ہوئے تہے تشریف لیگئے آئے تو آپنے فرمایا یہان کسواسطے اکہٹے بیٹہے ہوئے ہو او ہنون نے عرض کیا ذکر اللہ اور شکر کرنے کے لئے نعمت اسلام پر فرمایا خدا کی قسم اسیواسطے۔ صحابہ نے عرض کیا خدا کی قسم اسیواسطے۔ آپ نے فرمایا مین نے تم کو قسم بطریق تہمت کے تم کو جہوٹا سمجہکر نہین دلائی ہے بلکہ مجکو جبرئیل نے آکر خبر دی کہ اللہ تمہارے ساتہ فرشتو پر فخر کررہا ہے یعنے یہ قسم بمقتضائے خوش ہونے کے تہی تمہارے اس نیک عمل پر۔ اور شامی مین بیان جائز ہونے تسبیح مین لکہا ہے۔ ودلیل الجواز ما رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان وقال صحیح الاسناد عن سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ انہ دخل مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی امراۃ وبین یدیہا نوی او حصا تسبح بہ فقال الا اخبرک بما ہو ایسر علیک من ہذا او افضل فقال سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء وسبحان اللہ عدد ما خلق فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذالک وسبحان اللہ عدد ما ہو خالق والحمد للہ مثل ذالک واللہ اکبر مثل ذالک ولا الہ الا اللہ مثل ذالک ولا حول ولا قوۃ مثل ذالک

Marfat.com

ینہاعن ذالک وانما ارشدھا الی ماھوالیسر وافضل ولوکان مکروھا لبین ذالک ولاتزید السبحۃ علی مضمون ہذاالحدیث الا بضم النوی فی خیط ومثل ذالک لایظہر تاثیرہ فی المنع۔ یعنے تسبیح رکھنے کے جواز کی دلیل یہ حدیث ہے جسکو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن حبان رضی اللہ عنہم نے اور اوسکی سند کو صحیح بتایا ہے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساتہ ہین جو ایک عورت کے یہان گیا وہ گٹھلیین یا کنکرین آگے لیئے اونپر سبحان اللہ پڑہ رہی تہی آپنے اوسکو فرمایا کہ اس سے آسان یا افضل بات مین تجکو بتادون پہر آپنے اوسکو سبحان اللہ لاحول ولا قوۃ الا اللہ باللہ مثل ذالک ان جو کلمات ہین فرمادیئے شامی علیہ الرحمہ اس حدیث کے بعد تحریر فرماتے ہین کہ اگر کنکریون یا گٹھلیون پر پڑہنا مکروہ ہوتا تو ضرور آپ منع فرمادیتے مگر آپنے منع نہین فرمایا بلکہ اسطرح سے آسان بلکہ افضل طریقہ بتادیا (اسواسطے کہ اسطرح پڑہنے مین ایکبار پڑہنے سے جس قدر مخلوق اللہ نے زمین آسمان مین اور اندونون کے درمیان مین پیدا کی ہے اور پیدا کریگا سبکے گنتی کی مقدار ثواب ملجاتا ہے اور ویسے سبحان اللہ عمر بہر اگر کوئی پڑہے اس قدر گنتی پوری نہین ہوسکتی اب فرمائیے کہ اگر کوئی انہین کلمات کو ہزار بار گٹھلیون پر یا کنکریون پر خواہ چنون پر یا تسبیح کے دانون پر پڑہے تو کس قدر ثواب ہوگا) پہر تحریر فرماتے ہین کہ تسبیح مین فقط تاگا لغرض جمع رہنے گٹھلیون وغیرہ کے زائد ہوتا ہے ورنہ وہی گٹھلیین ہین جنپر پڑہنے کو حضور نے منع نہین فرمایا اور ایسی زیادتی سے ممانعت نہین ثابت ہوسکتی۔ تو حضرت تسبیح کے جواز پر تو شامی علیہ الرحمۃ کو اتنی تقریر اور بیان کرنی پڑی۔ تیجہ اور عرس اور ختم مین تو فقط گٹھلیون پر یا چنون پر یا کنکریون پر ... وہی طریق ہے جسکو حضور نے دیکہا اور جائز رکہا بموجب دونون حدیث اول مشکوۃ شریف کے جمع ہوکر کلمہ طیبہ یا درود شریف وغیرہ پڑہتے ہین چنانچہ اسی بنا پر فتاوی عالمگیریہ مین لکہا ہے۔ ولو اجتمعوا فی ذکر اللہ تعالی والتسبیح والتہلیل یخفون ذالاخفاء افضل۔ یعنے لوگ ذکر اللہ اور سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ پڑہنے کو اکٹہے ہون تو آہستہ پڑہنا افضل ہے اور ہم اور ہمارے بعض احباب بے شک بعد نماز صبح یا عشا اکٹہے ہوکر بے شک بیٹہے

الو مین طاعون آیا تھا برس روز سے اسی طریق پر نہایت استلزام کے ساتھ استغفار اور درود
شریف دو دو ہزار یا جس قدر ہو سکے ضرور پڑھتے ہین چنانچہ بفضلہ تعالی جن محلون مین اسکا
استلزام رہا اور ہے بفضلہ تعالی اب تک طاعون کا پتہ ہی نہین۔ کیا آپ نے قرآن مین
نہین پڑھا استغفار پڑھنے سے اللہ وعدہ کرتا ہے کہ ہم مینہہ بھی برسا دین گے بے اولادون کو
اولاد۔ مفلسون کو مال اور باغ اور نہرین بھی دین گے۔ اور منتخب مین ہے مسند امام احمد اور
مستدرک حاکم سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ استغفار کو ہر رنج وغم
کے واسطے موجب کشائیش اور ہر تنگی سے رہائی کا سبب بنایا ہے اور استغفار کی برکت
جہان گمان نہو وہان سے اللہ رزق دیتا ہے۔ اور ترمذی مروی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رض
فرماتے تھے کہ میری امت کیواسطے اللہ نے دو امن کی آیت نازل فرمائی ہین۔ ماکان اللہ
لیعذبہم وانت فیہم وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون۔ یعنے اللہ فرماتا ہے کہ اللہ کی یہ شان
نہین ہے کہ تم ان مین موجود ہو اور عذاب آجاوے اور یہ شان بھی نہین ہے کہ استغفار
پڑھتے ہونے پر عذاب آجاوے۔ اور درود کی ادنی فضیلت یہ ہے کہ درود پڑھتے ہی فرشتے
حضور مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درود کو پہونچا دیتے ہین اور دلائل الخیرات اور
طبرانی کی حدیث مذکورہ سے آپکو معلوم ہو ہی چکا کہ رسول اللہ درود خوان کی آواز سنتے ہین
اب فرمایئے جو شخص ایسی سنت سے منع کرے وہ آپکے نزدیک کون ہے اور تیجے مین اکثر چنے
جو منگوا لیتے ہین اوسکی وجہ یہ ہے کہ اون مین گننے کی دقت نہین پڑتی اسواسطے کہ
بعض روایات مین وارد ہوا ہے جو کوئی اپنے مُردہ کو ساڑھے بارہ ہزار یا سوا لاکھہ یا چار
لاکھہ کلمون کا ثواب بخشدے تو اللہ اوس مُردے سے ہی عذاب اُٹھا لیا کرتا ہے۔ اور ساڑھے
بارہ سیر چنے ساڑھے بارہ ہزار ہو جاتے ہین ورنہ چنے پر پڑھنے کو علی ہذا تیسرے ہی دن کو
نہ کوئی فرض جانتا ہے نہ واجب بلکہ بہت جگہ دوسرے ہی دن پڑھ لیتے ہین کھیلین کھیلیون پر
قناعت کر لیتے ہین۔ رہا اکٹھے ہوکر بہت آدمیون کا ایک جگہ تلاوت قرآن کرنا اور اُسکا
ثواب کسی میت کو خواہ وہ عام مومنون مین سے ہو یا بزرگون مین سے یہ تمام فقہا کے نزدیک
جائز ہے اور مقلد کو فقہ کی سوا ایت کافی ہے بلکہ کتب فقہ مین تو قبر کے پاس ہی اکٹھے ہوکر

Marfat.com

قرآن مجید پڑہنے کو جائز ہی نہین مستحب لکہا ہے - فتاوای عالمگیری مین ہے ویستحب اذا دفن المیت
ان یجلسوا ساعۃ عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ینحر جزور ویقسم لحمہا یتلون القرآن ویدعون للمیت
کذا فی الجوہرۃ النیرۃ و قراءۃ القرآن عند القبور عند محمدؒ لا تکرہ ومشائخنا رحمہم اللہ اخذوا بقولہ
وہل ینتفع والمختار انہ ینتفع ہکذا فی المضمرات یعنے جوہرہ نیرہ مین ہے کہ جب میت کو دفن کرچکین
جتنی دیر مین اونٹ کو ذبح کرکے اوسکا گوشت تقسیم کردیا جاوے مستحب ہے کہ لوگ قبر کے پاس
بیٹھے قرآن پڑہا کرین اور میت کے واسطے دعا مانگتے رہین - اور مضمرات مین ہے کہ قبر کے پاس
قرآن پڑہنا امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ نہین ہے اور اسی روایت کے مشائخ نے معمول بہ
رکہا ہے اور مختار روایت یہی ہے کہ قبر کے پاس پڑہنے سے میت کو نفع پہونچتا ہے اور فصل
الجنائز کبیری مین ہے واختلف فی اجلاس القارین لیقرئوا عند القبر والمختار عدم الکراہۃ -
یعنے قبر کے پاس قرآن پڑہنے کے واسطے قرآن خوانون کے بہٹانے مین فقہا کا اختلاف
ہے مگر مختار روایت یہی ہے کہ مکروہ نہین اور یہ اختلاف بہی پڑہنے والے کی نیت کے عتبار
سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ فتاوائے قاضیخان ہے وان قرء القرآن عند القبور ان نوی بذالک
ان یؤنسہم صوت القرآن فانہ یقرء فان لم یقصد ذلک فاللہ تعالی یسمع القرآن حیث
کانت یعنے قرآن قبر کے پاس اگر اس نیت سے پڑہے کہ آواز قرآن سے میت کو آرام پہونچے
تو پڑہے ورنہ پہر خدا تو ہر جگہ سنتا ہے - مقصود یہ ہے کہ جہان پڑہوگے وہان سے میت
کو ثواب پہونچاوے گا اور اگر اکہٹے ہوکر قرآن پڑہنے کی کسی روایت سے ممانعت بہی معلوم
ہوتی ہے تو اوسکی علت فقہا نے دو لکہی ہین ایک یہ کہ سب آواز سے پڑہین چنانچہ بحوالہ
قنیہ فتاوائے عالمگیریہ مین لکہا ہے - یکرہ للقوم ان یقرؤا القرآن جملۃ لتضمنہا ترک الاستماع
والانصات المامور بہا - یعنے اکہٹے ہوکر قوم کا قرآن پڑہنا اسوجہ سے مکروہ ہے کہ وقت قرآن
پڑہنے کے کان لگانے اور چپ رہنے کا جو حکم ہے وہ فوت ہوتا ہے - دوسری وجہ
یہ کہ کہانے کی عوض قرآن پڑہنے کو اکہٹے ہوکر قرآن پڑہین سطرح یہ اوس دعوت
کو بہی مکروہ لکہا ہے اور قرآن پڑہنے کو بہی - چنانچہ کبیری مین ہے وفی فتاوی البزازی
یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم

Marfat.com

واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او قراءة سورة الانعام او الاخلاص

والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاكل يكره۔ یعنے موت کے دن اور تیسرے دن اور بعد ہفتہ کے موت سے دعوت لینا اہل میت سے مکروہ ہے اور عرس وغیرہ مین قبر کی طرف کہانا لیجانا اور نیکون اور قاریون کا جمع ہونا ختم قرآن کے واسطے یا سورہ انعام یا اخلاص پڑہنے کے لیئے اور قرآن کے پڑہنے کی عوض دعوت لینا یہ بہی مکروہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کہانے کے لیئے قرآن پڑہنا اور دعوت لینا مکروہ ہے۔ یہان سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی اللہ کے واسطے بغرض ثواب پہنچانے کہانا نیکے کہانا کہلاوے اور پہر اللہ واسطے بعض کہانے والے اور بعض نکہانے والے اکہٹے ہوکر قرآن پڑہکر ثواب بخشدین۔ اور اگر کہانے والے نہ آوین تو اون سے کچہہ حاضر وغائب مزاحمت بہی نہ ہو تو کہانا کہانا اہل میت کا مکروہ۔ نہ لوگون کا اکہٹے ہوکر قرآن پڑہنا۔ چنانچہ کبیری ہی مین عبارت مذکورہ کے آگے علامہ حلبی تحریر فرماتے ہین ولا یخلو عن نظر لانہ لا دلیل علی الکراہۃ الا حدیث جریر بن عبد اللہ المتقدم وانما یدل علی کراہۃ ذلک عند الموت فقط علی انہ قد عارضہ ما رواہ الامام احمد بسند صحیح وابوداؤد عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی جنازہ فرایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہو علی القبر یوصی الحافر یقول اوسع من قبل رجلیہ اوسع من قبل راسہ فلما رجع استقبلہ داعی امراتہ فجاء وجیٔ بالطعام فوضع یدہ ووضع القوم فاکلوا ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یلوک لقمۃ فی فیہ ثم قال انی اجد لحم شاۃ اخذت بغیر اذن اہلہا فارسلت المراۃ تقول یا رسول اللہ انی ارسلت الی البقیع اشتری غنماً فلم اجد فارسلت الی جاری قد اشتری شاۃ ان یرسل الی بثمنہا فلم یجد فارسلت الی امراتہ فارسلت بہا الی فقال صلے اللہ علیہ وسلم اطعمیہا الاساری فہذا یدل علی اباحۃ صنع اہل المیت الطعام والدعوۃ الیہ۔ یعنے یہ جو عبارت مذکورہ سے پہلے ابن ہمام کا قول نقل کیا گیا ہے کہ یکرہ اتخاذ الضیافۃ من اہل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الحزن قالوا وہی بدعۃ مستقبحۃ لا روی عن جریر بن عبد اللہ الخ یہ قول نظر سے خالی نہین ہے ہو کہ بجز حدیث جریر بن عبد اللہ کے اور کوئی دلیل کراہت کی نہین اور وہ حدیث فقط موت کے

Marfat.com

ون کی دعوت کی کراہت پر دلالت کرتی ہے مگر اوسکی بہی مخالف دوسری حدیث صحیح مسند امام احمد اور
ابوداؤد مین مروی ہے ایک انصاری فرماتے ہین کہ ہم ایک جنازے مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے ساتہ گئے تہے مین نے آپکو دیکہا کہ قبر کہودنے والے کو فرماتے تہے کہ پانوؤن کی طرف سے
فراخ کرو سر کی طرف سے فراخ کرو۔ جب آپ لوٹے تو اوس میت کی بیوی کی طرف سے ایک بلانیوالا
آگیا آپ معہ قوم تشریف لے گئے تو کہانا سامنے رکہدیا گیا حضور نے جو کہانا شروع
کیا تو آپ کی مونہ مین لقمہ پہرنے لگا اور آپکے ساتہی کہانے لگے پہر آپنے فرمایا یہ بغیر اجازت مالک
کے لی ہوئی بکری کا گوشت معلوم ہوتا ہے۔ جب اوس سے پوچہا گیا اوسنے عرض کیا کہ مین نے
بقیع سے منگوائی وہان نہ ملی۔ پہر میرے پڑوسی نے ایک بکری خریدی تہی اوس سے خریدنا چاہا
تو وہ نہ ملا پہر اوس کی بیوی سے مین نے اوس بکری کو طلب کیا اوسنے بہیجدی آپ نے فرمایا کہ
کہ اب اس کہانے کو قیدیون کو کہلادو۔ یہ حدیث کہلی دلالت کرتی ہے کہ اہل میت کی دعوت
کرنی اور کہانے تیار کرنے کے جواز پر۔ ہے۔ اور قبر تک پر اکہٹے ہوکر قرآن پڑہنے کی روایتین
تو ہم نقل کرہی چکے ہین کہ جبسے قبر سے دور لوگون کا اکٹہا ہوکر قرآن کا پڑہنا بلا اختلاف صراحۃً
جائز معلوم ہوتا ہے اور علاوہ اون کے اور بہت روایت ہین۔ چنانچہ فتاوای عالمگیریہ ہی
مین ہے۔ وفی الخجندی امام لیقتاد کل غداۃ معہ جماعۃ قراءۃ آیۃ الکرسی وآخر البقرۃ ونحوہا
جہرا لاباس بہ والافضل الاخفاء کذا فی القنیہ۔ یعنے خجندی اور قنیہ مین ہے کہ بعد نماز
صبح جماعت کے ساتہ آیۃ الکرسی اور آخر سورہ بقرہ وغیرہ آواز سے پڑہنے کی اگر امام کو عادت
ہو کچہ ڈر نہین۔ مگر افضل یہ ہے کہ امام وغیرہ سب لوگ پڑہین اور آیہ کریمہ اذا قرئ القرآن
فاستمعوا لہ کی لنسبت جمہور صحابہ فرماتے ہین کہ نماز کی قرارت ساتہ مخصوص ہے چنانچہ
مفسرین ایسا ہی تحریر فرماتے ہین اور بعض روایت سے جو ثابت ہے کہ خطبہ کے بارہ
مین نازل ہوئی تہی اس مین مفسرین معتبر کلام کرتے ہین۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

تمام شد

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

الحمد للہ العلی الاعلی والصلوۃ والسلام علی حبیبہ جامع فضائل الاسنی ۔ وعلی آلہ وصحبہ البررۃ الاتقیاء ۔
امابعد آثم وعاصی ابو محمد محمد دیدار علی الرضوی الحنفی المجددی تمام مسلمانون کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ
خاکسار تالیف رسالہ ہدایۃ الطریق سے فارغ ہوا ہی تہا کہ ادہر ایک رسالہ بظاہر مسلمانونکو باہم اتفاق
پیدا کرنیکا نشان اور حقیقت مین اختلاف تازہ پیدا کرنیکا سامان مسمی بہ سماکم المسلمین نظر سے گذرا ۔ خلاصہ سارے
رسالہ کا یہ تہا کہ احمدی اہل قرآن حنفی شافعی وغیرہ وغیرہ امتیازی نام رکہنے والے سراسر مخالف قرآن اسواسطے
کہ قرآن مین تو اللہ تعالی نے ہم مسلمانون کا نام مسلمان ہی رکہا ہے ۔ آیہ کریمہ ہو سماکم المسلمین اس امر کی خاص
دلیل ہے کہا اور اسصورت مین غیر مذہب بلا وقت مسلمان ہی ہوسکتے ہین ورنہ بیچارے اسی فکر مین رہتے ہین
کہ محمدی مسلمانون مین داخل ہون یا حنفیون مین شافعیون مین یا مالکیون مین ۔ اودہر یہ آواز حیرت افزا
کان مین پہنچی کہ محمدی یہ ہی کہتے مین کہ امام اعظم رحمہ اللہ کو کل سترہ حدیثین پہونچی ہتی چنانچہ ابن خلدون جیسا
مورخ اس امر کو لکہہ رہا ہے لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اگرچہ ان سب امور کی مفصل جواب رسالہ ہدایۃ الطریق
مین پوری طور سے گذر چکے ہین اور معیار سچے قرآن کے پیرؤون کی بہی قرآن ہی سے بلا تاویل اور تقلید
کسی خاص مفسر کے خالص ترجمہ قرآن ہی سے بتادی گئی ہے مگر ایسی نقشہ مفصل بہی ضمیمہ رسالہ کر دیجاوین
جس سے ہر خاص وعام کو معلوم ہو جاوے کہ یہ چارون امام خصوصًا امام اعظم رحمہ اللہ اتنے بڑے محدث تہے
کہ یہ سب محدث اونہین مین سے کسی ایک کے مقلد ہین اور علم حدیث مین تو یہ سارے محدث اونہین کے شاگرد
اور اونکے شاگردونکے شاگرد ہین اور یہ چارون امام وہ ہین کہ علم دین کے جامع ہونے کے نسبت جو جو
پیشینگوئیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تہین اونکے مصداق باتفاق علماء دین حق آئین
یہی ہوسکتے ہین اور ان سب مین سے امام اعظم رحمہ اللہ تو تابعی ہونے کی بزرگی کے ساتہ بہی ممتاز ہین
اور حدیث صحیح مین آیا ہے عن عمران ابن حصینؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول خیر الناس
قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثلثا ثم یجیٔ قوم بعدہم یتسمنون ویحبون السمن یعطون الشہادۃ قبل ان
یسئلوہا رواہ الترمذی یعنے ترمذی شریف مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
تہے کہ زیادہ بہتر آدمی میرے زمانے کے ہین پہر جو اون سے نزدیک ہون گے پہر جو اونکے زمانہ سے نزدیک ہونگے

پھرجاوان سے نزدیک ہون گے یتین ماہ پھر موٹا ہونے کو دوست رکھنے لگین گے یعنے دین سے بے فکرے ہوجاوینگے گواہی طلب کیئے جانے سے پہلے گواہی کو موجود ہون گے - اور صاحب رسالہ سماکم المسلمین کی خدمت مین فقط اتنا عرض کردیا جاوے کہ جمہور مسلمانون کے جنکا نام حنفی شافعی مالکی حنبلی بموجب وجوہ مذکورہ رسالہ ہدایۃ الطریق ہے پیروی چھوڑنا ہی مسلمانون مین سے اتفاق کھونے اور اختلاف ڈالنے کا پورا ذریعہ ہے[5] چنانچہ جمہور مسلمانون کی مخالفت ہی نے آپ کو یہ دن دکھایا کہ بے سوچے سمجھے مضمون کلام اللہ اور منشا حدیثون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ کہہ بیٹھے کہ سب مسلمانون کو لازم ہے کہ اپنا نام فقط مسلمان رکھین اور یہ نہ سمجھا کہ اپنا نام فقط مسلمان رکھنے کا ارشاد اون کو ہوتا ہے جنکو ایمان کی ہوا ہی نہ لگی تھی چنانچہ آخر سورہ حجرات مین ہے - وقالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم - یعنے اعراب کہتے ہین کہ ہم ایمان دار ہوگئے اے ہمارے حبیب کہہ دو کہ تم ایمان نہین لائے - ہان یون کہو کہ ہم مسلمان ہوگئے ورنہ تمہارے دل مین ہرگز ایمان نہین داخل ہوا فقط یہ ارشاد اسواسطے ہوا ہے کہ مسلمان شریعت کے ظاہر طور سے پیروی کرنے والے کو کہتے ہین - اب اگر وہ دل سے پیرو شریعت کا ہے اور تمام شریعت کو یقیناً حق ہی جانتا ہے مومن مسلمان ہے اور اگر نرا ظاہرداری سے پیروی کرتا ہے اور دل مین یقین نہین رکھتا وہ فقط مسلمان ہے - اور اب ان نقشون سے آپ کو خوب معلوم ہوجاوے گا کہ مومن مسلمان جتنے گذرے اور ہین وہ ہمیشہ سے بڑی جماعت اہل اسلام کے پیرو رہے ہین اور غیر مجتہد کے واسطے خواہ مفسر ہو یا محدث انہین چارون امامون سے کسی ایک امام کے پیروی کو ذریعہ خدا و رسول کی پیروی کا سمجھتے چلے آئے ہین چنانچہ بڑے بڑے اولیاء کبار اور محدثون کا مقلد ہونا وغیرہ امور سب ان نقشون سے ظاہر ہین - نمونہ نام اون اولیاء اللہ کا جو مقلد امام اعظم رحمہ اللہ گذرے ہین - (نقشہ مذکور دیکھو صفحہ ۱۱۲ و ۱۱۳ و ۱۱۴ مین)

[5] چنانچہ دیکھو لوگ اہل ندوہ نے ہی بغرض ایک کر دکھانے اون ستر اور چند فرقون کے کہ جن کا ایک ہونا بموجب پیشین گوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم محال تھا اس قسم کا خیال محال کیا تھا آخرکار اوسکا یہی نتیجہ ہوا کہ ایک گروہ مشترک اور بنگیا اور سمجھہ دار عالم مثل مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مرحوم وغیرہ اوس کے نتیجے پر نظر ڈال کر اوس سے جدا ہوگئے وجہ یہ ہے کہ بموجب احادیث صحیحہ پہلے تشریف لانے حضرت امام مہدی کے جن بہتر فرقون کا ہونا اور جن واقعات کا وقوع ضروری ہے اون سے ایک ہوجانے کا خیال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیون کا مٹانا ہے ۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ -

Marfat.com

اور ہم اولاد فارس سے ہین یعنے ملک منوچہر کی نسل سے ہین اسواسطے کہ منوچہر کی نسل کی لوگ اولاد فارس کہلائے جاتے ہین اسیواسطے حافظ حدیث مفتی حجاز علامہ ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان اور علامہ شامی رد المحتار مین تحریر فرماتے ہین مسلم اور بخاری مین جو حضرت ابوہریرہ رضی مروی ہے - قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکان الدین عند الثریا لذہب بہ رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناولہ

۵ اور طبرانی اور شیرازی مین قیس بن ساعدہ اور عبد اللہ بن مسعود اسطرح نقل فرماتے ہین لوکان العلم عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس - اور طبرانی مین قیس بن ساعدہ کے یہ لفظ ہین - لوکان العلم عند الثریا لاتنالہ العرب لنالہ رجال من ابناء فارس - یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دین اور علم ثریا ستارہ کے بھی پاس ہوگا تو عرب حاصل نکرسکین گے مگر ایک آدمی فارس یا اولاد فارس تو وہان سے بھی حاصل کرلے گا اسکے مصداق امام ابوحنیفہ رح ہین اسواسطے کہ ایسا عالم دین اولاد فارس مین اور کوئی نہین گذرا اسپر علماء متفق ہین

اور اسپر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ حدیث لا تسبوا قریشا فان عالمہا یملا الارض علما کے مصداق امام شافعی رحمہ اللہ ہین

اور حدیث یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل فلا یجدون اعلم من عالم المدینۃ کے مصداق امام مالک رحمہ اللہ ہین -

درمختار مین ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے اپنے زمانے مین بیس صحابہ کو پایا اور سات یا آٹھ صحابہ سے حدیثین بھی روایت کرتے ہین یہی مضمون جواہر العقاید اور ضیاء اور منیۃ المفتی مین ہے

چنانچہ اس شجرہ سے انکا کمال ظاہر ہے

واضح ہو کہ اس شجرہ مین علم حدیث کے شاگرد کے خانہ سے عن شروع ہوگا - اور خانہ استاد پر ختم ہوجاوے گا ہ

اور حضرت انس سے ملکر چار صحابہ سے امام کا حدیثین روایت کرنا ابن خلکان نے بھی لکھا ہے اور حافظ عراقی فرماتے ہین کہ ابن صلاح اور امام نووی فرماتے ہین کہ ظاہر اور قریب قبول یہ بات ہے کہ تابعی وہی ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی خواہ صحبت مین بیٹھا ہو یا نہ بیٹھا ہو اور خواہ حدیث سنی ہو یا [illegible]

اسماء امام اعظم جو صحابی سے ملے	انس بن مالک رض	عبد اللہ بن ابی اوفی کوفی	سہل بن سعد مدنی رض	ابوالطفیل عامر مکی رض

اور تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ آپکے پوتے اسماعیل فرماتے ہین کہ مین بیٹا حماد کا ہون جو امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے اور سنہ اسی مین میرے دادا ابوحنیفہ پیدا ہوئے اون کے والد ماجد ثابت اون کو حضرت امیر المومنین علی کی خدمت مین لیگئے حضرت امیر نے انکو اور اونکی اولاد کو برکت کی دعا دی۔ ہم امید کرتے ہین ہمارے حق مین اللہ نے حضرت کی دعا قبول کری

[illegible]

نسب نامہ امام اعظم رحمہ اللہ

جواہر مضیئہ طبقات حنفیہ مین ہے

- امام اعظم ابوحنیفہ نعمان رحمہم اللہ بیٹے
- ثابت کے بیٹے
- کاؤس کے بیٹے
- ہرمز کے بیٹے
- مرزبان کے بیٹے
- بہرام کے بیٹے
- مہرکز کے بیٹے
- ماجشر کے بیٹے
- حسیک کے بیٹے
- آور بود کے بیٹے
- ہرداس کے بیٹے

اسماء گرامی بعض مفسرین شافعیہ	اسماء گرامی اولیاء اللہ جو شافعی یا مالکی یا حنبلی گذرے ہین	اسماء گرامی اون اولیاء اللہ کے جو حنفی گذرے ہین
امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ صاحب تفسیر کبیر ۸ جلد	امام محمد غزالی رح	ابراہیم بن ادہم رح
مخدوم علی مہائمی رحمہ اللہ صاحب تفسیر رحمانی ۲ جلد	امام احمد غزالی رح	شقیق بلخی رح
علامہ بغوی رحمہ اللہ صاحب تفسیر معالم -	مصلح الدین سعدی شیرازی رح	معروف کرخی رح
علامہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ صاحب تفسیر بیضاوی	حضرت شیخ عبد القادر	ابویزید بسطامی رح
ہر دو علامہ جلال الدین رح صاحب تفسیر جلالین	محی الدین گیلانی رح	ابوالحسن خرقانی رح
		خواجہ معین الدین چشتی
امام غزالی رحمہ اللہ صاحب تفسیر یاقوت التاویل	حضرت سید احمد رفاعی	داؤد طائی رح
وغیرہ رضی اللہ تعالی عنہم	ابوالحسن شاذلی رح	فضیل بن عیاض رح

Marfat.com

ابوبکر وراق رح	محی الدین بن عربی رح	اسمائے گرامی محدثین والاتبار مقلدین امام اعظم امام شافعی امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ	بہرام کے بیٹے
بہاؤالدین نقشبند	ابراہیم خواص رح	امام ابو جعفر طحاوی صاحب شرح معانی الآثار حنفی	ہیبر کز کے بیٹے
مجدد الف ثانی	حاجی علی رح	قاضی عیاض مالکی صاحب شفا فی حقوق المصطفیٰ	ار دریار کے بیٹے
خواجہ محمد معصوم	وغیرہم رضوان اللہ	ابو داؤد صاحب سنن ابی داؤد جو منجملہ صحاح ستہ ہے۔ بستان المحدثین میں ہے کہ شافعی بعض کا قول ہے حنبلی تھے	آزرخور کے بیٹے
میرزا مظہر جانجانان	علیہم اجمعین۔	صاحب سنن ترمذی حضرت ابو عیسیٰ کا شافعی ہونا خود ان کے قول سے ظاہر ہے	فیروز کے بیٹے
خواجہ نظام الدین	اسمائے گرامی بعض مفسرین حنفیہ	جلد اول ترمذی مطبوعہ مطبع احمدی کے صفحہ ۲۶ کے آخر میں ہے قال ابو عیسیٰ حدیث ابوہریرہ حدیث حسن صحیح و بہ یقول اصحابنا الشافعی	سیدوش کے بیٹے
خواجہ قطب الدین	صاحب تفسیر مدارک رح	یعنے حدیث ابوہریرہ حسن صحیح ہے اور ہمارے اصحاب شافعی یعنے ہمارے مذہب کے اصحاب جو شافعی ہیں بموجب اسی حدیث کے فرماتے ہیں	رقبان کے بیٹے
خواجہ جمال الدین ہانسوی	قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری جو ۱۰ جلد میں ہے		لمتیکر و کے بیٹے
خواجہ فرید شکر گنج	مولانا شاہ عبدالعزیز رح		کروبو کے بیٹے
خواجہ عبد اللہ احرار	حضرت یعقوب چرخی		سیردار کے بیٹے
خواجہ علی رامیتنی	علامہ ابو سعود حنفی تفسیر حاشیہ تفسیر کبیر بر آٹھ جلد میں ہے		داوین کے بیٹے
حضرت یعقوب چرخی	ملا حسین کاشفی۔ صاحب تفسیر حسینی۔ تفسیر جواہر		سیلوش کے بیٹے
وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین	رضوان اللہ علیہم اجمعین	در امام بخاری کا طبقات شافعیہ میں گنا جانا رسالہ ہدایۃ الطریق میں مفصل بیان ہو چکا۔ علے ہذا اور سب کو قیاس کرلو۔	یزو کے بیٹے
			بخت فور کے بیٹے
			شادان کے بیٹے
			ہرمز دیار کے بیٹے
			خالستان کے بیٹے
			دینار کے بیٹے
			کمیار کے بیٹے
			دوین کے بیٹے
			سیدوش کے بیٹے
			کردو کے بیٹے
			ملک ساسان کے بیٹے
			ملک تا آب کے بیٹے

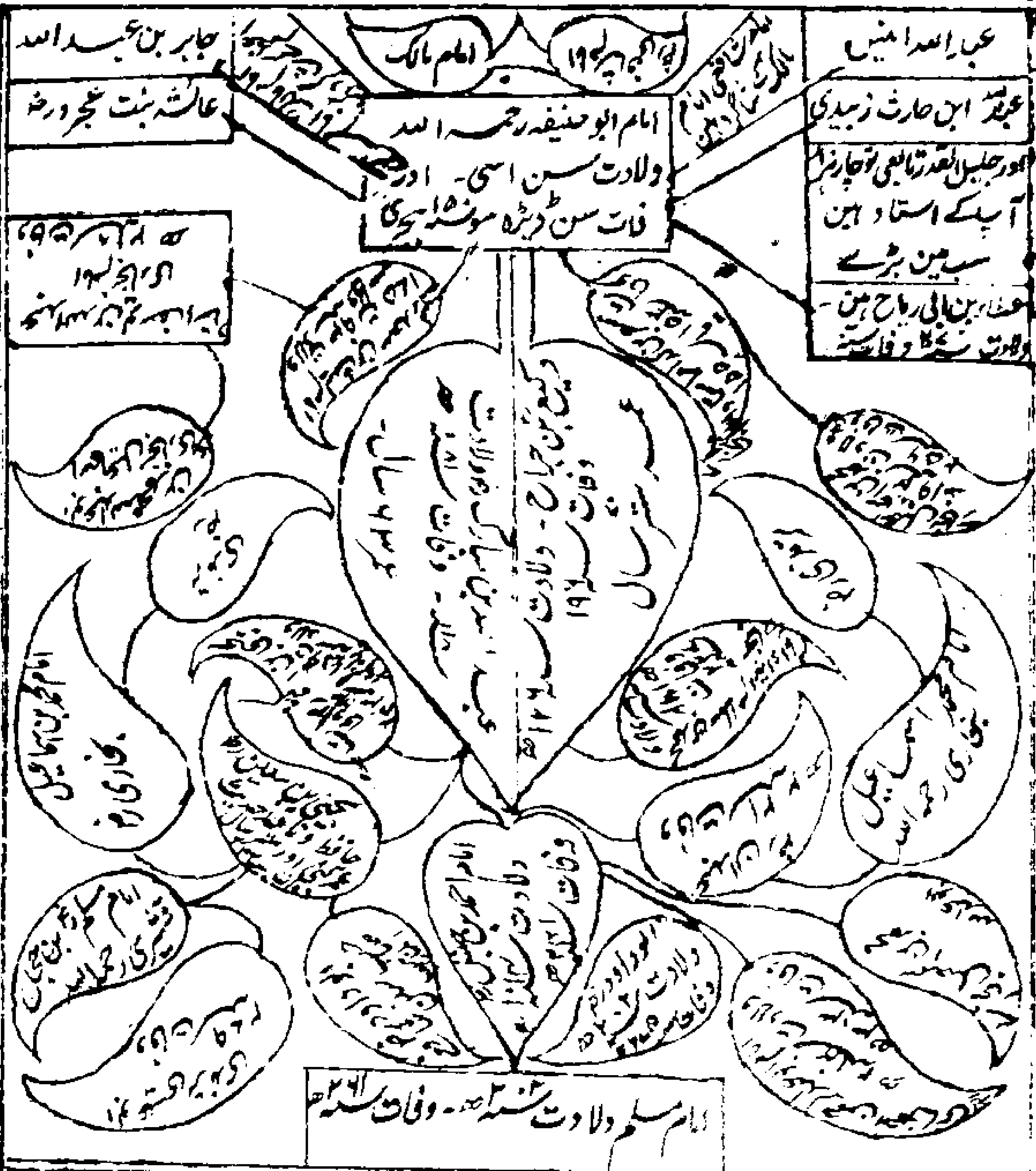

Marfat.com

اشعۃ اللمعات میں مولانا عبد الحق محدث دہلوی رح فرماتے ہیں کہ قرن اول یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا زمانہ سنہ ۱۱۰ ہجری تک گنا جاتا ہے اور دوسرا قرن یعنے تابعیون کا زمانہ سنہ ۱۷۰ تک اور تیسرا قرن یعنے تبع تابعیون کا زمانہ دو سو ساٹھ (سنہ ۲۶۰ ہجری) تک — اب

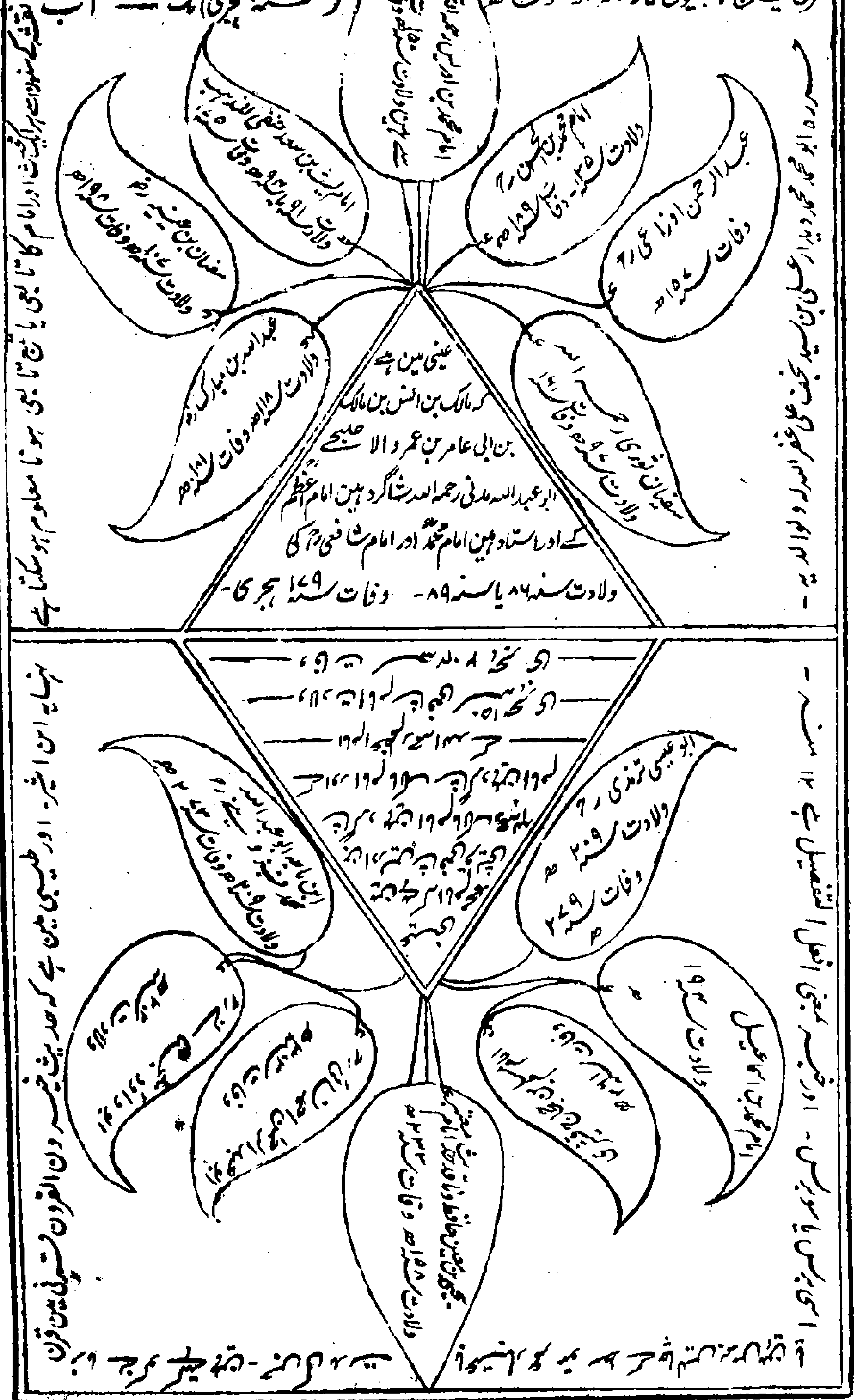

اب رہا یہ امر کہ امام اعظم رحمہ اللہ جب اتنے بڑے محدث تھے کہ یہ تمام محدث اور امام علاوہ فقاہت کے علم حدیث مین بہی اوہنین کے شاگرد ونکے شاگرد ہین تو اسکی کیا وجہ ہے کہ اون سے مثل بخاری اور مسلم کوئی بہی کتاب حدیث کی منقول نہین پائی جاتی اور یہ محدث اپنی کسی کتاب مین ایک دو حدیث بہی امام سے روایت نہین کرتے اور ابن خلدون نے امام کی نسبت ایسا کیون لکہا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی ہدی الساری مقدمہ صحیح بخاری مین تحریر کرتے ہین کہ منجملہ وجوہات مذکورہ کتب معتبرہ ایک وجہ یہ ہے کہ قرن اول اور شروع قرن تابعیون مین اکثر اہل اسلام لکہنا کم جانتے تھے اور حافظے قوی رکہتے تھے۔ اور وہ جو مسلم شریف مین ہے کہ بخوف مختلط ہوجانے قرآن کے ساتھ احادیث کی رسول اللہ علیہ وسلم نے حدیثون کے لکہنے سے منع فرمادیا تہا اوس نہی کا کسیقدر لوگون کے دلون مین اثر باقی تہا لہذا نہ کسی صحابی نے کوئی کتاب حدیث پورے طور سے مرتب کی نہ کسی امام نے ان چارون امامون مین سے۔ اور یہ جو مسندین مشہور ہین جیسے مسند امام ابوحنیفہ مسند امام شافعی بستان المحدثین مین ہے کہ بعینہ ویسی ہی مسندین ہین جیسے مسندین صحابہ کرام کی مسند امام احمد حنبل رض وغیرہ مین ہین پچھلے لوگون کو جس قدر حدیثین حضرت ابوبکر رض سے پہونچی اونکو ایک جگہ جمع کرکے جسطرح اوہنون نے اون کا مسند ابوبکر رض مسند عمر رض نام رکہدیا اسیطرح ان امامون کے شاگردان شاگرد اور شاگردون نے انکی حدیثون کو جس قدر اونکو ملین ایک جگہ جمع کرکے مسند امام ابوحنیفہ مسند امام شافعی رض نام رکہدیا چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حدیثون کو جنہون نے مرتب کیا ہے وہ پندرہ امام معتبر ہین لہذا آپکے مسندین بہی پندرہ ہی مشہور ہین اور آج تک منقول چلی آتی ہین اور مسند امام شافعی رحمہ اللہ آپکے شاگرد ربیع ابن سلیمان کی مرتب کی ہوئی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے بغرض منتخب کرنے اور ترتیب دینے کی اول دس ہزار حدیثون کو جمع کیا تہا پہر اون منتخب کرتے رہے اور شاگرد سنکر علیحدہ جمع کرتے رہے لہذا موطا کے مختلف نسخے پہیل گئے اور آپ سبکو ایک جگہ جمع نہ کرسکے اور وہ موطا اوسی شاگرد کے نام سے نامزد ہوگئی چنانچہ سولہ نسخے موطا کے مشہور ہین

---

۵۱ واضح ہو کہ جو لوگ فن فصاحت و بلاغت سے پوری واقفیت رکہتے تھے اون سے تو یہ خوف قطعاً محال تہا مگر چونکہ اطراف سے عجمی مرد بہی آتے جاتے رہتے تھے غالباً اون کے واسطے یہ انتظام کیا گیا تہا کہ کبہی وہ حدیث اور قرآن دونون کو لکہہ لیجاوین اور سبکو قرآن سمجہہ لین۔ اور یہ امر موجب اختلاف ہوجاوے۔ ۱۲ منہ غفراللہ لہ ولوالدیہ ۱۲

Marfat.com

اور ہر موطا مین حدیثین باہم کم اور زیادہ بھی پائی جاتی ہین گو زیادہ اختلاف نہین ہے۔ منجملہ اون سب کے
ایک موطا امام محمد رحمہ اللہ بھی ہے کہ جس مین بعض بعض حدیثین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہین الیتہ نسخہ
یحیی بن یحیی اندلسی امام مالک رحمہ اللہ کے نام سے مشہور ہے اور امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند کو
اگرچہ خود جمع کیا تہا مگر عبد اللہ آپکے صاحبزادے اور ابو بکر قطیعی آپکے شاگرد نے جس قدر حدیثین آپ سے
علاوہ مسند مذکور کے سنی تہین اونکو بھی اوس مین داخل کردیا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صحیح حدیثون سے
چونکہ ثابت ہے کہ فقیہ[۱] کا مرتبہ فقط زیادہ حدیثون کی روایت کرنے والون سے زیادہ ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ
فقہ کی طرف یعنے قرآن سے حدیثون سے اون مسئلون کے نکالنے کیطرف جن تک ہر ایک فقیہ بھی نہ پہونچ سکے
زیادہ مشغول رہے ورنہ آپکے چار ہزار تو فقط تابعی[۲] علم حدیث کے استاد ہین چنانچہ خیرات الحسان مین ہے انہ اخذ
عن اربعۃ آلاف شیخ من الائمۃ التابعین وغیرہم ومن ثم ذکرہ الذہبی وغیرہ فی طبقات الحفاظ من المحدثین

---

[۱] چنانچہ مسند امام شافعی مدخل بیہقی مسند امام احمد سنن ترمذی اور ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی مین ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تہے نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظہا ووعاہا واداہا فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ہو افقہ منہ۔ یعنے تر و تازہ رکھے اللہ اوس بندہ کو جس نے میری بات کو سنکر یاد رکہا اور دوسرے لوگونکو پہونچادیا اسواسطے کہ فقہ کے اوٹہانیوالے بہت ایسے ہین کہ خود فقیہ یعنے سمجھدار اور مجتہد نہین ہوتے اور بہت ایسے ہین کہ وہ فقہ کی بات یعنے سمجھ کی بات اوس شخص کو پہونچادیتے ہین جو اوس سے زیادہ سمجھدار ہو پہر نہج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک فضیلت فقیہ کو ہے چنانچہ دوسری حدیث مرویہ مشکوۃ مین ہے کہ جو ایام جہالت مین بہتر سمجھے جاتے تہے بعد اسلام کے بھی بہتر سمجھے جاوینگے جسوقت کہ وہ فقیہ ہون مطلب یہ ہے کہ فقاہت سے تم قوم شریفون پر فضیلت حاصل کرلیتا ہے اسیواسطے جمہور متقدمین فرماتے ہین کہ زیادہ حدیث روایت کرنے سے فقاہت حاصل کرنا بہتر ہے۔ خیرات الحسان مین ہے الذی علیہ فقہاء وجماعۃ المسلمین وعلماءہم ذم الاکثار من الحدیث بدون تفقہ وتدبیر وقال ابن شبرمۃ اقل الروایۃ تفقہ۔ یعنے زیادہ حدیثین نہ بیان کرنا کہ تو فقیہ بنجاوے یعنے فقیہ کا کام زیادہ حدیثین روایت کرنا نہین ہے لہذا جماعت مسلمانونکے عالم اور فقیہ بغیر فقاہت کے زیادہ حدیث روایت کرنے کو اچہا نہین جانتے۔ فقیہ تو بہت ڈر کر حدیث بیان کرتا ہے جیسا کہ صفحہ آئندہ سے ظاہر ہے۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ سنن ترمذی کے صفحہ ۱۲۹ مین حدیث ام عطیہ کے متعلق مختلف قول امام شافعی امام مالک رحمہما اللہ کی نقل کرکے فرماتے ہین کذالک قال الفقہاء وہم اعلم بمعانی الحدیث۔ یعنے فقہا اس حدیث کے متعلق ایسا ہی فرماتے ہین اور حدیث کے مضمون کو وہی خوب جانتے ہین اور حضرت اعمش کا قصہ جو آپکی کمال فقاہت اور حدیث دانی پر دال ہے جمال بدایۃ الطریق مین گذر چکا ہے خلاصہ یہ ہے فقیہ تو آپ اتنے بڑے تہے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہین الناس عیال علی فقہ ابی حنیفہ۔ یعنے باعتبار فقاہت امام اعظم رحمہ اللہ کے سب بال بچے ہین ۱۲ منہ غفر اللہ ولوالدیہ۔

[۲] یعنی تابعیون مین سے جو امام گنے جاتے تہے ایسے چار ہزار تابعیون سے امام اعظم رحمہ اللہ نے علم حدیث حاصل کیا تہا اسیواسطے امام ذہبی نے آپکو حفاظ حدیث کے طبقہ مین گنا ہے اور جس کسی نے لکہا ہے کہ آپکو فن حدیث مین کم دخل تہا اسکا باعث حسد ہے یا اوسکی تحقیقات کی سستی ہے ورنہ اتنے بیشمار مسئلون کا ایسے طریق پر قرآن حدیث سے نکالنا کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ سب سے پہلے اس خوبی کے ساتھ مگر چونکہ آپ اسطرف مشغول رہے ظاہر مین آپسے حدیث مشہور نہوئی جسطرح بوجہ مشغولی کے مصلحت مسلمانون مین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے زیادہ حدیث مشہور نہوئی بخلاف ادنی مرتبہ کے صحابہ کے کہ اون سے بہت حدیثین منقول ہین الیتہ جس قدر حدیثین آپ تک منقول ہین

Marfat.com

ومن زعم محاباة اعتنائه بالحدیث فہو مالتساہله اوحسده اذ کیف یتاتی لمن ہو کذالک استنبا
مثل ما استنبطه من المسائل التی لاتحصی کثرة مع انه اول من استنبط من الادلة
علی الوجه المخصوص المعروف فی کتب اصحابه رحمہم اللہ ولاجل اشتغاله بهذا الاہم
لم یظہر حدیثه فی الخارج کما ان ابابکر وعمر رضی اللہ عنہما لما اشتغلا بمصالح المسلمین
العامة لم یظہر عنہما من روایة الاحادیث مثل ما ظہر عمن دونہما حتی صغار الصحابة وکذا
مالک والشافعی لم یظہر عنہما مثل ما ظہر عمن تفرغ للروایة کابی زرعة وابن معین
رحمہم اللہ لاشتغالہما بذالک الاستنباط - اور تیسری وجہ یہ ہے کہ احادیث
صحیحہ سے چونکہ ثابت ہے[1] کہ آدمی اگر جھوٹا بننا چاہے جو کچھ سنے اوسکو روایت کرنا
شروع کردے اسیواسطے فقہاء صحابہ زیادہ حدیث بیان کرنے سے ڈرتے تھے -
اور دوسری صحیح حدیثون میں آیا ہے کہ [illegible] کلمات عبادت [illegible] گیا ہون

---

[1] مسلم شریف مین ہے عن عمر بن الخطاب [illegible] بحسب المرء من الکذب ان یحدث بکل ما سمع [illegible]
روایت کردینا آدمی کو جھوٹ بولنے کے [illegible]

[2] چنانچہ مسلم شریف مطبوعہ نولکشور [illegible]
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من تعمد علی کذبا فلیتبوأ مقعده من النار [illegible]
کہ زیادہ حدیث بیان کرنے سے مجکو [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو
کوئی میرے اوپر قصداً جھوٹ بولے [illegible] اپنی جگہ دوزخ مین [illegible] اور مقدمہ مسلم شریف
مین ہے عن مجاہد قال جاء بشیر بن کعب العدوی الی ابن عباس فجعل یحدث ویقول قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال فجعل ابن عباس رض لایاذن لحدیثه ولا ینظر الیه فقال یا ابن عباس مالی لا اراک تسمع لحدیثی
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا تسمع فقال ابن عباس انا کنا مرة اذا سمعنا رجلا یقول قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ابتدرته ابصارنا واصغینا الیه باذاننا فلما رکب الناس الصعب والذلول لم ناخذ من الناس
الا ما نعرف - ف - یعنے حضرت مجاہد فرماتے ہین کہ بشیر بن کعب (تابعی جنکو [illegible])
حضرت عبد اللہ بن عباس کے پاس حدیثین بیان کرنے لگے - حضرت عبد اللہ نے اون کی طرف
دیکھا نہ اون کی بات سنی تو پھر حضرت بشیر نے کہا کہ میری حدیث آپ کیون نہین سنتے - فرمایا کہ ہمارا یہ حال
تہا کہ اگر کسی کو ایکبار سن لیتے کہ وہ حدیث بیان کرتا ہے تو ہماری آنکھین بے اختیار اوسکو تکنے لگتی
اور کان اوسکے مشتاق ہو جاتے تھے - مگر جب دیکھا کہ لوگ ضعیف - قوی - صحیح - غلط - سب کچھہ
بیان کرنے لگے ہم نے لوگون سے حدیثین سننا چھوڑ دیا سوا اون باتون کے جن کو ہم پہچان سکتے ہین
۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ - فقط -

یعنے اللہ نے مجکو اس بزرگی کے ساتہ مخصوص[1] کیا ہے کہ میرا کلام مختصر ہوتا ہے اور بہت سے معانی اور مطالب اوس مین جمع ہوتے ہین لسبب حاصل ہونے قوت کاملہ حفظ کے امام اعظم رحمہ اللہ جبتک یقینی طور سے حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثابت نہ ہوجاوے اور یہ بات پایۂ ثبوت کو نہ پہونچ جاوے کہ یہ وہی الفاظ ہین جو زبان معجز بیان سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے نکلے تہے کسی حدیث کو فقط معانی حدیث کے یاد رہنے کے بہروسہ پر خود روایت کرنا جائز سمجہتے تہے نہ[2] جبتک اس طریق پر یاد نہو دوسرے کو اجازت اپنی روایت کرنے کی دیتے تہے بخلاف دوسرے مجتہدون اور محدثون کے کہ وہ بالمعنی روایت جائز رکہتے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود امام کے شاگردون کے شاگرد ہونے کے جو محدث اپنے مین امام کی شرط کے موافق قوت حافظہ نہین پاتے امام سے روایت نہین کرتے ورنہ امام محمد اور امام ابییوسف رحمہما اللہ جس قدر حدیثون کو بموجب شرط امام پاتے ہین موطا اور آثار وغیرہ مین روایت کرتے ہی ہین۔ پہر اتنے معتبر لوگون کے مقابلے مین ابن خلدون کا قول سوائے دشمن امام دین کے کس عاقل کے نزدیک معتبر ہوسکتا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع مین ابن خلدون کے حال مین تحریر فرماتے ہین ولم یکن ماہرا بالعلوم الشرعیۃ یعنے ابن خلدون شریعت کے علمون مین

---

[1] چنانچہ بخاری اور مسلم شریف سے صاحب مشکوۃ نقل فرماتے ہین عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال بعثت بجوامع الکلم۔ یعنے ابو ہریرہ رضے اللہ عنہ فرماتے تہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین جامع کلمون کے ساتہ بہیجا گیا ہون اور مسلم شریف کی دوسری روایت مین ہے اعطیت جوامع الکلم یعنے مین جامع کلمات دیا گیا ہون۔ اور مدارج النبوت مین ہے کہ مراد بجوامع الکلم کلمات است درغایت اختصار کہ متضمن معانی کثیرہ انم وعلما بعضے ازان کلمات را برحسب وسع طاقت خود فراہم آوردہ اند وکتب دلوفاتر خود را بدان موشح ومزین ساختہ اند الی آخرہ۔ اس قسم کی حدیثین نقل کرکے بعد ایک صفحہ کے مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ادسی مدارج مین تحریر فرماتے ہین۔ ومر ہریکے را شرحے وبیانے است اگر ذکر کنند بدفاتر درنگنجد۔ یعنے آپ کے جوامع الکلم کی اگر شرح کی جاوے دفترون مین نہ سماوے ۱۲ منہ غفرلہ ولوالدیہ۔ [2] چنانچہ خیرات الحسان مین ہے ۱۲ منہ

عبارت ہین رکہتا تہا اندرینصورت قرآن اور حدیث کے پیروی کے مدعیون سے اسباب ہین ابن خلدون جیسے کی پیروی کرنا اور امام جیسے مجتہد محدث کی تقلید کو بدعت کہنا بجز نقصان ایمان اور کیا کہا جاوے حالانکہ تاریخ ابن خلدون کو جو فقط مصر مین چہپی ہے مین نے جس زمانہ مین اوسکا فارسی ترجمہ کیا تہا دیکہا ہے ایسی غلط چہپی ہے کہ سیکڑون جگہ ایک ایک سطر رہگئی ہے اور اوسکی سفیدی چہوڑدی گئی ہے اور عبارت اوسکی بہت مختصر ہے اکثر جگہ مصنف نے ضمیرون ہی سے کام لیا ہے لہذا ترجمہ بہت جگہ اگلے پچہلے مضمون کو ملاکر اٹکل ہی سے کیا جاتا تہا۔ اندرینصورت کیا عجب ہے کہ مقصود ابن خلدون یہ ہو کہ صحابہ کرام سے امام فقط سترہ حدیثین روایت کرتے ہین اور غلطی کاتب سے لفظ صحابہ رہگیا ہو۔ چنانچہ یہ مضمون اور بہی بہت سے علمار معتبر سے منقول ہے۔ درمختار مین ہے کہ علامہ شمس الدین محمد ابو نصر بن عربشاہ اپنی کتاب جواہر العقائد مین تحریر فرماتے ہین ثمانیۃ من الصحابۃ ممن روی عنہم الامام اعظم رحمہ اللہ یعنے جنسے امام اعظم رحمہ اللہ نے حدیثین روایت کی ہین وہ آٹھہ صحابہ ہین ۔ انس بن مالکؓ۔ جابر بن عبداللہ۔ عبداللہ ابن ابی اوفیؓ۔ ابو الطفیل عامرؓ۔ ابن انیسؓ۔ واثلہ ابن اسقعؓ۔ عبداللہ بن حارث بن جزرؓ۔ عائشہ بنت عجردؓ اور شامی مین ہے کہ بہت طریقون سے ثابت ہے کہ حضرت انسؓ سے آپ نے حدیثین روایت فرماتے ہے اور اسمین بعض محدثون کا کلام نقل فرماتے ہین کہ علامہ تاش کبری نے آپکی حدیثین سُنّی کی نسبت صحابہ کرام سے بہت سی روایتین نقل کی ہین اور محدثون کا قاعدہ مسلم ہے کہ ثبوت کی روایت کو نفی کی روایت پر مقدم رکہتے ہین اور دو حدیثین حضرت واثلہ ابن اسقع سے پہر بعد شرح اور بسط حالات آٹھون صحابہ کے آخر مین تحریر فرماتے ہین کہ چار صحابہ کرام اور ہین کہ اون سے بہی آپ کا حدیث روایت کرنا منقول ہے سہل بن سعدؓ۔ سائب ابن یزیدؓ۔ عبداللہ بن بسرؓ۔ محمود بن الربیعؓ۔ اور چار صحابہ سے آپکی ملاقات کرنی اور اون سے حدیثین روایت کرنیکو تو اپنی تاریخ مین علامہ ابن خلکان رحمہ اللہ بہی نقل کرتے ہین۔ چنانچہ فرماتے ہین وادرک ابو حنیفہؓ اربعۃ من الصحابۃ واخلعنہم واصحابہ یقولون انہ لقی جماعۃ من الصحابۃ ولم یثبت ذالک عند اہل النقل وذکر الخطیب فی تاریخہ انہ رأی انس بن مالک رضی اللہ عنہ و اخذ الفقہ عن حماد بن سلیمان وسمع

عطار بن ابی رباح یعنے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے چار صحابہ کو پایا اور اون سے حدیثین بہی حاصل کین اور اونکے اصحاب کہتے ہین کہ صحابہ کی ایک جماعت سے اُنہون نے ملاقات کی ہے مگر یہ بات اہل نقل کے نزدیک ثبوت کو نہین پہونچی اور خطیب اپنی تاریخ مین فرماتے ہین کہ امام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکہا تہا اور فقہ حضرت حماد سے حاصل کیا۔ اور عطار ابن ابی رباح سے حدیثین سُنی۔ اسکے بعد علم حدیث مین آپکے اُستادون اور شاگردون کے بہت نام لکہے ہین پہر جبکہ صحابہ کرام کو دیکہنے مین آپ کی نسبت کسیکو کلام نہین لہذا باتفاق جمہور آپ کا تابعی خیر القرون سے ہونا ثابت۔ چنانچہ مولوی نذیر حسین صاحب نے معیار الحق مین جو کچہ لکہا ہے اوس سے بہی آپ کا تابعی ہونا ظاہر۔ ہان یہ جو لکہا ہے کہ آپکے اصحاب کہتے ہین کہ صحابہ سے بہی آپ نے حدیثین سُنین مگر یہ امر اہل نقل کے نزدیک ثابت نہین محدثین سے آپکے اصحاب کے مقابلہ مین اصحاب نقل کے نزدیک ثابت نہونے کو حجت پکڑنا بہت بعید معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ محدثین کا تو یہ قول ہے کہ گہر والون کے مقابلے مین باہر والون کا زیادہ اعتبار نہین ہوتا گہر والے گہر کی بات سے زیادہ واقف ہوتے ہین پہر اصحاب امام جو امام کے گہر والے ہین ان کے مقابلے مین اہل نقل کے نزدیک ثبوت نہو تو کیا حرج ہے۔ چنانچہ ابوداؤد شروع صفحہ ۳۰۲ جلد اول سنن ابوداؤد مطبوعہ مطبع محمدی مین حدیث عبد اللہ بن یزید بن رکانہ کے بعد تحریر فرماتے ہین کہ ابن جریج جو ابن عباس سے رکانہ کے تین طلاق دینے کی روایت نقل کرتے ہین اور عبد اللہ رکانہ کے پوتے ایک طلاق کی روایت عبد اللہ کی روایت بہ نسبت ابن جریج کی روایت کے زیادہ صحیح ہے اسواسطے کہ عبد اللہ حضرت رکانہ کے گہر کے آدمی ہین اور گہر والے گہر کی بات سے زیادہ واقف ہوتے ہین

فقط واللہ اعلم وعلمہ احکم ؞ ؞

تمام شد

Marfat.com

غلطنامہ کتاب ہدایت الطریق فی بیان التقلید والتحقیق

	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
	۱۴	وحلاب	وحلان	۳۹	۹	بہرہ	بہر	۸۱	۵	کی*	کی
	۱۷	اسیکا	اسی								
	۱	کیابست وہم	کیدبست وہم	۴۱	۸	من	لمن	۸۱	۱۳	اک پ	آپ
	۱	دارد	داؤد	۴۳	۷	نالف	مخالف	۸۵	۱۹	حام	عام
	۱۵	بانُنا	آبانُنا	۴۳	۲۲	کل کل	کل	۸۵	۲۳	سد	للسد
	۲۲	دادون	باپ دادون	۴۴	۷	محتلف	مختلف	۸۷	۶	سر	سہ
	۱۰	اضطربات	اضطرابات	۴۵	۳	الثانی	الثانی	۸۷	۱۲	ورابنیا	وابنیا
	۶	ہوئی	ہوتی	۴۷	۱	تحریمی	تحریمی ہے	۸۸	۱۳	نو	تو
	۱۶	اوقنا	اوامُتنا	۴۷	۲۲	کیاکم	کیا	۹۰	۴	لون	کون
	۱۸	پیغمبر عذاب درد	ہمپر عذاب درد	۴۸	۱۶	بمازلۃ	بنازلۃ	۹۴	۱۸	شاگردولون	شاگردون کا
	۳	جاتم	حاتم	۵۲	۲۳	مشہوتا	مشہورۃ	۹۶	۷	ندکورہ	مذکورہ
	۲۰	معتبرین	معتبرین نے	۵۶	۲	لپیٹی	لیٹی	۹۶	۱۳	گھری	کھڑی
	۱۵	اطعمۃ	طعمۃ	۵۶	۷	لقتیلا	تقتیلا	۹۶	۱۹	معہ	مع
	۶	رہجاونگی	رہجاوگے	۵۸	۱۷	وجبہا	وجہہا	۹۹	۳	اعتبار	اعتبار
۲	۹	المذہب	التمذہب	۵۹	۷	سلم	مسلم	۱۰۰	۱۱	ذریعے	ذریعے سے
۲۱	۷	ہی کی	ہے	۵۹	۲۲	ما اسفر	ما اسفرتم	۱۰۴	۵	خلق	حلق
۲	۹	تقئید	تقلید	۵۹	۲۳	اسہروتم ثم	اسفرتم	۱۰۵	۱	منہا	ما متعہا
۲	۹	مصلح	مصطلح	۶۰	۱۵	مسجد	المسجد	۱۰۵	۴	نے	نے نقل کیا ہے
۲	۱۷	مرنے	مرنے	۶۱	۱۴	فرما	فرمایا	۱۰۵	۴	بنایا ہے	بتایا ہے
۲۱	۱۲	رابنا	ربنا	۶۴	۱۸	صفحہ	صفحہ ۴۵	۱۰۵	۲۳	ہوکر بیٹھک جیسے	[illegible]
۲۲	۱۳	بسنت	لسنیت								
۲۱	۷	موت	مبوب	۶۵	۱۹	واناہ	واناہ	۱۰۶	۵	بین سے	بین
۲۶	۳	کانہین	کا	۶۷	۱۳	سجسکنے	بچسکنے	۱۰۶	۷	برکت	برکت سے
۲۱	۳	ہوکہین جو	نہین	۶۹	۳	نیزی	تیزی	۱۰۶	۸	مروی	بین
۲۱	۲۳	مشہر	منظہر	۶۹	۱۲	بینے	بینے کی	۱۰۶	۸	ابوموسی رض	ابوموسی سے آنحضرت سے روایت
۲۷	۱۲	عذ	عذر	۷۱	۲	اختباد	اختیار	۱۰۶	۱۰	معذبہم	معذبہم وہم
۲۸	۱۰	اسجابر	اور استحباب	۷۶	۲۲	سریہ	بریہ	۱۰۶	۱۲	ہونے پر	ہوون پر
۲۹	۱	لبراۃ ومنہ	لبرائتہ منہ	۸۰	۹	حنیر	جنیر	۱۰۶	۱۴	نورن	خوان

Marfat.com

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۶	۲۰	کہلین	کہین
۱۰۷	۲	انفراع	الفراغ
۱۰۷	۲	بحخر	ینحخر
۱۰۷	۴	کرچکین	کرچکین
۱۰۷	۷	کے	کو
۱۰۷	۸	ہی	یہی
۱۰۷	۱۲	ہے	مین ہے
۱۰۷	۱۸	حملۃ	جملۃ
۱۰۷	۱۹	والانصاب	والانصات
۱۰۸	۱۱	حریر	جریر
۱۰۸	۱۲	وروٰاہ	رواہ
۱۰۸	۱۶	ملوک	ملوک
۱۰۸	۱۷	فنلت	فسئلت
۱۰۸	۱۹	فبدا	فہذا
۱۰۸	۲۲	لا	لما
۱۰۹	۴	میت	میت کے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۹	۶	[illegible]	[illegible]
۱۰۹	۱۱	[illegible]	[illegible]
۱۰۹	۱۴	[illegible]	[illegible]
۱۰۹	۱۸	قراءت	قراءت کے
۱۱۰	[illegible]	بعض	خاص
۱۱۰	۱۹	یہمنو محبون	محبون
۱۱۵	۲۳	لیے	لی
۱۱۶	۴	حدیثین	حدیثین
۱۱۶	۱۱	مقالتی فقفقا	مقالتی فقطبا
۱۱۶	۱۲	بدہ	بندے
۱۱۶	۱۵	نو	جو
۱۱۶	۱۸	ومم	نیم
۱۱۶	۱۸	بدون لفقہ	بدون نفقۃ
۱۱۶	۱۹	لفقہ	نفقہ
۱۱۶	۲۱	مہبہ	منہیہ
۱۱۷	۳	اشتغالۃ	اشتعالہ
۱۱۷	۲۱	لعرف	نعرف

اعلان

ہرخاص وعام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ کتاب ہدایت الطریق فی بیان التقلید [illegible] تالیف ہمیشہ کے لیئے مشتہر کے نام محفوظ ہین اور مشتہر نے بموجب قانون [illegible] گورنمنٹ انڈیا بھی کرا دیا ہے۔ لہذا بخدمت جملہ تاجران کتب [illegible] اس کتاب کے جزیا کل کے چھاپنے کے مجاز نہین۔ جب تک کہ میری اجازت حاصل [illegible] جلدین مطلوب ہون وہ مشتہر سے طلب فرمائین۔ بامید نفع [illegible]

المشتہر

محمد دیدار علی مصنف کتاب ہذا [illegible]
متصل مسجد [illegible]

Marfat.com

وان من امة الا خلا فیها نذیر

ترجمہ

کوئی ایسی امت نہیں گزری جس میں کوئی نذیر نہ بھیجا گیا ہو

نبوت

مرتبہ

میرزا سلطان احمد ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

گوجرانوالہ پنجاب

۱۹۱۸ء

کاشی رام پریس لمیٹڈ لاہور میں باہتمام لالہ کاشی رام چھپی

Marfat.com

Marfat.com

۷۸۶

مقدمہ

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ

جو لوگ یا جو انسانی جماعتیں کسی نہ کسی رنگ میں ذات باری کی معترف ہیں۔ وہ باوجود جداگانہ مذاہب اور مشارب کے بھی - یہ یقین یا یہ اعتقاد رکھتی ہیں - کہ سب مخلوق اور سب کائنات کا ایک ہی خدا ہے - سب کا وہی خالق اور وہی رازق اور وہی داتا ہے - اگرچہ کوئی کسی مذہب کا ہی پرستار اور معتقد ہو - اس اتحاد یا اس توحد سے انکار نہیں کر سکتا ✦

یہ تو کہا جاتا ہے - کہ فلاں نبی فلاں آثار خلاف قوم اور فلاں مذہب کا ہے - اور فلاں فلاں کا لیکن - یہ کوئی نہیں کہتا - کہ یہ خدا ہمارا ہے - اور وہ اُن کا - باوجود چند در چند اختلافات کے کبھی یہ اشتراک نہ اُٹھ سکا - اور یہ سانجھا نہ ٹوٹا - قرآن مجید کے شروع ہی میں بالفاظ الحمد للہ رب العالمین

اس اتحاد و اشتراک کا اعلان کر دیا گیا - جن الفاظ میں یہ عالم گیر اعلان کیا گیا ہے - ان کی وسعت اور جامعیت ہی کہہ

رہی ہے۔ کہ اس اعلان کا منشاء کیا تھا۔ دنیا کی دوسری قوموں اور دوسری امتوں پر بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئی تھیں۔ اُن میں بھی نبی اور اوتار آئے ہیں۔ لیکن یہ قرآن مجید ہی کی خصوصیت ہے۔ کہ اس میں ایسا اعلان کیا گیا۔ اس عظیم الشان اور عالمگیر اعلان کے ساتھ ہی یہ بھی اعلان کر دیا گیا۔ کہ

قرآن مجید اور قرآن مجید کے لانے والا بھی بہ مصداق۔

(الف)۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔

(ب)۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً۔

(ج)۔ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔

کافہ انام اور کل مخلوق کی خاطر نازل اور مبعوث ہوا ہے۔ رسول مقبول (صلعم) کو یہ ایک ایسا طرّہ رسالت عام نصیب ہوا ہے جس سے کوئی دوسرا نبی اور اوتار ممتاز نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ ہی رسول عربی پر نبوت کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔ گو کہ اس ذات اقدس کے اتباع سے بہ مصداق

"العلماء امتی کانبیا...... بنی اسرائیل۔

مسلمانوں میں صدہا لوگ مجدّدانہ رنگ میں فیض یاب ہو چکے ہیں۔ اور ہوتے رہیں گے۔ مگر نبوت کا باب رسول کریم پر ہی ختم ہو گیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاءُ

بعثت رسول عربی (صلعم) سے پہلے جس قدر نبی مختلف امتوں اور مختلف قوموں کی طرف مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ انکی بعوت یا اُن کی نبوت کی حدود صرف اُن ہی اقوام اور ان ہی امم تک

Marfat.com

محدود تھے۔ ان کی نبوتیں ہمارے حضرت کی طرح عالمگیر نہیں تھیں
بائیبل اور دیگر کتب مذہبی کے مطالعہ سے یہ روشن اور واضح ہو سکتا
ہے۔ کہ بنی اسرائیل اور دیگر قوموں میں جس قدر نبی مبعوث ہوئے
ہیں۔ ان کی بعثت محض اُن ہی محدود گروہوں کے واسطے تھی۔
جب حضرت موسےٰ علیہ السلام ملک مصر میں تشریف لے گئے۔ تو
بالخصوص ان کی یہ غرض نہیں تھی۔ کہ فرعون اور فرعونیوں کو ہدایت
اور تبلیغ کی جاوے۔ بلکہ اس سفر سے مدعا یہ تھا۔ کہ ان کے دست
تعدّی سے بنی اسرائیل کو رہائی دلائی جاوے۔ ممکن ہے۔ کہ
اس ضمن میں تبلیغ کا ہی خیال ہو۔ مگر اصل مدعا رہائی ہی تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت اور نبوت بھی محدود ہی تھی
وہ صرف یہود کے واسطے ہی پیغام لائے تھے۔ اب جو اُن کی نبوت
اور بعثت ایک بعثت عامہ کے رنگ میں پیش کی جاتی ہے۔ یہ بعد
کی تجویزات اور مشوروں کا اثر ہے۔ انجیل شریف حضرت مسیح
علیہ السلام کی زبانی کوئی ایسی آیت نہیں پیش کر سکتی۔ جو حضرت
مسیح علیہ السلام کی نبوت اور بعثت کو عالمگیر ثابت کرتی ہو حضرت
ممدوح نے پھر عمر بھر ایسا دعوےٰ بھی نہیں کیا۔ اور نہ دوسری قوموں
اور دوسرے ممالک کو دعوت دی۔ وہ بعثت کے ساتھ ہی چند
مقامی مشکلات میں گھر گئے۔ اور اس وجہ سے اُنہیں تبلیغ عامہ
کا موقع ہی نہ مل سکا۔ یہود و نصارا کو چھوڑ کر جب ہم دنیا کے
دیگر مذاہب اور اُن کے کتب پر بھی نظر کرتے ہیں۔ تو ثابت ہوتا
ہے۔ کہ اُن کے اوتار اور ان کی کتابیں بھی مختص اور محدود ہی

Marfat.com

تھیں۔ ہنود اہل بدھ اور پارسیوں کا موجودہ طریق بھی ثابت کر رہا ہے۔ کہ ان کے محترم اسلاف اور اتاروں و رکیبوں کا کبھی یہ منشاء نہیں ہؤا۔ کہ دامن تبلیغ دوسری اقوام تک بھی پھیلایا جاوے ؞

دعوتِ اسلام

نبی اسلام نے مبعوث ہوتے ہی بہ فحوائے

"تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم

ایک تحدی اور ایک زور کے ساتھ ایک عام اعلان کر دیا۔ اور صرف اپنے ارد گرد کے لوگوں کو ہی نہیں۔ **ایران** ۔ **حبش** اور روم میں بھی دعوتی مراسلے بھیجدیئے۔ اور اس زور اور صداقت سے کل مذاہب اور کل اقوام کو دعوت کی۔ کہ ایسی قومیں اور ایسے مذاہب اس تبلیغی جرأت سے حیران رہ گئے۔ وہ قوم جو بعثت رسول سے پہلے ساری دنیا کی نظروں میں ناکارہ اور بُت پرست تھی۔ دنوں ہی میں پیغام وحدت اور پیغام رسالت لے کر اقصائے دنیا میں پھیل نکلی۔ وہ اینٹ جو ردّی کر دی گئی تھی۔ آخر بڑے بڑے محلوں اور عالیشان ایوانات کی زیب و زینت ثابت ہوئی؞

خوش قامتے بہ چشم نرم جا گرفتہ است

سروے عجب برین لب جو پا گرفتہ است

Marfat.com

اسلامی تبلیغ کا یہی شروع ہے۔ اور اسی پر خاتمہ بھی ہوتا ہے۔ آیت (تعالوا الیٰ کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینکم) کا مطلب یہ ہے کہ اس مرکز پر آجاؤ۔ جو شروع ہی سے قدرت مقرر کرچکی ہے ٭ نقطۂ خیال اسلام کے روئے سے بہ فحوائے ہے۔

وَمَا کَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَاخْتَلَفُوْا ٭

ترجمہ) پہلے سب لوگ ایک ہی دین رکھتے تھے۔ بعد میں اُن کے اندر اختلاف پیدا ہوتا گیا) ٭

اسلام کوئی جدید مذہب نہیں ہے۔ وہی پُرانا مذہب ہے۔ جو صدیوں سے پہلے نبیوں۔ پہلے اتاروں اور پہلی اقوام کو دیا گیا تھا۔ بہ فحوائے اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی ٭ یعنی یہی قرآن (اسلام) پہلے صحیفوں میں تھا۔ اور یہی ابراہیمؑ اور موسٰےؑ کے صحائف میں بھی ہے ٭

اسلام صرف اُسی پرانے مذہب کی تجدید کرنا یا تجدید چاہتا ہے۔ امتوں میں رفتہ رفتہ اختلاف ہونے کی وجہ سے پرانی صداقتیں اور پُرانے احکام صراط مستقیم سے دور ہٹتے گئے۔ افراط و تفریط کی وجہ سے لوگ حقیقت سے بیگانہ ہوتے گئے۔ مشیت ایزدی جوش میں آئی۔ اور عرب سے ایک رحمت کی بدلی اُٹھی۔ جو ساری دنیا میں برس گئی ٭

پرانا رشتہ اور پرانی وحدت یاد دلاکر ساری دنیا کو یہ دعوت دی گئی۔ کہ اس مرکز پر آجاؤ۔ جو کہ مرکز وحدت ہے۔ اور جو اسلاف کا مسلک تھا۔ امۃً واحدۃً ان معنوں میں نہیں کہا

Marfat.com

گیا - کہ دنیا کی سب امتوں اور سب قوموں کا ایک ہی نبی تھا - یا ایک ہی کتاب تھی - بلکہ ان معنوں میں کہ دنیا کے مختلف نبیوں کا دین اور مذہب ایک ہی تھا - اور شروع میں سب قومیں ایک ہی رشتہ مذہب میں منسلک تھیں - اور سب کا ایک ہی مشن اور ایک ہی مشرب تھا۔

سب نبی واجب التعظیم ہیں

قرآن کہتا ہے :-

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

جب دنیا کے سب نبی اور سب اوتار ایک ہی مذہب اور ایک ہی مشرب کے پیرو تھے - اور قدرت نے بھی ایک ہی مذہب دیا تھا تو لازمی ہے - کہ سب نبیوں کی تعظیم اور تصدیق کی جاوے - اور ان سب پر ایمان لائیں - دنیا کے سب مذاہب اور دنیا کی سب سماوی کتابوں اور دنیا کے سب نبیوں میں سے صرف مذہب اسلام - قرآن مجید اور رسول عربی (صلعم) ہی کی یہ خصوصیت اور یہ کشادہ دلی ہے - کہ وہ سب قوموں اور سب امتوں کے نبیوں پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہیں - کوئی دوسرا مذہب دوسری کتاب اور دوسرا نبی اس کشادہ دلی سے ایسا حکم نہیں دیتا -

میری رائے میں دوسرے مذاہب ایسا اعلان کر ہی نہیں سکتے تھے - کیونکہ وہ دنیا کا آخری اور مشترکہ مذہب نہیں تھے - ان کا تبلیغی دائرہ محدود تھا - اسلام چونکہ سب کے بعد آیا - اور اس

Marfat.com

کے لانے والا کافہ انام کی طرف مبعوث ہوکر خاتم الکتاب - اور خاتم النبیین قرار پایا - اس واسطے یہ کشادہ دلی الہی کے حصہ کی تھی - اور ایسا اعلان وہی کر سکتا تھا -

این قرعہ فال بنام محمدؐ بزدند -

آج دنیا کے مذاہب میں سے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب اور قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے - جو ایسی تعلیم دیتی ہے - اسلام ہی ایک ایسا کشادہ دل مذہب ہے - جو اس شد ومد سے لانفرق بین احد من رسلہ کا اعلان کر رہا ہے - نبیوں میں سے صرف ایک رسول عربی ہی ہے - جو کل امتوں اور کل قوموں کے نبیوں کی تصدیق اور ان کی تعظیم کا سبق دیتا ہے - دیکھو آیت بالا میں کس زور اور کس تاکید سے کہا گیا ہے - کہ

ایک مسلمان مسلمان ہوکر نفس رسالت میں نبیوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کر سکتا - اور ہر مسلمان پر واجب ہے - کہ ہر قوم کے نبی پر ایسے ہی ایمان لائے - جیسے خود اپنے نبی پر لاتا ہے - جو مسلمان ایسا نہیں کرتا - وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے - کیا اس سے بھی زیادہ کوئی کشادہ دلی اور ایمانداری ہوگی - کیا کوئی دوسرا مذہب بھی ایسی نظیر پیش کر سکتا ہے -

مسلمان دوسری امتوں اور دوسری قوموں کے نبیوں کو بلحاظ نفس نبوت اسی عزت اور اسی احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں جس عزت اور جس احترام سے اپنے باعتبار نفس نبوت نبی (صلعم) کو دیکھتے ہیں - زمانہ کی بے مہری کا بھی کچھ حساب ہے جو مذہب

جو کتاب اور جو نبی دوسری امتوں اور دوسری قوموں کے نبیوں اور اولیا اللہ کو بایں تعظیم دیکھتا اور ان کی تصدیق اور تکریم کی خاطر اپنی امت کے لوگوں کو لا نفرق بین احد من رسلہ کا سبق دیتا ہے۔ اس کی شان عظمیٰ میں بھی بعض جلد باز لوگ کچھ کا کچھ کہنے سے دریغ نہیں کرتے۔

فغاں کاں بے وفا حق دفارا
بہ حرفے کرد باطل باکہ گویم

صداقت پژدہی اور حقیقت پرستی کی جو واجبی حد تھی۔ اور جہاں تک ایمان داری اور کشادہ دلی اجازت دیتی تھی۔ اسلام اور قرآن اور نبی اسلام وہ مرحلہ پورا کر چکا۔ اب دوسری امتوں اور دوسری قوموں کا یہ اپنا کام اور اپنا مذاق ہے۔ کہ وہ ایک ایسے کشادہ قلب رسول کی شان محترم میں اچھا کہیں یا بُرا۔

دوستاں با وصف بے تقصیریم
کردہ زلفْ کافرش زنجیریم

لوگ قرآن مجید غور سے نہیں پڑھتے۔ ورنہ اُنہیں معلوم ہو جاوے کہ وہ کیسی وسعت اور کیسی کشادہ دلی رکھتا ہے۔ چونکہ اسلامی نقطہ خیال سے قرآن مجید ایک آخری صحیفہ سماوی اور اسلام ایک آخری دین اور رسول (صلعم) خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں۔ اس واسطے یہ مخوا ہے

" وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔

لازمی تھا۔ کہ دنیا میں جو جو باتیں معادیات کے متعلق نہ تھیں قرآن

Marfat.com

مجید اور بعثت رسول عربی کے پہلے متنازعہ ہیں اُن کا بوجہ احسن فیصلہ کر دیا جاوے - من جملہ ان کے دو باتیں بالخصوص متنازعہ ہیں :-

(الف) - کیا شروع ہی سے ایک مذہب یعنی مذہب اسلام دیا گیا تھا - اور ہر قوم اور امت کا نبی اُسی ابتدائی مذہب اسلام کا مناد - اور پرچارک تھا ؟

(ب) - کیا ہر قوم اور ہر امت کی طرف نبی یا اوتار بھیجے جاتے رہے ؟

پہلے امر کی بابت شروع کی آیت سے پتہ لگ سکتا ہے - اسلامی مسلمات کے تحت شروع میں ساری دنیا کا ایک ہی مذہب تھا - یا یہ کہ قدرت نے شروع میں ایک ہی مذہب کی تبلیغ کی تھی - ہر قوم کا نبی اور ہر امت کا اوتار ایک ہی قسم کا پیغام لایا تھا - اور ایک ہی قانون پیش کیا گیا تھا - اگر خدائے قدیر ایک ہے - تو اُس کی نبوتیں رسالتیں اور اُس کا قانون مذہب بھی ایک ہی ہونا چاہئیے تھا - اور اگر خدا نعوذ باللہ دو تین ہیں تو مذاہب بھی دو تین ہونے چاہئیے - جس طرح نظام عالم ایک ہی قانون کے تحت تکمیل پذیر ہے - اسی طرح نظام مذہب بھی ایک ہی ہونا چاہئیے - خدا نے مختلف قوموں اور مختلف امتوں کی طرف جس قدر نبی اور اوتار بھیجے - وہ سب کے سب ایک ہی مشن اسلام کے مناد تھے - اُن سب کا رُخ ایک ہی طرف تھا - اور ان سب کی غرض ایک ہی تھی - جو لوگ یہ کہتے ہیں - کہ

Marfat.com

مذاہب شروع ہی سے مختلف اور متضاد یا جداگانہ تھے۔ وہ خدا اور نظام الہامیہ کو نعوذ باللہ ناقص ثابت کرتے ہیں۔ خدا بھی ایک ہے۔ اور اس کا الہام اور قانون مذاہب بھی ایک ہے۔ اس کے نبی اور اوتار بھی ایک ہی مسلک کے سالک اور ایک ہی دعوت کے داعی اور ایک ہی مشن کے مناد تھے۔

یا دش بدل کافر و دیندار یکے است
چون رشتہ کہ در سبحہ و زنار یکے است
گر چشم بصیرت تو باز است شرف
در دیر و حرم جلوۂ دیدار یکے است

حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر علیہ الرحمۃ

اس بات کے فیصلہ کے واسطے کہ شروع میں قدرت نے ایک ہی مذہب اسلام دیا تھا۔ تم سب مذاہب کی کتابوں اور تعلیمات کا مقابلہ کر کے دیکھ سکتے ہو۔ کہ مختلف مذاہب کی کتنی باتیں اصولی رنگ میں ملی جلی ہیں۔ اور کہاں تک ان میں اتحاد ہے۔ جس طرح سب انسانی نسلیں اور سب انسانی زبانیں آپس میں بوجہ ملتی جلتی ہیں۔ اسی طرح مذاہب بھی ملتے جلتے ہیں۔

جسطرح دنیا کی اور باتوں میں رفتہ رفتہ اختلاف ہوتا گیا اسیطرح مذہب میں بھی اختلاف ہوتا گیا

قرآن شریف کی آیت بالا میں اسی طرف اشارہ ہے۔ کہ مذہب تو ایک ہی تھا۔ بعد میں لوگوں نے اختلاف کرتے کرتے مختلف عقیدے گھڑ کر مختلف طریقے اختیار کر لئے۔

جب انسان کی دوسری باتوں میں اختلاف ایک طرف اور

اتحاد اولیہ ایک جانب ثابت ہے۔تو مذاہب کی بعض باتوں میں مقابلتاً اختلاف ہو جانا کوئی انوکھی بات نہیں۔اس قسم کے اختلافات پانچ طرح سے جاگزیں ہوتے ہیں:۔

(الف)۔سوء فہمی سے۔

(ب)۔غلط تاویلات اور فریب دیہ تعبیرات کے تحت

(ج)۔غلط روایات کی وجہ سے۔

(د)۔ضد و نفسانیت کی صورت میں۔

(و)۔غلط عقیدت کی وجہ سے۔

دنیا کے موجودہ مذاہب کا تنقیدی رنگ میں جائزہ لیکر دیکھو گے۔تو

اختلافات کی بڑی بڑی صورتیں ان ہی وجوہ سے ثابت ہونگی اس سے کوئی مذہب خالی نہیں۔چونکہ انسان مقابلتاً بہ فحوائے آیت

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔

ترجمہ۔تمام مخلوقات کے مقابلہ میں انسان زیادہ جھگڑالو ہے) ایک مجادل اور مکابر طبیعت رکھتا ہے۔اور بعض وقت بعض رسمیات اور غلط فہمیوں کی وجہ سے صراط مستقیم چھوڑ دیتا ہے۔اس واسطے مذاہب میں بھی رفتہ رفتہ اختلاف ہوتا گیا۔اگر خدا چاہتا۔تو یہ اختلاف بہ فحوائے

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ۔

Marfat.com

مٹا بھی دیتا یا مٹا بھی سکتا تھا۔ لیکن چونکہ دنیا میں ہر ایک شے کی قدر و منزلت بالاضداد ہوتی ہے۔ جب تک ظلمت نہ ہو۔ نور کی کیا قدر ہو سکتی۔ اور کیا قیمت پڑ سکتی ہے جب تک سچ نہ ہو۔ کذب کی بُرائی کس طرح ظاہر ہو۔ جب تک نیکی نہ ہو۔ بدی کا احساس کس طرح ہو۔ اس واسطے انسان کو عقل و فراست دیکر ایک حد تک آزاد چھوڑ دیا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو انسان عذر مجبوری پیش کر کے طالب بریت ہوتا۔ اور دوسری طرف خدائے تعالےٰ ایک کامل قانون بھی دے چکا تھا۔ بایں حالات حضرت انسان کی یہ اپنی ڈیوٹی تھی۔ کہ ایسے اختلافات سے بچتا۔ اخیر پر ایک خاتم النبیین یا اخیر نبوت کے ذریعہ سے بھی یہ بات دنیا پر واضح کر دی گئی۔ کہ جن اختلافات کی وجہ سے ابتدائی مذہب یعنی اسلام میں تفرقہ پڑ گیا ہے۔ وہ سب نمائشی اور مابعدی ہی شروع ہیں۔ ایک ہی مذہب تھا۔ اور وہ اسلام تھا۔ بعد میں اُس کے مختلف نام ہوتے گئے۔ تمام دنیا کے نبی اور اوتار ایک ہی پیغام لیکر آئے تھے۔ اور اُن سب کا مشن ایک ہی تھا۔

اُمت واحدہ سے مُراد

قرآن مجید میں جہاں جہاں امت واحدہ کا ذکر آیا ہے۔ اُس سے یہ مراد نہیں۔ کہ ایسی امتیں سوائے اصول مذہب

Marfat.com

کے اور امور میں بھی متحد تھیں۔ یا اور مراحل میں ایک ہی مسلک رکھتی تھیں۔ باوجود ایک ہی مذہب رکھنے کے بھی دوسری باتوں میں اتنیں اختلاف بھی رکھتی تھیں +

عبادات کے طریقوں میں جزءاً اختلاف تھا۔ اگرچہ غرض اور غایت ایک ہی تھی۔ مگر طریق عمل میں گونہ فرق تھا۔ یہ فرق اُس وقت تک نہیں اُٹھ سکتا تھا۔ جب تک کہ ایک عام نبوت کا دور نہ آجاتا۔ اور جس طرح خدا ایک ہے۔ اُسی طرح سلسلہ نبوت کو بھی ایک نہ کر دیا جاتا۔ اور ایک ہی نبی ایک ہی مشرب کا مشن لے کر کافہ انام کی طرف مبعوث نہ ہوتا۔ چونکہ پہلے ادوار نبوت میں دور نبوت اور دائرہ تبلیغ محدود ہوتا تھا۔ اس واسطے طرز عبادت میں بھی کسی قدر فرق کا ہونا منافی حقیقت نہیں ہوسکتا۔ ایسا جزئی فرق اُس وقت دور ہوسکتا تھا۔ جبکہ ایک آخری اور عالم گیر نبوت کا دور آجاوے سورت حج میں مولاے کریم فرماتے ہیں +

لکل امۃ جعلنا منسکًا ھم ناسکوہ فلا ینازعنک فی الامر وادع الیٰ ربک انک لعلیٰ ھدًی مستقیم ۝ ان جادلوک فقل اللہ اعلم بما تعملون ۝

ترجمہ۔ ہم نے ہر ایک امت کے لئے عبادت کے طریقے مقرر کر دئے ہیں۔ جن پر وہ چلتی ہیں۔ تمہارے زمانہ کے لوگوں کو چاہئے۔ کہ اُس طریق پر چلیں۔ جو اسلام تعلیم دیتا ہے۔ اور تم اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلاتے چلے جاؤ

Marfat.com

کچھ شبہ نہیں - کہ تم سیدھے راستہ پر ہو - اور اگر لوگ تم سے جھگڑا کریں - تو تم اُن سے کہدو - کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے بخوبی واقف ہے ❖

اس آیت سے یہ اولجھن دور ہو جاتی ہے - کہ بعثت رسول صلعم کے بعد کل مناسک عبادات جو اس سے اول مختلف امتوں میں معمول اور رائج تھے - بہ صورت نماز تبدیل کر دئے گئے ہیں جو جامع اطوار عبادات مختلفہ ہے - جس میں سب مذاہب دنیا کے طریقے شامل ہیں - چونکہ اسلام ہی ایک ابتدائی مذہب اور مذاہب مختلفہ کا ایک اصلی جوہر ہے - اس واسطے اُس کا طریق عبادت بھی کل مذاہب دنیا کی عبادات کا جامع ہے - ایک طرف کل مذاہب دنیا کے طرق عبادت اور دوسری طرف اسلامی نماز رکھ کر دیکھ لو - نماز میں قریباً وہ سب طریقے پائے جاوینگے جو دیگر مذاہب میں معمول ہیں ❖

ہر مذہب میں عابدین کے بلانے کے واسطے مختلف طریقے مقرر ہیں - اسلام میں (اذان) بہ صدائے اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر ایک ایسا اعلےٰ اور جامع طریقہ ہے - کہ جس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا طریقہ موزوں نہیں خیال کیا جا سکتا - یہ صدا نہ تو کسی دوسرے مذہب کے خلاف ہے - اور نہ اس میں کوئی ایسا جزو ہے - جو کوئی مفہوم نہ رکھتا ہو - وہ کون سا مذہب ہے - جو خدا کو سب طاقتوں سے ممتاز اعلےٰ اور اکبر نہیں سمجھتا - وہ کون سا مشرب ہے - جو اس تکبیر اور تقدیس کی منافی ہے

Marfat.com

چونکہ قران مجید سب دیگر مذاہب کو ابتدائی دین اسلام کی دعوت دیتا ہے۔ اس واسطے اُس کا طریق دعوت عبادت بھی جامع تجویز ہُوا ؞

ارکان نماز اگر مختلف مذاہب کے طرق عبادت پر فرداً فرداً تقسیم کردئے جاویں۔ تو وہ نہ تو کسی مذہب کے طرق عبادت کے مخالف ثابت ہونگے۔ اور نہ اُن میں کوئی زائد اور بے مصرف حصّہ پایا جاوے گا۔ نماز کے ارکان کا ہر حصّہ کسی نہ کسی مذہب کی عابدانہ ردیف میں آجاتا ہے۔ نماز اجمالی اور تفصیلی دونوں رنگوں میں حامل طرق مختلفہ ہے۔ نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے۔ وہ بھی عابدانہ رنگ میں کسی مذہب کے منافی نہیں ہے۔ بڑا حصّہ نماز کا توحید ہے۔ یہ وہ حصّہ ہے۔ جو راس المذہب ہے۔ اور جس کے سوائے کوئی مذہب سرسبز نہیں ہوسکتا۔ نماز کے سوائے اور جس قدر طریق مخصوصہ عبادات کے ہیں۔ اسلام اور قران مجید اُن کی بھی سوائے اس کے کہ ان میں شرک کا جزو نہ ہو۔ تکذیب نہیں کرتا۔ البتہ اُن عبادات کی ترمیم کرتا ہے۔ جن سے انسانی قوتیں اور انسانی جذبات صحیح طور پر کام دینے سے رُک جاتے ہیں۔ بہ مصداق لارہبانیۃ فی الاسلام ؞

امت وسطی

چونکہ مذہب اسلام ایک مجددانہ رنگ میں دیگر مذاہب کے

اخیر پر حقائق سابقہ کی تائید اور تصدیق کرتے ہوئے بہ نحوائے
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى
النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (وجود پذیر ہوا۔
ترجمہ۔ اسی طرح ہم نے تم کو امت وسطی بنا دیا ہے۔ تاکہ
اور لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو۔ اور تمہارے مقابلہ میں محمد
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گواہ بنیں)۔

اسلام کا نام مذہب وسطی اس واسطے رکھا گیا ہے۔ کہ وہ اخیر پر آکر اصلی احکام کی اشاعت کرے گا۔ جو ہر رنگ میں معتدل ہونگے۔ اور یہ کہ بہ مقابلہ دیگر مذاہب کے اسلام ایک حد اوسط واقعہ ہوا ہے۔ اور اس میں وہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں۔ جو کسی وقت دوسرے مذاہب کی حقیقت اور اصلیت تھیں۔

سب قسم کے حواشی اور زوائد اڑا کر اسلام میں محض وہ حقیقت رکھی گئی ہے۔ جو ایک ابتدائی اور ایک متفقہ مذہب میں مودعہ تھی ۔ اور جس کی تجدید کے واسطے اسلام آیا ہے۔

اسی آیت میں تعبیر امت وسطی کی وجہ بھی بتا دی گئی ہے پڑھو فقرہ لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔ تاکہ اسلام اور مسلمان کل مذاہب کے۔ صحیح طریقوں اور صحیح اعتقادات پر عمل کرنے سے دوسروں کے مقابلہ میں ایک عملی شہادت ہوں آیت کریمہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۵

اس دعوے کا ثبوت ہے کہ کل دنیا کے نبیوں پر باوجود

Marfat.com

دوسری امتوں کی مناقشت کے بھی ایمان لانا امت وسطی کی ایک واضح اور خوش کن تفسیر ہے۔ کیا روے زمین پر کوئی اور بھی ایسا مذہب اور ایسی امت ہے۔ جو اس فراخ دلی سے مشاہیر دیگر اقوام کا خیر مقدم کرتی ہو۔ قرآن مجید کا یہ حکم اور اسلام کا یہ رویہ قرآن مجید اور اسلام کی صداقت پر ایک مستند مہر ہے۔
چونکہ یہ امت امت وسطی تھی۔ اس واسطے ایک دوسری آیت میں یہ بھی واضح کر دیا گیا۔

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۝

ترجمہ۔ اور تم میں سے ایک گروہ کا یہ بھی فرض ہوگا۔ امور خیر اور امور حق کی جانب غیر قوموں اور دوسری نسلوں کو بلاتا رہے۔ اور بہ تحت حکم (اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ) اُن کے کانوں تک وہ بات پہنچا دیوے جو قرآن مجید اور اسلام کی غایت مقدم اور غرض اولین ہے۔

Marfat.com

۷۸۶

اسلام

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الاِسْلَامُ ہ

چونکہ مذہب اسلام سب مذاہب اور ادیان سابقہ کا ایک خلاصہ یا ایک اوسط صحیحہ تھی - یا یہ کہ یہی مذہب سب کا مذہب تھا - اس واسطے اس مذہب کا نام بجائے اس کے کہ کسی کی شخصیت پر رکھا جاتا - بہ پہلوئے مقتضیات فطرت اسلام ہی رکھا گیا - اور اس کے پیروان کو بہ فحوائے

ھو سمّاکم المسلمین

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مسلمین

مسلمان کہا گیا - بعض مذاہب باوجود سماوی مذاہب ہونے کے بھی بعض شخصیتوں سے منسوب ہیں - اسلام کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے - کہ وہ ایک ذاتی نام رکھتا ہے - آیات

ان الدین عند اللہ الاسلام اور

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و

رضیت لکم الاسلام دیناط
میں صاف طور پر کہا گیا ہے۔ کہ جو دین پیش کیا جاتا ہے اس کا نام اسلام ہے۔ اور اللہ کے ہاں وہی مقبول ہے۔ اور اسلام ہی ایک کامل اور آخری دین ہے۔ اور وہی دنیا کے واسطے پسند کیا گیا ہے۔

اسلام ایک فطری مذہب ہے۔ اور لغت میں اسلام کے معنی فطرت کے بھی ہیں۔ چونکہ فطرت صحیحہ ہر ایک گروہ کے نزدیک مستند اور واجب التعظیم ہے۔ اور وہی اسلام ہے۔ اس واسطے یہ دین اسلام سے موسوم ہؤا۔

چونکہ یہ مذہب فطرتی رنگ میں کسی شخصیت کا حامل اور مقتدی نہیں۔ اس واسطے یہی مذہب تمام مذاہب دنیا کی قائمقامی اور تجدید کا کفیل ہو سکتا ہے۔ چونکہ اسلام کسی شخصیت کا پرستار نہیں۔ اس واسطے اس میں جو فراخ دلی بہ مقابلہ دیگر مذاہب کے نبیوں اور اوتاروں کے بارہ میں پائی جاتی ہے۔ وہ کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

یہ کشادہ دلی اسی پر ختم نہیں ہوگئی۔ یہ بھی کہدیا گیا۔

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ ط

دوسرے مذاہب کے دوسرے لوگوں اور دوسرے بزرگوں کو بھی (اگرچہ ان کی کچھ ہی پوزیشن ہو) جنہیں وہ خدا کی طرح یا خدا کا ثانی اور روپ سمجھتے ہیں۔ برا نہ کہو۔

یہ تعلیم بھی مسلمانوں ہی سے مخصوص ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو دیگر مذاہب کے ہر ایک قسم کے بزرگوں کی تعظیم کرنا سکھاتا ہے۔ اگرچہ ان کی عرفی حالت اور عرفی پوزیشن عقاید اسلام کے کیسے ہی منافی ہو۔

رسول کریم کی ایک حدیث ہے:۔

جو مجھ سے پہلے آئے ہیں۔ (بشرطیکہ وہ منکر خدا نہ ہوں) ان کی شان میں کچھ نہ کہو۔

چونکہ مذہب اسلام مجددانہ رنگ میں سب کے بعد میں آیا۔ اس واسطے یہ اس کا فرض اولین تھا۔ کہ سب کو درجہ بدرجہ رکھے۔ اور دیگر مذاہب کے مشاہیر اور بزرگوں کی تعظیم سے روگرداں نہ ہو۔ ان لوگوں کو بھی برا نہ کہے۔ جو بعض مذاہب کی اپنی روایات کے مطابق ہی جادہ حقیقت سے منحرف ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ ایسے لوگوں کے ذمہ بعض ضعیف روایات کے تحت ایسی باتیں لگا دی گئی ہوں ظنوالمومنین خیراً۔

کُل امتوں کے
(نبی)

قرآن مجید میں دنیا کی کل امتوں کے نبیوں اور ہادیوں

کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ صرف چند نبیوں ہی کا ذکر ہوا ہے۔
بہ فحوائے ذیل

ورسلاً قد قصصناھم من قبل ورسلالم نقصصھم علیک ہ

ترجمہ۔ کتنے پیغمبروں کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ اور کتنے پیغمبروں کا ذکر نہیں بھی کیا گیا۔

یہ بات ایک ذکر کرنے والے کی اپنی مرضی پر موقوف ہے۔ کہ بعض کا ذکر کرے۔ اور بعض کا نہ کرے قرآن مجید نبیوں اور اتاروں کی فہرست نہیں۔ کہ اس میں سب نبیوں کا ذکر کیا جاتا۔ صرف ان ہی نبیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کے ذکر کی ضرورت ذکر کرنے والے نے سمجھی۔ بائبل اور دیگر سماوی کتابوں میں بھی سارے نبیوں کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور یہ کوئی نقص کی بات نہیں۔ جو روش پہلی سماوی کتابوں کی تھی۔ قرآن مجید نے بھی وہی اختیار کی ہے۔

ذکر انبیا ایک دوسرے رنگ میں

اگرچہ قرآن مجید میں کل نبیوں کا ذکر نام بنام نہیں کیا گیا۔ اور یہ عدم ذکر مستلزم عدم انبیا علیہم السلام کا نہیں لیکن اجمالی رنگ میں یہ جتایا گیا ہے۔ کہ ان نبیوں کے سوائے

مختلف قوموں یا مختلف امتوں میں اور نبی بھی آئے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں۔ کہ دوسری امتیں اس کی مدعی بھی نہیں ہیں۔ اور قرآنی نقطہ تبلیغ کے روے سے ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ دوسری امتوں میں بھی وقتاً فوقتاً نبی مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ اور اُن میں بھی نذیر اور بشیر آتے رہے ہیں۔ صرف کسی ایک امت کو ہی یہ شرف نہیں دیا گیا۔ اور امتیں بھی یہ شرف رکھتی ہیں۔ ہند میں بھی نبی آئے۔ چین میں بھی۔ شام میں بھی۔ ایران میں بھی۔ رہی یہ بات کہ فی الواقعہ کون کون سے نبی مختلف امتوں میں مبعوث ہو چکے ہیں۔ اور کس کس امت کو یہ شرف حاصل ہؤا ہے۔ اور اُس کا معیار کیا ہے۔ اور کس طرح یہ طے ہو۔ فلاں فلاں بزرگان امت مہر نبوت رکھتے تھے۔ اور ان کی فلان فلاں امت تھی۔ اس کا فیصلہ خود قرآن مجید ہی نے کر دیا ہے۔ جو نبی یا جس کی نبوت و فطرت اور نصاب اسلامی و ضابطہ قرآنی سے ملتی ہے۔ اور ملت حنفیہ کا عکس ہے۔ وہ داعی نبی ہے۔ اور اس کی نبوت ٹکسالی ہے۔ اور جس نبی کی تعلیم حواشی اور زوائد دور کر دینے کے بعد بھی اس دائرہ سے باہر رہتی ہے۔ وہ نبی اور اس کی کتاب بحث سے خارج ہے۔

اس تنقید اور اس بحث میں بے شک یہ مشکل پڑیگی کہ گزشتہ نبیوں کے حالات اور تعلیمات میں بہت کچھ

Marfat.com

گرد بڑھ چکی ہے - وہ اصول دین حقہ یعنی دین اسلام جو ایسے نبیوں کا مطمح نظر تھا۔ رفتہ رفتہ بعض نمایشی رسوم اور غلط تاویلات یا فریب دہ اختراعات کے تحت گم ہوتا گیا لیکن باوجود ان مشکلات کے بھی اصلی تعلیم کبھی چھپی نہیں رہ سکتی - چشم بصیرت تاڑ ہی جاتی ہے۔

وہ جواہر صداقت جو حقیقی نبوت کی کان سے نکلتے ہیں باوجود انواع و اقسام کے گرد و غبار کے بھی چھپے نہیں رہتے اور ایک غور کرنے اور جانچنے والا کچھ نہ کچھ نکال ہی لیتا ہے - جب ہم قرآن مجید کی یہ تعلیم مقدم رکھ کر کہ

"ہر امت میں اپنے وقت پر کوئی نہ کوئی رسول اور نبی بھیجا گیا ہے"

تحقیق کرتے ہیں - تو کچھ نہ کچھ پتہ لگ ہی جاتا ہے دیکھو ایک ہوشیار نیاریا زرگر کی دکان کے کوڑہ کرکٹ سے سونے اور چاندی کے ریزے نکال ہی لیتا ہے - تلاش سے سیروں خاک میں سے بھی نکل آتے ہیں - نیاریے کو یقین ہوتا ہے۔ کہ اس تودۂ خاک میں سے ضرور کچھ نہ کچھ ملے گا - قرآن مجید نے نقادان رسالت کے واسطے ایک گر مقرر کر دیا ہے - یہ گر مقدم رکھ کر پتہ لگانے والوں نے آخر بہت کچھ پتہ لگا ہی لیا - کہ فلاں فلاں امت میں فلاں فلاں نبی گزرے ہیں - اور ان کی فلاں فلاں کتابیں ہیں - اور فلاں فلاں صحائف ہیں۔

Marfat.com

جب یہ گرُ مان لیا جاوے - کہ کوئی امت بھی شرف رسالت اور فیض نبوت سے خالی نہیں رہی - تو تحقیقات سے کچھ نہ کچھ پتہ لگ ہی جاتا ہے ۔

فلسفیانہ استدلال

اگر یہ سوال کیا جاوے - کہ اس بعثت عامہ کی ضرورت کیا تھی - تو یہ جواب ہے - کہ

رب رب العالمین ہے - صرف کسی ایک قوم کا ہی رب نہیں - بہ مصداق الحمد للہ رب العالمین - جیسے اس کا افعالی قانون اور افعالی نظام کل مخلوق کے واسطے ہے - ایسے ہی الہامی قانون اور نظام روحانیت بھی ساری قوموں اور سب نسلوں کے واسطے ہونا چاہئے - جس طرح خدا نے قدیر نے ہر شخص اور ہر قوم کو ظاہری قوتیں اور باطنی قوتیں دے رکھی ہیں - اسی طرح باب روحانیت بھی ہر قوم کے واسطے کھلنا چاہئے تھا ۔

ربوبیت کا ثبوت اسی صورت میں مل سکتا ہے - جب ہر ایک قسم کے فیضان معاونی اور معاشری سے ہر ایک قوم علےٰ قدر مراتب پر مستفید ہو یہ وجہ ہے - کہ امتوں میں وقتاً فوقتاً نبی اور اوتار پیدا ہوتے رہے - بنی اسرائیل کی کوئی خصوصیت نہ تھی - کہ اُن کو تو متواتر نبی دئے جاویں - اور

اہل ہند کو کوئی بنی نہ دیا جاوے۔ یہود تو صاحب نبوت ہوں۔ اور عرب فیضان نبوت سے خالی رہے ✤

پہلی کتابوں میں مشرحاً اس فیضان عام کا ذکر نہیں کیا گیا۔ قرآن مجید میں بوجہ اس کے کہ وہ ایک آخری کتاب ہے۔ اور اس کا لانے والا بھی خاتم النبیین تھا۔ مفصلاً ذکر کر دیا گیا ہے۔ اور ختم نبوت کے ساتھ ہی اس کا بھی فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک امت پر یہ حجت پوری کر دی گئی ہے۔ اور جو جماعت ایک امت کا درجہ رکھتی تھی۔ وہ اس فیضان سے محروم نہیں رہی ✤

خاتم النبیین اُسی صورت میں آسکتے تھے۔ کہ ہر ایک امت کی نبوتوں کا دَور پورا ہو جاوے۔ جب دنیا کی کل امتیں اپنا اپنا دور ختم کر چکیں۔ اور سب کو حصہ رسدی مل چکا۔ تو پھر دَور نبوت کے ختم کرنے والا نبی بھیجا گیا ✤

آخر آمد بود فخر الاوّلین

لفظ خاتم ہی یہ ظاہر کر رہا ہے۔ کہ جب کل امتیں اپنا اپنا حصہ لے چکیں۔ تو وہ شخص مبعوث ہؤا۔ جو ادوار نبوت کو ختم کرنے والا تھا۔ اور جس کی ذات یہ باب بند کر کے ایک دوسرے رنگ میں برکات نبوت کی یہ مصداق اَلْعُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔

Marfat.com

تقسیم کرنے والی تھی۔
جو مذاہب اور جو انبیں فیضان نبوت صرف اپنے ہی تک محدود رکھتی ہیں۔یا تو رب العالمین سے انکار کرتی ہیں اور یا دامن خدائی تنگ و تاریک کر کے اپنی ذات تک ہی محدود رکھتی ہیں۔کسی ایک قوم کا یہ حق نہ تھا۔کہ صرف وہی اس فیضان کی مستحق قرار پائی۔اور دوسری قومیں اخیر تک محروم رہتیں۔تواریخ غور سے پڑھو گے۔تو تمہیں مان لینا پڑیگا۔کہ دنیا کی بہت سی قومیں سیاست و حکومت کی بھی ایک عزت کے ساتھ حصہ دار رہی ہیں۔بہ فحوائے

تلک الایام نداولها بین الناس۔

یہ تداول ایام محض مادی حکومتوں ہی سے وابستہ نہیں روحانی امور سے بھی متعلق ہے۔اس صورت میں کیوں کوئی قوم اس روحانی تداول سے چھوڑی جا سکتی تھی۔ہر امت کا یہ حق تھا۔کہ وہ خدائی فیضان سے علی قدر مراتب اور علے قدر استعداد مستفیض ہو۔اور الہامی رنگ میں واقفیت پیدا کرے۔الہام ضمیر اور صحیح فطرت سے وابستہ ہے۔اور قدرت نے ہر قوم اور ہر قوم کے افراد کو ضمیر اور فطرت بخش رکھی ہے۔اور ہر قوم میں سے بعض لوگ قدرتاً ایک صحیح ملکہ بھی رکھتے ہیں اور نسبتاً ممتاز ہوتے ہیں۔ایسی بعض ممتاز روحیں معاد کی خدمات کے لئے بھی چنی گئی ہیں۔اور ان پر باب الہام اور باب نبوت کھل چکا ہے۔اور یہ سلسلہ دنیا میں مسلسل

Marfat.com

وقت تک جاری رہا جب تک اس سلسلہ کا ختم کرنے والا اور اُس پر مہر لگانے والا خط عرب میں مبعوث نہ ہوا۔ وہ محمدؐ صلعم تھے۔ وہی نبوت کی تمام کڑیوں کو ملا دینے والے ہیں۔ اور اُنہیں کی کڑی پر یہ زنجیر نبوت ختم بھی ہو جاتی ہے۔

ختم نبوت پر ایک اور سلسلہ

یار عزیز موجب عمر دو بارہ است
یوسف خریدن تو زلیخا مبارک است

ایک طرف نبوت کی زنجیر مکمل ہو چکی۔ اور سب کڑیاں اپنے اپنے نمبر پر جڑ دی گئیں۔ کیونکہ کل امتوں کا دور فیضان نبوت کے متعلق باری باری ختم ہو چکا تھا۔ دوسری طرف خاتم النبیین بھی آچکا تھا۔ خاتم النبوت کے آنے کا یہ اثر تو نہیں ہونا چاہئے۔ کہ برکات نبوت کا باب ہی بند ہو جاوے۔ نبوت کا خاتمہ اور معنے رکھتا ہے۔ اُس کے ساتھ برکات نبوت کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خاتم النبین کی ذات اقدس کے فیوض ختم نبوت سے ختم نہیں ہو سکتے جب تک قدرت کا باب رحمت بند نہ ہو۔ تب تک ان کا خاتمہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور انسانی ہستیاں کیونکر فیضان سرمدی سے محروم رہ سکتی ہیں۔

ــــــ

Marfat.com

ناصح چہ دہی پند کہ از دیدن خوبان
من صبر ندارم دگرے داشتہ باشد

چونکہ یہ پیاس بجھنے والی اور یہ خواہش مٹنے والی نہیں تھی اس واسطے قدرت نے خاتم النبیین کے منہ سے کہلوا ہی دیا۔

العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

معلوم نہیں۔کہ رسول پاک کے دہن مبارک اور زبان فیض ترجمان سے یہ دو تین جملے کس مبارک وقت میں نکلے یہ یُمن و برکت حضرت رسول کریم دنیا میں اس قسم کے بھی لوگ پیدا ہوئے۔کہ جن کی زندگیاں اپنی برکات اور فیوض و سیرت حسنہ کے اعتبار سے باوجود نبی نہ ہونے کے بھی بنی اسرائیل کے نبیوں سے کم نہیں ہیں۔گو وہ نبی نہ تھے۔مگر برکات نبوت سے خالی بھی نہیں تھے۔اگر عہد بنی اسرائیل میں ہوتے۔تو وہ نبیوں میں ہی شمار ہوتے۔چونکہ مشیت ایزدی کے تحت باب نبوت ختم ہو چکا تھا۔اس واسطے ایسے لوگ مجدد۔ ابدال۔قطب اور ولی کے نام سے موسوم ہوئے۔

آیت اکملت لکم دینکم الخ میں جن تکمیلات کا ذکر کیا گیا ہے۔ان میں ایک یہ تکمیل بھی تھی۔کہ ختم نبوت کی وجہ سے برکات نبوت کی تقسیم ایک دوسرے رنگ میں کیجاویگی اور فیض روحانی کو وسیع پیمانہ پر کر دیا جاویگا۔تاکہ اسلام اُن برکات کی وجہ سے ایک زندہ مذہب کا درجہ رکھے۔ہن سے زیادہ اور کیا زندگی ہوگی۔کہ اتباع احمدی سے مسلمان

Marfat.com

وہ درجہ اور وہ احترام پا سکتے ہیں۔ جس کی نظیر بنی اسرائیل کے نبیوں میں ملتی ہے۔ بہ طفیل حضرت رسول مقبول اسلام میں آج بھی نبیوں کی شان کے ہوئے۔ ایک زندہ روح کام کر رہی ہے۔ بزرگان ملت اور مشاہیر اسلام کے حالات پڑھ کر تم خود ہی فیصلہ کر سکتے ہو۔ کہ اتباع محمدؐ صلعم سے روحوں میں کیسی طاقت اور کیسی ندرت آجاتی ہے۔ اور روحیں کس جوّ صدق وصفا میں پرواز کرتی ہیں۔ اور کن بروج مشیہدہ تک ان کی پرواز اور رسائی ہوتی ہے۔

ایک شبہ کا جواب

اگر یہ کہا جاوے۔ کہ

اب باب نبوت کیوں بند ہو گیا۔ اور اب کیوں مختلف امتوں میں نبی اور اوتار مبعوث نہیں ہوتے۔

تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ

قدرت کے دفاتر میں ہر چیز اور بڑھتی کا ایک دور مقرر ہے۔ جب کل امتوں کا دور نبوت ختم ہو گیا۔ اور دوسری طرف بہ فحوائے پیشین گوئی حضرت یسعیا علیہم السلام

النبوت فی العرب وبنی قیدار

کا دور بھی ختم ہو کر رسول عربی پر باب نبوت بند کر دیا گیا تو پھر تشریعی یا غیر تشریعی نبی کی حیثیت میں کسی اور نبی کا آنا ضروری نہ

تھا- ہر چیز کا بہ مصداق لکل امۃ اجل ایک زمانہ اور ایک دور ہوتا ہے۔ نبوتوں کا بھی ایک دور تھا- جو عرب کی سر زمین میں آکر ختم ہوگیا- بائبل شروع ہی سے ایک آخری نبی کی بابت پیشن گوئی کرتی آئی ہے- اور اُسی پر اُس نے دور نبوت کا خاتمہ بھی کیا ہے- اس آخری دور کے بعد کسی........ دوسرے دور نبوت کی بابت پیشین گوئی نہیں کی گئی- ایک طرف یہ دور نبوت مشیت ایزدی کے تحت بند اور ختم ہؤا- اور دوسری طرف وہ ملکہ اور وہ شان جو نبوت سے مربوط تھی- اُسے ایک دوسرے رنگ میں تبدیل کرکے وما ارسلناک الا رحمتہ للعالمین کی پیشگوئی پوری کردی گئی +

جو مدعائے روحانی پہلے نبوتوں کے رنگ میں حاصل ہوتا تھا- وہ اب اتباع خاتمہ النبیین سے حاصل ہو رہا ہے- اور اب جو ضرورت پڑتی ہے- وہ اس رنگ میں پوری ہو جاتی ہے- بایں حالات بعثت نبی کی ضرورت نہیں رہی- کیونکہ مجددانہ رنگ میں ایسی ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں- اور بہ مصداق حدیث العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ایسے مجدد بھی وہی برکات یا ایسی برکتوں کا حصہ کثیر رکھتے ہیں- جو بعض نبی رکھتے تھے- اگرچہ انہیں نبی تو نہیں کہا جا سکتا- کیونکہ رسول کریم کی نبوت نے آیندہ کے واسطے نبیوں کا خاتمہ کر دیا ہے- لیکن ان

Marfat.com

کی ذات برکات نبویہ سے مستفیض اور متبرک ہوتی ہے۔ اور یہ بات صرف اقتدائے رسول کریم ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔

مفہوم اُمّت

قرآن مجید میں جہاں جہاں یا جن جن آیات میں یہ کہا گیا ہے کہ ہر امت میں نبی بھیجا گیا ہے۔ اور ہر امت کے مقابلہ میں حجت تبلیغ پوری کر دی گئی ہے۔ اُن آیات میں امت سے مراد وہ بڑے بڑے گروہ ہیں۔ جو نسلوں فرقوں اور دیگر اعتبارات کے لحاظ سے ایک امت شمار ہوسکتے ہیں نہ کہ وہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں اور قوموں کے چھوٹے چھوٹے حصے جو ایک ہی امت کی شاخیں اور ذریات ہیں۔ مثلاً جب امت ہنود کی بحث ہوگی۔ تو اُس میں وہ تمام نسلیں اور تمام گروہ شامل ہونگے۔ جو نسلی اور ملکی اعتبارات سے جماعت ہنود میں شامل ہیں۔ اگرچہ ایسے لوگ کیسے ہی دور و دراز ممالک میں چلے گئے ہوں اور بوجہ بُعد زمانہ اور اختلاف آب و ہوا و رسوم و ضرورریات کے کیسا ہی اُن میں فرق ہوگیا ہو۔ وہ ہندوستان میں ہوں۔ یا کسی اور ملک میں یورپ میں ہوں۔ یا تاتار میں۔ وہ ایک ہی سلسلہ امت میں محسوب ہونگے۔

جب بنی اسرائیل کی قوم زیر بحث ہوگی۔ تو اس میں وہ

کل قومیں اور کل شاخیں آجاویںگی - جو نسل بنی اسرائیل سے قریبی یا بعیدی تعلق رکھتی ہیں - اگرچہ وہ شام میں ہوں - یا کشمیر اور افغانستان میں یا ایران اور عرب میں یا مشرق اور مغرب میں جب عربوں کا ذکر ہوگا - تو بلحاظ ایک امت کے کل اہل عرب اُس سے مراد ہونگے ۔

اس سلسلہ میں لسانی اعتبارات اور لسانی اشتراکات کی بنا پر بھی بحث کی جاسکتی ہے - وہ قومیں جن کی زبانوں میں اشتراک ہے - وہ ایک ہی امت شمار ہونگی - جب قرآنی رنگ میں یہ کہا جاتا ہے - کہ ہر امت کی طرف نبی بھیجا گیا ہے - تو ہمیشہ اُس کا مطلب یہ ہوتا ہے - کہ ان امتوں کی طرف جو اصولی رنگ میں امتیں کہی جاسکتی ہیں - نہ کہ ان کی اندرونی شاخوں کی طرف امت سے وہ امت مراد ہے - جو اپنے اجزاے مشترکہ کو بھی محیط ہو - یا وہ امت جو نسلی اور مرکزی اعتبارات سے ایک ہی سلسلہ رکھتی ہو - نہ وہ شاخیں جو اس سے وقتاً فوقتاً جدا ہوتی گئیں - اور جو اسی وقت دیگر ناموں سے موسوم ہیں - امت سے مراد وہ چھوٹی چھوٹی امتیں اور چھوٹے چھوٹے گروہ بھی ہیں - جو باعتبار مورث اور زبان کے ایک جدگانہ گروہ ہیں - اور جن پر ایک صحت اور ایک جامعیت کے ساتھ لفظ امت کا اطلاق ہوسکتا ہے ۔

Marfat.com

ایک دوسرا سوال

قرآن مجید میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ قریوں میں بھی نبی بھیجے گئے ہیں۔ مثلاً

(۱) وما ارسلنا فی قریۃٍ من نبی الا اخذنا اھلھا بالباساء والضراء لعلکم یضرعون ط

(۲)۔ وما ارسلنا فی قریۃٍ من نذیرا ط

میری رائے میں قریہ سے مراد قریہ ہی نہیں۔ بلکہ وہ لوگ جو اس میں بود و باش رکھتے ہیں۔ اور وہ کسی نہ کسی امت یا گروہ کا حصہ ہونگے۔ یا یہ کہ ان کی کوئی نہ کوئی قوم ہوگی۔ اور جب کوئی نبی بھیجا جاتا ہے۔ تو وہ سارے ملک میں ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی نہ کوئی شہر اور قریہ اس کا دار القرار اور دار الولادت اور دار النبوت ہوتا ہے۔ اور وہیں سے اس کی بعثت اطراف امت میں اشاعت پاتی ہے۔ چونکہ ایسا قریہ دار الولادت نبی بھی ان ہی حدود نبوت میں داخل ہوتا ہے۔ اس واسطے لفظ قریہ کا استعمال کیا گیا ہے۔ ایک دوسری آیت میں یہ شبہ ایک دوسری طرح بھی رفع کر دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیر۔

ترجمہ۔ اگر خدا چاہتا۔ تو قریہ قریہ میں بھی نبی بھیج دیتا)+

اس آیت سے صاف ہوگیا۔ کہ قریہ سے مراد وہی قریہ ہے

Marfat.com

جو اندر حدود بعثت ایک نبی کے ہوتا ہے۔ اور ہر نبی کی بعثت اور نبوت ایک قریہ یا ایک شہر اور قصبہ ہی کے حدود سے دور دراز حصوں میں پھیلتی ہے۔

شروع ہی میں کیوں ایک نبی نہ بھیجا گیا

یہ بھی سوال ہو سکتا ہے۔ کہ

کیوں شروع ہی میں ایک ہی نبی نہ بھیجا گیا۔ بار بار بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو ایسا ہی سوال ہے۔ کہ دنیا میں بعض ہستیاں کیوں بار بار پیدا ہوتی ہیں۔ اور کیوں بہت سی چیزیں ایک ہی دفعہ پیدا نہیں کی گئیں۔ قانون قدرت کی تنقید تو ہم حدود بشری کے اندر اندر کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے ضابطہ میں کسی قسم کی ترمیم کرنا ہمارے حدود اختیاری سے باہر ہے۔ جو قاعدہ مقرر کیا گیا ہے۔ وہ بہ فحوائے لا تبدیل لخلق اللہ بندہ تبدیل نہیں کر سکتا۔ اگر خدا خود تبدیل کر دے۔ تو یہ دوسری بات ہے۔ کیونکہ وہ فعال لما یرید ہے۔

شروع سے ایک ہی نبی اور ایک ہی ہادی مستقل طور پر اس واسطے نہ بھیجا گیا۔ کہ شروع شروع میں ہر ہادی اور ہر نبی اپنی ہی قوم میں بھیجا جاتا رہا۔ اور ایسی ضرورت بھی

Marfat.com

تھی - تاکہ ایک آخری آنے والے مرسل کا راستہ صاف کیا جاوے - یہ قول ایک بنی اسرائیلی نبی علیہ السلام کے -

"میرا جانا اس واسطے ضروری ہے - تاکہ وہ آوے "

نسلیں مختلف ہیں اور امتیں گوناگون - اگر ایک ہی نبی مستقل شروع ہی میں ہمیشہ کے واسطے بھیجا جاتا - تو آنے والے نبی کے واسطے راستہ صاف نہ ہوتا - اور ہر امت مبلغ تبلیغ سے محروم رہتی - جب کل قومیں رفتہ رفتہ خوگیر ہو گئیں - اور اُن کی طبائع میں الہامی سکہ جمتا گیا - تو آخر پر ایک ایسا نبی بھیجا گیا - اور ایک ایسی کتاب دی گئی - جو سب نبیوں اور کتابوں کی جامع اور مفسر تھی - جب تک ہر ایک امت کے الہامات اور نبیوں کا دور ختم نہ ہو جاتا - تب تک آخری نبوت کا دور کس طرح آ سکتا تھا - اور کس طرح وہ باتیں جو اُسی کی ذات اقدس سے مخصوص تھیں - پوری ہو سکتیں - اگر ایک مستقل نبی ہوتا - تو وہ صرف کسی ایک ہی قوم اور ایک ہی نسل میں سے ہوتا - اس صورت میں دوسری قوموں اور دوسری نسلوں کی باری ہی نہ آتی - حالانکہ یہ منشائے قدرت ہر امت کا یہ حق تھا - جب کل امتوں کو حصہ رسدی باری باری ..... مل چکا - اور سب کا دور ختم ہو گیا - تو ایک خاتم النبیین وسید المرسلین بھیجا گیا - جو سب پرانے مذاہب کو تجدیدی رنگ میں پیش کر کے ایک ہی مرکز پر جمع ہونے کی تبلیغ کرتا ہے جو کوئی نیا مذہب نہیں لایا - بلکہ وہی مذہب جو سب نبیوں اور سب اوتاروں کا

Marfat.com

مذہب تھا۔ اور جو سب امتوں کے نبیوں کو وقتاً فوقتاً دیا گیا تھا۔ یہ موقعہ تھا۔ کہ ایک ہی نبی پر باب نبوت ختم کردیا جاتا یہ نبی بلحاظ اپنی بعثت کے ایک جداگانہ نبی تھا۔ اور باعتبار کل انبیا علیہم السلام کی تعلیمات کے مجدد ہونے کے سب نبیوں اور سب اتاروں کی صحیح تعلیمات اور شروع کے مذہب اسلام کا مفسر اور مُبصّر وہ وعدہ جو مدتوں سے کیا جاتا رہا۔ آخر وادی عرب میں آکر پورا ہوا۔ اور اس کے پورا ہونے پر دور نبوت بھی ختم ہوگیا۔

نبیوں کی درجہ بندیاں

قرآن مجید اور اسلام اگر ایک طرف مساوات کا سبق دیتا ہے۔ تو دوسری طرف بہ مصداق۔

تلک الرسل فضلنا بعضہم علٰے بعضٍ و کیف فضلنا بعضہم علٰے بعضٍ۔

درجہ بندیاں بھی کر رکھی ہیں۔ یہ درجہ بندیاں مختلف وجوہ پر ہوتی ہیں: ۔مثلاً

(۱) ۔ باعتبار خصائل۔

(۲) ۔ باعتبار سیرت۔

(۳) ۔ باعتبار ملکۂ قدرتی۔

(۴) ۔ باعتبار فضائل۔

Marfat.com

(۵)۔ باعتبار خدمات۔
(۶)۔ باعتبار قوائے وجذبات۔
(۷)۔ باعتبار مشن۔
(۸)۔ باعتبار نقطہ نوازی۔
(۹)۔ باعتبار ضرورت۔

مناظر قدرت اور مظاہر عالم کے مطالعہ اور مشاہدہ سے بھی ثابت ہے۔ کہ قانون درجہ بندیوں کے تحت نظام عالم میں سب اشیاء کی درجہ بدرجہ درجہ بندیاں ہو رہی ہیں۔ اور اسی میں حسن کائنات اور حسن نظام عالم متصور ہے۔ اگر یہ درجہ بندیاں نہ ہوتیں۔ تو کچھ لطف نہ ہوتا۔ دیکھو۔ خود انسان کی ساخت میں کیسی موزون اور مناسب درجہ بندیاں کی گئی ہیں۔ سر اور پاؤں میں فرق ہے۔ آنکھوں اور کانوں میں فرق ہے۔ انگلیوں میں فرق ہے۔ اگر ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں ایک ہی ناپ اور ایک ہی پیمانہ کی ہوتیں۔ تو ہاتھ اور پاؤں یوں کام بھی نہ دے سکتے۔ اگر سر سے پاؤں کا کام لیا جاوے۔ اور پاؤں سے سر کا تو بات ہی نہ بنے۔ یہ قدرتی درجہ بندی ہی کا اثر ہے۔ کہ سہولت سے کام چل رہا ہے۔ ذرا ہاتھ کی انگلیاں برابر کر کے تو دیکھو۔ وہ طاقت اور وہ گرفت نہیں رہے گی۔ جو موجودہ قدرتی صورت میں ہے۔ سب لوگ انسانیت اور شرف انسانیت میں برابر ہیں۔ لیکن عرفی مدارج میں تفاوت اور امتیاز رکھتے ہیں۔ جس طرح ہاتھ کی انگلیوں میں تفاوت ہے۔

Marfat.com

نفس نبوت میں سب نبی برابر ہیں - لیکن فرائض نبوت اور مدارج نبوت میں فرق ہے - بہ مصداق

وقد فضلنا بعض النبیین علیٰ بعضٍ

یہ درجہ بندی مشن اور خدمات کے اعتبار سے ہے - قرآن مجید میں ان ہی خدمات کے اعتبار سے نبیوں کا ذکر کیا گیا ہے ۔

اقسام نبوت

باعتبار مشن خدمات ملکہ اور درجے کے نبوت کی قسمیں حسب ذیل ہوسکتی ہیں :-

(۱) - تشریعی نبی -
(۲) - نبی النذیر -
(۳) - نبی البشیر -
(۴) - نبی البشیر ونبی النذیر -
(۵) - نبی مختص القوم -
(۶) - نبی مختص المقام -
(۷) - نبی تائیدی -
(۸) - نبی تصدیقی -
(۹) - نبی کافۂ انام خاتم النبیین وسید المرسلین -

پہلی امتوں میں ایسے بزرگوں کو بھی نبی کے نام سے موسوم

Marfat.com

کیا جاتا رہا ہے۔ جن کا مشن اور جن کی خدمات بالکل محدود تھیں۔ جیسے کہ حضرت مجدالدین الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔کہ بعض امتوں میں ایسے نبی بھی مبعوث ہوئے ہیں۔جن کے صرف ایک دو ہی ماننے والے تھے۔

چونکہ رسول عربی صلعم کی بعثت کے بعد باب نبوت بند ہو گیا ہے۔ اس واسطے جو لوگ اس کے بعد کمالات نبوت سے بہ اتباع حضرت رسول کریم صلعم فیض یاب ہوتے ہیں۔اُن کا نام بہ مصداق

العلماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل

حسب ذیل ہوتا ہے :۔

(الف)۔ مجدد۔

(ب)۔ امام۔

(ج)۔ مجتہد۔

(د)۔ ابدال۔

(ہ)۔ قطب۔

(ز)۔ غوث۔

(ح)۔ ولی۔

آں حضرت صلعم سے پہلے جس قدر نبی گذرے ہیں۔ اُن میں سے بعض بالقاب وجیہ حکمت اللہ۔کلیم اللہ روح اللہ خلیل اللہ وغیرہ وغیرہ ملقب تھے۔ اور اکثر نبی صرف نبی کا لقب ہی رکھتے تھے۔ بنی اسرائیلی نبیوں میں سے اکثر

Marfat.com

ایسے نبی بھی گزرے ہیں۔ جن کی خدمات بہت ہی تھوڑی۔ یا
محدود ہیں۔ یا یوں سمجھ لیجئے۔ کہ اُن میں سے بعض کی خدمات
روحانی کا دائرہ اس قدر تھا۔ جیسے امت محمدیہ کے بعض اولیا
اللہ کا ہے۔ امت محمدیہ کے مشاہیر میں سے بعض کی خدمات
روحانی کا دائرہ۔ بنی اسرائیلی نبیوں سے کہیں زیادہ تھا۔ اور
ان کی خدمات روحانی کا نتیجہ اُن سے بھی زیادہ رہا ہے۔ کیا
ہم اس سلسلہ میں اصحاب کبار ائمہ مقدسہ حضرت غوث اعظم
جنید۔ شبلی۔ داتا گنج بخش۔ حضرت خواجہ اجمیری۔ حضرت
حسن بصری۔ حضرت قطب الدین۔ حضرت نظام الدین اولیا۔
اور حضرت بابا فرید شکر گنج علیہم الرحمۃ کا ایک فخر کے ساتھ نام نہیں
لے سکتے۔ ان کی خدمات روحانی بنی اسرائیل کے بعض نبیوں سے
کم نہیں رہی ہیں۔ ہاں بایں ہمہ ہم انہیں نبی نہیں کہ سکتے کیونکہ
دور نبوت ختم ہو چکا ہے۔ اگر دور نبوت ختم نہ ہو جاتا۔ تو تحت
حدیث العلماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل ان کی خدمات
بھی کم نہیں تھیں +

حضرت مسیح علیہ السلام کی رسالت کا بہت ساحصہ تائیدی
تھا۔ اگرچہ وہ ایک اولے العزم اور وجیہ نبی ہیں۔ مگر بہ مقابلہ
حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ان کی خدمات روحانیہ محدود ہیں
امتوں کی وجاہت اور مقدار کے لحاظ سے بھی خدمات انبیا علیہم
السلام کا موازنہ ہوتا ہے۔ جس نبی کی شان میں۔ وما
ارسلناک الا رحمۃ" للعالمین کہا گیا ہو۔ اس کی روحانی

Marfat.com

خدمات کا اندازہ اور پیمانہ بھی اسی قدر ہوگا ؎
رسول عربی صلعم کی نبوت عالم گیر ہے۔ چونکہ یہ نبوت ایک آخری نبوت تھی۔ اسی واسطے کل امتوں کو محیط ہے۔ اور ہر امت کی نبوتوں کا اُسے مظہر اور جامع قرار دیا گیا ہے۔ ذات محمدؐی اور نبوت محمدؐی کل انبیاء علیہم السلام کی روحانی تعلیمی اور تجدیدی رنگ میں مظہر اور جامع ہے۔ اور وہی خاتم النبیین اور سید المرسلین ہے ؎

آخر آمد بود فخر اولین

۸۶

الہام اور نبوت کی ضرورت

بعض لوگوں کے خیال میں الہام اور نبوت کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جب ہر انسان عقل و فراست رکھتا ہے۔ تو پھر کیوں ایک دوسرا صیغہ کھولا جاوے ؎
فطری تمیز بھی ہمیں دی گئی ہے۔ جس کی امداد سے اور بھی کام ہوتے ہیں۔ اور وہی ایک دلی شریعت اور خدا کی ہدایت بھی ہے۔ کیا اکثر اوقات ہماری ضمیر اور ہماری کانشنس ہماری ہدایت کا موجب نہیں ہوتی ہیں۔ اس بات سے انکار نہیں۔ کہ ہماری ضمیر بھی ایک قوّت رکھتی ہے۔ اور ہمیں عقل و فراست بھی عطا ہو چکی ہے۔ اور یہ دونو قوتیں کچھ نہ

کچھ رہنما بھی ہیں - اور عقل و فراست پر ہی دنیا کی اکثر باتوں کا مدار ہے۔ لیکن یہ خیال کہ ہمیں ان کے مقابلہ میں کسی اور ضابطہ کی ضرورت ہی نہیں - ایک غلطی ہے ؀

عقل و فراست اور قوت ضمیری خود ہی ایک دوسرے ضابطہ کی تلاش میں رہتی ہے۔ کیا ہر شخص اپنے گھر کا انتظام نہیں کرتا اور ہر شخص اپنے معاملات میں خود مختار نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی عقل و فراست اور قوت ضمیری ایک ضابطہ حکومت کے ماتحت رہنا زیادہ تر پسند کرتی ہے۔ عقل و فراست اور قوت ضمیری کا یہ فیصلہ ہے - کہ اگرچہ ہر شخص اور ہر کنبہ بجائے خود ایک اختیار اور ایک حکومت رکھتا ہے۔ لیکن ایک ملک یا ایک مقام کے مختلف الاغراض کنبوں اور خاندانوں کے واسطے یہ بھی ضرورت ہے - کہ کوئی مخصوص ضابطہ اُن پر حکومت کرے۔ اور چند امور میں اونہیں ایک ہی ضابطہ کے نیچے رہنے کا حکم دیوے - اگرچہ حکومت اور ضابطہ حکومت کوئی ہی رنگ رکھتا ہو۔ ہر ملک اور ہر قوم میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ قومیں جو خانہ بدوش اور آئینی حکومتوں کے ضبط و بسط سے آزاد بھی ہیں۔ وہ بھی ایک چھوٹے سے پیمانہ پر ایک ضابطہ اور ایک امیر یا سردار رکھتی ہیں۔ اُن کی بہتری بھی سوائے اس کے متصور نہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے گروہوں پر کیا موقوف ہے۔ ایک کنبہ میں بھی جب تک کوئی ایک کارکن اور سربراہ نہ ہو۔ تب تک گھر کا کام نہیں چلتا۔ اگر لڑکے اور لڑکیاں یہ کہیں - کہ ہمیں کسی ضابطہ تعلیم اور

Marfat.com

اُستاد کی ضرورت نہیں ۔تو انہیں کون عقل مند کہیگا ۔ اور ان کی تربیت اور تعلیم کس طرح ہوگی ۔ ہماری زندگی کے دو حصے ہیں وہ جدا جدا بھی ہیں ۔ اور کسی حد تک مشترک بھی ؛

(الف) ۔حصہ وجدانی یا حصہ معادی ۔

(ب) ۔حصہ معاشری ۔

ان دونوں حصوں کے ڈانڈے کہیں مل بھی جاتے ہیں ۔ اور کہیں جدا بھی ہو جاتے ہیں ؛

معاشری قوانین کا تعلق زیادہ تر مادیات اور جسمانیات سے ہوتا ہے ۔ اگرچہ وجدانیات بھی ان قوانین سے ایک حد تک متاثر ہوتے ہیں ۔ لیکن زیادہ تر مادیات اور جسمانیات ہی اثر پذیر ہوتے ہیں معاشری قوانین کسی ایک ہی شخص یا ایک ہی عقل و تجربہ کا نتیجہ نہیں ہوتے ۔ مختلف مشاہدوں اور تجربوں کے بعد ایک قانون مرتب ہوتا ہے ۔ اور پھر واقعات اور حالات کے تبدیل ہونے سے وقتاً فوقتاً ترمیم اور تبدیلی بھی ہوتی رہتی ہے ۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو ۔ کہ مختلف سیاسی حکومتوں کے قوانین میں آئے دن کس کس قسم کی ترمیمات اور تبدیلیاں ہوتی ہیں ۔ اور قوانین کے کس قدر انبار رفتہ رفتہ تیار ہوتے جاتے ہیں ۔ بے شک ہماری اور تمہاری عقل و فراست کا نمونہ بے شک ہر شخص ایک ضمیر رکھتا ہے ۔ اور ہر شخص کی ضمیر کو ایک قوت بھی دی گئی ہے مگر ضمیر بھی جو پلٹے کھاتی ہے ۔ وہ بھی ترمیم قوانین سے کم نہیں سیاسی قوانین ہمیشہ جسمانیات اور مادیات پر حکومت کرتے ہیں ۔

دلوں پر ان کی حکومت نہیں ہوتی۔ بقاعدہ معاشری صیغہ کے ضروری ہے۔ کہ وجدانیات کا بھی ایک ضیغہ ہو۔ ضمیر بھی کسی خارجی ضابطہ کے ماتحت کام کرے۔ بے شک عقل و فراست بھی ضمائر پر کسی حد تک حکمران ہے۔ مگر مختلف عقول کی خود غرضی اور خود روی اسی صورت میں بند ہو سکتی ہے۔ جب کوئی خصوصیت سے نگران ہو۔ دیکھو خود عقلمندوں میں کس قدر جھگڑے اور تنازعات ہوتے ہیں۔ دو عقل مند لڑتے ہیں۔ اور ان کا فیصلہ ایک دوسرا ضابطہ کرتا ہے۔ کبھی ایسے قانون کا نام سیاسی قانون ہوتا ہے۔ اور کبھی سوشل اور کبھی تمدنی اور کبھی قومی۔

انسان باوجود عقیل اور فہیم ہونے کے بھی ہمیشہ کسی نہ کسی قسم کے جبری یا بیرونی قانون کے ماتحت رہنا پسند کرتا ہے۔ جب تک دنیا کے کاموں میں کسی نہ کسی حد تک جبر نہ ہو۔ تب تک معاشری کام بھی نہیں چل سکتے۔ انسان خود ہی اپنے واسطے کوئی نہ کوئی بیرونی قانون بنا لیتا ہے۔ اور پھر اس پر چلتا ہے مدعی اور مدعا علیہ جب عدالتوں میں جاتے ہیں۔ تو اُن کا فیصلہ ہمیشہ ایک جبری صورت ہی رکھتا ہے۔ فیصدی پانچ بھی عدالتوں کے فیصلوں پر رضامندی نہیں دیتے۔ بایں معنے کہ کوئی نہ کوئی فریق اُس سے ناخوش اور ناراض ہوتا ہے۔ اور اپنے حق میں اُسے ایک جبر خیال کرتا ہے۔ اگرچہ دونوں فریقوں میں سے ایک نہ ایک اپنے دل میں یہ فیصلہ بھی کر لیتا ہوگا۔ کہ عدالت کا فیصلہ کہاں تک صحیح ہے۔ لیکن مدیون ڈگری اور ملزم کبھی راضی

نہیں ہوتا۔ کیا ایسا شخص ایسا فیصلہ جبر پر محمول نہیں کرتا ۔ جبر نہ کہو۔ ناراضگی میں تو کوئی شبہ ہی نہیں۔ اگر خدائی دربار تک بھی لوگوں کو اپیل در اپیل کی رسائی ہوتی ۔ تو بہت ہی کم لوگ خاموش رہتے بہ مصداق وکان الانسان اکثر شیئٍ جدلا ۔

ان مثالوں سے آپ خیال کرسکتے ہیں ۔ کہ انسان ہمیشہ بیرونی قوانین یا کسی بیرونی طاقت کے بھروسہ پر زندگی بسر کرنا چاہتا ہے ۔ اور اسی میں وہ اپنی بہتری بھی دیکھتا ہے ۔ اور یہی بات اس کی تسکین کا موجب بھی ہوتی ہے ۔

جب ہر معاملہ میں انسان ایک خارجی ضابطہ کا پابند رہنا چاہتا ہے ۔ تو کیوں معادیات اور روحانیات کے ضابطہ خارجی کی ضرورت نہیں ۔ انسانی زندگی دو جہتیں رکھتی ہیں ۔

(الف)۔ جہت جسمانی ۔

(ب)۔ جہت روحانی ۔

انسانی فطرت بھی اس پر شاہد ہے ۔ قدرت نے انسان کو جو قوتیں دے رکھی ہیں ۔ وہ بھی ایک قسم کا الہام یا الہامی ذریعہ ہی ہے ۔ الہام کی دو قسمیں ہیں ۔

(۱)۔ الہام طبعی ۔

(۲)۔ الہام سماوی ۔

الہام طبعی وہ ہے ۔ جو قدرت نے خود انسان کی فطرت میں ہی رکھ دیا ہے ۔ ہر انسانی قوت ایک ملکہ رکھتی ہے ۔ اور اُس ملکہ کی امداد سے وہ ایسے ایسے کام کرتی ہے ۔ کہ ایک صورت

Marfat.com

ہیں وہ ایک اعجازی رنگ رکھتے ہیں۔ کیا انسان نے اب تک جو جو مشینیں بنائیں۔ اور جو جو علوم و فنون نکالے ہیں۔ وہ الہام طبعی کا ثبوت نہیں دیتے۔ کیا یہ ثبوت اس بات کا نہیں ہے۔ کہ انسان کو ہمیشہ ان قوتوں کے ذریعہ سے طبعاً ایک قسم کا الہام ہوتا ہے۔ اور اُس طبعی الہام کے زور سے وہ اختراعات پر کامیاب ہوتا ہے۔ انسان کے دل و دماغ میں یکایک ایک اعجازی خیال پیدا ہوجانا ایک طبعی الہام ہے۔ جب ایک طرف نظام معاشری اور نظام مادی کے مقابلہ میں بھی یہ سلسلہ رکھا گیا ہے۔ تو دوسری طرف نظام روحانی میں کیوں اس کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی طرح ایسے نظام کی ضرورت ہے۔ تو بالفاظ دیگر ایسے سلسلہ کا نام الہام سماوی اور نبوت ہوگا۔ ایک طرف مناظر قدرت کی کتاب افعالی رنگ میں کھول دی گئی ہے۔ اور دوسری طرف اقوالی اور افعالی دونوں۔ رنگوں میں ضابطہ الہام بذریعہ نبیوں کے دیا گیا ہے۔ نبی گویا عالم روحانی کے حکمران اور بادشاہ ہوتے ہیں۔ اور خود فطرت انسانی ہی اس کی موید ہے۔

جس طرح عقل و فراست کا دنیا میں احترام ہے۔ اُسی طرح بلکہ اُس سے کہیں بڑھ چڑھ کر الہامی احترام بھی ہے۔ عقل پرستوں کی جماعت سے الہام پرستوں کی جماعت کروڑ گنا زیادہ ہے۔ جو عقل پرست ہیں۔ اُن ہی کی تعداد اس جماعت میں بھی زیادہ ہے۔ عقل پرست ہی زیادہ تر الہام کے موید اور مصدق ہیں۔ اور عقل ہی نے اخیر پر یہ راہ دکھائی ہے۔ اور عقل ہی وثیقہ

Marfat.com

الہام کی تصدیق اور تائید کرتی ہے۔کیونکہ الہام عقلی دائرہ سے باہر نہیں۔الہام وہ قوت ہے۔جو بالخصوص بعض مقبولان خدا کے حصہ میں آتی ہے ؞

انسان کے دو حشر ہیں:۔

(الف)۔ایک حشر اولی۔

(ب)۔اور ایک حشر ثانی

ایک قانون حشر اول کے واسطے ہے۔اور ایک حشر ثانی کے لئے اگرچہ یہ دونوں قانون جداگانہ اغراض رکھتے ہیں۔مگر ان میں ایک حد تک اشتراک اور اتحاد بھی ہے۔جس طرح روح باوجود جسمانی نہ ہونے کے بھی جسم سے ایک وابستگی رکھتی ہے۔اسی طرح۔ان دونوں میں بھی ایک نسبت اور وابستگی ہے ؞

قانون حشر اول قانون حشر ثانی کا محتوی نہیں۔مگر قانون حشر ثانی ایک حد تک قانون حشر اول کو محتوی ہے۔قانون حشر ثانی پر بھی عقل و فراست ہی مہر تصدیق لگاتی ہے۔اور عقل ہی نے اس کا فیصلہ بھی کیا ہے۔اگر کثرت رائے پر قانون الہام کا فیصلہ ہو۔تو فیصدی ۹۵ الہام کے حق میں ووٹ ہونگے ؞

اس سے زیادہ اور کیا شہادت ہوگی۔کہ خود عقل و فراست بھی اس کی حامی اور موید ہے۔بایں حالات اس کی ضرورت سے کیونکر انکار کیا جا سکتا ہے۔اور اس کی قدر و قیمت میں کیا بٹہ لگ سکتا ہے۔وجدانی حکومتوں اور وجدانی سلسلوں کے واسطے کسی درمیانی لیاقت کی ضرورت ہے۔اور وہ انبیا علیہم السلام ہیں۔چونکہ الہامی

Marfat.com

قوانین اور الہامی حکومتیں اکثر امور میں دنیاوی حکومتوں کی بھی محتوی ہیں۔ اس واسطے دونوں کی ہستی نسبتاً اعلےٰ اور ارفع ہے جیسے کہ ہاتھ۔ پاؤں۔ ناک اور آنکھ کے مقابلہ میں قوائے باطنیہ کو ایک شرف حاصل ہے۔

روح کے مقابلہ میں جسمانی اعضاء شرف نہیں رکھتے کیونکہ جسم کا مدار روح پر ہے۔ روح کا مدار جسم پر نہیں ہے۔ جسم تابع روح کے ہے۔ روح تابع جسم کے نہیں ہے۔ اگر قوائے باطنیہ قوائے ظاہریہ سے اشرف اور افضل ہیں۔ تو قانون سماوی ہی قانون معاشری سے اشرف اور افضل ہوگا۔ قانون وہی جامع اور افضل ہوگا۔ جو اخیر تک اپنے معتقدین کا ساتھ دے۔ معاشری قانون اسی زندگی میں ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن قانون معادی دونوں زندگیوں میں کام دیتا ہے۔ اور روح کے ساتھ ہی دوسری دنیا یا دوسری زندگی میں بھی جاتا ہے۔

الہام کی اور بھی دو قسمیں ہیں:۔

(الف)۔ الہام مختص

(ب)۔ الہام غیر مختص

الہام مختص مخصوص ہے۔ اُن لوگوں کے ساتھ جو قانون الہامی کی اصطلاح میں نبی اور مرسل کہلاتے ہیں۔ اور جن میں سے بعض کو صحائف سماوی بھی دئے گئے ہیں۔ یہ اختصاص اس وجہ سے ہے۔ کہ اس صیغہ میں بھی اُسی طرح درجہ بندیاں ہیں جس طرح معاشری صیغوں میں ہیں۔

Marfat.com

یہ درجہ اُن ہی لوگوں کے حصہ میں آتا ہے۔ جو قدرتاً ایسا ملکہ اور ایسی طبیعت رکھتے ہیں۔ بنی قدرت کے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں اور اُن کی طبیعت ہی میں ملکہ نبوت رکھ دیا جاتا ہے۔ انہیں اوروں کی طرح محنت اور زہد وریاضت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ بعد از حصول احترام نبوت جو کچھ کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کیواسطے ایک عملی تحریک ہوتی ہے۔ اور نیز یہ کہ ان کی طبیعت میں ہی ایک ایسا ملکہ ہوتا ہے۔ اور وہ زہد وریاضت سے بھی رہ نہیں سکتے۔ اور نہ اُن کا ملکہ طبیعت یہ روش چھوڑ سکتا ہے۔ جس طرح ملکہ نبوت طبعی ہوتا ہے۔ اسی طرح اتقا اور عبادت کا شوق بھی طبعی ہوتا ہے۔ پھر اس شق اول کی بھی ایک اور قسم ہے۔ جو اسی کا ایک جزو ہے۔ جس کا نام ابتاعی یا ظلی الہام ہے۔ جب کبھی کسی شخص کو باتباع انبیا علیہم السلام اور کسی مسلمان کو باتباع رسول کریم صلعم ایسا الہام ہوتا ہے۔ تو اس کا نام ظلی یا اتباعی الہام ہوتا ہے۔ ایسے الہام کے واسطے شرطاً مقدم اتباع فیضان اور ظل محمدی ہے۔ ایسا الہام امت محمدیؐ کے چیدہ چیدہ لوگوں کے حصہ میں آتا ہے۔ اور ان کی مقدار محدود ہوتی ہے۔ اور ان کی ہستیاں۔ مناسب اوقات اور مناسب ازمنہ میں وجود پذیر ہوتی ہیں۔ کوئی کسی وقت پیدا ہوتا ہے۔ اور کوئی کسی وقت کوئی کچھ حقیقت رکھتا ہے۔ اور کوئی کچھ کسی کے ذمہ ہمت پر کوئی خدمت لگائی جاتی ہے۔ اور کسی کے ذمہ پر کوئی کسی نام سے شہرت پاتا ہے۔ اور کوئی کسی سے لیکن ان میں سے کوئی شخص ملکہ نبوت نہیں رکھتا اگرچہ

Marfat.com

برکات نبوت سے مستفیض ہوتا ہے۔ اور اگرچہ نبی کا ظل ہوتا ہے۔ کیونکہ ختم نبوت کے ساتھ ہی وہ خاص ملکہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ جو خاتم النبیین کا ہی ورثہ ہو سکتا ہے۔ اگر ظلی صورت میں ویسا ہی ملکہ باقی رہے۔ تو خاتم النبیین کے کچھ معنے نہ ہونگے۔ اور

ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین۔

کی کوئی تاویل نہیں ہو سکے گی۔ اس آیت میں رسول کے بعد لفظ خاتم النبیین کا لایا جانا دلیل ہے۔ اس بات کی۔ کہ اس رسول نے آیندہ کے واسطے نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا ہے۔ یعنی اس رنگ میں کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ جس رنگ میں خاتم النبیین (رسول عربی) نبی تھے۔ لفظ (خاتم النبیین) نے آیندہ نبیوں پر مہر لگادی ہے۔ اور یہ سلسلہ اس رنگ میں بند کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا۔ کہ برکات نبوت اور فضائل رسالت کا بھی انسداد ہو چکا ہے۔ اُس ملکہ خاتم النبیین کے تحت ایک دوسرے رنگ میں برکات نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ جو لوگ وقتاً فوقتاً اُس سے مستفیض ہوتے ہیں۔ ان کی ہستیاں مختلف ناموں سے تعبیر پاتی ہیں۔ کبھی مجدد کبھی ابدال کبھی غوث اور کبھی ولی۔

الہام غیر مختص وہ الہام ہے۔ جو مختص الہام سے بہت کچھ نیچے ہوتا ہے۔ چونکہ انسانی فطرتوں میں نبوت الہام مختص کے واسطے ایسا الہام شناس ملکہ بھی رکھا گیا ہے۔ یعنی انسانی فطرت میں ایسا ملکہ بھی رکھ دیا گیا ہے۔ کہ جس کے ذریعہ سے انسان الہام

کی شناخت اور تنقید کر سکے۔ اور اس سے مستفید اور مستفیض بھی ہو سکے۔ اس واسطے اور لوگوں کو بھی ایک غیر منقید الہام ہو جاتا ہے۔ یعنی اُن کے دلوں میں ہی الہاماً بعض باتیں ڈالی جاتی ہیں۔ تم دیکھتے نہیں ہو۔ کہ قدرت کے القاء یا الہام سے مکھی شہد کی کس طرح مختلف پھلوں پھولوں سے شہد چوستی ہے۔ اور کس حکمت سے شہد بناتی ہے۔ مکھی کی کیا بضاعت ہے۔ کہ خود بہ بخود ایسا سامان مہیا کر سکے۔ یہ بات قدرت ہی کی طرف سے اُس کے دماغ میں ڈالی جاتی ہے۔ جب مکھی الہام غیر مختص سے حصہ پاتی ہے۔ تو کیا بعض مقدس انسان اُس سے محروم رہ سکتے ہیں۔ ایسا الہام غیر مختص وہ درجہ نہیں رکھتا۔ جو مختص الہام رکھتا ہے۔ یا یہ کہ غیر مختص الہام میں ایسی خصوصیت نہیں ہوتی۔ یا یہ کہ ایسا الہام ایک قسم کا قیاس یا ایک قسم کا خواب ہوتا ہے۔ لیکن ایسا قیاس اور ایسا خواب کہ جس میں ایک قسم کی خصوصیت ہوتی ہے۔ اور جس کی ادراکی صورتیں اور اوراد کی کیفیتیں اُس الہام کا ظل ہوتی ہیں۔ جو الہام مختص سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نبیوں کا الہام بطور ایک مکالمہ کے بھی ہوتا ہے۔ اور جب اُس میں بھی ایک خصوصیت مزید پیدا ہو جاتی ہے۔ تو اُس کا نام وحی ہو جاتا ہے۔ غیر مختص الہام کی اکثر صورتیں صرف القاء ہی کا رنگ رکھتی ہیں۔ اگر ضمیر تزکیہ یافتہ ہے۔ تو القاء کی تعبیر میں کوئی غلطی نہیں پڑتی۔ اور اگر تزکیہ یافتہ نہیں ہے۔ تو شروع میں ہی اُس کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ ع۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

Marfat.com

نبوت امت وار کی ضرورت

میری راے میں اگرچہ کل انسان ہی ایک مورث اعلےٰ کی ذریات ہیں - اور اگرچہ انسانوں کی ساری نسلیں ایک ہی جد رکھتی ہیں - لیکن رفتہ رفتہ مختلف ضروریات کے تحت نسلیں جدا جدا ہوتی گئیں - اور اس پر اس کی تمدنی ضروریات اور تمدنی اغراض بھی جدا ہوتے گئے - اور مختلف آب وہوا کی وجہ سے ان کی زندگیوں کا طور وطرز بھی بہت کچھ بدل گیا - اس لئے جس طرح شروع شروع میں نظام جسمانی کے متعلق ان کے اجتہادات جداگانہ تھے - اسی طرح یہ ضرورت بھی الہامی رنگ میں محسوس کی گئی - کہ رفع حجت کے واسطے ان کا سلسلہ الہامی بھی ایک زمانہ تک امت وار کر دیا جاوے - تاکہ ہر امت پر جداگانہ یہ حجت پوری کردی جاوے - ہر قوم اور ہر شعبہ امت کے لئے اسی واسطے باب الہام ایک مدت تک جداگانہ کھلا رہا ہے - اس کی ضرورت اس واسطے بھی تھی - کہ جب آخیر پر ایک جامع معلم اور ایک جامع الہامی کتاب نازل ہو - تو بہ فحواے تعالوا الی کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینکم ایک عام اعلان کیا جاوے - کہ سب کے سب ایک ہی الہامی جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاویں - اور اس وقت کسی

Marfat.com

امت اور کسی گروہ کو یہ کہنے کا یارا نہ ہو - کہ جب خود ہماری قوم ہی باوجود انسان ہونے کے اس فیض سے اب تک محروم رہی ہے - تو دوسری قوم کس طرح یہ شرف پاسکتی ہے ؛

مثلاً اگر دنیا میں ایک ہی قوم قدرت کی بعض نعمتوں سے منعم اور فیض یاب ہوتی - اور ساتھ ہی یہ دعوے بھی کرتی ہے کہ خوان قدرت میں صرف اُس ایک کا حصّہ ہے - تو دوسری قومیں یہ کہہ سکتی نہیں - کہ ہم بھی اس دنیا میں رہتی ہیں - اور اُسی خالق کی مخلوق ہیں - جس کی تم مخلوق ہو - بہ مقابلہ دوسری قوموں کے تمہاری کیا خصوصیت ہے ؛

بے شک بعض باتیں اور بعض نعمتیں مخصوص بھی ہوتی ہیں - لیکن جو باتیں ماتحت عام فیضان ہوتی ہیں - اُن میں تخصیص نہیں ہوتی - وہ کون سا ملک یا حصہ ملک ہے - جس میں ہوا نہ چلتی ہو - یا جس میں دیگر عناصر نہ ہوں - جس طرح دیگر عناصر کا ایک فیضان عام ہے - اُسی طرح الہامی عنصر کا بھی ایک فیضان عام ہے - ہر امت کا یہ حق تھا - کہ اُس فیضان موقتہ سے اپنے اپنے رنگ میں اعلےٰ قدر مراتب مشیت ایزدی کے مطابق حصّہ پاوے - تاکہ اس فیضان عام سے مستفیض ہوکر اُس آخری اور جامع الہام کی معترف ہو - جو سرزمین عرب کو ہونے والا تھا - اب چونکہ ہر امت کے مقابلہ میں حجت پوری ہو چکی ہے - اور اس اتمام حجت کے بعد ایک جامع قانون جامع الہام اور ایک جامع کتاب بھی نازل ہو چکی ہے - اور ایک

Marfat.com

ایسا نبی بھی مبعوث ہو چکا ہے۔ جس کی شان میں لکل قوم ھاد کہا گیا ہے۔ اس واسطے کسی اور امت اور کسی اور نبی کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اور سب ادوار نبوت ایک مرکز پر لائے جا کر خاتم النبیین کی معرفت ایک نیا مجدد اور جامع و مختتم دور چلا ہے ؎

۷۸۶

عرب اور قرآن کی خصوصیت

شاید بعض لوگ یہ اعتراض کریں۔ کہ

عرب اور قران کی کیا خصوصیت ہے۔ اور قومیں اور ملک بھی تو تھے ان میں کیوں ایسا نبی اور ایسا صحیفہ مبعوث اور نازل نہ ہوُا۔

یہ ایک ایسا سوال ہے۔ جو ہر ایک انتخاب کی صورت میں ہوسکتا ہے۔ اگر ملک عرب اور قران مجید کے سوائے کوئی اور ملک ہوتا۔ اور کسی دوسرے نام کا صحیفہ نازل کیا جاتا۔ تو اُس صورت میں بھی یہی اعتراض ہوسکتا تھا۔ پس جو جواب اُس صورت میں ہوسکتا ہے وہی جواب بصورت عرب اور قرآن کے بھی ہے ؞

انتخاب کا کام خود منتخب کے ہاتھ میں ہوتا ہے - اور یہ کام تو ایک ایسے منتخب کے ہاتھ میں تھا - کہ جسے نہ تو کوئی مشورہ دے سکتا ہے - اور نہ اس کے حضور میں کوئی ترمیم پیش کر سکتا ہے - اس کا جواب بھی وہی دے سکتا ہے - اگر یہ کہا جاوے - کہ انسان کی ناک اور آنکھیں کیوں اس طرح بنائی گئی ہیں - تو اس کا فیصلہ ایک تو اس طرح ہو سکتا ہے - کہ ہم ناک اور آنکھ کسی اور طرح پر بنا کر دیکھیں - اگر حسن سماعت حسن بصارت حسن افادت اور زیبایش و موزونیت ایسی ہی رہے - تو جانو - کہ قدرت (نعوذ باللہ) غلطی پر تھی - لیکن اگر یہ باتیں اور یہ خوب صورتی باقی نہ رہے تو سمجھ لو - کہ ہم غلطی پر ہیں +

نبوت کا بھی ایک نظام ہے - اور نبوت کی بھی باریاں اور درجے مقرر ہیں - کوئی اول نمبر اور کوئی دویم و چہارم و پنجم ملکوں اور امتوں کی باریاں مقرر کرنا - خدا کی اپنی مرضی پر موقوف ہے -

- لکل امۃٍ اجل -

ہر امت اپنی اپنی باری اور اپنے اپنے وقت پر اپنی حالت بدلتی ہے - اور یہ سب کچھ تحت مرضی قدرت ہوتا ہے -

کیا مٹی کمہار سے یہ کہہ سکتی ہے - کہ تو نے مجھے ایسا کیوں بنایا صاحب خانہ کا بلحاظ ضروریات اور باعتبار موزونیت وافادت اختیار ہے - کہ اپنے گھر میں کوئی شئے کسی موقعہ پر رکھے اور کوئی کسی موقعہ پر - وہ خوب جانتا ہے کہ کوئی شئے کہاں سجتی اور کہاں موزونیت ہے - عرب ہی کی بابت بائیبل میں بھی آخری نبی

Marfat.com

کی پیشین گوئی حضرت یسعاعلیہ السلام کی زبانی بالفاظ

النبوت فی العرب وبنی قیدار

کی گئی ہے ۔

اس پیشین گوئی کے اعتبار سے یہ موقعہ عرب اور قرآن ہی کو ملنا تھا ۔ اور یہ سہرا نبوت رسول عربی (صلعم) کے سر پر ہی بندھنا تھا ۔

این سعادت بزور بازو نیست

اور ساتھ ہی اس کے کہ اس دور میں فیض نبوت اور احترام الہام مستحق سرزمین عرب ہی تھی ۔ عرب کی سرزمین میں سے گویا خدا کا نام ہی اُٹھ چکا تھا ۔ خدائی حکومت کے مقابلہ میں بتوں کی حکومت تھی فطرتیں مردہ ہو چکیں تھیں اور ضمائر بوسیدہ ایک طرف عرب کی حالت یہ تھی اور اُدھر اُس کا نمبر بھی آچکا تھا ۔ کل شئے مرہون باوقا تھا ۔

رحمت ایزدی میں جوش آیا ۔ اور کوہ فاران کی چوٹیوں سے الہامی رحمت کے بادل برسنے شروع ہوئے ۔ حضرت احمدؐ رسول اللہ صلعم نے کوہ فاران کی چوٹیوں سے توحید کی منادی کی ۔ اور عرب ایسے ملک اور اقوام کو ایک یتیم ہستی نے دولت روحانیات سے مالامال کر دیا ۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاءُ

مذاہب اور شہادت الہامی کی ضرورت

ہمیں کتب سماوی کی روش اور قانون الہام سے پتہ لگتا ہے۔ کہ بعض وقت انبیاء علیہم السلام پیچھے آنے والی نبوتوں اور آئندہ سلسلہ الہامات کی نسبت بھی اپنے اپنے رنگ میں کچھ نہ کچھ پیشین گوئیاں کرتے رہے ہیں۔ نبیوں کے ملفوظات میں جیسے دیگر قسم کی پیشین گوئیاں بھی ہوتی ہیں۔ آنے والے نبیوں اور سلسلہ الہامات کے بارہ میں بھی بعض نبی پیشین گوئی کرتے ہیں۔ بعض وقت ایسی پیشین گوئیاں قریباً صاف ہوتی ہیں۔ اور بعض وقت یہ کچھ حد تک تاویلات کی محتاج۔ بائبل کی بعض پیش گوئیاں پوری ہو چکی ہیں اور ابھی کچھ زیر بحث ہیں۔ اسی طرح قرآن کی پیشین گوئیوں کا حال ہے۔ انسان کا یہ ایک طبعی خاصہ ہے۔ کہ وہ ایک بڑی حد تک آنے والے اہم واقعات کی نسبت قبل از وقت اطلاع حاصل کرنے کا مشتاق رہتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ بڑے بڑے واقعات کی نسبت زاید شہادتوں کا بھی طالب رہتا ہے قرآن مجید میں یہی بات مد نظر رکھی جاکر چند در چند پہلے نظائر موقعہ مناسب پر بیان کئے گئے ہیں۔ اور پہلی روایتوں سے ایک

Marfat.com

خوب صورتی کے ساتھ استدلال کیا گیا ہے - اس وقت دنیا کے مختلف حصوں اور مختلف اقوام میں جس قدر مذاہب پائے جاتے ہیں - اُن میں ایک ابتدائی وابستگی اور نسبت موجود ہے - گو کہ اُن میں کچھ اور زوائد بھی مل گئے ہیں - مگر پھر بھی بعض امور پہلی وحدت اور گزشتہ سلسلہ پر شاہد ہیں - چونکہ بعض مذاہب کی تاریخ مکمل نہیں مل سکتی - اس واسطے ان کی نسبت صراحتاً کوئی شہادت نہیں پیش کی جاسکتی - خصوصاً ایسی شہادت جس کا ماخذ کوئی مستند صحیفہ الہامی ہو۔

سوائے یہود اور عیسائی مذاہب کے موجودہ مذاہب میں سے اور چند مذاہب کو بھی یہ دعوٰی ہے - کہ اُن کے لانے والے بھی نبی یا اوتار تھے - اور اُنہیں بھی الہامی شرف حاصل تھا - جب ہم بائبل دیکھتے ہیں - تو اس میں سوائے ایک دو مذاہب کے اور کسی مذہب کی بابت کوئی شہادت نہیں ملتی ہے - ایسے ہی دوسرے مذاہب کے مسلمات سے بھی کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی - اگر یہ بحث اٹھائی جاوے - کہ جو مختلف مذاہب اس وقت دنیا میں پائے جاتے ہیں - ان کا بانی الہامی سند رکھتا تھا - یا اس کی کوئی امت بھی تھی - تو اس کی بابت مذہب ہنود - یہود - عیسائی - بدھ - شاید بالکل خاموش ہیں - اگرچہ بائبل میں چند پیشین گوئیاں تو پائی جاتی ہیں - مگر اُن میں سے یہ نہیں نکلتا - کہ کسی اور امت میں بھی نبی مبعوث ہوئے تھے - یا اور امتوں کو بھی کوئی نبی اور الہام دیا گیا تھا - یہ ایک ایسی کمی اور

Marfat.com

ایسا نقص ہے۔ کہ جس سے نظام الہام پر ایک زد پڑتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ میاں کا فیض الہام اور سلسلہ تبلیغ شروع سے لیکر اخیر تک دنیا کی ایک دو قوموں کے ساتھ ہی مخصوص رہا۔ اور اس تخصیص کی وجہ کوئی نہیں معلوم ہوتی۔

میری رائے میں مذاہب سابقہ کا اس میں کوئی قصور نہیں کیونکہ ان کا یہ کام نہ تھا۔ کہ کل مذاہب گزشتہ کی نسبت شہادت دیویں۔ یہ اُس مذہب اور اسی کتاب کا کام تھا۔ جو سب مذاہب اور سب ملل سے بعد میں نازل ہوئی۔ وہی امت ایسی شہادت دے سکتی ہے۔ جو سب سے بعد میں نامزد ہوئی ہو۔ اُسی امت اور اُسی کتاب کا یہ فرض تھا۔ کہ اُس سے پہلے جو کچھ گزر چکا ہے۔ اس کی نسبت گواہ ہو۔ اُسی کی یہ ڈیوٹی ہے۔ کہ اجمالی رنگ میں ایسے سب سلسلوں اور گزشتگان کی نسبت یاد دلائے اور یہ فیصلہ کر دیوے کہ نظام الہام اور سلسلہ نبوت کہاں تک وسعت رکھتا ہے۔ اور دنیا کی مختلف امتوں سے کن کن صورتوں میں اس کی وابستگی رہی ہے۔

سوال یہ ہے۔ کہ

(۱)۔ دنیا کے موجودہ مذاہب میں سے کون سا مذہب ایسی شہادت دیتا ہے۔

(۲)۔ کیا دنیا کی مختلف امتوں کے بعض مشاہیر مسلم تھے۔ اور کیا اُنہیں الہامی ضابطہ بھی دیا گیا تھا۔

اگر ہم یہ قرار دے لیں۔ کہ موجودہ مذاہب میں سے مذہب

Marfat.com

ہنود یا مذہب بہود سب سے پہلا مذہب ہے - تو وہ سوائے اس کے کہ اُن کی کتابوں اور پستکوں میں بعض مابعد کے مذاہب اور نبیوں کی نسبت کچھ پیشین گویاں ہوں - اور کچھ نہیں کہہ سکتے - کیونکہ جس قدر دیگر مذاہب دنیا میں مروج ہیں - وہ سب اُن کے بعد کے ہیں - دوسرے مذاہب بھی اس بارہ میں خاموش ہیں - اگر ان سب مذاہب کی خاموشی کے یہ معنے لئے جاویں - کہ اُن کے سوائے اور کسی امت میں کوئی نبی ..... ہؤا ہی نہیں تو اُن کی ایسی خاموشی سرسری نظروں میں قابل معافی ہے - کیونکہ ایسے اولین مذاہب کا یہ فرض بھی نہ تھا - کہ مابعدی مذاہب کی نسبت کھلے طور پر شہادت دیویں - اور وہ اس بارہ میں کہہ بھی کیا سکتے تھے - اور دوسری طرف ایسے مذاہب کی کتابوں میں یہ بھی درج نہیں - کہ ان کے نبیوں کے سوائے دنیا میں کوئی اور شخص نبی نہیں ہوگا - اور نہ کسی اور امت کو دولت الہام سے آشنا کیا جاوے گا - یہ کام اُسی مذہب کا تھا - جو سب سے بعد میں آوے - اور وہ صرف اسلام ہی ہے -

ابن قرعہ فال بنام قرآن بزدند

اس بات پر ضد کرنا - کہ دنیا بھر میں سوائے ایک دو امتوں کے اور کسی امت میں کوئی نبی نہیں ہؤا - اور کسی امت کو کوئی الہامی کتاب نہیں دی گئی ہے - خدائی رحمتوں کی تحدید ہے - اور قانون قدرت پر ایک ناواجب اور بزدلانہ حملہ عقل و فراست اور زمانہ شاہد ہے - کہ تحت نظام قدرت دنیا میں اور امتیں

اور گروہ بھی الہام اور فیض نبوت سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ اگر قدرت (نعوذ باللہ) اس سے بقول بعض قاصر رہی ہے۔ تو وہ خود اس کی جواب دہ ہے۔

یہ تو ظاہر اور ثابت ہے۔ کہ کوئی اور مذہب اس غلطی کو ظاہر کرنے والا نہیں ہے۔ اور نہ کسی مذہب نے یہ ذمہ لیا ہے۔ اور نہ کسی نے ایسا دعوٰے کیا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس کا مدعی اور کفیل کون سا مذہب ہوتا ہے۔ اور کس کے ذمہ ہمت پر یہ ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ اور قدرت نے کس مذہب اور کس نبی محترم کے سر یہ سہرا باندھا ہے۔

ایک دفعہ پھر غور کرو

اگر واقعی کسی ایسی شہادت کی ضرورت ہے۔ اور ایسی شہادت سے صداقت اور وسعت الہامی اور وسعت فیضان نبوت پر اور بھی روشنی پڑتی ہے۔ تو ہمسایہ امتوں اور دوسرے مذاہب کا یہ فرض اولین ہے۔ کہ وہ ایک ٹھنڈے دل اور طمانیت سے ایسے عظیم الشان اور ناقد الصداقت شاہد کے احترام اور اعتراف سے پہلوتہی نہ کریں۔

هل جزا الاحسان الا الاحسان

مجھے اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ مذہب اسلام موحدانہ رنگ میں بہت کچھ اُن مذاہب کے خلاف گیا ہے۔ جن میں رسوم اور روایات باطلہ کے تحت توحید کا رنگ بگڑ چکا ہے۔ لیکن ناظرین

Marfat.com

یہ تو سوچیں کہ جس ابتدائی مذہب کی اسلام یاد دلا رہا ہے - وہ تو ان مشرکانہ حواشی سے بالکل پاک و صاف تھا - .. مذہب ہندو ہو اور چاہے یہودی اور عیسائی اور بدھ و ژند ان سب میں توحید ہی تھی - اور ان سب مذاہب کے بانیاں اعلان توحید ہی کے واسطے مختلف امتوں میں مبعوث ہوئے تھے - اسلام توحید کا مدعی ہے - نہ کہ کسی اور بات کا - اس صورت میں اس نے جو منصفانہ طریق اختیار کیا ہے - وہ ہر پہلو سے قابل داد ہے +

اور یہ تسلیم کیا جاوے گا - کہ اسلام باوجود بعض ضروری اعتقادی مخالفتوں کے بھی اعلان حق سے ہٹا نہیں - کیا اسلام اور اسلام کے لانے والے کی یہ منصفانہ جرأت کوئی قیمت نہیں رکھتی - اسلام باعتبار ایک ابتدائی مذہب ہوتے کے اپنی یاد خود دلا رہا ہے - کیا یہ انصاف ہو گا - کہ باوجود اس حق پژوہی کے بھی لوگ شان رسول عربی (صلعم) میں کچھ کا کچھ کہے جاویں - اور کوئی بھی یہ نہ سوچے - کہ وہ کس انصاف کس بردباری اور کس سلوک سے پیش آ رہا ہے - اور اپنی امت کو بہ فحوائے لا نفرق بین احد من رسلہ کس کشادہ دلی کی تعلیم دے رہا ہے - ایک طرف اسے گالیاں ملتی ہیں - اور اس کی شان میں برا بھلا کہا جاتا ہے - اور دوسری طرف وہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں کو تعظیم سے یاد کرتا ہے - اور ان پر ایمان لانا اپنی امت پر واجب گردانتا ہے - کیا دنیا سے انصاف اٹھ گیا ہے - اور دنیا صداقت کا وزن نہیں کر سکتی - ہم قرآنی احکام کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام

Marfat.com

حضرت مسیح علیہ السلام اور دیگر بزرگان مذاہب دنیا کی تصدیق اور تعظیم کرتے ہیں - اور دوسری طرف سے ہمارے نبیؐ کی شان میں بعض وقت بعض کم اندیش لوگ زہر اُگلنے سے باز نہیں رہتے ۔

گفتم بسے ز درد دل امشب حبیب را
نشنید از غرور چہ گویم نصیب را

کیا اس صداقت پرستی کا یہ بھی معاوضہ نہیں ہو سکتا - کہ تیز زبان لوگ ایسے جلیل القدر انسان کے مقابلہ میں زبانیں بند رکھیں یا آدمیت اور تہذیب سے ذکر کریں - مسلمان تو قید لا نفرق بین احد من رسلہ سے آزاد ہو کر زبان نہیں کھول سکتے - اور باوجود امرلاجیان سننے کے بھی خاموش رہتے ہیں - کیونکہ اگر وہ دیگر بزرگان مذاہب کی شان میں کچھ کہیں - تو وہ حدود ایمان اور قیود اسلام سے نکلتے ہیں - اور ان پر جواب دہی عاید ہوتی ہے حوصلہ تو دیکھو - ہم سنتے ہیں - اور کچھ نہیں کہتے - یا کچھ نہیں کہہ سکتے ۔

شرط ادب ہے مانع ہم کچھ نہیں جو کہتے
ورنہ جواب دینا مشکل نہیں ہے کچھ بھی

مسئلہ زیر بحث کی بابت

نصوص قرآنیہ

اب ہم چند ایسی آیتیں پیش کرتے اور دکھاتے ہیں۔ کہ اسلام اور قرآن مجید کس انصاف اور کس کشادہ دلی سے دوسری امتوں اور دوسری قوموں کے الہامی حقوق اور مرسلانہ دعاوی کی تائید۔ اور تصدیق کر کے اُنہیں ایک مقدس زندگی بخشتا ہے۔ ان یورشوں اور اُن حملوں کے ہوتے ہوئے جو مذہبی پہلو سے آج تک دوسرے مذاہب کے بعض اشخاص کی طرف سے روا رکھے جاتے ہیں۔ یہ ضروری تو نہیں تھا۔ کہ اسلام اس کشادہ دلی سے کام لے۔ مگر چونکہ وہ صداقت کا منادا اور احقاق حق کا مبلغ ہے۔ اس واسطے کوئی مخاصمت اور کوئی بے انصافی بھی اُسے اظہار صداقت سے روک نہیں سکتی۔

آیات

(۱)۔ ولکل امۃٍ رسول فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالقسط وھم لا یظلمون۔

ترجمہ۔ ہر ایک امت کا ایک نہ ایک رسول ہوا ہے۔ قیامت کے

Marfat.com

روز ہر امت کا رسول ہمارے حضور میں حاضر ہوگا۔ اور لوگوں پر مطلقاً کوئی ظلم نہیں ہوگا)۔

(۲)۔ وَلقد بعثنا فی کل امۃٍ رسولاً

ترجمہ۔ اور ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی رسول بھیجتے رہے ہیں)

(۳)۔ وما ارسلناک من قبلک الا رجالاً نوحی الیہم

ترجمہ۔ اے رسول ہم نے تم سے پہلے بھی مختلف امتوں میں نبی بھیجے تھے)۔

(۴)۔ تاللہ لقد ارسلنا الیٰ اُمَمٍ من قبلک

ترجمہ۔ ہم نے تم سے اول بھی امتوں میں مرسل بھیجے تھے۔

(۵)۔ ویوم نبعث من کل امۃٍ شہیداً۔

ترجمہ۔ قیامت کے دن ہم ہر ایک امت کے نبی کو گواہ بنا کر کھڑا کریں گے۔

(۶)۔ وان من امۃٍ الا خلا فیھا نذیر۔

ترجمہ۔ کوئی امت ایسی نہیں گزری۔ جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو)۔

(۷)۔ ولقد ارسلنا من قبلک فی شیع الاولین

ترجمہ۔ اور ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے گروہوں میں پیغمبر بھیجے تھے)۔

(۸)۔ وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولاً۔

ترجمہ۔ جب تک ہم رسول بھیج کر اتمام حجت نہ کرلیں۔ کسی کو سزا نہیں دیا کرتے۔

Marfat.com

(۹) یوم ندعوا کل اناسٍ بِاِمَامِھِم ٭

ترجمہ - جب ہم سب لوگوں کو اُن کے پیشواؤں کے ہمراہ بلا کر کھڑا کریں گے ٭

(۱۰)۔ والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منہم ٭

ترجمہ - اور ہم رسولوں میں سے کسی میں کوئی تفریق نہیں کرتے ٭

(۱۱)۔ والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منہم۔ اولٰئک سوف نؤتیھم اجورھم وکان اللہ غفوراً رحیما ٭

ترجمہ - یعنی وہ لوگ جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ اور جو رسولوں میں سے کسی میں کوئی امتیاز و تفریق نہیں رکھتے۔ ہم بہت جلد ان کا اجر دیں گے۔ اور اللہ غفور الرحیم ہے ٭

یہ تمام آیتیں کھلی اور صاف ہیں - ہر شخص ان کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ ان میں کوئی اغلاق اور پیچیدگی نہیں۔ ان آیات سے ثابت ہے۔ کہ باقتضائے رحمت ایزدی ہر امت میں جو امت کا درجہ رکھتی ہو۔ کوئی نہ کوئی نبی اور رسول بھیجا گیا ہے۔ رحمت ایزدی متقاضی تھی ۔کہ کوئی امت بھی اس فیضان سے محروم نہ رہے - اور کوئی قوم بھی یہ نہ کہ سکے۔ کہ فلسفہ الہام سے اُسے محروم رکھ کر دوسری امتوں کے دائرہ سے اُسے خارج کر دیا گیا ہے ٭

پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے ۔کہ ہر ایک امت کا رسول بروز قیامت اپنی امت کے ساتھ دربار صمدی میں حاضر ہو گا - مطلب یہ کہ ہر امت اپنے ہادی اور رسول کی موجودگی میں جواب

Marfat.com

دیہہ ہوگی - ایک طرف رسول ہوگا - اور ایک طرف امت تا کہ امت معلوم کرے - کہ جس ذمہ داری کے ساتھ ان کا رسول اُن کی طرف مبعوث ہوا تھا - اور جس رنگ میں انہیں تبلیغ کی گئی تھی وہ اس کی بابت خود حاضر ہوکر شاہد ہے - جب ہر نبی اور ہر رسول اپنی اپنی امت کی طرف نذیر اور بشیر ہوکر آیا تھا - تو آخری جواب دہی کے وقت اس کی موجودگی بھی لازمی ہے ۔

ایک طرف امتوں کا اپنا اعمال نامہ ہوگا - اور دوسری طرف اُن کا نبی یا امام بطور ایک صادق شاہد کے موجود ہوگا - کسی امت اور کسی فرد امت پر ظلم اور تعدی نہیں ہوگی - ہر ایک فیصلہ خود اُس کی اپنی ذمہ داریوں کے تحت کیا جاوے گا ۔

یہ شہادت صرف امتوں کے رویہ کی بابت ہی نہیں ہوگی - بلکہ ہر امت کا نبی اس پر بھی شہادت دے گا - کہ ان کا مذہب بھی اسلام ہی تھا - وہ بھی اسلام ہی کے منادی تھے - قرآن مجید میں جہاں جہاں دوسری امتوں کے نبیوں اور اوتاروں[۱] کا ذکر کیا گیا ہے

---

[۱] - اوتار کے معنے روپ دھارنے کے نہیں ہیں - بلکہ تخلقوا باخلاق اللّٰه کے اور یہ کہ خداوند کریم کی مرضی ان کے ساتھ تھی - ہنود میں بھی اوتار کے معنے نبی ہی کے تھے - رفتہ رفتہ اُس میں بعض غلط روایات کے تحت مبالغہ ہوتا گیا - اہل ہند میں بھی نبیوں نے توحید ہی کا پرچار کیا ہے - اور اُن کے تمام اوتار موحد ہی تھے - اور اشاعت توحید کے واسطے ہی ان کی بعثت ہوئی تھی - فتدبر ۱۲

مطلب اُس کا یہ ہی ہے۔کہ وہ بھی صراط اسلام کے سالک تھے۔ اور اُن کا مذہب بھی اسلام ہی تھا۔ اور قیامت کے روز وہ اسلام ہی کے منّاد اور مویدہوں گے۔ اور اسلام ہی کی تصدیق کریں گے۔ کیونکہ دنیا کے کل نبیوں کا مذہب اسلام ہی رہا ہے۔ اگرچہ اُنہیں چند اور ناموں سے بھی موسوم کیا گیا ہو۔

چھٹی آیت میں ارشاد ہؤا ہے۔کہ دنیا میں کوئی ایسی امت نہیں ہے۔جس میں کوئی نہ کوئی نذیر (ڈرانے والا) نہ بھیجا گیا ہو۔ قرانی محاورہ کے تحت نذیر سے مراد عموماً نبی ہی ہوتا ہے۔ اگرچہ امتوں میں نبیوں کے تحت اور لوگ بھی ضمناً نذیر اور بشیر ہوئے ہیں۔ مگر یہ دونوں لفظ عموماً انبیا علیہم السلام پر ہی اطلاق ہوتے ہیں۔ بعض نبی محض جمالی رنگ رکھتے ہیں۔ اور بعض جلالی رنگ اور بعض دونوں رنگ میں تبلیغ کرتے ہیں۔ حضرت موسٰی علیہ السلام دونوں رنگ رکھتے تھے۔ اور جناب عیسےٰ علیہ السلام کا جمالی رنگ غالب تھا۔ اسی طرح انبیا علیہم السلام ہندوستان و دیگر اقوام کی بھی حالت تھی۔ ہمارے حضور علیہ السلام دونوں رنگ رکھتے تھے۔ اور ان دونوں کے جامع نبی تھے۔ چونکہ وہ دوسری طرف بہ فحوا اے آیت کریمہ

ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

بنوت اور سلسلہ رسالت کے ختم کنندہ بھی تھے۔ اس واسطے ان کا جمالی اور جلالی رنگ ایک جامع رنگ تھا۔ اور سب بنیوں سے اعلٰے اور روشن تر

آیات بالا سے جس صراحت اور جس وضاحت کے ساتھ امور

Marfat.com

ذیل پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ محتاج بیان مزید نہیں۔

(۱)۔ مختلف امتوں میں مختلف زبانوں کے اندر نبی مبعوث ہوتے رہے۔

(۲)۔ ان میں سے کچھ نذیر تھے اور کچھ بشیر۔

(۳)۔ کچھ نذیر اور بشیر دونوں۔

(۴)۔ چونکہ مختلف امتیں اور مختلف قومیں مسرور زمانہ کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ انہیں مذہبیات سے چنداں تعلق اور انس نہ رہا کم زور روایات کی معتقد ہوگئیں۔ اور رفتہ رفتہ بعض زواید اور حواشی کی وجہ سے اصلیت بھی گم ہوتی گئی۔ اسی واسطے انہیں یہ بھی یاد نہ رہا۔ کہ ان میں بھی کبھی کوئی نبی اور رسول آیا تھا۔

(۵)۔ چنانچہ بعض امتیں اس زمانہ میں ایسی بھی ہیں جنہیں الہامات اور نبوت پر یقین ہی نہیں۔ ان کے خیال میں خدائے قدیر نہ تو کسی کو الہام کرتا ہے اور نہ نبی بناتا ہے۔ اور نہ کسی پر کوئی آسمانی کتاب اتر سکتی ہے۔ اُن کے خیال میں گویا اس کو اپنی مخلوق سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ ایسے لوگوں کے نزدیک نبوت اور الہام ایک وہم ہے۔ اور ان کے خیال میں خدا کا یہ کام نہ تھا۔ کہ وہ مختلف امتوں اور قوموں میں نبی بھیجنے کی تکلیف گوارا کرتا۔

(۶)۔ اس کے مقابلہ میں بعض امتوں کو یہ ناز اور یہ دعوےٰ ہے۔ کہ ہمارے سوائے دنیا کی کوئی اور امت یا کوئی اور قوم یہ شرف رکھتی ہی نہیں۔ اگر کوئی خدا ہے۔ تو صرف اُن ہی کا ہے۔ اور

Marfat.com

اگر کوئی سلسلہ الہام اور سلسلہ نبوت ہے۔ تو انہیں تک ہی۔ اس کا خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔ گویا خدائی کارخانہ کی انہیں کے نام پر رجسٹری ہو چکی ہے ❖

(۷)۔ چونکہ بعض قومیں اور بعض امتیں بجا ہے۔ خود ہی ایسے خیالات رکھتی تھیں۔ اور دوسری طرف ملہم قومیں اور ملہم امتیں ایسی امتوں اور ایسی قوموں کو اس قابل ہی نہ سمجھتی تھیں۔ اس واسطے ایسی امتوں اور ایسی قوموں کی رفتہ رفتہ حس ہی ماری گئی۔ اور رفتہ رفتہ ان کا یہ عقیدہ ہو گیا۔ کہ

"کسی امت میں کوئی نبی نہیں آیا۔ اور نہ کسی میں آسکتا ہے"

"نہ خدا کو ایسی ضرورت ہے۔ اور نہ وہ ایسا کر سکتا ہے"

"نہ کسی ایسے ضابطہ کی ضرورت ہے"

"قدرت نے جیسے جیسے عقل و فراست دے رکھی ہے۔ وہی ایک قانون اور معیار ہے"❖

"سب کے واسطے صحیفہ قدرت اور صحیفہ فطرت کافی ہے۔ کسی اور صحیفہ کی ضرورت نہیں"❖

(۸)۔ ایسے خیالات کی بڑی بھاری وجہ یہی ہو سکتی ہے۔ کہ رفتہ رفتہ ان لوگوں کے یہ ذہن نشین ہوتا گیا۔ کہ ان میں تو کوئی نذیر و بشیر آیا ہی نہیں۔ وہ خواہ مخواہ دوسروں کی ریس کیوں کریں ❖

(۹)۔ بعض لوگوں نے جان بوجھ کر تو اس کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ رفتہ رفتہ ان کی ایسی حس ہی کمزور ہوتی گئی۔ اور انکی طبیعت

ہیں یہ بات جمتی گئی۔ کہ قدرت کو نہ تو اس کی ضرورت تھی ۔
اور نہ وہ اس پر قادر ہے ÷

(۱۰) یہ ایک ایسا نقص تھا ۔ جس کی وجہ سے بہت سی قومیں اور بہت سے لوگ جادہ حقیقت چھوڑ بیٹھے ۔ اور ان کی فریب خوردہ طبائع میں سے یہ خیال ہی اٹھتا گیا ÷

(۱۱) اس کے ساتھ ہی یہ بھی ایک نقص ہو گیا ۔ کہ جو قومیں صرف اپنے نبیّں ہی مورد الہام اور اہل کتاب سمجھتی تھیں ۔ وہ دوسری قوموں اور دوسری امتوں کے نبیوں اور اوتاروں کی تصدیق سے رفتہ رفتہ دور ہٹتی گئیں ۔ رفتہ رفتہ اس کا یہ اثر ہوا ۔ کہ وہ دوسری امتوں کے مشاہیر سے نفرت کرنے لگ گئیں ۔ اور دوسری اقوام کے مشاہیر اور بزرگوں کی ان کی محدود نگاہوں میں کوئی عزت اور کوئی احترام و وقر نہ رہا ÷

(۱۲) ۔ اس کا یہ اثر بھی ہوا ۔ کہ دن بدن مذاہب میں منافرت پیدا ہوتی گئی ۔ اور منافرت بڑھتے بڑھتے نوبت بایں جا رسید کہ دوسری امتوں کے بزرگوں کا نام لینا ہی دوبھر ہو گیا ÷

(۱۳) ۔ بجائے اس کے کہ لوگ ایک وسعت قلبی اور خلوص کے ساتھ تبلیغ مذاہب میں ساعی ہوتے ۔ دن بدن تفریق کی بنیاد پڑتی گئی ۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی ۔ کہ محض کا دشنانہ رنگ میں دوسرے مذاہب کے بزرگان ملت کو کوسنا ایک مذہبی خدمت سمجھی گئی ۔ اگر زید کبھی یہ بھی سوچے ۔ کہ خود اس کی قوم میں بھی کوئی بزرگ اسی قماش کا گزرا ہے ۔ تو

Marfat.com

وہ اسی قسم کے کسی اور مذہب کے بزرگ کا حال سُن کر خواہ مخواہ تحقیر اور توہین کا پہلو نہیں لے گا۔ بلکہ تبلیغی رنگ میں مزید دریافت کرنے لگ جاوے گا۔

(۱۴) اگر دنیا کے دیگر مذاہب والے اب بھی قرآنی فلسفہ الہام کے تحت یہ یقین کر سکیں کہ ہر ایک امت اور ہر ایک قوم میں کوئی نہ کوئی نبی ہو گزرا ہے۔ اور اپنے اپنے رنگ میں الہام کا دروازہ کسی امت پر بند نہیں رہا۔ تو دنیا میں سے بہت کچھ خواہ مخواہ کی مخاصمتیں اٹھ جاویں اور لوگ ایک منصفانہ پہلو لے کر ایک اشتراکی اور اتحادی سٹیج پر آنے کی کوشش کریں۔

(۱۵) امور بالا زیر نظر رکھتے ہوئے کیا کوئی شخص بھی بشرطیکہ دل رکھتا ہو۔ اور دل میں انصاف اور بردباری ہو۔ یہ کہ سکتا ہے۔ کہ اسلام کا یہ فیصلہ صحیح اور مفید نہیں اور کیا کوئی ایسا شخص جو کشادہ دلی کی قدر کرنے والا ہے اس کہنے سے رک سکتا ہے۔ کہ

اسلام ہی ایک ایسا مذہب اور قرآن ہی ایک ایسی سماوی کتاب ہے جو اس فیاضی اور اس فراخ دلی سے ایسا اعلان کرتی ہے اور برابر تیراں سو سال سے یہ منادی کر رہی ہے۔ کہ

کوئی امت بھی فیض نبوت اور سلسلہ الہام سے خالی نہیں رہی ہے۔

ہر قوم میں بشرطیکہ وہ امت کا درجہ رکھتی ہو۔ کوئی نہ کوئی نذیر اور بشیر آتا رہا ہے۔ اور ہر امت اس سے اپنے وقت

Marfat.com

پر مستفیض ہو چکی ہے۔
(۱۶) اگر کوئی امت بجائے خود کچھ بھی کشادہ دلی رکھتی ہے۔ تو وہ اسلام اور قرآن مجید کی اس منصفانہ پالیسی اور صادقانہ و ناقدانہ تبلیغ کے مقابلہ میں سوائے سر جھکانے کے اور کیا کر سکتی ہے۔
اسلام اور قرآن مجید نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اور اعلان تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم پر ایک عملی مہر لگا دی جو کچھ کسی امت کا الہامی رنگ میں حق تھا۔ اس کا اعتراف ہی نہیں کیا گیا۔ بلکہ ادا بھی کر دیا گیا۔ اسلام اور قرآن مجید کا یہ اعلان اور یہ تنقید کسی ذاتی غرض سے نہیں۔ بلکہ محض بہ نظر احقاق حق اور اعلائے کلمۃ اللہ۔
(۱۷)۔ اسلام اور قرآن مجید عرب کے ملک میں اترا ہندوستان اور بعض دیگر ممالک اور دیگر اقوام سے اس کا فاصلہ ہی دور نہیں تھا۔ بلکہ اُن ملکوں اور ان ملکوں کے اقوام سے شناسائی بھی نہ تھی۔ مگر باوجود اس کے بھی ایسے لوگوں کو ان کا حق دینے اور ان کی مذہبی حقیقت اور پوزیشن کی تائید اور تصدیق سے پہلو تہی نہیں کی گئی۔
ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ رسول کریم (صلعم) نے فرمایا۔ کہ مجھے ہند کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔ یہ کلام اور یہ حدیث ۱۲ سو سال پہلے سے اس امر کی پیشین گوئی تھی۔ کہ ہندوستان کی دھرتی میں اسلام کا یوں نشوونما ہوگا۔ اور

Marfat.com

شاید اس بات کی طرف بھی اجمالاً ارشاد تھا - کہ ہندوستان کی سرزمین میں بھی کچھ نبی اور مرسل گذرے ہیں ؀

بعض اہلِ اسلام کا خیال

بعض مسلمانوں کا بھی یہ خیال ہے - کہ الہام کی بارش صرف یہودی اور عیسائی سرزمین میں ہی ہوئی ہے - یہ ان کی تنگ خیالی ہے - چونکہ ان کا واسطہ شروع میں یہود اور عیسائیوں سے ہی پڑا - اور قرآن مجید میں ہندوستان کے کسی نبی کا ذکر نہ آیا - اس واسطے بعض مسلمانوں کا یہی خیال ہو گیا - اگر وہ غور سے قرآن مجید پڑھتے اور یہ دیکھتے - کہ قرآن مجید اس بارہ میں کہاں تک آزاد خیال اور کشادہ مشرب واقعہ ہوا ہے - تو انہیں اپنے اس خیال کی قیمت معلوم ہو جاتی - یہ ایک ایسا خیال ہے - جس کی تائید میں نہ تو قرآن مجید ہے - نہ رسول مقبول اور نہ دوسرے بزرگانِ ملت یہ تنگ خیالی قرآن مجید اور اسلام کے حصہ میں نہیں آئی ہے - قرآن مجید نے تو نازل ہوتے ہی اعلان کر دیا :-

الحمد للہ رب العالمین -

اھدنا الصراط المستقیم

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم

اس اعلان کے ساتھ ہی یہ بھی کہ دیا - کہ جیسے معاشری اور مادی رنگ میں خدا کی رحمت عام ہے - ایسے ہی وجدانی رنگ

Marfat.com

میں بھی عام ہے۔ قرآن مجید چونکہ ایک آخری آسمانی صحیفہ ہے۔ اس واسطے یہ اُس کا فرض تھا۔ کہ وہی اس قصہ کی گتھیاں سُلجھائے۔ اور لوگوں پر واضح کر دے۔ کہ خدا کی رحمت عام ہے۔ اور اس کی روحانی بساط بڑی فراخ ہے۔ وہ اپنی حجت پوری کر کے لوگوں سے مطالبہ کرتا ہے۔ وہ ہر شخص اور ہر امت کو دلیل سے ملزم گردانتا ہے۔ اور ثبوت ہونے پر فرد جرم لگاتا ہے۔ باوجودیکہ وہ سب کچھ جانتا بھی ہے۔ پھر بھی ثبوت اور اتمام حجت کے بعد فیصلہ دیتا ہے۔ چونکہ بعض لوگوں نے یہود اور عیسائیوں کے نقش قدم پر یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ نبوت اور الہام صرف دو تین اقوام ہی کا حق ہے اس واسطے وہ دوسری اقوام کو ان فضائل اور ان حقوق سے کوئی حصہ دینے میں تامل کرتے ہیں۔ جو لوگ یہود اور عیسائیوں کے سوا کسی اور امت کو نبوت اور الہام کا اہل نہیں سمجھتے وہ بھول گئے ہیں۔ کہ یہ ایک تنگ نظری ہے۔ خدا سب کا ہے۔ یہ بھولتے ہیں

آیات قرآن مجید اپنے وقت پر یہ حق اور یہ فضیلت ہر قوم اور ہر امت کو دی جا چکی ہے۔

اہل ہند بھی الہام اور نبوت سے فیض یاب ہوچکے ہیں۔ ہندوستان میں بھی نبی آتے رہے ہیں۔ ہندوستان کے ہر ایک ملت میں سے بھی نبی اور اولیا اللہ ہوتے رہے ہیں۔ اگرچہ ہم بہ بعض وجوہ اس وقت ان کی تشخیص اور تعیین سے کسی حد تک معذور ہوں۔ لیکن ہم بہ تحواے آیات قرآن مجید اور احادیث

اکابرین اسلام اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ دنیا کی کوئی امت بھی اس فیض اور اس نور ہدایت سے خالی نہیں رہی۔ یہ نور چین میں بھی چمکا اور ایران میں بھی شام کے لوگ بھی اس سے مستفیض ہوئے۔ اور دیگر حصص دنیا کی امتیں بھی اس سے بہرہ ور ہوئیں۔ کوئی قوم اس سے خالی نہ رہی۔ اور قدرت نے کسی کو یہ شرف دینے سے دریغ نہ کیا۔

اگر آپ ہندوستان ایران و شام کے بزرگوں کی کیفیات زندگی جو زوائد اور بے ربط حواشی سے پاک اور صاف ہوں۔ پڑھینگے۔ تو آپ پر روشن ہو جاویگا۔ کہ ان اسلاف اقوام کی کیا کچھ تعلیم تھی۔ اور ان کی زندگیاں کیسی متبرک تھیں۔ بہ قول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ ہندوستان کے بعض متبرک لوگوں کی زندگیاں ثابت کر رہی ہیں۔ کہ ہندوستان میں نبی ہوتے رہے ہیں۔ نہ صرف نبی ہی۔ بلکہ اولیا اللہ بھی دیکھو حضرت بابا نانک صاحب کی زندگی کیسا پاکیزہ اور موحدانہ نمونہ پیش کر رہی ہے۔ وہ ایک خدا رسیدہ بزرگ اور اولیا اللہ تھے۔ اُن کی تعلیم اُن کی متبرک زندگی کا ایک دلچسپ اور خوش آیند منظر ہے۔

تنقید نبوت

یہ سوال بھی کیا جاوے گا۔ کہ اب کس طرح اور کن دلائل کے ماتحت یہ بات طے اور ثابت ہو۔ کہ کس کس امت میں اور

Marfat.com

کون کون لوگ آیات قرآنی یا اعلان قرآن کا مرجع ہیں بے شک یہ سوال ایک پیچیدہ اور اہم سوال ہے۔ اور بے شک اُس تنقید میں ایک نظر بلیغ اور کاوش کی ضرورت ہے۔ لیکن تھوڑے سے غور کے بعد خود قرآن مجید ہی سے اس کا بھی جواب مل جاتا ہے ؛

قرآن مجید بار بار وہ دین حنیف اور طریقہ تعلیم پیش کرتا ہے۔ جو کل امتوں کے نبیوں کو سکھایا گیا تھا۔ اور جو انسانی فطرت کے مطابق بھی ہے۔ پس اسی نصاب اور اسی اصول سے یہ فیصلہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ کون کون سے بزرگان اقوام سلسلہ نبوت اور سلسلہ اولیا اللہ میں آسکتے ہیں۔ اگرچہ ہم اس تنقید میں یہ پہلوے ناقدانہ قطعی فیصلہ نہ کرسکیں۔ لیکن مقدم تو یہ بحث ہے۔ کہ ہر امت میں نبی ہوئے ہیں یا نہیں اور یہ قرآن مجید کے رو سے ثابت ہے۔ اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا جب یہ ثابت ہے۔ تو مزید تحقیق کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں عمومیت نبوت کے ساتھ یہ بھی فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ کہ

بہت سے نبیوں کا قرآن مجید میں ذکر نہیں بھی کیا گیا۔ دیکھو بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے صرف چند نبیوں ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح ہندوستان۔ چین۔ شام اور ایران کے انبیا علیہم السلام کا ذکر بھی نہیں کیا گیا۔ ایسی تنقید کی صورت میں ہمیشہ یہ مدنظر رہنا چاہئے۔ کہ مرور زمانہ کی وجہ سے بعض ممالک کے بزرگان ملت کی کیفیات زندگی بعض ضعیف روایات

Marfat.com

کے تحت بظاہر دھندلا اور قابل اعتراض رنگ رکھتی ہیں۔ ناقدانہ رنگ میں ایسی روایات اور زاید حواشی کی تحقیق ہوسکتی ہے۔ اور بہ فحوائے ظن المومنین خیراً قرآنی معیار اور اسوہ حسنہ رسول مقبول کے مطابق رفتہ رفتہ یہ عقدہ حل ہوسکتا ہے۔ کہ ایسے بزرگان ملت کی اصلی زندگی کیا کچھ تھی۔

ہر مذہب و ملت میں بوجہ مرور زمانہ غلط روایات کی بھرتی ہوتی رہتی ہے۔ اور ان کی وجہ سے بعض بزرگان مذہب کی زندگیاں رفتہ رفتہ کچھ مشکوک معلوم ہوتی ہیں۔ ہر ایک قوم اور ملک کے بزرگان گزشتہ کی زندگیوں کی منصفانہ تنقید سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے۔ مہاراج کرشن جی اور زرتشت و بدھ کی زندگیاں بعض روایات کے تحت جو کسی قدر دھندلا پن رکھتی ہیں۔ ناقدانہ رنگ میں اُن کی تنقید ہوکر ان بزرگان ملت کی حقیقت اور برکات و مدارج کا انکشاف اور فیصلہ ہوسکتا ہے۔ جب ہم قرآنی اصول کے مطابق تنقید کرینگے۔ اور قبل از تنقید کے یہ ذہن نشین کرلینگے کہ ہندوستان چین و ایران اور شام میں بھی نبی اور اولیا اللہ ہوتے رہے ہیں۔ تو ہماری محققانہ راہ بہت کچھ صاف ہوجاوے گی۔ ساتھ ہی اس کے علمائے اسلام اور صوفیائے عظام کی تحقیقات مدرکات اور مشاہدات باطنی سے بھی مدد لینی چاہئے۔

بعض علمائے کرام اور صوفیائے عظام نے اپنے اپنے ملفوظات میں اس بحث پر ایک معقول روشنی ڈالی ہے۔ بعض صوفیائے کرام نے اپنے روحانی مراقبہ اور مشاہدات وجدانی سے قرآنی اور

Marfat.com

فطرتی پہلو مدنظر رکھ کر یہ ثابت کیا ہے۔ کہ دیگر امتوں اور دیگر اقوام عالم میں بھی نبی اور اولیا اللہ ہوتے رہے ہیں۔ صوفیائے کرام کے طریقہ تنقید کی عظمت اس واسطے بھی ثابت ہے۔ کہ اُن میں سے بعض کی رائیں محض مورخانہ اور ناقدانہ ہی نہیں ہوتیں بلکہ اُن کا بہت کچھ حصہ روحانی مکاشفات سے بھی وابستہ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ایسے مسائل کا حل اور فیصلہ روحانی قوتوں کی مدد سے بھی کرتے ہیں۔ جن کا منبع اور مصدر خود قدرت ہوتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لو۔ کہ خدا کی الہامی رحمت بھی دیگر رحمتوں کی طرح کبھی کسی ایک قوم سے مخصوص نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ایک آخری آنے والے (نبی صلعم) کے دور تک یہ باب ہر قوم اور ہر ملت پر علے قدر مشیت ایزدی کھلا رہتا تھا۔ پہلے مختلف نبیوں کے اقتدار سے یہ باب کھلتا اور یہ فضیلت ملتی تھی۔ خاتم النبیین کے مبعوث ہونے کے بعد یہ اقتدارے حضرت خاتم النبیین سید المرسلین۔ یہ شرف نصیب ہوتا ہے۔

نظام الہامی اور سلسلہ نبوت کا تا دور نبوت اخیر رسول عربی (صلعم) بھی مسلک تھا۔ کہ ہر قوم اور ہر امت کو اس کمال نبوت اور شرف الہام سے مفتخر کیا جاوے اُن میں مختلف زمانوں میں نبی بھی بھیجے گئے۔ بشیر بھی اور نذیر بھی اولیا بھی اور صاحب برکت بھی اخیر پر خاتم النبیین سید المرسلین کو ایک جامع کتاب قرآن مجید دیکر سب کو اُس مرکز مذہب پر کھڑا ہونے کی ہدایت کی گئی کہ جو مذہب بدو دنیا ہی سے کل نبیوں کو دیا گیا تھا۔ اور جس کا نام

Marfat.com

اسلام ہی تھا۔ ہر ایک حجت پوری ہونے کے بعد یہ بساط بچھائی گئی ہے۔ جو شروع میں تھا وہی اخیر پر مجددانہ رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ جو کڑیاں جدا ہو گئی تھیں۔ اُنہیں پھر جوڑ دیا گیا۔

مرد آفرین مبارک بندہ است

پھر سُن لو

شاید اب بھی بعض لوگ معترض ہوں کہ کیوں اخیر پر ایسا ہُوا۔ اور کیوں خطہ عرب میں لاکر رسول عربی خاتم النبین سید المرسلین پر یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ اور کیوں کوئی اور ملک کوئی اور قوم اس کے واسطے انتخاب میں نہ آئی۔ اس سوال کی نسبت ہم مختصراً اوپر کی سطروں میں بھی بحث کر چکے ہیں۔ کچھ مزید بھی سن لو۔ یہ کچھ تعجب اور حیرت کی بات نہیں۔ چونکہ دور نبوت عرب میں ہی ختم ہُوا تھا۔ اور سب سے اخیر پر اس کی باری تھی اس واسطے اُسی خطہ میں اُس کا خاتمہ بھی ہُوا۔ اور مقدر یہ تھا کہ جس خطہ میں یہ خاتمہ ہو وہی خطہ سب فرائض اولیہ اور مابعدی کا کفیل بھی ہو۔

ہر چیز اور ہر کام کا ایک شروع ہوتا ہے۔ اور ایک خاتمہ یاد رکھو۔ یہی اس دنیا کی چال ہے۔ اگر کسی خاتمہ پر اعتراض ہے۔ تو شروع پر کیوں نہیں شروع کیوں ایسا ہُوا۔ موقعہ تو فلاں اچھا تھا۔ اگر شروع پر کوئی اعتراض نہیں۔ تو خاتمہ پر

کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔

دفتر قدرت میں ہر چیز اور ہر عمل کا ایک وقت اور ایک دَور مقرر ہوتا ہے۔ اُسی وقت اور اُسی دور کے مطابق اُس کا شروع اور خاتمہ ہوتا ہے۔ کل امر مرہون باوقاتھا۔

چونکہ خاتمہ اسلام پر ہی تھا۔ اس واسطے وہی سب کا جامع اور وہی کفیل بھی ٹھیرا۔

گر تو نہ مے پسندی تغیر کن قضا را

یہ بات ایک اور طرح بھی سمجھ میں آسکتی ہے۔ یا آسانی چاہئے اسلام ہی دنیا کے موجودہ مذاہب میں سے ایک ایسا مذہب ہے جسے مقابلتاً اور مذاہب کے دیگر مذاہب کا خلاصہ یا نقش اول کہنا چاہئے۔ جس قدر مذہب اسلام میں دنیا کی مختلف قوموں کے افراد شامل ہوئے ہیں۔ اور کسی مذہب میں نہیں ہوئے ہیں۔ ہنود اور یہود پارسیوں اور بدھ کی قریباً ایک ہی نسل چلی آتی ہے۔ ان میں بہت تھوڑی نسلیں دوسری قوموں سے شامل ہوئی ہیں۔

عیسائی مذہب البتہ ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کے مرید مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اسلام کے مقابلہ میں وہ بھی نہیں آسکتا۔ کیونکہ جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے اُن کا پہلا قومی شیرازہ بالکل ٹوٹ گیا۔ اور ایک نئی بساط ہی بچھ گئی۔ چونکہ اسلام کی یہ کیفیت تھی۔ اس واسطے اسلام پر ضروری ہوگیا۔ کہ جو باتیں بعض امتیں مرور زمانہ اور غلط روایات

کی وجہ سے بھول چکی تھیں۔ ان کی بھی ساتھ کے ساتھ ہی یاد دلائی جاوے ٭

تاکہ نو مریدان اسلام کو یہ پتہ لگ جاوے۔ کہ وہ کسی ایسے مذہب میں شامل نہیں ہوئے۔ جس کی ہر ایک بات اور ہر ایک عقیدہ دوسرے مذاہب کے مسلمات سے متاثر اور متضاد ہے۔ بلکہ ایک عالم گیر مذہب میں داخل ہوئے ہیں۔ جو کوئی نیا مذہب نہیں۔ بلکہ وہی مذہب یا اُس مذہب کا عکس صحیح ہے۔ جو شروع میں تھا۔ اور دنیا کے سب مشاہیر اور نبی اُسی مذہب کے موحد اور پرستار تھے ٭

قرآن مجید میں کہا گیا ہے :-

لقد جئناکم بکتاب فصلناہ علےٰ علم ھدےٰ ورحمۃ لقوم یومنون ٭

یعنی اس کتاب میں ہر طرح کی تفصیل کر دی گئی ہے۔ اور وہ ایمان والوں کے واسطے ایک ہدایت اور ایک رحمت ہے ٭

اسلام ایک تجدیدی رنگ میں سب مذاہب کو ایک ہی مرکز پر لانا چاہتا ہے۔ اور وہی پُرانہ سبق یاد دلاتا ہے۔ جو شروع ہی میں دیا گیا تھا۔ گو ہر شخص اور ہر قوم بمصداق کل حزب بما لدیہم فرحون۔ اپنے اپنے خیال میں مگن ہے۔ مگر غور کرنے والے جب مرکزی نشان پاتے ہیں۔ تو اُس پر جمع ہونا ایک صداقت خیال کرتے ہیں ٭

بعض بزرگان اسلام کے اقوال اور اجتہاد

ہم اس ضمن میں ایک دو اولیائے ملت کے ملفوظات میں سے ایسے اقوال پیش کرتے ہیں۔ جن سے اس مسئلہ زیر بحث پر خصوصیت سے روشنی پڑتی ہے۔ جن بزرگوں کے اقوال کی نقل کی جاتی ہے۔ ان کی روحانی منزلت اور شان سیرت اسلامی دنیا میں ایک خاص شہرت رکھتی ہے۔ جن کا تقدس اور احترام مخفی نہیں۔

ان اقوال سے نہ صرف یہی ثابت ہے۔ کہ قرآن مجید کی اس تبلیغ کا اثر مدتوں سے اسلامی دنیا میں چلا آتا ہے۔ بلکہ یہ بھی۔ کہ مشاہیر اسلام ایسے مسائل میں تحت تعلیمات قرآن کہاں تک کشادہ دل تھے۔ اور باوجود انہماک معادیات ان کے خیالات میں کیسی آزادی اور فراخ دلی تھی اس سے ناظرین سوچ سکتے ہیں۔ کہ اسلام کیسے کیسے لوگ پیدا کرتا رہا ہے۔ اور باوجود بعض متضاد واقعات کے بھی دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں کس پایہ اور کس روش کی تعلیم دیتا ہے۔ اور ایسی تعلیم اور کشادہ دلی کا انسانی تہذیب اور کشادہ دلی پر کیسا اثر ہو سکتا ہے۔ ایکسیا

اثر ہونا چاہیئے۔ صوفیائے کرام کی یہی کشادہ دلی بہت سے لوگوں کی ہدایت اور اثر کا باعث ہوئی ہے۔ لاکھوں آدمی ان ہی حضرات کی بدولت مسلمان ہوئے ہیں۔ اور کیسے مسلمان جو اسلامی دنیا کی عزت و احترام کے کفیل اور درفشاں ریزے تھے۔ فیصدی ۹۵ نومریدان اسلام گویا حضرت صوفیائے کرام کی توجہات کا اثر ہیں۔

(۱) حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اس بحث کے متعلق اپنے ایک مکتوب میں حسب ذیل ارشاد فرماتے ہیں۔

(انتخاب مکتوب نمبر ا

گزشتہ امتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت کم ہے۔ جہاں پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ حتے کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ سے دور دکھائی دیتی ہے اہل ہند میں سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ اور صانع جل شانہٗ کی طرف دعوت فرمائی ہے۔ اور محسوس ہوتا ہے۔ کہ ہندوستان کے بعض شہروں میں انبیاعلیہم السلام کے انوار اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں۔ اگر ان شہروں کو معین کرنا چاہیں۔ تو کر سکتے ہیں۔ کوئی تو ایسا پیغمبر گزرا ہے۔ کہ جس کی کسی نے تابعداری نہیں کی اور کوئی ایسا پیغمبر ہے۔ جس پر صرف ایک ہی آدمی ایمان لایا ہے۔ اور کسی پیغمبر کے تابع صرف دو ہی شخص ہوئے ہیں۔ اور بعض کے ساتھ صرف تین آدمی ہی ہوئے ہیں۔ وہ جو کچھ واجب تعالےٰ کی نسبت ہند میں پایا جاتا

Marfat.com

ہے۔ یہ سب انوار نبوت سے مقتبس ہے۔ کیونکہ گزشتہ امتوں میں ہر ایک کے زمانہ میں ایک نہ ایک پیغمبر ضرور گزرا ہے۔ جس نے واجب تعالےٰ کے وجود اور اس کے ثبوت اور اس کے تنزیہ تقدیس کی نسبت خبر کی ہے۔ اگر ان بزرگ واروں کا وجود شریف نہ ہوتا۔ تو کس طرح لوگ اس طرف آتے۔

اس جگہ اگر کوئی یہ سوال کرے۔ کہ اگر زمین ہند میں پیغمبر مبعوث ہوتے۔ تو اُن کے مبعوث ہونے کی خبر ضرور ہم تک پہنچتی۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ ان مبعوث پیغمبروں کی دعوت عام نہ تھی۔ بلکہ کسی کی دعوت ایک قوم سے اور کسی کی ایک گاؤں یا ایک شہر[له] سے مخصوص تھی۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت حق سبحانہ وتعالےٰ نے کسی قوم یا کسی گاؤں میں کسی شخص کو اس دولت سے مشرف فرمایا ہو۔ اور اُس شخص نے خدا کی طرف دعوت کی ہو۔ اور دوسروں کی عبادت سے منع کیا ہو۔ اور اُس قوم یا اُس گاؤں نے اُس سے انکار کیا ہو۔ اور ایسے انکاری لوگوں پر عذاب

[له] بنی اسرائیل میں ہی بعض انبیاء علیہم السلام کی ایسی ہی مختصر خدمات تھیں۔ بعض نبی چند روز ہی آئے۔ اور گردو پیش کی رہ نمائی کر کے رخصت ہوئے۔ کیا تعجب ہے کہ ہندوستان کے نبیوں اور اوتاروں میں سے بھی بعض ایسے ہی ہوں۔ اور میری رائے میں حضرت الف ثانی کا یہ خیال کسی روحانی مکاشفہ پر موقوف ہے فتدبر۔

نازل ہوا ہو:

اور اس پیغمبر نے بھی اُن لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا ہو جو پہلے نے کیا تھا۔ اور اُس پیغمبر کے ساتھ بھی لوگوں نے وہی معاملہ کیا ہو۔ علےٰ ہذا القیاس اسی طرح ہوتا رہا زمین ہند میں گاؤں اور شہروں کی ہلاکت کے آثار بہت پائے جاتے ہیں۔ لوگ اگرچہ ہلاک ہوگئے لیکن وہ دعوت کا کلمہ اُن کے ہم سروں کے درمیان باقی رہا۔ اور اس کلمہ کو اس واسطے باقی رکھا۔ کہ شاید وہ رجوع کر آئیں۔ ان مبعوث پیغمبروں کی خبر ہم تک تب پہنچتی جبکہ بہت سے لوگ ان کے تابع ہوتے اور بڑی بھاری قوم بہم پہنچاتے جب ایک آدمی آیا۔ اور چند روز دعوت کر کے چلا گیا۔ اور کسی نے اُس کو قبول نہ کیا۔ پھر دوسرا آیا۔ اور اُس نے بھی یہی کام کیا ٭

اس سوال کے جواب میں ہم معارضہ کے طور پر کہتے ہیں۔ کہ اگر ہندوستان میں انبیاء علیہم السلام مبعوث نہ ہوئے ہوں۔ اور ان کی زبان میں اُن کو دعوت بھی نہ کی گئی ہو۔ تو پھر اُن کا حکم بھی شاہق جبل کا حکم ہوگا۔ کہ باوجود سرکشی اور عدم تسلیم دعوت الوہیت کے دوزخ میں نہ جاویں اور ہمیشہ کے عذاب میں نہ رہیں۔ اس بات کو نہ تو عقل سلیم پسند کرتی ہے۔ اور نہ کشف صحیح اس کی اجازت دیتا ہے ٭

مقامات حضرت امام ربانی میں لکھا ہے۔ کہ

مجھے ہندوستان میں بعض انبیا علیہم السلام کی قبریں دکھائی

Marfat.com

گئی ہیں - جن میں سے نور طلوع ہوتا ہے ؎

اگرچہ مکاشفہ کی تنقید خود ایک کشاف ہی کر سکتا ہے - اور اس کا حکم زیادہ تر صاحب کشف ہی کے واسطے سند ہوتا ہے - مگر بزرگان مسلمہ اور اولیا اللہ کے مکاشفات ہمارے واسطے بھی ایک ذریعہ معلومات صحیحہ ہو سکتے ہیں - امام علیہ الرحمۃ کا یہ مکاشفہ اس قصہ پر پوری پوری روشنی ڈالتا ہے - کہ ہندوستان میں بھی نبی اللہ اور اولیا اللہ ہوتے رہے ہیں - اور ان کی قبریں بھی مکاشفہ میں انہیں دکھائی گئی ہیں - جن سے انہوں نے نور نکلتے دیکھا ہے ؎

(نمبر ۲)

انتخاب مکتوب حضرت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ

ہندوؤں کا دین قواعد و ضوابط سے منتظم اور معجل ہے - ان قواعد اور ضوابط کے دیکھنے سے پایا جاتا ہے - کہ سرزمین ہند میں بھی خدا کے نبی اگلے زمانہ میں آئے اور شریعت قائم کی جس طرح اسلامی صوفیوں میں معمول ہے - کہ اپنے مرشد کا تصور کرتے وقت اور فائدے اُٹھاتے ہیں - اسی طرح ہندوؤں نے بھی ملائکہ - یا کاملین کی صورتیں بنائی ہیں - اور ان کی طرف بغرض حصول نسبت جس کو اصطلاح صوفیہ میں رابطہ کہتے ہیں - توجہ کرتے ہیں - مدت کے بعد صاحب صورت

سے کے ساتھ توجہ کرنے والے کو رابطہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اور حاجت روائی کی شکلیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ہندو بتوں کو سجدہ عبودیت نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی ڈنڈوت اور حقیقت سجدہ (التحیت) ہے۔ جن کو عموماً وہ اپنے بزرگوں اور مرشدوں کے روبروے کرتے ہیں۔

حضرت مرزا ممدوح کی یہ تنقید گو بعض موجودہ حالات اور کیفیات سے ایک بڑی حد تک مغایر ہے۔ مگر بت پرستی کا رواج

ایسے ہی افراط و تفریط کی وجہ سے ہوا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام ایسی تفریط افراط کے مخالف وعظ کرتا ہے۔ دیکھو اب اکثر قومیں رفتہ رفتہ ایسے افراط و تفریط سے خود بخود ہی پیچھے ہٹ رہی ہیں۔

نمبر ۳

میری نظر سے یہ کتاب نہیں گذری۔ مگر میرے ایک دوست نے یہ ذکر کیا تھا۔ کہ شہر لکھنؤ کے ایک مولوی صاحب مرحوم نے بھی دو صد یاں گذرتی ہیں۔ کہ نبوت ہندوستان کی بابت ایک محققانہ کتاب لکھی تھی۔ اور اس میں ثابت کیا تھا کہ بہ فحوائے قرآن مجید۔

ہر امت اور ہر ملت کو نبی دئے گئے ہیں۔ اور کوئی قوم اس شرف اور اس خصوصیت سے خالی نہیں رہی۔ اگر ہم حضرت مجدد الف ثانی کے اجتہاد پر غور کریں گے۔ تو صاف ہوجاوے گا۔

Marfat.com

کہ صرف اُس وجہ سے انبیاء علیہم السلام ہند کا انکار کرنا
کہ قرآن مجید میں اُن کا ذکر نہیں آیا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔
اور اُن کی رائے مبارک میں یہ وجہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی ۔
مسلمان تو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کہتے ہیں۔ کیا قرآن
مجید میں سوائے چند نبیوں کے کسی اور کا بھی ذکر کیا گیا ہے
اور کیا ہم اس وجہ سے اُن نبیوں سے نعوذ باللہ انکار کر سکتے
ہیں۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہوا ہے۔ ذکر کرنے
والا خدا ہے۔ یہ اُس کی اپنی مرضی ہے۔ کہ کسی کا ذکر کرے
اور کسی کا نہ کرے ۔

اگر فی الواقعہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہی نبی گزرے ہیں۔
تو کیا وہ صرف شام کے ملک میں ہی گزرے ہیں۔ اگر ایسا ہی
ہے۔ تو یہ ثابت ہونا مشکل ہے۔ یہ تعداد کل امتوں اور کل
اقوام کو حاوی ہے۔ اس میں ہندوستان بھی آگیا۔ روس
چین۔ جاپان و ایران بھی اور شام و توران بھی اس فیض
سے کوئی امت خالی نہ رہی ۔

ہم کس رنگ میں تصدیق کرتے ہیں

ہم دوسرے مذاہب اور دوسری قوموں کے مشاہیر اور

اکابر کی جس رنگ میں تصدیق کرتے ہیں۔ وہ ایک ایسا رنگ رکھتی ہے۔ جو بہت کچھ عزت اور احترام کے قابل ہے۔ ہر شخص دوسری طاقتوں یا دوسرے اشخاص کو دو رنگ میں مانتا ہے:۔

(الف)۔ اعتقادی رنگ میں:۔

(ب) تعظیمی رنگ میں:۔

اعتقادی رنگ۔ تعظیمی رنگ کو بھی محتوی ہے۔ جب کوئی شخص یا کوئی قوم اپنے عقیدہ کے تحت کسی بزرگ مذہب کی تصدیق کرتی ہے۔ تو اس صورت میں وہ ایک اعتقادی یا ایمانی رنگ ہوتا ہے۔ جس میں تعظیمی رنگ بھی شامل ہے مسلمان دوسرے مذاہب کے نبیوں کی صرف ایمان اور اعتقادی رنگ میں ہی تصدیق کرتے ہیں:۔

اسلام اور قرآن مجید نے ایک چھوٹے سے فقرے:۔ "لا نفرق بین احد من رسلہ میں یہ ساری بحث ختم کر دی ہے۔ ہر ایک مسلمان پر لازم اور فرض ہے۔ کہ اعتقاداً" اور ایماناً" دوسری قوموں کے مسلّمہ نبیوں کی تصدیق اور تائید کرے۔ مسلمانوں کے واسطے یہ ایک بڑی سخت قید لگا دی گئی ہے۔ کہ وہ باعتبار نفس نبوت دوسری امتوں کے نبیوں پر بھی ایمان لائیں۔ اور نفس نبوت کے امتیاز سے نبیوں میں فرق نہ کریں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے۔ تو مورد وعید قرآنی ہوتے ہیں۔ اس کشادہ دلی اور احقاق حق کے مقابلہ میں

Marfat.com

دوسرے مذاہب کے لوگ اگر اکّا دکّا یا شاذ و نادر اسلامی مشاہیر مذہب کی تصدیق بھی کرتے ہیں ۔ تو محض تعظیمی رنگ ہیں اور یہ افسوس کی بات ہے ۔ کہ اُن کی تعداد اور اُن کا نمبر بھی کچھ زیادہ نہیں ۔ یا لاکھ میں سے دو تین ؟

سب مذاہب کے مقابلہ میں صرف قرآن مجید اور اسلام ہی اس کشادہ دلی سے پیش آیا ہے ۔ اور کوئی مذہب اس شان اور اس بردباری سے اس راہ میں سے نہیں گزرا ۔ کچھ تو اس کا باعث یہ ہوًا ۔ کہ چونکہ ہر سابقہ مذہب بجائے خود ایک ہی قوم سے وابستہ ہوتا تھا ۔ اور ایک ہی سرزمین میں اس کی حکومت روحانی تسلیم کی جاتی تھی ۔ اُن کے مشاہیر مذاہب کو ایسی ضرورت ہی نہ پڑی ۔ کہ اس قسم کا اعلان کریں اور کچھ بایں وجہ کہ وہ ضمنی مذاہب تھے ۔ اگرچہ بعض صحائف اور بعض کتب سماوی میں بعض موخر مشاہیر مذاہب کی نسبت بھی مختلف رنگوں میں پیش گوئیاں کی گئی ہیں ۔۔ اور بعد میں آنے والوں کو اُن کی اطاعت اور اتباع کی تحریک بھی کی گئی ہے ۔ مگر چونکہ ایسی پیش گوئیاں عموماً کچھ نہ کچھ حجاب رکھتی ہیں ۔ یا زیادہ تر صاف نہیں ہوتیں ۔ اور اکثر تاویلات کی ہی ضرورت پڑتی ہے ۔ اس واسطے ان کا اثر عام طور پر اس قدر روشن نہیں ہوتا ۔ کہ صراحتاً یہ فیصلہ ہو سکے ۔ کہ مذاہب سابقہ کے بعد جو مذہب آئے ہیں ۔ اُن کے ساتھ مذاہب سابقہ کا ایسا واسطہ اور ایسا تعلق ہے ۔ اور اُن ملک

Marfat.com

اصولی پہلو سے ایسا اتحاد ہے ؂

اگر پیش گویاں صاف اور کھلی ہوتیں۔ تو مذاہب میں اس قدر بعد بھی نہ رہتا۔ اور پیش گوئی کی تعریف ہی یہ ہے۔ کہ

اُس کا کچھ حصہ مبہم بھی ہوتا۔ کہ لوگ اپنی عقل و فراست سے اُس کا مصداق تلاش کریں۔ اور ایک کوشش سے ایک گم گشتہ دولت کا پتہ لگائیں ؂

ایک فیصلہ طلب امر

جو مذاہب کسی حد تک تنگ دلی سے دوسرے مذاہب کے انبیائے گذشتہ کے تسلیم کرنے میں تامل کرتے ہیں۔ ان کے ذمہ بقول حضرت مجدد الف ثانیؒ اس صورت میں ایک بڑی جوابدہی باقی رہ جاتی ہے۔ اور اب تک وہ اس کا جواب دینے سے معذور رہیں ؂

اُنہیں یہ بات مان لینی پڑے گی۔ کہ جس طرح خدا اور خدا کا قانون اُن کے واسطے ضروری اور لازمی ہے۔ اُسی طرح پر اور قوموں اور نسلوں کے واسطے بھی ضروری ہے اگر اُن کے سوا خدا کسی اور قوم کے کسی ممبر اور شہر کے ساتھ مخاطب نہیں ہوا۔ یا خدا نے کسی اور قوم کو کوئی قانون نہیں دیا تو خدا پر نعوذ باللہ یہ ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ اور ہمارے

Marfat.com

پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے ؞
دنیا کے مذاہب میں سے بہت سے ایسے مذاہب بھی ہیں - کہ جن کے ہادیوں نے دوسری قوموں تک اپنا پیغام پہنچایا ہی نہیں - اور ان کے صحائف مذہبی ہیں - اس کی بابت اُنہیں مجبور بھی نہیں کیا گیا - کیا ہم اس سے یہ ثابت کرسکتے ہیں - کہ
دوسری مخلوق کے واسطے کسی ہادی کی ضرورت ہی نہ تھی - اگر ہمارا جواب یہی ہے - تو میری رائے میں اس کی کوئی قیمت نہیں پڑ سکتی - ہر قوم اور ہر ملک فیضان روحانی کے متعلق ایک ہی قسم کا حق رکھ سکتا ہے - اور خدا کی رحمت ہر گوشہ دنیا کے واسطے روحانی رنگ میں ایک ہی قسم کی ہونی چاہیئے ؞

اسلام کی تعلیم اور دعوے

اس کے ساتھ ہی کہ مسلمان ہر مذہب کے مسلمہ مشاہیر اور بزرگوں کی تصدیق کریں - اور اُن پر ایمان لائیں - قرآن اور اسلام کا یہ بھی دعوےٰ ہے - کہ وہ ایک آخری مذہب اور آخری صحیفہ ہے - لازمی تھا - کہ اس بڑے دعوے کے ساتھ وہ اس بات کا بھی فیصلہ کردے - کہ اُس سے اول جو لوگ گزرے اور جو جو صحائف نازل ہوئے ہیں - ان کی بابت معتقدین اسلام کا طریق عمل کیا ہونا چاہیئے ؞

اگر ایک طرف قرآن اور اسلام نے یہ بات ظاہر کی - کہ ہر قوم کے واسطے کسی نہ کسی ہادی کی ضرورت ہے - تو دوسری طرف یہ بھی جتا دیا کہ ایسا ہؤا بھی ہے - اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی - کہ جو لوگ ایسے گذرے ہیں - مسلمانوں پر ان کی تصدیق لازمی ہے +

اس کی نسبت سوائے اس کے اور کوئی سوال نہیں ہو سکتا - کہ خدا نے ایسا کیوں کیا - اور اس کی کیا ضرورت تھی +

میری رائے میں ہم یہ سوال خدا کے مقابلہ میں کر ہی نہیں سکتے - کیونکہ اُس کی قادر مشیت ہماری مشیت کے تابع نہیں ہے - اس کی مشیت یوں ہی تھی - اور اس کی مرضی کے تابع یہ روحانی سلسلہ نجیں یہیں پر ختم ہونا تھا - اور اُس کا انجام اسی منزل کا جویاں تھا +

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کیوں اب ایک اور سورج اور ایک چاند پیدا نہیں کیا جاتا - اور کیوں بعض دنیا کے سلسلے ختم ہو جاتے ہیں تو اس کا جواب اس کو سوائے اس کے اور کیا دیا جا سکتا ہے :-

گر تو نمے پسندی تغیر کن قضا را

مذہب اسلام کے اور دعاوی اور اور تعلیمات کو چھوڑ کر جب صرف اسی ایک دعوے پر غور کرتے ہیں - تو ہمیں انصاف سے کہنا پڑتا ہے - کہ اس تعلیم اور اس اعلان سے اسلام اور قرآن کی صداقت اور احقاق حق پر ایک ایسی روشنی پڑتی ہے - جو تمام مذاہب کے مقابلہ میں ایک نرالی شے اور انوکھی برہان ہے -

اور یہ دعوے بھی اس فراخ دلی اور اس تحدی سے کیا گیا ہے کہ جو بجائے خود ایک برہان اور ایک فیصلہ ہے۔

تطبیق مذاہب

اس وقت مختلف مذاہب اندرونی اور بیرونی ہیں جو اختلافات اور تناقض نشو ونما پا رہے ہیں۔ اُن سے ایک عام آدمی بھی یہ خیال کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ کہ باوجود ان دعاوی اور اس وحدت کے اُن میں اس قدر تضاد اور تبائین کیوں ہے۔ اگرچہ یہ نقص رفع ہونے کی ایک پوری حد تک کبھی بھی امید نہیں کی جا سکتی۔ لیکن اگر ہم اختلاف خیالات کی وجہ سے دلوں میں کاوش اور بغض کا مواد جمع نہ کر لیں۔ تو اُس کا بُرا اثر کسی حد تک رفتہ رفتہ کم ہو سکتا ہے۔

سب مذاہب کی بعض باتیں اور بعض روایات۔ یا بعض تھیوریاں آپس میں ملتی جلتی ہیں۔ صرف دیگر فروعی یا تمائیشی اختلافات کی وجہ سے ایسی باتوں کی نسبت بھی آئے اُن کے جھگڑے شروع رہتے ہیں۔ اگر ہم ان کی ایک حد تک تطبیق کر سکیں۔ تو یہ زاید خرخشے ایک حد تک یا تو ختم ہو سکتے ہیں۔ اور یا اُن کا اختلاف ایک خوبی کے ساتھ کم ہو سکتا ہے۔

یہ بات بالخصوص اُن امتوں اور ان قوموں کے واسطے لازمی اور مفید ہے۔ جو مختلف مذاہب کے گودیں ایک ہی ملک

Marfat.com

کے اندر پرورش پا رہی ہیں۔ اور جن کا رشتہ ملکی ضروریات کے تحت لوٹ نہیں سکتا۔ فرض کرو۔ ایک ملک یا چند قوموں کے مختلف مذاہب ہیں ۵۰ باتیں مختلف فیہ ہیں اگر تطبیق سے کسی وقت بجائے پچاس کے ۳۵ رہ جاویں۔ یا ۵۰ باتوں کے اختلافات کسی حد تک کم ہو جاویں۔ یا اُن میں ایک قسم کی صلاحیت ہو جائے۔ تو کیا یہ کمی اور یہ صلاحیت مختلف الخیال قوموں کے واسطے ایک حد تک طمانیت کا موجب نہ ہوگا۔ اور کیا اس کا دوسرے مادی امور پر اثر نہیں پڑے گا۔ اور کیا اس سے ایک قوم دوسری قوم کے قریب تر نہیں آتی جاویگی۔

کوئی رنگ چاہئے

ہم نے اوپر کہا ہے۔ کہ مسلمان اعتقادی اور ایمانی رنگ میں دوسرے مذاہب کے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اس کی بابت وہ یہ منشا ہے لا نفرق بین احد من رسلہ اخیر تک مجبور ہیں۔ یہ رنگ چھوڑ کر دوسری قومیں کم سے کم تعظیمی اور اخلاقی رنگ میں تو اسلامی بزرگوں کی عظمت کا اعتراف کر سکتی ہیں۔ ہمیشہ اتحاد باہمی کے واسطے بڑے بڑے لیکچر دئے جاتے ہیں۔ اور اس پر ایک ملک اور چند قوموں کی بہتری اور بہبود کا انحصار بتایا جاتا ہے۔ لیکن جو اصلی راہ اس منزل پہ پہنچنے کی ہے۔ اس کا ذکر ہی نہیں کیا

Marfat.com

جاتا - ملک اور بعض قومیں باوجود تمرّد مذہبی کے بھی مذہب پرست رہتی ہیں - اور ان کے رگ و ریشہ سے مذہبی خیال نکلتا نہیں بالکل نہیں سکتا - ایسی قومیں جب تک مذہبی راستہ سے اتحاد کی داغ بیل نہیں ڈالیں گے - تب تک اُن کا میلان اور اتحاد میری رائے ناقص میں مشکل ہے - اسلام اور قرآن اس مرحلہ میں پیش قدمی کر چکا ہے - اور جس راہ پر وہ چلا ہے - وہ دیگر تمام مذہب کے اختلافات کو چھوڑ کر دوسری قوموں کے غور اور توجہ کے قابل ہے - قرآن کہتا ہے :-

میں تمہارے بزرگوں کی قدر کرتا ہوں -

اور ان پر ایمان لانا اور اعتقاد رکھنا مذہبی رنگ میں معتقدین اسلام پر لازمی گردانتا ہوں ÷

اگر کوئی مسلمان اُن میں فرق کریگا - تو میں اسے دائرہ اسلام سے باہر سمجھتا ہوں ÷

یہ ہیں قرآن کے ارشادات جن سے اسلام کی کشادہ دلی اس پر مسلمانوں کو جو جواب ملتا ہے - وہ بہت کچھ دل شکن ہے ÷

اس سے اسلام کی غرض کیا ہے

اس تعلیم اور اس اعلان سے آخر اسلام اور قرآن کا مدعا کیا تھا - اور کیوں مذہب اسلام اور قرآن ایسا کہتا ہے - اسکی تین غرضیں ہو سکتی ہیں ÷

(الف) ۔تصدیق سابقین۔

(ب) ۔دعوت وحدت ۔ دعوت اسلام

(ج) ۔ تصدیق خاتم النبیین۔

کیا کوئی شخص باوجود چند در چند اختلافات کے بھی ان دونوں اغراض سے نفرت گزیں یا بیزار ہو سکتا ہے۔کیا اس وقت کل دنیا رفتہ رفتہ یا کشاں کشاں اس طرف آ نہیں رہی۔اور کیا اس پر دنیا کی ساری قوموں کا خیال نہیں لگ رہا۔اور اس کی ضرورت خود بخود محسوس نہیں ہو رہی۔

اگر یہ کہا جاوے کہ اس کے ضمن میں اسلام اور قرآن اپنی ہی تصدیق کراتا ہے۔اور خود کو مقدم رکھتا ہے۔جس سے دوسری مذہبی ہستیاں ملیا میٹ ہو جاتی ہیں۔

تو یہ ماننا پڑے گا۔اور اسمیں شک بھی نہیں کہ اسلام اپنی طرف ہی سب کو بلاتا اور دعوت دیتا ہے۔مگر کب جب وہ دوسری طرف اپنی طرف آنے والوں سے سارے سابقون اسلام کی اعتقادی اور ایمانی رنگ میں تصدیق کراتا ہے۔بغیر اس کے وہ کسی کے ڈپلوما اسلامی پر دستخط کیا ایک لفظ بھی نہیں ڈالتا۔یہ اس کی آزاد بیانی ہے۔کہ وہ وحدت کی طرف ان شرطوں کے تحت لاتا ہے۔اور یہ بھی کہتا ہے۔کہ تمہارے اسلاف کا مذہب بھی اسلام ہی تھا۔کیونکہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں۔وہی پرانا مذہب ہے اور رہا تعدی وہ بہ فحوائے

لا اکراہ فی الدین

کسی کو اس طرف آنے کے واسطے مجبور بھی نہیں کرتا۔ صرف
اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ۔
وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ کی راہ دکھاتا ہے۔

جب اس میں کوئی مجبوری بھی نہیں۔ تو کیا قومی یا اخلاقی مصلحتوں کے واسطے مختلف قومیں صرف اخلاقی اور تعظیمی رنگ میں بھی اسلامی مشاہیر کی تعظیم نہیں کر سکتیں۔ اس سے نہ تو وہ مسلمان ہو سکتی ہیں۔ اور نہ قرآن کے ماننے والی ہم جو دوسرے مذاہب یا دوسری قوموں کے مسلمہ مشاہیر اور بزرگان مذاہب کی تصدیق اور اعتقادی رنگ میں بھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور ان کی شان علیا میں بھولے بھی کوئی بے ادبی کا کلمہ نہیں کہتے۔ تو کیا ہم یہودی و عیسائی اور ہندو یا سکھ بن گئے ہیں۔ اور اپنے دائرہ مذہب سے نکل چکے ہیں۔

مشکل تو ہمارے واسطے ہے۔ کہ ہم اعتقادی اور تعظیمی دونوں رنگ میں دوسرے مذاہب یا دوسری اقوام کے بزرگوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ کچھ اور خیال رکھتے ہیں۔ ہم تو ایک آسانی سے اپنے مذہب سے نکل سکتے تھے۔ کیونکہ ہم اعتقادی رنگ میں ایسا دیہ رکھتے ہیں۔ لیکن محض اخلاقی اور تعظیمی رنگ میں ہمارے خاتم النبیین سید المرسلین شہیر اعظم ذات مقدس حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں کلمات نامرغوب اور الفاظ نامطبوع کے عدم اطلاق سے دوسری قومیں اور دوسرے لوگ کس طرح کسی گھاٹے میں رہ سکتے ہیں۔ اور کس طرح اپنے حدود مذہبی سے نکل سکتے ہیں۔ اور یوں بھی تو وہ قوانین

Marfat.com

سیاسی کے تحت ان کی شان عظمےٰ میں کوئی بے ادبی نہیں کر سکتے۔ جب یوں بھی وہ مجبور ہیں تو پھر براہ راست اخلاقی یا تعظیمی رنگ میں ہی کیوں نہ یہ فرض پورا کیا جاوے +

قومی اور ملکی اتحاد کے واسطے اور جو چند در چند تجویزیں سوچی جاتی ہیں۔ دنیا کی قومیں یہ آسان راستہ کیوں نہیں اختیار کرتیں۔ اور کیوں یہ منزل اس آسان راہ سے طے نہیں کی جاتی۔ اور کیوں اس پر قومیں اتفاق نہیں کرتیں +

کون ذمہ وار ہیں

باوجود اس کے کہ ہم جانتے ہیں۔ اور صرف جانتے ہی نہیں بلکہ اس کی ضرورت کا بھی احساس کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں اتفاق اور اتحاد کی ضرورت ہے۔ اور اس کے بغیر تسکین نہیں۔ پھر بھی ہم خود بخود وہ راہیں لیتے ہیں۔ اور اُن مراحل سے گزرتے ہیں کہ جو ہمیں رفتہ رفتہ بہت دور لے جا رہے ہیں +

مذہب کی اصلی غرض صلح اور آشتی ہے۔ جب ایک مذہب دوسری قوموں اور دوسری نسلوں کو اپنی طرف دعوت دیتا اور توجہ دلاتا ہے۔ تو اس کا مطلب اور مدعا دوسرے الفاظ میں یہی ہوتا ہے۔ کہ سب لوگ ایک ہی ملت کے تحت اور ایک ہی سٹیج پر آ جاویں۔ اگرچہ ایسا ہونا کلیتاً بظاہر حالات مشکل ہے۔ مگر ایسی تبلیغ کا منشاء ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔

Marfat.com

اسلام ایک مفید صلح پیش کرتا ہے۔ یعنی یہ چاہتا ہے۔ کہ تمہارے
مشاہیر مذاہب کے مقابلہ میں جو روش میں رکھتا ہوں۔ وہی تم بھی
رکھو۔ کیا اس اعلان کی ذمہ واری دوسری قوموں پر عائد نہیں ہو سکتی
اور کیا اسلام اور قرآن نے ہمیں یہ موقعہ نہیں دیا۔ کہ ہم ایک خصوصیت
سے اگر اور کچھ نہیں تو صرف اس ضرورت کو ہی پورا کریں۔ اور
کم سے کم اُن فوائد سے ہی مستفید ہوں۔ جو اس کی تکمیل میں مستتر ہیں۔
باوجود قرآن مجید اور اسلام کے اس دعوے یا اُس صورت
کے بھی اگر کوئی یہ کہے۔ کہ قرآن مجید یا اسلام تنگ دل ہے۔ یا وہ
صلح کی بنیاد نہیں رکھتا۔ تو میری رائے ناقص میں وہ ایک ایسی
راہ لیتا ہے۔ جو بہت ہی کھکڑی اور تنگ ہے۔ مذاہب میں بڑی
بات یا بڑا عنصر ہادیان مذاہب ہی ہوتے ہیں۔ جب اسلام اور قرآن
مجید اپنے رنگ میں اور اپنے معیار کے مطابق دیگر مذاہب کے
ہادیان کو جہاں تک کہ وہ ثابت کر چکا ہے۔ یا اسلامی ہدایات کے
مطابق ثابت ہو سکتے ہیں۔ تسلیم کرتا ہے۔ اور ان کی تصدیق کو اپنے
معتقدین پر بھی لازمی گردانتا ہے۔ تو مان لینا چاہیئے۔ کہ وہ دیگر
ادیان کے ایک جزو اعظم یعنی ان کے ہادیان کو اپنے رنگ میں مقبول
واجب التعظیم نبی مان چکا ہے۔ اور بعض کو اولیا اللہ رہیں باقی فرقا
اس کی بابت اسلام کسی کو روکتا نہیں۔ کہ کوئی ان کی بابت تصدیق
او زنتقید نہ کرے۔ ایک دفعہ نہیں سو دفعہ کرے۔ اور انصاف سے
دیکھیے کہ اسلام کتنا کیا ہے اگر کوئی ایسا کرنے پر بھی تیار نہ ہو۔ اور دوسری
طرف سے اس کی دوسری خواہشات ضرورت اتحاد سے بھی مستغنی

Marfat.com

نہ ہوں۔ تو کیا اُس کا یہ فرض اور اس کی یہ ذمہ واری نہیں۔ کہ وہ اعتقادی یا ایمانی رنگ کو چھوڑ کر صرف اخلاقی اور تعظیمی رنگ میں ہی ایک مؤدبانہ روش اختیار کرے۔

جو لوگ بعض وقت ہادی اسلام یا نبی اسلام کی شان عظمےٰ میں کراہت جنز اور نفرت آمیز الفاظ یا کلمات کہ کر اپنی طبیعت کا رنگ پیش کرتے ہیں۔ دراصل وہ ہادی اسلام کی اُس شان سے یا تو واقف نہیں ہیں۔ جو اُنہیں حاصل ہے۔ اور یا جان بوجھ کر اُن فرائض سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ جو اخلاقی۔ تعظیمی اور ادبی رنگ میں ہر ایک سمجھ دار اور بردبار شخص پر عاید ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کا فرض

لا نفرقُ بین احدٍ منھم ونحن لہٗ مسلمون۔

ہم اگر دوسری قوموں اور دوسرے مذاہب کے بعض مشاہیر کی تحت لا نفرق بین احد من رسلہ اعتقادی اور ایمانی رنگ میں تصدیق کرتے ہیں۔ تو ہم دوسری قوموں اور دوسرے مذاہب پر کوئی احسان نہیں کرتے۔ یہ ہمارا عقیدہ اور ہمارا ایمان ہے۔

دوسری قومیں اور دوسرے مذاہب کے لوگ نعوذ باللہ۔ چاہے ہمارے مشاہیر کی شان عظمےٰ میں کچھ ہی کہیں اور ہمارا دل کیسا ہی جلے۔ مگر ہم اس صدمہ سے اُن کے بزرگان ملت کی شان

Marfat.com

میں ایک حرف بھی نہیں کہ سکتے۔ کیونکہ اگر ہم ایسا کہیں۔ تو خود ہمارا عقیدہ اور ہمارا ایمان ہمیں اس سے روکتا ہے۔ ~

جی میں ہی کچھ نہیں ہے ہمارے وگرنہ ہم
سر جائے یا رہے نہ رہیں پر کہے بغیر

جب ہم اس قدر مجبور ہیں۔ اور ہمارا مذہب اور ہمارا ایمان ہمیں اس قدر روکتا ہے۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم کسی حالت میں بھی دوسرے مذاہب اور دوسرے ادیان کے بزرگان ملت کی شان میں کوئی ایسا لفظ منہ سے نہ نکالیں۔ جو موجب ان کی تحقیر اور توہین کا ہو۔ اور جس سے ہم اُس عید میں آجاویں۔ جو آیت کریمہ لا نفرق بین احد من رسلہ میں موعود ہے۔

بے شک باعتبار بشریت یا جذبات بشریت بعض وقت ہم مسلمانوں کے واسطے یہ مشکل ہوتی ہے۔ کہ دوسری قوموں اور دوسرے مذاہب کے لوگ ہمارے مشاہیر بالخصوص ہمارے رسول مقبول کی شان میں بیجا کلمات کہ دیتے یا لکھ دیتے ہیں۔ ہمارے دل و دماغ پر اُس وقت جو کچھ گزرتی ہے۔ ہم ہی اس کا وزن کرسکتے ہیں۔ کیونکہ اپنے رسول مقبول سے ہمیں جس قدر رغبت ہے۔ اُس کا اندازہ ہم خود ہی لگا سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ خود وہی رسول مقبول ہی ہمیں اس مقابلہ سے روکتے اور بند کرتے ہیں۔ اس واسطے ہمارا ناچار ہمیں خاموش رہنا ہی زیبا ہے۔

تسلیم بود شیوہ مومن

بعض وقت ہم دیگر اقوام یا دیگر مذاہب کے بعض مسلّمہ مشاہیر کی لائف یا سوانح عمری میں چند بے ربط اور نامناسب باتیں اور ناموزوں روایات بھی پاتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ تحت اسلامی روایات کے ان کی تاویل اور تعبیر ایک اچھے رنگ میں کریں۔ کیونکہ بعض وقت تاریخی روایات اور تاریخی مناقض کی وجہ سے ایسے مشاہیر کے متعلق بہت سی باتیں خواہ مخواہ بھی بیان کی گئی ہیں۔ ہمیں ان کے اصلی قدس اور فضیلت کے تحت بہرحالت اُن کی تعظیم وتکریم ہی کا پہلو لینا چاہیئے یہی طریقہ ہمارے واسطے ایک سلیم اور مامون طریقہ ہے۔ دیکھو بائیبل میں بعض نبیوں کے متعلق بعض ایسی باتیں بیان ہوئی ہیں۔ جو عام اخلاق سے بھی بعید ہیں۔ کیا ہم ایسے اولوالعزم نبیوں کی شان میں چند ایسی روایات کے تحت کچھ کہہ سکتے ہیں۔ ہمیں اسی طرح دوسرے مذاہب کے مشاہیر کی شان میں بھی ناموزوں بے باکانہ الفاظ کہنے اور سننے سے باادب خاموش رہنا چاہیئے۔ جواب دینے کو تو ہم بھی دے سکتے ہیں۔ اور بہت کچھ دکھا بھی سکتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں ہمارا مقابلہ ان مقدسوں سے جا رہتا ہے۔ جن کی تعظیم اور تکریم ہم پر واجب کر دی گئی ہے۔ اور جن کی شان میں ایک تھوڑی سی بے ادبی بھی ہمیں چند وعیدات کا مصداق بناتی ہے۔ ہمیں اس صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ جو ہمیں ہمارا مذہب دکھاتا

Marfat.com

ہے۔ کوئی وقت ایسا آوے گا۔ کہ ہماری یہ کشادہ دلی اور قرآن مجید کی یہ تعلیم اور ہمارے رسول مقبول کا شجر اسوہ حسنہ ضرور پھل لاویگا اور مختلف قومیں رہ رہ کر اس سے شیریں کام ہوں گی۔ ضروریات زمانہ انہیں رفتہ رفتہ ادھر لائیں گی۔ اور ان پر کھل جاوے گا۔ کہ قرآن مجید اور رسول مقبول کی کشادہ دلی کا یہ جواب نہ تھا۔ کہ جو اس وقت بعض کی طرف سے مل رہا ہے۔ قرآن مجید اور رسول مقبول (صلعم) کی تعلیم اور ذات ایسی نہیں۔ کہ قومیں اس کی قیمت نہ ڈالیں ؎

شغل عشق تو گزیدم کہ محبت این است
مگر اے شوخ بہ کشیں تو مروت این است

اب میں چند شعروں پر یہ رسالہ ختم کرتا ہوں۔ یہ رسالہ مجادلہ اور بحث کی غرض سے نہیں لکھا گیا۔ بلکہ اس واسطے۔ کہ قرآن مجید اسلام اور رسول مقبول کی کشادہ دلی احقاق حق کا اعلان کیا جاوے۔ اور لوگوں کو یہ توجہ دلائی جاوے۔ کہ بجائے مجادلہ لڑائی فساد کے تطبیق مذاہب پر زور دیں۔ اور اس حقیقت کی تلاش میں لگ جاویں۔ جو فطرتی رنگ میں تسکین بخش ہے۔ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ وہی مذہب ہے۔ جو تمام دنیا کے نبیوں کا مذہب رہا ہے۔ چاہے۔ وہ نبی شام کے ہوں چاہے روم کے۔ چاہے ایران و توران کے اور چاہے ہندوستان کے رسول عربی بھی وہی پیغام لائے ہیں۔ جو دوسرے نبی لائے تھے۔ اور ان ہی پر پیغام رسانی کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ کیونکہ

Marfat.com

وہ خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں۔ اور یہی آخری سلسلہ سب دیگر سلسلوں کا قائم مقام اور مختتم قرار پایا۔

تعالوا الی کلمۃٍ سواءٍ بیننا و بینکم۔

۷۸۶

چند اشعار

انبیے ہرگز نہ بودہ در جہاں
کاندراں نامد بوقتے منذرے
ہر کہ شکر نعمت او نارد بجا
ہست او آں سے حق را کافرے
آں ہمہ از یک صدف صد گوہراند
متحد در ذات و اصل گوہرے
اول آدم آخر شان احمدؐ است
اے خنک آں کس کہ بیند آخرے
انبیا روشن گہر ہستند لیک
ہست احمدؐ زاں ہمہ روشن ترے
آں ہمہ کان معارف بودہ اند
ہر یکے از راہ مولا مخبرے
ہر کرا علمے ز توحید حق است

Marfat.com

ہست اصل علمش از پیغمبرے

آں رسیدش از راہ تعلیم ہا
گو شود اکنوں ز نخوت منکرے

ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم
ہم چو خاکے افتادہ بر درے

ہر رسولے کو طریق حق نمود
جان ما قرباں براں حق پرورے

اے خداوندم بہ خیل انبیاء
کش فرستادے بہ فضل اوفرے

معرفت ہم دیدہ چو بخشیدی دلم
مے بدہ زاں ساں کہ دادی ساغرے

اے خداوندم بنام مصطفٰے
کش شدے در ہر مقامے ناصرے

دست من گیر از رہ لطف و کرم
در مہم باش یار و یاورے

تکیہ بر زور تو دارم گرچہ من
ہم چو خاکم بلکہ زاں ہم کمترے

۲۲- اکتوبر ۱۹۱۷ء (ننکانہ صاحب)

فہرست کتب مصنفہ میر[illegible]

مطبوعہ

1 سسی پنوں پنجابی
2 مرات الخیال
3 صدائے الم
4 تبیین الحق
5 معیار اصول
6 اخلاق احمدی
7 ریاض الاخلاق
8 سراج الاخلاق
9 رفیق
10 فرحت
11 صداقت
12 نظم خیال
13 بزم خیال
14 یادگار حسینؑ
15 راز الفت
16 دل نواز
17 دل سوز
18 الفت
19 [illegible]
20 تفسیر یامن
21 حیات صادقہ
22 فن شاعری
23 خیالات
24 امثال
25 اساس الاخلاق
26 لسان السلیمین
27 الصلوٰۃ
28 نبوت

غیر مطبوعہ

29 [illegible]
30 [illegible]
31 [illegible]
32 [illegible]
33 [illegible]
34 [illegible]
35 [illegible]

ملہ افسوس ہے کہ [illegible]

ارض کشمیر

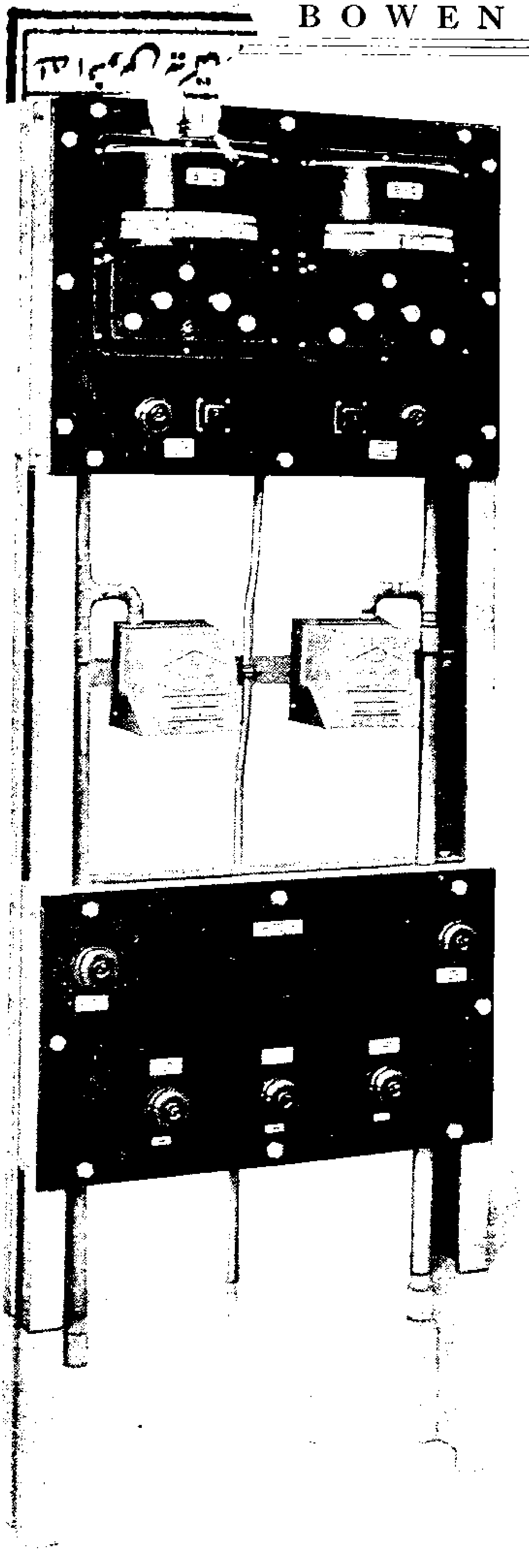

We also supply . . .

INDICATIN

. AND .

RECORDIN

PYROMETE

For all ranges and pu

The only trouble is the
too long !

Fig 7.

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارض نہرین

از

عنایت اللہ بی اے (علیگ)

باہتمام

اسحاق علی علوی

النّاظر پریس واقع لکھنؤ میں چھپی

۱/-

عمر

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو کی بہترین کتابیں

مرزا غالب مرحوم
- اردوئے معلیٰ
- عود ہندی ۱۲/
- دیوان غالب کٹ ایڈیشن
- مکاتیب غالب

سر سید احمد خان مرحوم
- تفسیر القرآن جلد
- خطبات احمدیہ
- آثار الصنادید
- مضامین تہذیب الاخلاق
- مکمل مجموعہ لکچر
- اسباب بغاوت ہند

نواب محسن الملک مرحوم
- مضامین تہذیب الاخلاق
- مجموعہ لکچر
- آیات بینات ۳ جلد

مولوی حسان اللہ عباسی
- تاریخ الاسلام
- الاسلام
- زاہرہ
- نشتر سخن

مولانا آزاد مرحوم
- آب حیات
- دربار اکبری
- سخندان فارس حصہ دوم
- نگارستان فارس
- نیرنگ خیال ۲ حصہ
- دیوان ذوق

مولوی سید احمد دہلوی مرحوم
- راحت زمانی
- تعلیم طبعی ۱۰/
- تسخیر شہر
- مہر افروز بیگم ۱۲/
- انشاء ہادی النساء
- لغات النساء
- علم اللسان

مرزا حیرت دہلوی
- سیرۃ الرسول جلد
- کتاب شہادت جلد
- قصہ حاجی بابا اصفہانی
- روز الیہ کامل
- الف لیلہ شہزاد
- الف لیلہ شہزاد

مولانا حالی مرحوم
- حیات جاوید مجلد
- یادگار غالب
- حیات سعدی
- دیوان حالی
- مقدمہ شعر و شاعری ۱۲/
- مسدس حالی
- جواہرات حالی
- بیوہ کی مناجات ۱۲/

مولانا شرر مرحوم
- حیات انیس
- ایشیائی شاعری
- نورجہان بیگم
- ٹیپو سلطان
- حیدر علی سلطان
- اردو کی لڑائی ۳/
- اردو کا گلدستہ ۴/

مولانا اسلم جیراجپوری
- حیات حافظ
- حیات جامی
- علوم عرب
- خواتین

مولانا نذیر احمد مرحوم
- ترجمۃ القرآن التقابل
- حمائل شریف مترجم
- مطالب القرآن
- الحقوق والفرائض
- اجتہاد
- مبادی الحکمۃ
- رویائے صادقہ
- موعظہ حسنہ
- ابن الوقت
- ایامیٰ
- فسانۂ مبتلا
- مراۃ العروس ۱۰/
- بنات النعش ۹/
- توبۃ النصوح ۹/
- منتخب الحکایات ۶/
- چند پند ۶/
- مجموعہ نظم بے نظیر
- کمل مجموعہ لکچر ۲ جلد

مولوی حبیب الرحمن خان شروانی
- سیرۃ الصدیق
- علمائے سلف
- اسلامی اخلاق

مولانا شبلی مرحوم
- سیرۃ النبی جلد اول مجلد
- " جلد دوم مجلد
- آغاز اسلام
- الفاروق
- سیرۃ النعمان
- الغزالی
- المامون
- سوانح مولانا روم
- سفرنامہ مصر و شام و روم
- مضامین عالمگیر
- رسائل شبلی
- مقالات شبلی
- موازنہ انیس و دبیر
- شعر العجم جلد اول
- " جلد دوم
- " جلد سوم
- " جلد چہارم
- " جلد پنجم
- مجموعۂ کلام شبلی اردو ۱۲/
- کلیات فارسی
- اسلامی حکومت ۱۲/
- اسلامی مدارس
- [illegible]

مولانا ذکاء اللہ
- تاریخ ہندوستان جلد
- تاریخ عہد انگلشیہ
- آئین قیصری
- کرزن نامہ
- صحیفۂ فطرت
- محاربات عظیم
- تعلیم الانتظام
- فلسفۂ امثال
- اصول علم جبر و مقابلہ
- معاون الحساب

مولوی سجاد مرزا بیگ
- الانسان
- الاستدلال
- حکمت عملی
- تسہیل البلاغت
- تمنائے دید

مولوی [illegible]
- تزک تیموری
- حالات [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

الناشر: [illegible]

Marfat.com

میسوپوٹامیہ

(ارضِ نہرین یا جزیرہ)

بابل اور اشور جس زمین پر بابل اور اشور آباد تھے وہ یہاں سے ہزاروں میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور جس زمانہ کے حالات لکھنے ہیں اُنکو بھی ہزار ہا برس منقضی ہو چکے ہیں۔ پس اگر کوئی یہ پوچھے کہ ایسے تمدن کے ساتھ جو بابل میں حضرت عیسیٰؑ سے تین ہزار برس پہلے اور بابل سے اشور میں ہو کر ڈھائی ہزار برس پیشین مسیح رائج تھا ہم کو کیا دلبستگی ہے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ موقع کا فاصلہ، زمانہ کی دوری اور واقعات کی قدامت ہی وہ چیزیں ہیں جن سے ہم کو بابل و اشور کی تاریخ، اُسکے علوم و فنون، مذہب ملت کے حالات سے دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ زمانۂ ماضی اور خاصکر ماضی بعید ہمارے دلوں پر کچھ عجیب جادو کا سا اثر رکھتا ہے۔ اور یہ اثر غالباً اس یقین کا نتیجہ ہے کہ گو حال و مستقبل ہمارے بس کا نہیں، لیکن زمانۂ ماضی تو اپنا ہو چکا ہے، اور جو چیز اپنی ہو چکی ہو اُس سے کیوں بیخبر رہیں۔ بنی نوعِ انسان کی تاریخ ایک زنجیر ہے جسکی ایک کڑی دوسری کڑی میں لگی ہے۔ ہر ایک تمدن جو دنیا میں پیدا ہوتا ہے اپنے سے پہلے تمدن کا وارث ہے۔ آج شمالی و مغربی یورپ کی تہذیب رومانی تمدن کا نتیجہ ہے۔ رومانی علم و ہنر کو قوت یونان سے پہنچی۔ یونانی تمدن کی بنیاد ایشیائی تمدن پر رکھی گئی۔ ایشیائی تمدن میں مصر قدیم، بابل اور ایشیا کوچک کے تمدنوں کا اثر موجود تھا۔ اگر ایشیا میں زیادہ مشرق کی طرف بڑھیں تو معلوم ہوگا کہ زنجیر یہاں بھی نہیں ٹوٹتی۔ ایران ہندوستان کا ایسا ہی خوشہ چین تھا جیسے کہ جاپان چین کا۔ بودھ مذہب کی وجہ سے چین و ہندوستان کے تمدن میں تعلق قائم ہوا اور اس یقین کے لیے کافی وجوہ موجود ہیں کہ بودھ مذہب کے پیدا ہونے سے پہلے ہندوستان کے علم و ہنر کی موجیں چین میں پہونچ چکی تھیں۔ اس بات کی شہادت بھی قوت پکڑتی جاتی ہے کہ ہندوستان اور چین کی تہذیب پر بہت کچھ اثر وادیٔ فرات اور وادیٔ نیل کے تمدنوں سے پہونچا۔

عہد ماضی اور آثار قدیمہ پس عہد ماضی کے واقعات کا مطالعہ کرنا اپنے ہی ماحول سابق کا مطالعہ کرنا ہے۔ قوم یا زمانہ گو کیسا ہی بعید ہو مگر وہ قریب ہی نظر آتا ہے۔ کوئی چیز پرائی نہیں لگتی اپنی ہی معلوم ہوتی ہے

Marfat.com

گویا اپنا ہی خون اپنا ہی پوست ہے ۔ غرض یہی وہ چیز تھی جس نے یورپ اور امریکہ کے بعض لوگوں کو محنت میں مصروف کر دیا کہ وہ عماراتِ قدیمہ کو جو مدت ہائے دراز سے زمین میں دبی پڑی تھیں کھود کر نکا[لیں] ۔۔۔ یہ شوق ایسا بڑھا کہ اکثر ملکوں میں مثلاً یونان، اطالیہ، ایشیائے کوچک، ہندوستان، شام، فلسطین، مص[ر] بابل میں بلاکستانِ تحقیق ہاتھوں میں کدال اور بیلچے لیکر قدیم تمدنوں کے آثار زمین سے برآمد کرنے میں مصروف ہوگئے۔ اور اکثر صورتوں میں اولاد آدم کے فراموش کردہ واقعاتِ تاریخی کو انسان کے حافظہ میں پھر زند[ہ] کر دکھایا۔ اور وہ حکایات و روایات جو دھندلی روشنی میں صاف نظر نہ آتی تھیں اُنکی جگہ صحیح واقعات روشن اور واضح شکل میں پیش کر دیے ۔۔۔ تاریخ کے اصلی واقعات کو قصوں اور افسانوں کے کوڑے کرکٹ سے چن کر الگ کر دکھایا۔ بلکہ یہ کہنا زیبا ہوگا کہ صورشیں کی قوموں نے جو جو مشقتیں اس شوق میں اُٹھائی تعمیر کی ناموری میں کون کس سے بازی لے جاتا ہے اور ناموں میں کس کا نام رہتا ہے اور کس کا جاتا ہے اُنکی ہڈ[یاں] ہوئی خاک اور اُفتادہ نشانیوں کے پورے قصر کو از سر نو تعمیر کر دیا۔

سرزمین دجلہ و فرات، گہوارۂ بنی آدم لیکن قدامت کے علاوہ بعض اسباب ایسے ہیں جنھوں نے دجلہ و فرات کی سرزمین کو ایک خاص دلچسپی بخشی ہے ۔ توریت کی مقدس روایات نے اس سرزمین کو تہذیب و شائستگی کا دیباچہ ہی نہیں قرار دیا ہے بلکہ بنی آدم کا گہوارہ بھی اُسکو بتایا ہے۔ باغ عدن ارضِ بابل ہی میں واقع تھا۔ چنانچہ بیان ہوا ہے کہ رود دجلہ و فراتِ انسان کے اسی ابتدائی مسکن میں سے گذرے تھے حضرت آدم و حوا کے قصہ کی نسبت اتنا ضرور ہی کہنا پڑتا ہے کہ روایتیں جن میں حضرت آدم و حوا کی ابتدائی سکونت بابل میں بیان ہوئی ہے اُنکی بڑی قیمت یہی ہو کہ کاتبانِ توریت یعنی عبرانیوں کے دل میں بابل کی نہایت د[رجہ] عظمت موجود تھی اور اُنکے مذہبی قصص و حکایات بابل سے ایسے وابستہ تھے جیسے ناخن سے گوشت۔ اگرچہ حضرت آدم گو باغ عدن سے چلے گئے مگر آپ کی اولاد ارض بابل سے نہیں نکلی۔ وادی سنعار (جہاں بیان ہوا کہ تمام بنی آدم اُسوقت سکونت رکھتے تھے جس وقت کہ بابل میں وہ مینار تعمیر ہوتا تھا جسکو آسمان تک مرتفع کرنے کا شوق سب کے دل میں تھا) فی الحقیقت وادی فرات کے جنوبی حصہ کا ایک نام ہے۔ توریت کے ا[س] منارہ کے ذکر کے ساتھ اہل فن کے ذہن میں وہ منارے بھی آجاتے ہیں جو ارض بابل کی مذہبی عمارتوں کے ساتھ اکثر برآمد ہوئے ہیں۔ منار کی روایت میں اور اُن دونوں روایتوں میں جو کتاب پیدائش کے گیارہویں باب میں درج ہیں یعنی ایک تو شہر کی تعمیر کے متعلق جسکو بابل کا نام دیا گیا اور دوسری منارہ کے متعلق ...

Marfat.com

دونوں میں بڑا سبق یہی نکلتا ہے کہ ارض بابل کی عزت اور اسکا تقدس مخلوق کے دل میں اس درجہ موجود تھا کہ اُنھوں نے بنی آدم کا مولد و مسکن بھی ارض بابل ہی کو سمجھ لیا تھا۔ بنی نوع انسان نے جہاں پہلے پرورش پائی وہ مقام کہاں تھا؟ اُن ماہرین کے درمیان ایک مشکل مسئلہ سمجھا جاتا ہے جنکو علم الانسان سے بحث ہے۔ اور اب تک اس سوال کی نسبت یہی خیال ہے کہ اُسکے جواب میں سائنس کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ واقعہ کہ ارض فرات آفرینش انسان سے اسوقت تک بنی آدم کا ابتدائی وطن مشہور چلی آتی ہے۔ دلیل اس دعوے کی ہے جسکے لیے اور شہادت بھی موجود ہے (گو مکمل نہیں) کہ ایک اعلیٰ درجہ کا تمدن سب سے پہلے سرزمین بابل ہی پر پیدا ہوا۔ بابل کا رقیب اگر کوئی دوسرا ملک ہو سکتا ہے تو وہ مصر ہے۔ اسوقت جو نشانیاں ملی ہیں اُن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ گو مصری تمدن کی ابتدا بابل کے تمدن سے پہلے ہوئی ہو لیکن کسی تمدن سے جو اعلیٰ درجہ کی ترقی بطور نتیجہ کے پیدا ہوئی ہے وہ سب سے پہلے بابل ہی کے تمدن سے ظاہر ہوئی۔

بابل اور اشور کا تمدن اس سوال کو یہیں چھوڑ کر ہم توریت کے بیانات کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ یہ بات قابل غور ہے کہ عبرانیوں نے فلسطین میں داخل ہونے سے پہلے اپنا سفر بابل ہی کے ایک شہر سے شروع کیا۔ کیونکہ مقام اُر جہاں سے حضرت تراح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد روانہ ہوے ارض بابل کا ایک شہر تھا حاران بھی جہاں اُر سے چل کر آپ نے قیام کیا۔ اُر سے شمال میں سرزمین بابل کا ایک شہر ہے۔ کوئی وجہ اس سے انکار کی نہیں ہو سکتی کہ منجملہ اُن گروہوں کے جو زمانہ مابعد میں عبرانی کے لقب سے پکارے گئے اُن میں سے کم از کم ایک گروہ ایسا تھا جسکی اصل ارض بابل سے تھی۔ سچ یہ ہے کہ فراتی تمدن کی طرف اشارہ عبرانیوں کی تاریخ کے ہر زمانہ اور عہد میں ملتا ہے۔ عبرانیوں کی زبان میں، اُن کے قوانین و آئین میں اُنکے فنون اور تعمیرات میں، اُنکی معاشرت اور سیاسی انتظام میں، اور بہت زیادہ اُنکی مذہبی رسوم اور معتقدات میں اس تمدن کے آثار بخوبی نظر آتے ہیں ــــ انجیل کا عہد عتیق بابل کے تمدن سے بھرا پڑا ہے ــــ یہاں تک کہ جب عہد جدید [illegible] ہیں تو بھی یہی دیکھتے ہیں کہ ہم اُس دائرہ سے باہر نہیں ہیں جس میں بابل کا اثر موجود تھا۔

ارض بابل کے دو دریا نقشہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ وادی فرات میں تمدن اسقدر قدیم زمانہ سے کیونکر شایع ہو گیا ــــ اس ملک میں دو بڑے دریا نظر آتے ہیں جن سے ملک سیراب ہوتا ہے یعنی ایک فرات اور دوسرا دجلہ۔ ان دریاؤں سے زمین کے زرخیز ہونے کا حال یونان کے قدیم مورخ ہیرو ڈوٹس نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے ــــ فرات کا اصلی نام پراتو ہے ــــ پرانی تصانیف اور کتبوں میں اس کو

Marfat.com

دریائے کبیر بھی لکھا ہے ـــــ یہ دریا دراصل ملک بابل کے جنوبی حصہ کا دریا ہے ـــــ دجلہ جس کا اصلی نام ہے اور جسکو دریائے تیزرو لکھا ہے ۔ فی الواقع بلاد شمالی یعنی ارض اشور کا دریا ہے ۔ یہ دونوں دریا گو ایک کوہستان سے یعنی جبالِ آرمینیہ سے نکلتے ہیں لیکن انکی خصوصیات جدا جدا ہیں ۔ گو فرات بحیثیت مجموعی ایک خاموش اور بعض حصوں میں سُست رَو دریا ہے اگر بڑی شان سے بہتا ہے اور پہاڑوں کی حدود سے باہر نکلنے سے پہلے اُس میں بہت سی پہاڑی ندیاں اور چھوٹے دریا شامل ہو جاتے ہیں ۔ شروع میں اسکا بہاؤ مغرب کی طرف ایسا نظر آتا ہے کہ گویا بحر متوسط کا قصد رکھتا ہے ۔ لیکن اُس طرف چلتے چلتے دفعتاً اسکا رُخ جنوب مشرق کی طرف پھر جاتا ہے ۔ پھر اس میں ندیاں اور دریا بہت کم شامل ہوتے ہیں ۔ جنوب مشرقی سمت میں بہتا ہوا جب زیادہ جنوب میں پہونچتا ہے تو رودِ دجلہ سے اُسکا اتصال ہو جاتا ہے ۔ فرات کا طول ۱۷۸۰ میل ہے لیکن اس طول کا وہ حصہ کم ہے جس میں کشتیاں چل سکتی ہیں ۔ کیونکہ اُسکی شمالی گذرگاہ کی ناہمواریاں کشتیبانی میں مزاحم ہوتی ہیں ۔ جنوب میں اسکی سُست چال اور جابجا ریت کے ٹاپو کشتیاں چلانے میں مشکلات پیدا کرتے ہیں ۔ یہی وجہ ہوئی کہ مالِ تجارت کی آمدورفت کے لیے کسی وقت میں بھی اس دریا کو شہرت نہیں ہوئی ۔ دریائے دجلہ کا طول اگرچہ فرات سے کم ہے (یعنی صرف ۱۱۴۶ میل) لیکن اُسکا حال فرات سے مختلف ہے ۔ وہ پہاڑوں میں اپنے منبع سے نکلتے ہی قوت پکڑ کر اونچے نیچے دروں اور تنگ و تاریک گھاٹیوں میں سے زبردستی اپنا رستہ نکالتا ہے اور ہموار ملک تک پہونچنے میں بہت سے دریا اُسمیں ملجاتے ہیں اور اس رفتار میں اسکا عرض بتدریج بڑھتا جاتا ہے ۔ مگر باوجود اسکے جب وہ جنوب کی سطح زمین پر پہونچتا ہے تب بھی اُسکی تیز رفتاری میں فرق نہیں آتا ۔ اور اب اور بھی جنوب کی طرف پیچ و خم کھاتا ہوا دریائے فرات کا رُخ کرتا ہے لیکن پھر ہٹ جاتا ہے ۔ مگر کچھ دور بڑھکر قرنہ کے مقام پر بالآخر فرات سے جا ملتا ہے اور اس مقام سے دجلہ اور فرات کی ملی ہوئی دھاریں شط العرب کا نام اختیار کر کے خلیج فارس میں جا گرتی ہیں ۔ شمال میں دیارِ بکر سے لیکر فرات کے اتصال تک دجلہ میں کشتیاں چل سکتی ہیں ۔ شہتیروں کے بیڑے دیا دریا بغداد تک آ سکتے ہیں اور شط العرب کے دہانے سے موصل تک چھوٹے آگبوٹ جا سکتے ہیں پس دریائے دجلہ ، بابل و اشور کے مال تجارت کے لیے بڑا راستہ تھا اور یہی وہ دریا تھا جسکی وجہ سے بابل و اشور کا خلیج فارس کی راہ سے ایک طرف ہندوستان سے اور دوسری طرف مصر اور بحر قلزم اور بحر متوسط سے تعلق پیدا ہوگیا تھا ۔ جیسا فرق ان دونوں دریاؤں میں پایا جاتا ہے ویسا ہی فرق ملک کے شمالی حصہ یعنی اشور اور جنوبی

Marfat.com

حصہ یعنی بابل میں پایا جاتا ہے۔ ارض اشور کا طول ۲۵۰ میل ہے اور عرض جہاں کم سے کم ہے وہاں ۱۹۰ میل ہے۔ اور جہاں زیادہ سے زیادہ ہے وہاں ۳۰۰ میل تک پہونچ جاتا ہے۔ شمال اور شمال مشرق اور شمال مغرب میں وہ پہاڑی سلسلوں سے گھرا ہوا ہے اور زمین کا بہت سا حصہ خاصکر مشرق کی طرف کا کوہستانی ہے۔ کُردستان کے پہاڑ دجلہ سے قریب اور موصل سے کچھ جنوب میں واقع ہیں۔ انکے باہر زمین کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ پہاڑوں سے نکلتے ہی ہموار زمین نرم اور قابل زراعت ملتی ہے۔ رود دجلہ اور اُسکے مددگار دریا اور چشمے سرمائی بارشوں سے طغیانی میں آکر گرد و نواح کی زمینوں کو بالکل غرقاب کر دیتے ہیں۔ اگلے وقتوں میں جب نہریں تعمیر نہیں ہوئی تھیں یہ سیلاب جان اور مال کو غارت کر دیا کرتے تھے۔ مگر ان سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ جنوبی حصہ ملک یعنی بابل جسکا طول ۳۰۰ میل اور عرض زیادہ سے زیادہ ۲۵۰ میل ہے نہایت شاداب اور زرخیز خطہ بنگیا۔ جو اور گیہوں کی پیداوار اس کثرت سے ہونے لگی کہ اکثر ملکوں کو غلہ بابل ہی سے جایا کرتا تھا۔

بابل کے تمدن کے اسباب ارض بابل کی شادابی اور ثمر خیزی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ زمین اُس مٹی سے پیدا ہوئی ہے جو دریا اپنے ساتھ لاکر طغیانی کے بعد چھوڑ جاتے تھے۔ یہ مٹی اب بھی ایک سال میں ۹۰ فٹ نئی زمین دریا کے دہانے پر پیدا کر دیتی ہے۔ قدیم زمانہ میں اس سے بھی زیادہ نئی زمین دریا کے دہانوں پر پیدا ہوا کرتی تھی۔ اس آوردہ مٹی کے جمنے اور نئی زمین پیدا ہونے سے بابل کے ایسے شہروں کی عمر کا اندازہ کیا جاتا ہے جو پہلے خلیج فارس کے کناروں سے بہت قریب یا بالکل کنارے پر واقع تھے۔ مگر جو اب کناروں سے بہت ہٹے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے شہروں میں اریدو کا شہر تھا جسکی نسبت تحقیق ہے کہ وہ خلیج فارس کے ساحل پر واقع تھا۔ اب وہ خلیج سے ۱۲۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اگر مٹی بڑھنے کا اوسط فی سال ۹۰ فٹ قرار دیا جائے تو اس حساب سے کہہ سکتے ہیں کہ عرصہ ۷۰۰۰ برس کا ہوا کہ اریدو خلیج فارس کے کنارے پر آباد تھا۔ چونکہ یہ بھی تحقیق ہوا ہے کہ دجلہ اور فرات کے دریا خلیج فارس میں جدا جدا مقام پر گرتے تھے، اسلیے یہ نتیجہ نکلا کہ وہ تمام ملک جو مقام قرنا سے موجودہ سواحل خلیج کے درمیان واقع ہے وہ عہد تاریخی میں پیدا ہوا ہے۔ اس سے پہلے وہاں پانی تھا۔ پس قدرت کی یہ فیاضی کہ دو دریا ملک میں موجود تھے جو غیر معمولی شادابی زمین کو بخشتے تھے اور یہ بات کہ اُن میں ایک دریا شمالی ملکوں سے خلیج فارس تک تجارت کی بڑی شاہراہ تھا اور یہ امر کہ خلیج فارس جس سے ملک ملا ہوا تھا خود ایک بڑا ذریعہ تھا کہ دُور دُور کے ملکوں تک رسائی ہو سکے وہ اسباب جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ارض بابل کیونکر قدیم زمانہ سے ایسے لوگوں کا

ساکن ہو گیا جنھوں نے بدویت سے نکل کر زراعت کو اپنا پیشہ بنا لیا اور اس پیشہ کو ایسی حالت میں اختیار
زیادہ سے زیادہ پیداوار کم سے کم محنت میں پیدا ہو سکتی - ملک کے موسمی حالات نے بھی زراعت کو بہت

ایک عجیب خصوصیت علاوہ قدامت کے وادی فرات کے تمدن پر برخلاف دیگر تمدنوں کے یہ ایک
ماجرا گذرا تھا کہ اسکے تمام ظاہر اور مادی آثار یا تو مٹ گئے تھے یا پھر وہ خاک میں ایسے روپوش ہو گئے
کہ انکا نشان تک ڈھونڈنا دشوار تھا - اور اس طرح تاریخی عہد کے ہزارہا برس کے حالات جو ان آثار سے
(اگر وہ قائم رہتے) آسانی سے ظاہر ہو جاتے، انسان کے احاطہ علم سے خارج رہے - آج سے چند سال
پہلے یہ حال تھا کہ بابل اور اشور کی تاریخ و علوم و فنون سے واقفیت بہت کم کسی کو حاصل تھی - اگر کچھ
بھی تو اسکا دار و مدار قطعی توریت کی حکایات یا بعض یونانی اور رومانی مصنفوں کے بیانات پر تھا مگر ان سا
جو کچھ معلومات پیدا ہوتی تھی وہ نامکمل و غیر کافی تھی - ملک مصر کی طرح بابل اور اشور میں ایسی عمارتیں موجود
نہ تھیں جن کو دیکھکر اہل ذوق زمانہ ماضی کی شوکت پر حیرت زدہ ہوتے - مگر باوجود اس کے جو قوی اثر
قدیم پر بابل و اشور کے تاجداروں نے پہونچایا تھا اور جیسی حربی قوت انھوں نے پیدا کی تھی، اور جیسی جیسی
عالیشان معابد و ہیاکل، محل و باغات سے انھوں نے اپنے ملک کو رونق بخشی تھی، اور نیز وہ فضل و کمال
جس کی وجہ سے انکے پیشوایان دین ہزارہا برس تک دنیا میں مشہور رہے انسان کی یاد سے مطلقاً محو نہ
گو خواب کی طرح یہ چیزیں کچھ نہ کچھ یاد رہیں، لیکن انکے صحیح اور تفصیلی حالات جس سے پوری تصویر اُن
آنکھوں میں پھر جاتی جسکو گذرے ہوئے ہزارہا برس ہوئے تھے، مطلق معلوم نہ تھے - بلکہ صحیح معلومات
مبالغہ آمیز اور غیر واقعی افسانے اُن میں مشہور چلے آتے تھے -

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی

ایسا ملک جو علم و ہنر کو جلد پرورش کرنے اور ترقی دینے کی قابلیت رکھتا ہو وہ زوال شروع ہوتے ہی حالات
اور ضایع کر دینے کا مادہ بھی رکھتا ہے - مثلاً دونوں دریاؤں کی طغیانی جو زمین کے لیے اس قدر مفید تھی
میں ہر سال جان و مال کے ضایع ہونے کا خوف بھی شامل تھا - اور جب تک ایک بڑے پیمانہ پر
کھودنے کا سلسلہ جاری نہ ہوا اُسوقت تک مخلوق کی جان و مال کو حفاظت نصیب نہ ہوئی اور
مصیبت سے کہ مہینوں تک ملک کے بعض بعض اضلاع پانی میں غرق رہیں نجات نہ ملی - کتاب پیدایش
کے پہلے باب میں جو تصویر سیلاب نوح کی دکھائی گئی ہے اور جس میں زمین کے برآمد ہونے سے پہلے کی

Marfat.com

ت بیان ہوئی ہے کہ پانی نے سب چیزوں کو ڈھک دیا تھا۔ غالبًا یہ موقع اسی منظر سیلاب کا ہے جو
ہر سال ارض بابل میں پیش آیا کرتا تھا۔ اسی طرح یہ خیال کہ بجز چند نفوس کے ایک زمانہ میں تمام بنی نوعِ
انسان ایک طوفان کی وجہ سے بالکل غارت ہوگئے تھے اُن لوگوں کے وہم و قیاس سے بعید نہ تھا جو
ہر سال برسات میں طوفان و طغیانی کی غارتگری اپنی زمینوں پر دیکھا کرتے تھے۔ بابل و اشور کے زوال
پر جب نہروں کی مرمت کی طرف سے غفلت ہونے لگی تو نہروں کی تعمیر سے پہلے جو خراب حالت تھی اُس
سے بھی بڑھکر یہ نقصان ہوا کہ جو کام صدہا نسلوں نے ہزارہا برسوں میں کیا تھا وہ تھوڑے عرصہ میں غارت
ہوگیا۔ بستیاں اور شہر صفحۂ ہستی سے مٹنے لگے۔ اور یہ تباہی اُن چیزوں کی وجہ سے جن سے اہلِ بابل
اپنی عمارتیں بناتے تھے اور بھی زیادہ عمل میں آئی۔ یہاں بھی اگر بابل کی عمدہ مٹی عمارتوں کے بنانے
اور اہل بابل کو اپنا ہنر دنیا پر جلد روشن کرنے میں مددگار ہوئی تو ویسے ہی اُسکی ناپائداری اس بات کا
سبب ہوئی کہ بڑی بڑی مرتفع عمارتیں جلد مسمار ہوکر تودۂ خاک بن گئیں۔ کچی عمارتوں کی ہمیشہ مرمت کرنی
پڑتی تھی۔ چنانچہ بادشاہِ بابل بنوخذنصر ثانی کے عہد کے ایک بیکانی خطبہ میں لکھا ہے کہ ۴۵ برس کی
غفلت کافی ہوئی کہ ایک بڑی پرستش گاہ کی عالیشان عمارت ٹوٹ کر کھنڈر ہونے کے قریب ہوگئی۔ جنوبی
حصہ ملک میں قطعًا اور شمالی حصہ میں اکثر تعمیر کے کام میں صرف مٹی ہی استعمال ہوتی تھی۔ خواہ اُس سے
غریب اپنے گھر بنائیں اور خواہ بادشاہ اپنے محل و قصور و پرستش گاہ تعمیر کریں۔ شمالی حصہ میں بڑی بڑی
عمارتوں میں کہیں کہیں پتھر لگایا گیا تھا۔ پس جب یہ حالت تھی تو آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس دو ہزار
برس کے عرصہ میں جو بابل و اشور کے شہروں کی ویرانی اور اُنکو کھود کر برآمد کرنے کے درمیان گذرے ہیں
ان عمارتوں پر کیا کچھ نہ گذرا ہوگا۔ عمارتیں گر گر کر کھنڈر ہوگئیں اور باد سموم کے جھونکوں نے زمین سے ریت کے
بادل اُڑا کر اس تباہی کو اور زیادہ کیا۔ چنانچہ شکستہ در و دیوار کی اگر کہیں تھوڑی بہت نشانی
نظر آتی تھی وہ بھی آنکھ سے اوجھل ہوگئی۔ بڑے بڑے آباد شہروں کی جگہ فقط خاک کے تودے یا ریت اور
مٹی کے ٹیلے رہ گئے۔ لیکن پھر بھی یہ کہنا پڑے گا کہ فطرت نے اس غارتگری میں بھی رحمدلی کا ہاتھ نہ دیا۔
اگر ریت اور مٹی ان پرانے شہروں کے کھنڈروں پر ڈھیر اور ٹیلے نہ بنا جاتے تو دنیائے قدیم کے تاریخی دفتر
اس جہان سے قطعی ناپید ہو جاتے۔ کیونکہ ان ڈھیروں اور ٹیلوں نے نیچے چھپا کے بعد کو ظاہر ہوا بکا نی
خطایں لکھے ہوئے طرح طرح کے مکتوبات۔ اسناد و دستاویزات گلی تختیاں اور اسطوانے اینٹیں اور

Marfat.com

لوحیں، بڑے بڑے معبودوں کی مورتیں اور آدمیوں کے بت بالکل محفوظ رہے۔ اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کی مدد سے آج آثار قدیمہ کے محقق بابل و اشور کی تاریخیں لکھنے کے قابل ہوئے۔ غرض اس صورت سے تختیوں اور لوحوں پر جو تاریخی ذخیرہ کندہ تھا وہ زمانہ کی دستبرد سے بچ گیا۔ ورنہ زمانہ کے انقلابات سے متاثر ہوکر یہ چیزیں کبھی کی غارت ہوگئی ہوتیں۔

انیسویں صدی گذشتہ تمدن کی نشانیوں کو زمین سے نکالنا اور پھر اُن نشانیوں سے بابل و اشور کی تاریخ، علوم و فنون معاشرت کو پڑھکر اور سمجھکر دوبارہ ضبط تحریر میں لانا۔ یہ سب کام اُنیسویں صدی عیسوی کے ہیں۔ یہ صدی دنیا میں ہمیشہ اس بات کیلیے مشہور رہےگی کہ اس میں وہ باتیں تحقیق و منکشف ہوئی ہیں جنھوں نے ایک طرف تو کائنات کی نسبت ہمارے خیالات کو تبدیل کرکے موجودہ شرائط زندگی کو ایک دوسری نہج پر قائم کردیا اور دوسری طرف تاریخِ قدیم کے اوراقِ گم شدہ کو بازیاب کرکے ہمارے علم کو ترقی دی۔

شہر نینوہ دجلہ کے کنارے کنارے اور فرات کی وادی میں جو ٹیلے جابجا نظر آتے تھے اور مٹی کے ٹوٹے برتن یا منقش اینٹوں کے ٹکڑے جو اُن ٹیلوں کے اوپر یا آس پاس پڑے ملتے تھے یا تھوڑی سی زمین کھودنے پر نکل آتے تھے اس بات کا پتہ دیتے تھے کہ ان ٹیلوں کے نیچے ضرور پرانے وقتوں کے آثار دبے پڑے ہیں۔ لیکن تھوڑی سی کھدائی سے یہ نہیں معلوم ہوسکتا تھا کہ جہاں یہ ٹیلے ہیں وہاں کس کس نام اور حیثیت کے شہر کن وقتوں میں آباد تھے۔ نام اور شہرت ایسی چیزیں ہیں جو واقعات کے صحیح علم کے معدوم ہونے پر بھی باقی رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ یہ مشہور چلا آتا تھا کہ شہر موصل کے سامنے کچھ فاصلہ پر جو ایک سلسلہ ٹیلوں کا ہے وہاں کبھی نینوہ کا مشہور شہر آباد تھا۔ ان ٹیلوں میں سے ایک کا نام نبی یونس ہے اور اسکی چوٹی پر ایک چھوٹی سی عمارت تھی جسکی نسبت یہاں کے لوگوں کا بالعموم یہ اعتقاد تھا کہ وہ حضرت یونس کا مزار ہے۔ حضرت یونس وہ نبی تھے جنھوں نے شہر نینوہ کے حق میں بددعا کی تھی اور یہ شہر غارت ہوگیا تھا۔

ابتدائی توجہ اس عمارت میں حضرت یونس کی قبر کا ہونا تو ایک فرضی بات ہے۔ لیکن اس روایت میں کہ حضرت یونس نے نینوہ کے حق میں بددعا کی تھی حضرت یونس کے ساتھ نینوہ کا خیال ایسا وابستہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان اس بات کو نہ بھولا تھا کہ نبی یونس کے ٹیلہ کے نیچے سلطنت اشور کا دارالحکومت یعنی نینوہ کے شہر کا بڑا حصہ (جیسا کہ فی الحقیقت بعد کو ثابت ہوا) دبا پڑا ہے۔ جنوب میں بغداد سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر ایک سلسلہ ٹیلوں کا اور تھا جس میں سے ایک ٹیلہ کا نام بابلی تھا۔ اس نام سے

Marfat.com

خیال ہوا کہ جنوبی سلطنت کا دارالحکومت اسی موقع پر کہیں ہوگا۔ غرض یہ اشارے اور اتے پتے تھے جنکی وجہ سے پرانے سیاحوں اور عمارات قدیمہ کے شائقین نے تحقیق کا کام شروع کیا۔ سولھویں اور سترہویں صدی عیسوی میں ان ٹیلوں کی طرف اور ان ہی کے نواح میں دوسرے ٹیلوں کی طرف بہت سے سیاحوں کو توجہ ہوئی۔ بلکہ اس زمانہ سے بھی کئی سو برس پہلے ایک مشہور سیاح نے جسکا نام ربی بن یامین طلیطوی (سنہ ۱۱۶۰ء) تھا اپنے سفرنامہ میں مختصر سا حال بابل و نینوہ کے ویرانوں کا لکھا سولھویں صدی کے اخیر نصف حصہ میں جن سیاحوں نے بابل اور نینوا کی طرف کسی قدر توجہ کی اُن کا ذکر چھوڑ کر سترہویں صدی کے شروع میں ایک سیاح پٹرو نامی کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ شخص اطالیہ کا باشندہ تھا۔ اور مشرقی ملکوں میں بہت سیر و سیاحت کر چکا تھا۔ اس نے اصطخر کے کھنڈروں کے علاوہ جہاں سے بیکانی خط میں لکھے ہوئے کتبے کی ایک نقل بھی حاصل کی تھی، بابل کے ٹیلوں اور مقیر کے ٹیلوں کا جن میں حضرت ابراہیم کا مولد یعنی اُر کا شہر وادیِ فرات میں آباد تھا امتحان کیا تھا۔ یہ پہلا شخص ہے جو یورپ میں بابل کی اینٹیں جن پر حروف کندہ تھے لایا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے سیاحوں میں جن کو دجلہ اور وادی فرات کے ٹیلوں کی تحقیق کا شوق ہوا اُن میں دو بڑے آدمیوں کا ذکر کرنا کافی ہوگا۔ ایک کارستن نیبور جو ڈنمارک کا مشہور ڈاکٹر اور سیاح تھا جس نے دجلہ کے قریب شہر بابل کا واقع ہونا ثابت کیا اور دوسرا ابی دی بیچم ہے جس نے اٹھارویں صدی کے ختم ہونے سے کچھ پہلے اُن ٹیلوں کا ذکر کیا ہے جن کے نیچے شہر بابل کے آثار جا بجا دبے پڑے تھے۔ اس سیاح نے لکھا ہے کہ ان ٹیلوں کے قرب میں روغنی اینٹوں اور اسطوانوں کے ٹکڑے جن پر حروف کندہ ہیں جا بجا ملتے ہیں۔

لندن کا ابتدائی کام جس وقت یہ یقین ہو گیا کہ ان ٹیلوں کے نیچے زمانہ قدیم کے آثار اور نشانیاں دفن ہیں تو پھر اُنکو کھود کر نکالنے کا جو شوق سیاحوں اور شائقین آثار قدیمہ کے دل میں پیدا ہوا اُسکا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ حقیقت میں جب یہ لوگ سوچتے ہوں گے کہ ان ٹیلوں میں ہزارہا برس کی پرانی چیزیں خدا نے کس کس قسم کی دبی ہیں تو اُنکی بیتابیِ شوق انتہا سے گذر جاتی ہوگی۔ چنانچہ ایک انگلش مین کلادیس جیمس رچ نے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے بغداد میں رزیڈنٹ کا عہدہ رکھتے تھے ولایت بغداد کو اپنا صدر مقام قرار دیکر ۱۲ برس اس کوشش میں صرف کیے کہ بابل اور نینوہ کے ٹیلوں کی تحقیق اور بغداد سے موصل تک جس قدر مقامات ہیں اُنکی جغرافی کیفیت دریافت کریں۔ رچ صاحب کی کوششوں کے نتیجے بنسبت سابق

Marfat.com

کی کوششوں کے بہ رجا مفید ثابت ہوئے۔ لیکن افسوس ہے کہ ۱۸۲۱ء میں صرف ۳۴ برس کی عمر میں لائق نوجوان محقق کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر باوجود کوششوں کے تمام رہنے کے بہت سی پرانی چیزوں زمین سے کھود کر خود برآمد کی تھیں یا دوسرے لوگوں سے خرید لی تھیں ایک معقول ذخیرہ اپنے بعد چھوڑا گو زیادہ نہ تھا مگر اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا تھا کہ کیسی مختلف اقسام کی چیزیں ان ٹیلوں میں دبی ہیں۔ صاحب کے مرنے پر برٹش میوزیم نے انکی جمع کی ہوئی کل اشیا خرید لیں۔ ۱۸۲۷ء و ۱۸۲۹ء میں ایک انگریز نے جسکا نام رابرٹ میگنان تھا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت رکھتے تھے جنوبی حصہ ملک میں بہت ٹیلوں کا امتحان کیا تھا اور ان ٹیلوں پر لمبی لمبی نالیاں کچھ چوڑی اور کچھ گہری کھود کر ان ٹیلوں کی عمر اور کیفیت کا اندازہ کرنا چاہا تھا۔ ۱۸۳۵ء اور ۱۸۳۶ء میں انگلش گورنمنٹ نے نواح دجلہ اور فرات کی پیمائش کا کام اپنے ذمہ لیا۔ لیکن یہ عزت کہ کندن کی غرض سے پہلی باضابطہ جماعت قائم کی جاوے فرانس کو نصیب ہوئی۔

گذشتہ ستر برس کی محنت ۔ یہ قصہ کہ اشور و بابل کے شاہی محل اور عبادت خانے اور انکے قیمتی سامان محققوں کی کوشش سے کس طرح انسان کی نظر کے سامنے دوبارہ پیش ہوئے نہایت درجہ دلچسپ ہے داستان کو ایک فرانسیسی محقق موسیو بوٹا کی کارگذاری سے جسکی ابتدا ۱۸۴۲ء میں ہوئی شروع کر کے حال کے حالات تک بیان کرتے ہیں۔ یورپ و امریکہ کے عجائب خانوں کے لاحظے سے معلوم ہو سکتا کہ اشیائے قدیمہ کا کس قدر کثیر ذخیرہ گذشتہ ستر برس کے عرصہ میں ترتیب و انتظام کے ساتھ آراستہ کیا گیا یہ اشیا صرف عجائب خانوں ہی میں نہیں رکھی گئیں۔ بلکہ اشیاء کی تصویریں اور کتبوں کی نقلیں بار بار ہو کر شائقین تاریخ بابل اور اشور میں تقسیم بھی ہوتی رہی ہیں۔

ابتدائی کامیابی کی نوعیت ۱۸۴۲ء میں موسیو بوٹا موصل کے شہر میں دولت فرانس کی سے کونسلر ایجنٹ مقرر ہوئے اور اسی سال کے آخر میں موصل کے سامنے دجلہ کے کنارے قوینجک ٹیلے پر انہوں نے کندن شروع کیا۔ قوینجک کا ٹیلا بھی تل نبی یونس کی طرح نینوہ کے قدیم شہر کو چھپائے ہوئے تھا۔ ان بڑے بڑے ٹیلوں کو کہاں سے کھودنا چاہئے کہ کم محنت سے حاصل ہو اسکا کوئی قاعدہ اور اصول موجود نہ تھا۔ وقت پر جہاں سمجھ میں آیا خندقیں کھودنی شروع کیں اسطرح کام جاری رہا مگر زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔ کچھ کتبے اور پتھر کی سلوں پر ابھرے ہوئے

Marfat.com

ہیں لیکن ان میں سالم کم تھیں۔ انکے علاوہ اور کوئی چیز دستیاب نہ ہوئی۔ اسلیے ۱۸۴۳ء کے ماہ مارچ
میں موسیو بوتا نے قرنجیک کو چھوڑ کر خورس آباد کے ٹیلے پر کام شروع کیا۔ یہ ٹیلہ قرنجیک کے شمال میں
تھوڑے ہی فاصلہ پر واقع تھا۔ یہاں تھوڑی سی زمین کھودی تھی کہ دو دیواریں نمودار ہوگئیں۔ ان دیواروں
پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ پیکانی خط کے کتبے بھی دستیاب ہوے۔ اور اب شبہ نہیں رہا کہ سلطنت
اشور کے زمانہ کی ایک عمارت کا پتہ چل گیا اور کام برابر جاری رکھا گیا اور قلیل عرصہ میں اس عمارت
کے بہت سے کمرے جن میں پُرانے وقتوں کی بہت سی چیزیں ملیں دریافت ہوگئے۔ ان انکشافات
کی شہرت جس وقت فرانس میں ہوئی تو بڑا جوش پیدا ہوا اور موسیو بوٹا کے پاس جلد بہت سا روپیہ
فراہم کرکے اس غرض سے روانہ کیا گیا کہ زیادہ وسیع پیمانے پر اس کام کو جاری رکھکر خاتمہ کو پہنچادیں
ایک مصور موسیو فلاندن بھی فرانس سے روانہ کیے گئے کہ جو عمارتیں یا کتبے یا تصویریں ملی ہیں انکے نقشے
اور نقلیں تیار کریں۔ غرض ۱۸۴۴ء کے ماہ اکتوبر تک اس عمارت کا جو شاہان اشور میں سے ایک بادشاہ
کا محل ثابت ہوا بڑا حصہ برآمد کر لیا گیا۔ اور معلوم ہوگیا کہ اس میں کمرے اور حجرے بہت کثرت سے ہیں
دیواروں پر پتھر کی سلیں نصب ہیں اور ان سلوں پر طرح طرح کی تصویریں کندہ ہیں۔ کہیں سپاہیوں کے
دستے کوچ کرتے ہوے دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں لشکر گاہ میں فوج والوں کی روزانہ زندگی کے واقعات
کہیں گھوڑے، رتھ، خیمہ و خرگاہ، کہیں حملہ کرنے کے کرتب اور دشمن کی دیوار کے قریب ہوکر دست
بدست لڑائیوں کے معرکے دکھائے ہیں، کسی حصین شہر کو محاصرہ کے بعد فتح کرنے اور دشمن کو گرفتار
کرکے لیجانے کی تصویریں بنائی ہیں۔ شکار کی کیفیتیں بھی بڑی تفصیل سے دکھائی ہیں۔ جس میں بادشاہ
اپنے رتھ میں سوار ہے اور ملازمین صفیں باندھے گرد و پیش حاضر ہیں۔ کہیں جنگلی شیر پنجروں میں بند
دکھائے گئے ہیں۔ پنجرے کھول دیے گئے ہیں اور بادشاہ شیروں کا شکار کر رہا ہے۔ کہیں شکار کردہ
شیروں اور جانوروں کو نوکر رسّے باندھے گھسیٹے لیے جاتے ہیں۔ اس کندن میں جو سب سے عجیب چیز
برآمد ہوئی وہ پتھر کے بڑے بڑے بُت تھے جن کا چہرہ انسان کا سا تھا اور دھڑ بیل کا سا، اور شانوں
پر بڑے بڑے پر لگے تھے۔ یہ جوڑے جوڑے تھا اور بُت محل کے سب سے بڑے کمرے کے دروازوں کے
دونوں طرف نصب تھے۔ ان پر داربیلوں کے تمام جسم پر پیکانی خط میں عبارتیں کندہ تھیں۔ جب
ان عبارتوں کو پڑھنے کی نوبت آئی تو معلوم ہوا کہ جس بادشاہ نے یہ محل بنوایا تھا اسی کے کارنامے ان

عبارتوں میں درج ہیں۔ یعنی شردکن ثانی کے جس نے ۷۲۲ قبل مسیح سے ۷۰۵ قبل مسیح تک
یہ حکومت کی تھی۔ اشیاے قدیمہ کا یہ بڑا ذخیرہ جہاں تک ممکن ہو سکا [illegible]
رکھکر بصرہ میں لائے اور وہاں سے ایک فرانسیسی جنگی جہاز پر لادکر فرانس کو لے گئے۔ وہاں ان چیزوں کی
تصویریں جو مصور فلانڈن کی تیار کی ہوئی تھیں پانچ بڑی تقطیع کی جلدوں میں چھاپی گئیں۔ ان تصویروں
کی تعداد ۴۰۶ تھی اور ان کے ساتھ ہی موسیو بوٹا نے جو حالات ان اشیاء کے لکھے وہ بھی طبع

قصر شردکن

ہوئے۔ عجیب انکشافات ایسے بیش بہا تھے کہ فرانس میں اور زیادہ شوق تحقیقات کا
ہوا۔ اور سنہ ۱۸۵۱ء میں فرانس کی گورنمنٹ نے ایک دوسری باقاعدہ جماعت تجویز کرکے اس
کے لیے روانہ کی۔ اس جماعت کا افسر وکٹر پلس ایک شخص تھا جو فن معماری میں کامل تھا اور موصل
میں موسیو بوٹا کی جگہ فرانس کی جانب سے کونسل ایجنٹ بھی مقرر کر دیا گیا تھا۔ اس نئی جماعت نے
شمالی حصہ ملک میں کام کرنے کے بعد جنوبی حصہ میں بھی ٹیلوں کی چھان بین شروع کی۔ وکٹر پلس جو
فن تعمیر میں اُستاد تھے اسلیے زمیں کھود کر عمارتوں کو برآمد کرنے میں اُنھوں نے بہت باقاعدہ کام کیا
اس بات کو ثابت کر دیا کہ زمین میں دبی ہوئی عمارتوں کے نکالنے میں ایک لائق معمار جس عمدگی سے
کام کر سکتا ہے وہ دوسرے سے ممکن نہیں۔ موسیو پلس نے قصر شردکن کے بہت سے کمرے پیدا
کیے اور اس قصر سے آگے بڑھکر متعدد عالیشان دروازے نکالے جن پر نہایت خوشرنگ روغنی اینٹوں
کا کام تھا۔ طرح طرح کے بیل بوٹے اور عجیب غریب صورت کے جانوروں کی تصویریں بنی تھیں۔ قصر
متعدد صحنوں کا ملبہ جب صاف کیا گیا تو کئی چھوٹی چھوٹی عمارتیں اور نکلیں جنکی نسبت بعد کو تحقیق ہوا کہ وہ
عبادت خانے ہیں۔ طرح طرح کے برتن، سنگین اور برنجی، اور شیشے کی بنی ہوئی چیزیں بھی کثرت سے نکلیں
قسم قسم کے آہنی اوزار بالکل صحیح و سالم حالت میں برآمد ہوئے۔ بعض مکان ایسے یا گودام ایسے نکلے جہاں
کے کاموں کی غرض سے روغنی اینٹیں بھری تھیں۔ اب وکٹر پلس نے ایک بڑی کتاب میں اپنی تمام کارگزاری
کے حالات اور نتائج بیان کیے اور عمارت کو جس حد تک دیکھا اسکا اور اسکی مدد سے پوری عمارتوں کے
نقشے تیار کیے۔ اگر کسی عمارت کا کوئی جزو بھی دیکھا تھا تو اصل تعمیر کے مطابق عمارت کا کل نقشہ تیار کر لیا
پس یہ دریافت ہو گیا کہ خورس آباد کے ٹیلوں میں شردکن ثانی بادشاہ اشور کا ایک شہر جسکے چاروں طرف
شہر پناہ اور برج تھے دبا پڑا ہے اور جس کا نام اصلی زبان میں دور شروکن یعنی شردکن بادشاہ کا قلعہ تھا

شہر کے چاروں طرف فصیل تھی اور شہر پناہ کے آٹھ دروازے تھے اور کل رقبہ جس پر یہ شہر واقع تھا ۷۵۰ ایکڑ تھا۔ بیچ کی عمارت شاہی قصر تھا۔ دیواروں کا جو رُخ باہر کا تھا وہ پتھر کا تھا۔ کہیں کہیں فرشوں میں بھی پتھر استعمال کیا گیا تھا۔ باقی عمارتیں سب کچی اور پکی اینٹ کی تھیں۔ ایسی ہی اینٹوں سے اشور اور بابل کے مکانات بالعموم بنائے جاتے تھے۔

وکٹر پالس نے اور ٹیلوں پر بھی کام جاری کیا جو موصل سے دور نہ تھے۔ مثلاً قلعۂ شرغتہ کے ٹیلہ پر جہاں پہلے اشور کا مشہور و معروف شہر تھا اور تل نمرود پر جہاں سلطنت اشور کا شہر کلح (قلح) واقع تھا۔ ان ٹیلوں کے علاوہ اور ٹیلوں کا بھی امتحان کیا گیا۔ لیکن ان سب میں وہ کامیابی جو موسیو بوٹا کو خورس آباد کے ٹیلوں کو کھودنے میں حاصل رہی تھی میسر نہ ہوئی۔ افسوس ہے کہ وکٹر پالس نے جو اشیائے قدیمہ فرانس بھیجنے کے لیے جمع کی تھیں وہ سب تلف ہو گئیں کیونکہ جن کشتیوں پر یہ سامان بھر کر روانہ کیا جاتا تھا وہ سب غرق ہو گئیں۔ مگر ان اشیاء کی جو تصویریں اور نقشے اُتار لیے گئے تھے وہ بچ گئے۔ اور اس لیے علم کو زیادہ نقصان نہ پہونچا۔

ایک انگریزی محقق اسی زمانہ میں فرانسیسیوں کی ایک جماعت جس کا افسر موسیو فرزنل تھا جنوبی حصۂ ملک میں ایک ٹیلہ پر کام کر رہی تھی۔ یہ ٹیلہ اُن متعدد ٹیلوں میں سے ایک تھا جس کے نیچے شہر بابل دبا ہوا تھا۔ یہاں ۱۸۵۵ء تک کام جاری رہا۔ لیکن پیشتر اس سے کہ بابل والے ٹیلوں کا حال لکھا جاوے ایک انگریزی محقق کی کارگزاری کو لکھنا ہوگا۔ یہ انگلستان کا مشہور متجسس جس نے موسیو بوٹا، فلانڈن اور پالس سے بھی زیادہ شہرت حاصل کی اپنا کام اُس زمانہ میں کر رہا تھا جبکہ وکٹر پالس خورس آباد کے ٹیلوں میں مصروف تھا۔ یہ شخص آسٹن ہنری لے یرڈ تھا۔ سر کا خطاب اس وجہ سے ملا تھا کہ امور سیاسی اور آثار قدیمہ کے متعلق اُنکی خدمات نہایت قابلِ قدر تھیں۔ بلادِ شرق میں مدت کے سیر و سفر کے بعد ۱۸۴۰ء میں موصل کے قریب کے ٹیلے انکی نظر سے گذرے اور دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ کاش یہ ٹیلے ایک دن کھودے جائیں۔ ۱۸۴۵ء کے اخیر حصہ میں جبکہ سر سٹرٹ فورڈ کیننگ قسطنطنیہ میں برٹش سفیر تھے لیرڈ صاحب کو اس کام کے لیے کچھ روپیہ دیا گیا۔ چنانچہ انھوں نے تل نمرود پر کام جاری کر دیا۔ یہ ٹیلہ اسلیے پسند کیا گیا کہ وہ موصل سے کسی قدر فاصلہ پر ہے اور وہاں کام چپ چاپ چلتا رہے گا۔ لوگوں میں زیادہ چرچا نہ ہوگا۔ سرمایہ اسقدر قلیل تھا کہ زیادہ تحقیقات کی امید نہ کیجا سکتی تھی۔ یہ سمجھا گیا تھا کہ کام

Marfat.com

شروع کرنے سے شاید اتنا ضرور معلوم ہو جائے کہ اس ٹیلے کے نیچے پرانے آثار اور اشیاء موجود ہیں یا نہیں۔ اگر اتنا پتہ بھی چل گیا تو پھر شوق میں زیادتی ہو جائیگی اور اگر زیادہ روپیہ مل گیا اور روپیہ کے ساتھ ترکی گورنمنٹ نے کندن کا فرمان بھی دیدیا تو تحقیقات وسیع پیمانہ پر ہو سکے گی۔ لیکن اتفاق سے جس دن کام شروع کیا گیا اُسی دن ایک عمارت کے دو کمرے نکلے۔ جن کی دیواریں پتھر کی سلوں سے منڈھی ہوئی تھیں۔ ایک کمرہ ٹیلے کے جنوب مغربی گوشہ میں اور دوسرا مغربی کے وسط میں واقع تھا۔ یہ کمرے ایک عمارت کے نہ تھے بلکہ دو جدا جدا عمارتوں کے تھے اور یہ دونوں عمارتیں بعد کو ثابت ہوا کہ بادشاہوں کے محل تھے۔ لے یرڈ صاحب کی ہمت بڑھی اور رفتہ رفتہ مزدوروں کی تعداد بڑھانے لگے۔ مشکلات بہت سی پیش آئیں۔ ادھر سرمایہ کی کمی اور ادھر پاشاے موصل کا اختلاف لیکن بہر حال کام بند نہ کیا۔ اسی اثنا میں برٹش میوزیم کے حکام نے لے یرڈ صاحب کی مدد کے واسطے کچھ اور روپیہ بھیجنا منظور کیا اور وہ اس قابل ہو گئے کہ سنہ ۱۸۴۵ء کے موسم گرما تک نہایت محنت جانفشانی سے اس کام کو چلالیں۔ اس عرصہ میں اُنھوں نے نہ صرف بہت سے کمرے پانچ شاہی محلوں کے تل نمرود سے کھود کر نکالے۔ بلکہ موصل کے سامنے جو ٹیلا قوینجیک کے نام سے تھا اُسکے کندن میں بھی بڑی کامیابی حاصل کی۔ کیونکہ یہاں بادشاہ اشور سنحریب (۷۰۵-۶۶۱ ق م) کا ایک عالیشان محل مل گیا۔

جدید اکتشافات

تل نمرود سے خاص کوشش کے ساتھ اس محل کو برآمد کیا گیا۔ جو ٹیلے کے شمال مغربی حصہ میں تھا اور جو بادشاہ اشور نسرپال (۸۸۳-۸۵۹ ق م) اور شروکن ثانی (۸۰۶-۷۲۱ ق م) کا بنا ہوا تھا۔ خورس آباد کی طرح تل نمرود کے محلوں میں بھی اور بعد کو قوینجیک سے برآمد کردہ عمارتوں میں ایسے کمرے اور طاق بکثرت نکلے جنکی دیواریں تصاویر سے لپی تھیں۔ علاوہ اسکے پردار شیروں اور پردار بیلوں کے بلند قوی ہیکل بُت جن کے چہرے انسان کے سے تھے کمروں کے دروازوں کے دو طرفہ ملے۔ تصویروں میں وہی گوناگونی تھی جو خورس آباد کی تصویروں میں پائی گئی تھی۔ بادشاہ اشور نسرپال کے محل میں جو تل نمرود سے برآمد ہوا اور جسکا پرانا نام کلح (قلح) تھا بادشاہ مذکور نے اپنے مصوروں سے ان لڑائیوں کی تصویریں کھنچوائی تھیں جو خاص اُسکے عہد کے محاربات تھے۔ بعض تصویروں میں دکھایا گیا تھا کہ افواج شاہی ایک دریا کو عبور کرتی ہیں لیکن دشمن سے دست و گریبان ہیں کہیں فتح پاکر خوش خوش وطن کو واپس آ رہی ہیں۔ ایک پورے سلسلۂ تصاویر میں بادشاہ کے شکار

Marfat.com

کے واقعات دکھائے گئے ہیں۔ ٹیلے کے بیچ میں سلمانسر سوم (۸۵۸ - ۸۲۴ ق م) اور تگلات پلیسر چہارم (۷۴۵ - ۷۲۷ ق م) شاہانِ اشور کا تعمیر کردہ محل نکلا۔ اور اسی محل سے ایک یادگار پتھر نکلا جو اب تک برٹش میوزیم میں محفوظ ہے اور بڑی چیز سمجھا جاتا ہے۔ یہ پتھر ایک چوپہل مخروطی شکل کا نہایت سخت اور سیاہ رنگت کا ستون ہے۔ ہر رخ پر پانچ پانچ قطاریں تصویروں کی ہیں اور تصویروں سے جو جگہ خالی رہی ہے اس میں نہایت باریک پیکانی خط میں عبارت لکھی ہے۔ اس ستون پر بادشاہ سلمانسر سوم نے اپنی ہی دکھیالہ حکومت کے واقعات درج کیے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ مذکور نے یہ سمجھکر کہ اب میرا آخری وقت آپہونچا ہے، مرنے سے کچھ پہلے اس ستون کو تیار کرایا تھا۔ اسکی تصویروں میں دکھایا گیا ہے کہ بادشاہ اُن قوموں سے جن کو فتح کیا ہے خراج لے رہا ہے۔ ہر رخ کی پانچوں تصویریں قطاروں میں قوموں کے جداجدا گروہ دکھائے گئے ہیں اور اُنکے جداجدا نام ہر تصویر پر لکھے ہیں۔

اینٹوں کا کتبخانہ جب زمانہ قدیم کی ان نشانیوں کا بڑا حصہ جس میں یہ دارُبت بھی شامل تھے برٹش میوزیم میں پہونچا تو اشوری اکتشافات میں اہل انگلستان کو بیحد دلچسپی ہوگئی اور یہ شوق اس وجہ سے اور بڑھا کہ لے یرڈ صاحب نے نہایت دل آویز پیرایہ میں ان تمام یادگاروں اور نشانیوں کا احوال تحریر کیا۔ یہ سچ ہے کہ وہ پیکانی خط کی عبارتیں سمجھ نہ سکتے تھے، لیکن پھر بھی کچھ اپنی ذہانت سے اور کچھ اُن کتبوں سے جن کے مطالب سمجھ لیے گئے تھے اور کچھ اُن ناموں سے جو سر ہنری رالنسن صاحب نے پیکانی عبارتوں سے محلوں کے تعمیر کرنے والے بادشاہوں کے پڑھ لیے تھے لے یرڈ صاحب نے کسی قدر تاریخی حالات اپنی برآمد کردہ اشیا کے متعلق لکھ ڈالے۔ بہت سے کتبوں اور یادگاروں کے پتھر جن کا انگلستان لیجانا سخت دشوار تھا اُنکی تصویریں اور نقلیں لیکر پھر اُنکو وہیں دفن کردیا۔ اور اُن تصویروں اور نقلوں کو چھپواکر طلبائے تاریخ اشور کے سامنے اس بیش بہا علمی ذخیرہ کو پیش کردیا۔ لے یرڈ صاحب کی اس محنت اور عرق ریزی کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان میں آثار قدیمہ کے متعلق شوق کو زیادتی ہوئی اور ایک دوسری جماعت جس کے پاس سرمایہ بہت وافر تھا لے یرڈ صاحب کے پاس بھیجی گئی۔ اس جماعت اور سرمایہ کی مدد سے وہ سنہ ۱۸۴۹ء سے لیکر سنہ ۱۸۵۱ء تک نمرود اور قوینجیک کے ٹیلوں کے کندن میں مصروف رہے۔ اس سے پہلے اُنھوں نے ایک دیسی عیسائی ہرمزد رسم کو جن کا بھائی دولت برطانیہ کی طرف سے موصل میں وائس کونسل تھا اس کام میں شریک کرلیا تھا۔ ہرمزد رسم جنھوں نے خود اپنی کوشش سے اس فن میں بڑا نام پیدا کیا

Marfat.com

اس دوسری جماعت کے ساتھ کام میں شریک ہوئے اور ۱۸۵۱ء کے بعد جبکہ لےیرڈ صاحب وطن چلے گئے تو ۱۸۵۲ء تک ہرمزد رسم ہی نے کام کو جاری رکھا۔ اس دوسری پارٹی کے ساتھ ایک بڑا ہوشیار ایف کوپر بھی تھا تاکہ ایسی چیزوں کی جو اپنی جگہ سے ہٹائی نہ جاسکیں تصویریں تیار کرتا ہے۔ ایک نئی میں قوینجیک اور نمرود کے ٹیلوں پر کام شروع کیا گیا۔ اس مرتبہ قوینجیک کے ٹیلے سے بڑی بڑی چیزیں دریافت ہوئیں۔ بادشاہ اشور سنحریب کا محل پورا دریافت کرلیا گیا اور اس میں صدہا سلیں جن پر بادشاہی محاربات اور شکار کی تصویریں کندہ تھیں دستیاب ہوئیں۔ اسکے علاوہ ایک اور بڑا عالیشان اور وسیع محل شاہان اشور میں سب سے نامور بادشاہ اسورنیابال (۶۶۸ - ۶۲۶ ق م) کا دریافت ہوا۔ یہ وہی اشوری بادشاہ ہے جسکا نام یونانی میں بگڑکر سرداناپالن ہوگیا۔ اور جسکو کتاب مقدس کے عہد عتیق میں اسنافیہ (عذرا - ۴ - ۱۰) لکھا ہے علاوہ معمولی سلوں کے جن پر تصویریں تھیں اور بڑے پرداروں یا کتبوں کے جن میں نقشیں اسطوانے شامل تھے اور جن پر بادشاہ کی لڑائیوں کا حال تحریر تھا لےیرڈ صاحب کو اس محل میں دو بڑے کمرے ملے جنمیں ہزارہا مٹی کی تختیاں چنی تھیں۔ بعد کو ثابت ہوا کہ یہ بادشاہ اسورنیابال کا کتبخانہ تھا اور مٹی کی تختیاں دراصل کتابیں ہیں جن پر مضامین کندہ ہیں۔ اور دریافت ہوا کہ اس جلیل القدر بادشاہ نے نہ صرف سلطنت اشور کی پرانی تحریرات، مکتوبات اور کیفیات کو بلکہ بابل کی بھی جملہ تصنیفات کو جس قدر دستیاب ہوسکیں اپنے کتبخانہ میں جمع کیا تھا۔ ان تختیوں کے نکلنے کے بعد کندن جاری رہنے پر اور گلی تختیاں بھی برآمد ہوتی رہیں یہاں تک کہ ان سب کی تعداد قریب تیس ہزار کے پہونچگئی۔ یہ سب تختیاں برٹش میوزیم میں موجود ہیں اور عجائب خانہ مذکور کا سب سے بیش بہا خزانہ ہیں۔ بابل کے ادبیات کی نسبت جو کچھ علم اس وقت ہے وہ ان ہی تختیوں کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ کیونکہ ان میں زیادہ تر تختیاں ایسی ہیں جنکی عبارتوں سے دریافت ہوتا ہے کہ بادشاہی نقل نویسوں نے انکو اصل عبارتوں سے نقل کیا ہے اور اصلی عبارتوں کی تختیاں جنوبی حصہ ملک بابل کے بڑے مقامات میں خاصکر شہر بابل اور بورسیا میں جو مشہور عباد تگاہ تھے اُنکے کتبخانوں میں موجود تھیں۔ ادبیات کی سب سے بڑی شاخ جو اس کتبخانے سے دریافت ہوئی وہ کہانت سے متعلق تھی۔ اس فن کے بڑے ماہر بابل کے پیشوایان مذہب تھے۔ کہانت کی کتابوں میں وہ تحریریں بھی تھیں جن میں قربانی کی بھیڑوں کو ذبح کرنے اُنکی کلیجی کو دیکھکر سعد ونحس کا شگون معلوم کرنے کے طریقے درج تھے۔ نجوم کے متعلق بہت سی تختیاں تھیں۔ بہت سی تصنیفات اس مضمون کی

کہ بچہ کی پیدائش کے وقت کن باتوں سے بدشگونی اور کن سے نیک شگونی سمجھی جا سکتی ہے۔ تعبیر خواب اور طرح طرح کے فالنامے بھی تھے کہ کن کن واقعات سے خواہ دریا پر پیش آئیں خواہ زمین پر شہروں یا شہر کی گلیوں اور گھروں میں پیش آئیں کیا کیا فالیں نکلتی ہیں۔ دوسرا بڑا حصہ ادبی تصنیفات کا عبادات کے متعلق تھا۔ ان میں شریعت وقت کے تمام قواعد و اصول اور رسوم بھی بیان ہوئے ہیں۔ ایسے ٹوٹکے اور نسخے بھی لکھے ہیں جن سے بیماری کے بھوت پریت دور ہو جاویں۔ یا کسی پر سحر یا طلسم کا اثر ہو تو وہ رفع ہو جاوے۔ عبادات کے متعلق جو مضامین ہیں اُن میں طب شامل ہے۔ البتہ جو امور مذہبی معتقدات سے تعلق رکھتے ہیں اُنکو علیحدہ رکھا گیا ہے۔ بعض میں محض مناجات، توبہ و استغفار کے مضامین ہیں۔ قصص اور حکایات کی بہت سی تختیاں ہیں جن میں دنیا کے پیدا ہونے کی کہانیاں درج ہیں اور ملک کے مشہور نامور (ہیرو) گلگمش کے واقعات پر نظمیں لکھی ہیں۔ اور ہر قصہ و داستان میں اسی نامور کے کسی نہ کسی عجیب کام کا ذکر آجاتا ہے۔ کچھ حصہ اس ذخیرہ کا درسی کتابیں ہیں۔ ان میں بہت سی کتابیں بابل کی تصنیفات سے ہیں جن میں اشور کے کاتبوں نے اپنی طرف سے بھی کچھ اضافہ کر دیا ہے۔ ان درسی کتابوں میں بڑی بڑی فہرستیں علامتوں کی ہیں کہ فلاں علامت سے فلاں بات پیدا ہوتی ہے۔ یہ مذہب پیشہ لوگوں کے پڑھنے کے لیے مرتب ہوئی تھیں۔ بعض تصانیف میں صرف و نحو کے قواعد مع مثالوں کے بیان ہوئے ہیں۔ بعض میں وہ اصطلاحات اور جملے بیان ہوئے ہیں جو قانونی یا تجارتی تحریرات میں استعمال ہوتے ہیں۔ بعض کتابیں محض شرح کے طور پر ہیں اور بعض مدارس میں پڑھائے جانے کے لیے تختیوں پر لکھی ہیں۔ اگرچہ اس کتبخانہ کی تختیوں کی اہمیت کو لے یرڈ صاحب فوراً سمجھ گئے لیکن جب تک سر ہنری رالنسن اور ایڈون نورس صاحبان اور جارج اسمتھ صاحب نے جو برٹش میوزیم میں اسسٹنٹ کا عہدہ رکھتے تھے ان تختیوں کو قسم وار ترتیب دیکر عبارتوں کو طبع نہیں کیا اور جب تک ان عبارتوں کے مطالب سمجھ نہیں لیے گئے اصلی حال اس ذخیرہ کی اہمیت کا کسی پر نہ کھلا۔ آج بھی گو اس کتبخانہ کو دریافت ہوئے ساٹھ برس ہو چکے ہیں، لیکن اُسکی بہت سی تختیاں پڑھنے اور سمجھنے کے لیے باقی ہیں۔

عروج اشور کی تاریخ | سر آگسٹس لے یرڈ صاحب کے خاص خاص اکتشافات نمرود کے متعلق تھے۔ ایک مینار زمین سے کھود کر برآمد کیا گیا۔ دو عبادت خانے زمین کھود کر ظاہر کیے گئے۔ یہ عبادت خانے اشر نصر پال سوم (۸۸۳ - ۸۵۹ ق م) کے تعمیر کردہ تھے۔ یہ کچی اینٹوں کے تھے جن پر استرکاری کی تھی۔

Marfat.com

دونوں عبادت خانوں میں مٹی کے بت اور پتھر کی سلیں جن پر تصویریں کھدی تھیں اور سنگین لوحیں جن پر عبارتیں کندہ تھیں دریافت ہوئیں۔ ان میں ایک سنگین لوح قریب ۲۲ فٹ کے طول میں تھی اور اس پر نہایت باریک پیکانی حروف میں عبارت لکھی تھی۔ اس لوح سے اور ایک سنگین ستون سے جو ایک دوسرے عبادت خانہ سے نکلا بادشاہ اسورنسربال کے حالات تمام وکمال معلوم ہوگئے۔ یعنی جس زمانہ میں یہ بادشاہ گذرا ہے اُسکے تاریخی حالات پر پورا عبور ہوگیا۔ ایک تہخانے میں ایک بڑا مجسمہ اُس بادشاہ کا ملا۔ اس بُت خانے میں لے یرڈ صاحب نے کندن برابر جاری رکھا۔ اور جب دوسری جماعت نے کام شروع کیا تو بہت سی چیزیں تانبے اور پیتل کی مثلاً خود وسپر، تلواریں اور خنجر، بارہ بڑی بڑی دیگیں دستیاب ہوئیں۔ جن میں چھوٹے چھوٹے برتن اور اور طرح طرح کی چیزیں بھری تھیں، مثلاً لوہے کے بہت سے اوزار، ہتوڑیاں آریاں، برچھیاں، پیتل کی نقشیں رکابیاں اور اسی طرح کی اور چیزیں ملیں۔ اشیاء کے علاوہ کتوبی سرمایہ میں بھی ان عبارتوں کی وجہ سے جو مورتوں، تصویروں، اور لوحوں، اسطوانوں اور تختیوں پر پڑھی گئیں بہت کچھ اضافہ ہوگیا۔ ان عبارتوں کے پڑھنے سے نینوہ دارالحکومت اشور کی بربادی سے (جو ۶۰۶ قبل مسیح میں پیش آئی تھی) تین سو برس پہلے کے واقعات بہت کچھ معلوم ہوگئے۔ اور یہی تین سو برس کا زمانہ سلطنت اشور کے اقبال اور عروج کا تھا۔

۱۸۵۱ء میں سو سے زیادہ صندوق ان پرانی چیزوں سے بھر کر انگلستان روانہ کیے گئے۔ اور وہ برٹش میوزیم میں صحیح سلامت پہونچ گئے۔ لے یرڈ صاحب نے بابل اور نینوہ کے اکتشافات پر پھر ایک کتاب لکھی۔ اور تمام برآمد کردہ اشیا کا حال بہت خوبی سے لکھا۔ پہلی کتاب میں جو تصاویر چھاپی تھیں اُنکے علاوہ کوپر صاحب کے بنائے ہوئے نقشوں کی نقلیں بھی شامل کردیں۔ اس زمانہ میں پیکانی خط کے پڑھنے میں بہت کچھ کامیابی ہوچکی تھی۔ سرہنری رالنسن اور ایڈورڈ ہنکس نے جس حدتک اس فن کو معلوم کرلیا تھا اُسکی مدد سے لے یرڈ صاحب نے کسی قدر تاریخی حالات بھی اُن اشیا کے جو کتبوں سے اسوقت تک سمجھنے ممکن ہوسکے تحریر کیے۔ اور چونکہ تل نمرود اور قوینجیک سے شاہی محل خود برآمد کیے تھے اسلیے اُنکے بنانے والوں کی مختصر کیفیت کہ وہ کون تھے اور آپس میں کیا رشتہ رکھتے تھے بیان کی۔ اور یہ بھی تحریر کیا کہ کسی محل کا ایک حصہ جو ایک بادشاہ نے تعمیر کیا تھا اُسکے شکستہ ہونے پر اُسکے جانشینوں میں سے کس نے اُسکی مرمت کرائی یا اُس میں اضافہ کیا۔ اور بعض محلوں میں جو مال مصالح لگایا گیا تھا اُس کو

Marfat.com

اُکھیڑ کر کسی دوسرے محل کی دیواروں یا پشتوں میں کیونکر استعمال کیا گیا۔

قدیم تر آثار انگلستان کی کسی دوسری جماعت نے جو دو برس قائم رہی بڑے بڑے کام کیے۔ بہت سے ٹیلوں کو جو شمالی اور جنوبی حصۂ ملک میں تھے پُرانی چیزوں کی تلاش میں تھوڑا تھوڑا کھودا گیا اور یہ بات طے ہو گئی کہ جو شہر ان ٹیلوں کے نیچے دبے ہیں وہ بہت ہی پُرانے ہیں۔ بعض مقامات پر جیسے کہ قلعہ سرجہ جو دراصل قدیم شہر اشور کا مقام ہے یا عربان اور شریف خاں کے مقامات پر نہایت عجیب اشیا اور کتبے دریافت ہوئے۔ جنوب میں نفر (قدیم نام نپور) کے مقام پر پیرٹ صاحب نے جو کچھ کام کیا تھا اُس سے تیس برس بعد امریکانی محققوں کو ایسے اشارے مل گئے کہ ان کو ان ٹیلوں کے کھودنے میں بہت زیادہ کامیابی ہوئی۔

تین پُرانے شہر اس وقت تک کندن زیادہ تر پُرانے ملک اشور کی زمین پر ہوا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تین بڑے پُرانے شہر دریافت ہو گئے۔ ان میں ایک قلعہ سرجہ کے موقعہ پر اشور کا شہر تھا جو ملک اشور کا پہلا دار الحکومت تھا۔ دوسرا کلح (قلح) تل نمرود کے نیچے سے نکلا۔ اس شہر کو سلمانسر اول نے ۱۳۰۰ سال قبل مسیح تعمیر کرایا تھا اور جس کو بادشاہ اسورنسربال (۸۸۴-۸۵۹ ق م) نے اپنا دار الحکومت بنایا۔ تیسرا شہر نینوا تھا جو تل قوینجیک کے نیچے نکلا۔ یہ شہر بادشاہ اسوربل کلح (۱۱۰۰ ق م) کے عہد میں پایۂ تخت قرار پایا جبکہ سلمانسر سوم (۸۸۵-۸۲۴ ق م) تخت سلطنت پر بیٹھا۔ یہی رتبہ اس شہر کو سلطنت اشور کے برباد ہونے تک جس کا زمانہ ۶۰۶ قبل مسیح ہے حاصل رہا۔ ان تین شہروں کے ساتھ درشرکن کا شہر بھی خورسی باد کے مقام پر دریافت ہوا جس کا بانی بادشاہ شرکن ثانی (۷۲۱-۷۰۵ قبل مسیح) ہوا۔ یہ شہر نینوہ کے مضافات سے تھا۔ ان شہروں کے علاوہ ملک اشور کے اور بہت سے پرانے شہروں کے موقعہ کی شناخت کی گئی۔ اور یہ ثابت کر دیا گیا کہ ان موقعوں کے نیچے اشیاء قدیم دفن ہیں اور اس کی ضرورت ہے کہ اس کا باقاعدہ کندن کیا جائے۔

لافٹس صاحب کا کام اب جنوبی حصۂ ملک کے ٹیلوں کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ قدیم شہر بابل کو زمین سے برآمد کرنے کا کام ایک انگلش مین ولیم کنیٹ لوفٹس کو حاصل ہوا۔ اس کام کو انھوں نے جاری کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ایک بڑی چیز اُن کی کوشش سے ظاہر ہو گئی۔ اُنھوں نے ۱۸۵۰ء میں پہلی بار اور ۱۸۵۳ء-۱۸۵۴ء میں بار ثانی کچھ وقت مقام ورقہ کے قریب کے ٹیلوں کے کھودنے

Marfat.com

میں صرف کیا اور ثابت ہوا کہ ان ٹیلوں میں اُیورک یا ایرک ایک پرانا شہر دبا پڑا ہے۔ وَرقہ کا موجودہ نا
بھی یورک یا یورق کی ایک صورت ہے۔ یہ شہر سیاسی اور مذہبی معاملات میں وادی فرات کے شہ
ترین مقامات سے تھا۔ پہلے شہر کا وہ حصہ نمودار ہوا جو اخیر زمانہ میں بنا تھا۔ اس میں کشتی نما تابوت
جن پر روغن تھا۔ یہ تابوت شاہانِ عجم کے عہد کے ثابت ہوئے۔ یعنی پانچویں یا چوتھی صدی پیشین مسیح
کے۔ اس زمانے میں یورک کا شہر گو موجود تھا مگر اُس کی وہ پہلی شان باقی نہ تھی۔ چونکہ اس شہر کی عظمت
مدت ہائے دراز سے لوگوں کے دلوں میں چلی آتی تھی۔ اس لیے دُور دُور کے مردے وہیں لاکر دفن
کیے جاتے تھے۔ لافٹس صاحب جب زمین کھودتے کھودتے نیچے کی تہوں پر پہونچے تو ایک عالیشان
عبادت خانہ کے آثار نظر آئے۔ جس کے متعلق ایک منار بھی جسکو قدیم بابلی زبان میں زکوران کہتے
تھے ملا۔ اس منار کے آثار بھی اسی وضع کے تھے جس وضع کے دوسرے منار سے عبادت خانوں کے
متعلق دریافت ہوئے تھے۔ ان ہی ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے کے نیچے ایک عمارت ملی جو کسی بادشا
کا محل معلوم ہوتی تھی۔ اسکے در و دیوار پر روغنی اینٹوں سے گلکاری کی گئی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ بابل
کے دو مشہور قدیم اور جدید عہدوں میں سے یہ عہد جدید کا کام ہے۔ اس عمارت میں جو کتبے ملے خاص کر
وہ مٹی کی چھوٹی چھوٹی تختیاں جن پر کاروباری مضامین کندہ تھے اُن سے ظاہر ہوا کہ یورک کا شہر عہد
بابلی خاندان شاہی کے زوال کے وقت جس کو بادشاہ عجم کیرش یا خورس نے ۵۴۹ قبل مسیح میں
معزول کر دیا موجود تھا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ورقہ میں لافٹس صاحب کے آنے سے ۶۰ برس
بعد اسی پہلے بابلی ٹیلے پر بلکہ بعض منتشر ٹیلوں پر کیونکہ یہاں بہت سے ٹیلے ایک دوسرے سے علحدہ نظر آتے
ہیں۔ زمانۂ حال میں یعنی نومبر ۱۹۱۲ء میں جرمن اورینٹل سوسائٹی نے نہایت اہتمام سے کندن شروع
کیا جس کی وجہ سے " ای انا " کے معبد کے تفصیلی حالات معلوم ہوئے۔ " ای انا " کے معنی فردوس
مکان کے ہیں۔ اور یہ عمارت نامہ یا اشتر کی پرستش کے لیے بنائی گئی تھی۔ ان خداؤں کی پرستش کے
باعث اس یورک کا پورانا شہر مشہور و معروف تھا۔

(انڈین انسٹیٹیوٹ۔ علی گڈھ)

محمد عنایت اللہ بی اے

میسوپوٹامیہ

(ارض نہرین یا جزیرہ)

۲

تل سنقریہ بابل ۔ نفر ۔ تل صفر اور چند اور ٹیلوں میں تھوڑے کندن کے بعد لافٹس صاحب نے کچھ زمانہ تل سنقریہ کے کھودنے میں صرف کیا ۔ یہ ٹیلا ورقہ سے ۱۵ میل جنوب میں واقع ہے ۔ سن قریہ میں تھوڑی سی کھُدائی کے بعد ایک معبد اور منار کے نشانات ملے ۔ اور اس میں مختلف مضامین کے کتبے دستیاب ہوئے ۔ کہیں مٹی کے اسطوانے یا نوے پیپے کی شکل کے نکلے جن پر تاریخی واقعات لکھے تھے ۔ اور کہیں ایسی اینٹیں نکلیں جو عمارتوں میں لگائی گئیں تھیں اور جن پر عبارات نقش تھیں ۔ بہت سی گلی تختیاں جن پر کاروبار کے معاملات تحریر تھے یا جو بطور قانونی تمسکات یا دستاویزات کے تھیں برآمد ہوئیں ۔ ان سب کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ معبد اور منارہ نہایت درجہ قدیم زمانے کے ہیں ۔ سن قریہ کا شہر ایک پُرانے شہر کے ڈھیر پر آباد ہوا ہے ۔ اس پرانے شہر کا نام لارسا تھا جس کو توریت میں الّسر (کتاب پیدایش ۱۴-۱) لکھا ہے ۔ یہ شہر یعنی لارسا خدائے شمس کا پرستش گاہ تھا ۔ اور شمس کا ہیکل اور شمس کا منارہ اس شہر میں بابل کے تمام تاریخی عہد میں بڑے زیارت گاہ مانے گئے تھے ۔ سن قریہ سے جنوب میں تل صفر کے مقام پر گو لافٹس صاحب نے کندن تھوڑی مدت تک جاری رکھا مگر کثرت سے کندہ تختیاں اور مختلف قسم کی برنجی اور آہنی اشیاء جیسے کلہاڑیاں ۔ کٹاریں ۔ چاقو ۔ دیگچیاں ۔ دیگیں ۔ اور آئینے نکلے ۔ یہ سب چیزیں انگلستان روانہ کردی گئیں ۔ تاکہ برٹش میوزیم ان عجائبات سے اور بھی مالا مال ہوجائے ۔

تل قصر جس زمانہ میں کہ دوسری فرانسیسی جماعت نے موسیو بوٹا کے کام کو خورس آباد اور قوینجیک میں جاری کر رکھا تھا ۔ گورنمنٹ فرانس نے موسیو فرزنل کو مقرر کیا کہ قدیم شہر بابل کے موقع پر جو کندن شروع ہونے والا تھا اُس کی نگرانی کریں ۔ موسیو فرزنل کے ہمراہ موسیو اوپرٹ ایک نوجوان روشن خیال شائق علم بھی تھا ۔ جس کی قسمت میں یہ بزرگی لکھی ہوئی تھی کہ وہ بہت جلد تاریخ اشور کی

تحقیقات میں درجۂ کمال کو پہونچ جاوے۔ اوپرٹ کے ہمرکاب فلکس ٹامس معمار تھا۔ جس کا یہ کام کہ عمارتوں کی وضع اور ساخت پر غور کرتا رہے۔ اور کندن کے متعلق جس قدر تصویر کشی کا کام ہو وہ اُس کے قلم کا ہو۔ جولائی ۱۸۵۲ء کے وسط میں ایک بڑے ٹیلے پر کام شروع کیا گیا۔ اس ٹیلے کا نام تل قصر تھا۔ تل قصر کے کام کو بڑھاتے بڑھاتے دو اور ٹیلوں تک پہونچا دیا۔ جن کا نام بابل اور عمران بن علی تھا۔ یہ ٹیلے بھی اُسی سلسلے میں تھے جس کے نیچے قدیم شہر بابل دفن تھا۔ یہاں بہت سی مٹی کی مُہریں بیلن کی قطع کی ملیں۔ ان پر بادشاہ بابل، نبوکدنسر ثانی (۶۰۴ - ۵۶۱ ق م) کا نام لکھا تھا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ تل قصر کے نیچے جو عمارت دبی ہے وہ اسی بادشاہ کا محل یا قصر ہے۔ روغنی اینٹیں جن پر طرح طرح کے بیل بوٹے اور جانوروں کی تصویریں بنی تھیں نکلیں۔ لیکن کوئی چیز ایسی نکلی جس کا مقابلہ دلچسپی اور شہرت انگیزی کے اعتبار سے اُن انکشافات سے کیا جا سکتا جو اسی زمانے میں موسیو بالس اور سرا گسٹس نے یرڈ شمالی ٹیلوں کے متعلق دُنیا پر روشن کر رہے تھے۔ فرزنل اور اوپرٹ جن ٹیلوں پر کام کرتے تھے اُن کے نتیجے بھی کچھ بہت حیرت خیز نہ تھے۔ بابل کے متعلق ارضی معلومات میں کچھ اضافہ ضرور ہوا گو بعض مسائل جو اوپرٹ نے حل کیے وہ بعد کو صحیح نہ ٹھیر سکے۔ اسی فرانسیسی جماعت نے بابل کے قریب اور ٹیلوں پر مثلاً برس نمرود جو قدیم شہر بورسپا کا موقع تھا یا الاحمر پر جس کے نیچے شہر کش دبا پڑا تھا۔ ان ٹیلوں پر کچھ ایسی بُری گھڑی کام شروع ہوا کہ دو برس کی محنت میں جسقدر پُرانی چیزیں جمع ہوئی تھیں وہ سب دریا کے رستے بصرہ تک پہونچنے میں بڑ نکے ڈوب جانے سے تلف ہو گئیں۔

حضرت ابراہیم کے سفر کا مقام آغاز جی۔ ای۔ ٹیلر ایک انگلشمین جو بصرہ میں نائب کونسل تھے مقیر کے ٹیلے کے کھودنے میں بہت کامیاب ہوئے۔ یہ ٹیلا بابل سے بہت جنوب میں ہے اور ثابت ہوا ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں پہلے اُر کا مشہور شہر تھا۔ توریت کے بموجب اسی شہر سے حضرت ابراہیم کا وہ سفر شروع ہوا تھا جس نے آخر الامر ان کو فلسطین پہونچا دیا۔ ورقہ کے ٹیلوں میں جو کھنڈر نکلے اُن کے آثار بہت چوڑے تھے اور بعض جگہ دیواروں کے سر ٹیلوں کے اوپر نکلے ہوئے تھے۔ برس نمرود اور عقرقوف کے ٹیلوں میں بھی پُرانے مناروں کے حصے اوپر نکلے ہوئے نظر آتے تھے۔ لیکن مقیر میں ٹیلے زیادہ اونچے نہ تھے۔ اس لیے کندن میں بھی آسانی ہوئی۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں ایک بڑی عمارت کے

نشان پاکر ٹیلر صاحب اُس کے اندرونی حصوں تک پہونچ گئے۔ اور معلوم ہوا کہ یہ عمارت ایک عبادت خانہ ہے۔ جہاں سِن کی پرستش ہوتی تھی۔ سِن سے مراد قمر ہے۔ اور اُر کا شہر قمر پرستی کیلئے قدامت سے مشہور تھا۔ ٹیلر صاحب اس عمارت کی تفصیل کو پہلے ہی سے خوب سمجھ گئے۔ اور جہاں کسی دیوار کا کوئی پہلو دکھائی دیا فوراً اُن کی سمجھ میں آگیا کہ یہ دیوار کس رُخ گئی ہوگی۔ چنانچہ اُسی سمت میں کھود کر آسانی سے عمارت کے حصوں کو برآمد کر لیا۔ اس عبادت خانے میں سب سے زیادہ مخصوص چیز زگورات یعنی منارے کی عمارت تھی۔ اس منارہ کے دو درجوں کا جو ایک کے اوپر ایک واقع تھے پتہ چل گیا۔ اور پہلی منزل کے ایک گوشے میں ایک مٹی کا اسطوانہ یا خول بالکل صحیح حالت میں ملا۔ اور اسی اسطوانے کے تین مثنّے باقی تین گوشوں میں ملے۔ گوشوں پر اسطوانے رکھنے کا دستور بابل اور اشور کی عمارتوں میں عام طور پر پایا گیا۔ زمین کی مختلف تہوں پر اینٹیں نکلیں جن پر بیکانی خط میں عبارتیں کندہ تھیں۔ ان عبارتوں کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ عبادت خانہ اُر کے شاہی خاندان نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ شاہی خاندان نہایت قدیم ہے۔ چنانچہ اس کی حکومت کا زمانہ بیسویں صدی پیشینِ مسیح یا اُس کے قریب دریافت ہوا ہے۔ ٹیلر صاحب ہی وہ شخص تھے جن کا گذر پہلی مرتبہ بابل قدیم کے عہد کی قبروں پر ہوا۔ اُس زمانے کے تابوت جدید بابلی اور ایرانی عہد کے کشتی نما تابوتوں سے بہت چھوٹے ہوتے تھے۔ بعض کی صورت ایسی ہوتی تھی جیسے نہانے کا انگریزی ٹب۔ ہوتا ہے کہ سر کی طرف سے کسی قدر اونچا اور پاؤں کی طرف سے کسی قدر نیچا۔ اس میں مُردے کا سر پاؤں کے مقابلہ میں بہت اونچا رہتا تھا۔ بعض تابوت محض سرپوش کی شکل کے مدور بنے ہوتے تھے کہ مردہ کو زمین پر رکھ کر اُن سے ڈھک دیا جاتا تھا۔ بعض کی یہ شکل تھی کہ دو لمبے مٹکے یا خُم ہوتے تھے آدھی لاش ایک خُم میں اور آدھی دوسرے خم میں رکھ کر خموں کا مُنہ کسی مسالہ سے جوڑ دیتے تھے۔ [illegible] چیزوں سے اُس زمانے کے لوگوں کے رواج اور دستور کے متعلق بڑی معلومات [illegible] روزمرہ زندگی کے طور طریقے۔ طرح طرح کے گلی ظروف سے اور [illegible] کی چیزوں سے [illegible] تختیوں سے جن پر اُن کے کاروبار کے معاملات۔ قبالے اور تمسکات بابل کے ہر تاریخی عہد کے کندہ تھے دریافت ہوگئے۔ ٹیلر صاحب نے یہ سب چیزیں زمین سے نکالیں۔ باوجودیکہ تحریر میں کندہ [illegible] کم وقت ملا لیکن بابل کی ابتدائی تاریخ پر بہت کچھ روشنی ٹیلر صاحب [illegible]

Marfat.com

انھوں نے ابو شہرین کے ٹیلے کے نیچے جو شہر دفن تھا اُس کی عمر کا اندازہ کرنے میں کامیابی حاصل
ابو شہرین کا ٹیلا مقیر سے بھی جنوب میں تھا۔ اس امر کا ثبوت بھی ٹیلر صاحب ہی نے دیا کہ ابو شہرین
کے مقام سے جو ٹیلے مسطح میدانوں میں جابجا سیدھے اُٹھے نظر آتے ہیں وہاں کسی زمانے میں اریدو
کا شہر تھا۔ یہ شہر جیسا کہ حال میں دریافت ہوا ہے کسی زمانے میں خلیج فارس کے کنارے ہے یا
اُس کے سرے پر یا اُسکے قریب واقع تھا۔ لیکن اب ساحل خلیج اُس سے بہت فاصلے پر ہے۔ ٹیلر
صاحب نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ ابو شہرین کے شمالی جانب جو ٹوٹے ہوئے آثار اب تک ٹیلے کی
چوٹی سے ۷۰ فیٹ اونچے اُٹھے نظر آتے ہیں وہ ایک پرستش گاہ کے منارے کے آثار ہیں۔ جس
طرح مقیر کے مقام پر معلوم ہوا تھا اُسی طرح یہاں بھی منارے کے دو درجے دریافت ہوئے۔ اور
ایک درجے یا منزل سے دوسرے درجے پر چڑھنے کے لیے ایک جانب بجائے سیڑھیوں کے محض
ڈھلواں سطح تھی۔ اور چوٹی پر ایک چھوٹا سا حجرہ تھا جس میں معبود آیا کا بُت رکھا رہتا تھا۔ یا
کوئی علامت رہتی تھی جو اُس معبود کو تعبیر کرتی تھی۔ یہ معبود شہر اریدو کا محافظ اور نگہبان سمجھا جاتا تھا
یہ انکشاف یونانی مورخ ہیروڈوٹس کے بیان سے بھی مطابقت رکھتا ہے۔ اس مورخ نے بابل
کے مناروں کا حال اس طرح لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مناروں کی چوٹی پر ایک مسقف
مکان ہوتا تھا جس میں کسی معبود یا معبودہ کی مورت رہتی تھی۔ اور اُسی کے نام پر یہ مکان ایک معبد کے
طور پر مشہور ہوتا تھا۔ ٹیلر کی کوششوں سے پہلے یا بعد کو جس قدر عمارتیں جنوب کے ٹیلوں کے نیچے دبی
ملیں وہ کچی یا پکی اینٹوں کی تھیں۔ لیکن ابو شہرین کے ٹیلوں سے جو مکانات برآمد ہوئے اُن میں
سنگ سرخ۔ سنگِ خارا اور سنگِ مرمر کا مستعمل ہونا بھی کثرت سے پایا گیا۔ چونکہ وادیِ فرات
میں پتھر نام کو نہیں اس لیے لازمی ہے کہ یہ پتھر اریدو کے پرانے شہر کی تعمیر کی غرض سے خلیج فارس
کے رستہ سے لایا گیا ہوگا۔ ٹیلر صاحب نے اپنا زمانہ اس جنوبی حصے میں بھی صرف کیا تاکہ باقی ٹیلوں
کی نسبت بھی تحقیقات ہو سکے اور آزمائشی طور پر کہیں کہیں کھدائی کیا جائے۔ غرض ٹیلر صاحب
کی روانگی کے ۲۰ برس بعد تک یعنی اُس وقت تک جب تک کہ فرانسیسی محقق ڈی سرزیک اس زمین پر
نہ پہنچا جنوبی ٹیلوں کے متعلق جو کچھ علم تھا وہ ٹیلر صاحب ہی کا دریافت کردہ تھا۔

سر ہنری رالنسن کی کارگذاریاں | اس کام میں دی سرزیک کی طرف توجہ ہونے کا خیال پیدا

کرنا بھی ضروریات سے ہے لیکن اس سے پہلے سرہنری رالنسن صاحب کی وہ کارگذاریاں بیان کرنی زیادہ مناسب ہیں جو اُنھوں نے برس نمرود کے ٹیلے کی تحقیقات میں جہاں پہلے کسی وقت میں بورسیا کا قدیم شہر آباد تھا انجام دیں۔ اُن کی تحقیقات گو مختصر تھی لیکن اُن کے اکتشافات نہایت صحیح نکلے۔ منارہ (زکورات) کے پوشیدہ آثار جو برس نمرود میں تمام ٹیلوں سے اونچے نظر آتے ہیں کچھ شبہ نہیں کہ اُن کی لمبندی ہی اس شہرت کا موجب ہوئی ہو کہ منارۂ بابل جس کا ذکر توریت میں ہے اسی جگہ واقع تھا۔ بورسیا کے منارے کا نام بابلی زبان میں "ای۔ آر۔ اینی۔ اَنکی" تھا۔ جس کے معنی ہیں "آسمان وزمین کا سات درجوں والا گھر"۔ اسی طرح بابل میں جو منارہ تھا اُس کا اصلی نام "ای تمن اَنکی" تھا۔ یعنی "آسمان وزمین کی بنیادوں والا گھر" ان دونوں ناموں میں آسمان وزمین کو ملادینے کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ توریت کے قصہ میں بھی یہی بات نکلتی ہے کہ خدا نے اس منارہ کو جسے لوگ زمین سے آسمان تک پہونچانا چاہتے تھے اعتراض کی نظر سے دیکھا۔ اگر توریت کا بیان اس دستور کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ عبادت خانوں کے متعلق اونچے اونچے منارے تعمیر کرنے کا طریقہ بابل اور اشور میں عام تھا تو بے شک یہ روایت صحیح ہے کہ بابل والا منارہ یا اُس کے قریب بورسیا کا منارہ (یعنی برس نمرود کے آثار) وہ ہی منارہ ہے جس کا ذکر توریت میں آیا ہے اور جس کو منارہ یا برجِ بابل لکھا ہے۔ غرض اس برس نمرود کی تحقیقات کا شوق سرہنری رالنسن صاحب کو پیدا ہوا۔ اور اس شوق کو انجام دینے کے وہ اہل بھی تھے۔ کیونکہ ان کی لیاقت اور قابلیت طرح طرح سے ظاہر ہو چکی تھی۔ پُرانے کتبوں کی عبارت پڑھنے میں وہ بڑے مشاق تھے۔ آثارِ قدیمہ کی تحقیقات میں ان کو کمال حاصل ہوتا جاتا تھا۔ بیکانی خط کی عبارتیں وہ اکثر شایع کرتے رہتے تھے۔ حقیقت تاریخِ بابل واشور کی تحقیقات میں ان کو بڑا درجہ حاصل تھا۔ برس نمرود کی تحقیقات کا شوق ان کو اُس زمانے میں پیدا ہوا جبکہ بابل کے قرب وجوار میں جو فرانسیسی انجمن قائم ہوئی تھی اُس کو تحقیقات میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اور وہ جوش جو موسیو بوٹا۔ بالس۔ اور لے یرڈ کے اکتشافات سے پیدا ہوا تھا اب ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ رالنسن صاحب جب بحیثیت برٹش ریزیڈنٹ وکونسل متعینہ بغداد لفٹس اور لے یرڈ والی جماعتوں کے اجرا و کار کا بندوبست کر چکے اور ۱۸۵۱ء میں لے یرڈ صاحب کا واپسی پر شمالی ٹیلوں کا کام بدستور ہرمزد رسم کے ہاتھ میں رہنے کا انتظام کر چکے تو ان کو موقع ملا

کہ ۱۸۵۴ء کے اخیر میں دو مہینے بابل اور بورسپا کے ٹیلوں پر صرف کریں۔ کنڈن کے زمانے میں جو
تجربہ اور علم اس مضمون کے متعلق اِن کو ہو گیا تھا اُس کی مدد سے پہلے اُنھوں نے برس نمرود کے اُس
حصّے کو جو ٹیلے سے نکلا ہوا تھا اس قصد سے بغور امتحان کیا کہ تعمیر کا ڈول، اور اُس کا پھیلاو اور اُس کے
درجوں کی تعداد اور اُس گہرائی کا اندازہ کر لیں جہاں سے منار کی تعمیر شروع ہوئی ہے۔ جب یہ سب
باتیں اُن کے ذہن میں آ گئیں تو یہ سمجھ لیا کہ منارہ کے کسی درجے میں چاروں گوشوں پر مٹی کے اسطوانے
جن پر اس عمارت کا کچھ احوال کندہ ہو گا ضرور رکھے ہوں گے۔ چنانچہ ایک مقام سے جہاں تیسرے درجے
کا ایک پہلو نظر آتا تھا اینٹیں نکلوانی شروع کیں۔ ایک گھنٹے کے بعد ایک مزدور نے مٹی کا ایک
اسطوانہ ٹھیک اُس مقام سے نکالا جس کو راولنسن صاحب نے ڈھونڈنے سے پہلے تیار کیا تھا۔ یہ مٹی
کا خول بالکل سالم تھا۔ دوسرے گوشے میں ایک اسطوانہ اور نکلا۔ اور بعد کو ایک اسطوانے کے کچھ
ٹکڑے بھی برآمد ہوئے۔ جب ان کی عبارتیں پڑھی گئیں تو ثابت ہو گیا کہ راولنسن صاحب نے
بورسپا کے شہر قدیم کا وہ منارہ دریافت کر لیا جس کا نام بابلی زبان میں "اِی۔ ار۔ ایمنی۔ آنکی" یعنے
"آسمان و زمین کا سات درجوں والا گھر" تھا۔ جس سے مراد یہ تھی کہ کائنات میں یہ منارہ آسمان
و زمین کے ملائے جانے کی ایک علامت تھی۔ راولنسن صاحب نے یہ بھی دریافت کر لیا کہ چھٹی صدی
پیشین مسیح کے شروع میں بنوکدنسر ثانی بادشاہِ بابل نے جب اس منارے کی درستی کی تو اُس وقت
اُس کے سات درجے تھے۔ جیسا کہ منارے کے اصلی نام سے ظاہر ہے۔ یہ درجے ایک کے اوپر ایک
واقع تھے۔ اور اوپر جانے میں اوپر والا درجہ نیچے والے درجے سے محیط میں کم ہوتا جاتا تھا۔ سب سے
نیچے کا درجہ راولنسن صاحب کے تخمینے کے مطابق ۲۷۲ فیٹ مربع تھا۔ اور اُس کی بلندی ۲۶ فیٹ
تھی۔ بعض جگہ اینٹوں کے ٹکڑے ایسے ملے جن پر سیاہ نیلا اور سرخ رنگ ہونا پایا جاتا تھا۔ اب تک
جس قدر زکورات یا منارے معلوم ہوئے ہیں وہ دو سے سات درجے تک کے ہیں۔ ابتدائی زمانے
کے مناروں میں عموماً چار درجے دریافت ہوئے ہیں۔ بعد کے زمانے میں ان مناروں کی بلندی
اور درجوں کا شمار بڑھتا گیا۔ اصل مقصد یہ تھا کہ ایک بلند مقام مثل پہاڑ کے بنایا جاوے اور چوٹی پر
پہونچنے کے لیے چکردار سیڑھیاں یا سپاٹ بتدریج اونچا ہوتا ہوا پکا فرش ہو جس پر آسانی سے چڑھتے
جائیں اور چوٹی پر اُس معبود کی زیارت گاہ ہو جس کے نام پر یہ منارہ قائم کیا جاوے۔

Marfat.com

سیزدہ سالہ محنتوں کا نتیجہ پس معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۴۲ء سے ۱۸۵۵ء تک محققان بوٹا۔ پلس۔ لے یرڈ۔ رتم۔ فرینل۔ اویرٹ۔ لوفٹس۔ ٹیلر اور رالنسن نے جو تحقیقات جنوب اور شمال کے ٹیلوں کی بابت کی اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزارہا پُرانے وقتوں کی چیزیں زمین سے نکالی گئیں۔ بڑی بڑی عمارات خاص کر عبادت خانے۔ بُرج اور منارہ۔ محل دکوشک دریافت ہوگئے۔ ان میں سے بعض کو مٹی نکال کر اپنی اصلی صورت میں ظاہر کردیا گیا۔ عمارات کی نوعیت اور غرض معلوم کی گئی۔ اشوری محلوں کی نسبت تو حالات بہت ہی تفصیل سے تحقیق ہوگئے اور ان مختلف زمانوں کی مختلف یادگاروں سے اگلے وقتوں کی صنعت وحرفت کا پتہ چل گیا۔ تاریخی اور مذہبی کیفیات کے کتبے۔ گلی تختیاں جن پر روزمرہ کی کاروبار کی باتیں کندہ تھیں۔ یا اقرارنامے۔ تمسکات۔ ودستاویزات تحریر تھیں۔ اور کتابوں کا وہ کثیر ذخیرہ جس کو شاہانِ اشور میں سب سے نامور بادشاہ نے جمع کیا تھا۔ یہ سب نادر اشیاء اور حالات دنیا پر روشن کردیے گئے۔

زمانہ فترۃ رالنسن صاحب جب بغداد سے وطن کو چلے گئے تو بیس برس تک شمال یا جنوب میں کندن کا کام قطعی بند رہا۔ اور یہ اچھا ہی ہوا۔ کیونکہ دوبارہ کندن شروع کرنے سے پہلے کچھ زمانہ ایسا بھی ملنا چاہیے تھا کہ جس میں یورپ کے اہل علم میخائی خط کے پڑھنے اور اس کے مطالب سمجھنے میں مہارت پیدا کرلیں اور جو ذخیرہ زمین سے باہر آچکا تھا اُس کے حالات سے بخوبی واقف ہوجاویں۔ برٹش میوزیم اور فرانس میں لوار عجائب خانے کے مہتموں نے یہ اہتمام کیا کہ جن لوگوں کو تحقیق کا شوق تھا وہ آسانی سے برآمد کردہ اشیاء کو معائنہ کرسکیں۔ چنانچہ برٹش میوزیم نے میخائی کتبوں کی نقلیں چھاپ کر تقسیم کیں۔ تاکہ جو لوگ میخائی خط کو پڑھنے اور سمجھنے کا شوق رکھتے تھے اپنے دماغ کا تیل اُس پر صرف کریں۔ ۱۸۷۰ء تک اُن کتبوں کا بڑا حصہ چھاپ کر شایع کردیا گیا جو ۱۸۵۵ء تک زمین سے برآمد ہوئے تھے۔ کتبوں کی زبان کے متعلق بڑے بڑے ذہین اور لائق لوگوں کے افکار بھی شایع ہوتے رہے۔ کتبوں کی زبان کو یا عموم اُس وقت اشوری زبان کہتے تھے بعض میخائی خط کو پڑھنے اور سمجھنے کا سلسلہ تالیفی علم میں بخوبی قائم ہوگیا۔ اور اب اُن عبارتوں کے ترجمے چھپنے لگے جو اسطوانوں یا تختیوں یا لوحوں یا پتھر کے ستونوں پر یادشاہوں کے حالات یا واقعات کی یادگار میں کندہ تھیں۔ اگرچہ ان ترجموں میں بعض فروعات میں خطا پائی جاتی تھی

Marfat.com

لیکن انصاف پسند مبصروں کو اس میں شبہ نہیں رہا تھا کہ بڑے بڑے واقعات منردصحت کے
ساتھ تحقیق کر لیے گئے ہیں۔

طوفان نوحؑ رالنسن صاحب کے بعد کندن کا دوبارہ شوق جس شخص نے پیدا کیا وہ برٹش
میوزیم کے ایک افسر جارج اسمتھ نامی تھے۔ یہ برٹش میوزیم کے صیغۂ تصویر کشی میں ملازم تھے اور
بعد کو اشوری آثار قدیمہ کے صیغے میں اسسٹنٹ مقرر ہوگئے۔ ۱۸۷۲ء کے اخیر میں ایک لکھی تختی
کی عبارت کو اُنھوں نے نہایت صبر و محنت کے ساتھ نکالنا شروع کیا۔ اور معلوم کر لیا کہ اس
عبارت میں ایک بڑے طوفان کے حالات بیان ہوے ہیں۔ جب زیادہ غور کیا تو دریافت ہوا
کہ یہ قصہ توریت کے طوفانِ نوحؑ سے بہت ہی ملتا جلتا ہے۔ چنانچہ آثار قدیمہ متعلق انجیل کی مشہور
انجمن کے ایک جلسے میں جو ۳ دسمبر ۱۸۷۲ء کو منعقد ہوا۔ جارج اسمتھ صاحب نے اپنے نتائج اُن
کو جو اس کتبے کے مطالعہ سے پیدا ہوے تھے اس انجمن کے سامنے پڑھا۔ اور بیان کیا کہ نہایت
زمانے میں ایک بڑا نامور شخص گلگمش گذرا ہے۔ اُس کے حالات میں ایک پوری تصنیف لکھی گئی
جو اشوری کتبہ اُنھوں نے نہایت محنت سے پڑھا ہے وہ اس تصنیف کا محض ایک حصہ ہے
اُنھوں نے اشوری قصۂ طوفان اور طوفان نوحؑ میں جو مشابہتیں تھیں اُن کی تفصیل کی۔ دونوں
قصوں میں طغیانی سے بنی نوع انسان کا غارت ہو جانا بیان تھا۔ اس عجیب مضمون کا چاروں طرف
غل مچ گیا۔ اور اخبار لنڈن ٹیلیگراف نے تحریک کی کہ کتبخانۂ اشور کے باقی حصے کو دریافت کرنے
کی غرض سے ایک جماعت قوینجیک کو پھر روانہ کی جائے اور اس جماعت کے جملہ اخراجات
کا اخبار مذکور خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس تجویز کو ٹرسٹیانِ برٹش میوزیم نے منظور کر لیا۔ اور ۱۸۷۳ء
میں جارج اسمتھ صاحب اشور اور بابل کے ٹیلوں کی طرف روانہ کر دیے گئے۔ ۱۸۷۳ء اور ۱۸۷۶ء
میں دو مرتبہ ان کو وہاں جانا پڑا۔ لیکن اخیر مرتبہ کے سفر میں حلب کے شہر میں مبتلائے تپ ہو کر
سے چل بسے۔ ۱۹ اگست ۱۸۷۶ء کو یہ افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ ۳۶ برس کی عمر میں آثار
کے ایسے لائق محقق کی موت اس علم کے سخت نقصان کا باعث ہوئی۔ کیونکہ جو کچھ کام انھوں نے
میں وہ دکھا سکے اُس سے قوی امید تھی کہ پچھلے کاموں سے کہیں زیادہ کامیابی کے ساتھ وہ
کام کریں گے۔ قوینجیک میں دو مرتبہ قیام کا نتیجہ یہ ہوا کہ صدہا تختیاں کتبخانۂ اشور کی اور دستیاب ہوئیں

Marfat.com

پہونچ گئیں۔ یہ تختیاں در اصل کتابیں تھیں۔ اس لیے علاوہ بہت سے مٹی کے اسطوانے یا خول- پتھر کی لوحیں جن پر حالات کندہ تھے انھوں نے مقام نمرود- قلعہ سرخہ اور دیگر مقامات سے نکالیں بہت سی پرانی برتنے کی چیزیں بھی نکال کر روانہ کیں۔ اس زمانے سے پہلے لیرڈ صاحب کے جانے کے بعد ہرمزد رسم صدہا کتابی تختیاں قوینجیک کے ٹیلے سے نکال چکے تھے۔ اور آخر مرتبہ جو کچھ تختیاں اُس اشوری محل میں جہاں کتبخانہ تھا باقی رہ گئی تھیں ان کو برٹش میوزیم کے اہلکاران والِس بج- اور ایل ڈبلیو کنگ نکال لے گئے تھے۔

ایک ایشیائی محقق

جارج اسمتھ کا قیام ٹیلوں پر اس قدر کم مدت کے لیے ہوا کہ وہ کسی بڑے پیمانے پر باقاعدہ طور سے کندن نہ کر سکے۔ جو کچھ اُنھوں نے کیا وہ یہ تھا کہ قوینجیک- نمرود- اور قلعہ سرخہ کے جو مقامات کھود کر ظاہر کرا دیے گئے تھے اُن میں ہی ادھر اُدھر خندقوں کی تلاش میں کچھ زمین کھود کر جو کچھ ہاتھ لگا اُس کو نکال کر وطن پہونچا دیا۔ یہ ہی کیفیت ہرمزد رسم کی تھی جنھوں نے جارج اسمتھ کے انتقال کے بعد چند سال تک شمالی اور جنوبی ٹیلوں پر کام جاری رکھا- برابر پانچ برس تک یعنی ۱۸۷۸ء سے ۱۸۸۲ء تک ہر سال کا کچھ حصہ رسم نے ان ٹیلوں کی نذر کیا۔ اس ایشیائی محقق کی کوششیں تھکنا جانتی ہی نہ تھیں۔ اور چونکہ تجربہ بہت حاصل ہو چکا تھا اس لیے تھوڑی سی کوشش میں بھی ان کو زیادہ کامیابی میسر ہو جاتی تھی۔ مدت تک ان ٹیلوں پر قیام رکھنے کی وجہ سے انھوں نے بہت بڑا ذخیرہ پرانی چیزوں کا جمع کر لیا۔ اور بہت سے ٹیلے ایسے دریافت کیے جن کے نیچے پرانے آثار اور شہر دبے تھے۔ اس تحقیق کے اکتشافات میں سب سے قابلِ قدر چند برنجی ظروف کے ٹکڑے ہیں جن پر نہایت خوبصورت نقشیں کام ہے۔ کچھ مورتیں اور پیتل کے پتروں پر کندہ ہیں بادشاہ سلمانسر ثالث کے محل میں صنوبر کے دروازوں پر جڑے تھے۔ یہ چیزیں تواست کے مقام سے برآمد ہوئیں جو موصل سے پندرہ میل کے فاصلے سے مشرق کی سمت میں ہے۔ [illegible] کا نام انگورانلیل تھا۔ ان برنجی پتروں پر نہایت خوبصورت تصویریں شاہ سلمانسر ثالث کے عہد کی ہیں۔ اور ان لڑائیوں کے متعلق نہایت تفصیل سے لشکرگاہ کے منظر۔ اشوری افواج کا گذرنا۔ دشمنوں پر حملہ۔ قلعوں کی فتح۔ مالِ غنیمت کا حاصل کرنا۔ قیدیانِ جنگ کی گرفتاری۔ قربانی کی رسمیں دکھائی گئی ہیں۔ انھیں تصویروں سے فوج کے مختلف حصوں کی پوشاک۔ گھوڑوں کے

Marfat.com

ساز و سامان لشکر گاہ میں خیموں اور ڈیروں کی ترتیب و صف بندی - رات دن کے برتنے کے برتن روزمرہ کی رسمیں اور عبادت کرنے کے طریقے ظاہر ہوتے ہیں - یہ کیفیتیں تو تصویریں دیکھنے سے معلوم ہوتی ہیں لیکن ان تصویروں پر جو عبارتیں نقش ہیں اُن سے اور بھی زیادہ حالات منکشف ہوتے ہیں - جنوب کے بعض ٹیلوں میں ہرمز درسم نے بہت اہتمام سے کندن کیا تھا - یہاں ان کو اور بھی زیادہ کامیابی ہوئی - بابل جن ٹیلوں میں پوشیدہ تھا اُن میں سے بعض ٹیلوں کو کھود کر بہت سے کتبے نکالے - اور اس اعتبار سے ہرمزدرسم کو وہ کامیابی ہوئی جو ان سے پہلے لوگوں کو نہ ہوئی تھی - تاریخی کتبوں میں ان کا برآمد کردہ ایک کتبہ مٹی کے خول پر تھا جس کو بادشاہِ ایران کیرش (خورس) نے ۵۳۹ پیشین مسیح بابل پر فتح پاکر اپنی فتح کے حالات میں تیار کرایا تھا - یہ فتح تاریخ عالم کا ایک بڑا واقعہ تھا - کیونکہ اس نے بابل و اشور کی تاریخ کو بالکل ہی خاتمہ کو پہونچا دیا - بابل جدید کا زمانہ ۶۲۵ ق م سے ۵۳۹ ق م تک رہا - اس زمانے کے کاروباری معاملات کی تختیاں بھی نکلیں - ان سے اور اسی قسم کی کئی ہزار اور تختیوں سے جن کو جارج اسمتھ نے اپنی موت سے چند روز پیشتر جمع کیا تھا بابل جدید کے لوگوں کے کاروبار اور ان کے قانون و ضوابط کا حال معلوم ہوا - اُن کی تجارت کے طریقے جن سے اُن کی ذہانت ثابت ہوتی تھی - زندگی کے روزانہ کام اور شغل دریافت ہوگئے - تاریخ و ادب سے جو تختیاں متعلق تھیں اُن کے مطالعہ سے اُن کے سیاسی اور حربی حالات - اُن کا شوق ملک گیری ظاہر ہوا - جو لوحیں کاروبار اور روزمرہ کی زندگی کے معاملات کی تھیں اُن سے اُنکے خرید و فروخت کے طریقے - کھیتوں کا لگان - مکانوں کا کرایہ - جائداد کا بیع و شرا - قرضے - رسیدیں - ٹھیکہ داروں کے اقرارنامے - گماشتوں کے رقعے - بیاہ اور طلاق - وصیت نامے - تہنیت نامے - مقدمات کی روداد یں - حاکموں کی تجویزیں - غرض ہر قسم کے معاملات نظر کے سامنے آجاتے ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ زمانے کی کسی میونسپلٹی کے دفتر کے کاغذات دیکھ رہے ہیں - بابل کے ان گلی دفتروں کے علاوہ ہرمزدرسم نے ابوحبہ کے مقام پر ایک عبادت خانے کے احاطے سے تختیوں کا ایک ایسا ہی دفتر اور برآمد کیا - ہرمزدرسم ہی کی کوشش سے ابوحبہ میں کندن کا یہ نتیجہ ہوا کہ قدیم شہر سپار کا موقع شناخت کرلیا گیا - یہ قدیم شہر پرستشِ آفتاب کا صدر مقام تھا - شمس پرستی جن لوگوں کا دین تھا اُن کو بابل کی تاریخ میں بڑا حصہ ملا ہے - ابوحبہ کے ٹیلے بہت دور تک

پھیلے تھے۔ تقریباً ۵۰۰ ۲۔ ایکڑ زمین اُن سے ڈھکی تھی۔ عبادت نما نہ جس کے احاطے سے تختیاں نکلی تھیں ہیکل شمس تھا۔ اور ۷۵۰۔ ایکڑ میں سے ۴۰ ایکڑ زمین پر اسی عبادت خانے کا احاطہ تھا۔ اس احاطے میں علاوہ ہیکل کے چھوٹے چھوٹے معبد اور تہہ خانے تھے اور سکونت کے مکانات تھے جن میں عبادت خانوں کے متعلق سر رشتوں کے اہلکار یا ہیکل کے خدام اور کاہن رہتے تھے۔ ہرمزد رسم نے اس وسیع عبادت خانے کے بہت سے کمرے نکالے۔ اور اس کی محنت کا ثمرہ یہ ہوا کہ ساٹھ ہزار تختیاں ہیکل کے ایک دفتر خانے سے نکلیں۔ ان میں اکثر کاروباری معاملات کی تھیں اور کسی قدر ادبی معلومات سے بھی متعلق تھیں۔ اور یہ اسی قسم کی تھیں جیسے بادشاہ اشور آسوربنا بال کے کتبخانے سے نکلی تھیں۔ مثلاً بعض تختیوں میں محض خدا کی تعریف تحریر تھی۔ کسی میں محض کسی بڑے واقعہ یا مجلس کی پوری کیفیت درج تھی۔ کہیں فال نکالنے سے پہلے جو عبارتیں پڑھی جاتی ہیں وہ بیان کی گئی تھیں۔ کہیں صرف و نحو کے کسی مضمون کے متعلق مثالیں بیان ہوئی تھیں۔ کہیں علوم ریاضیہ سے بحث ہوئی تھی۔ رسم نے ابو حبہ کے ٹیلے سے بہت سی تاریخی لوحیں بھی برآمد کیں۔ ان میں سب سے قابل قدر ایک پتھر کی لوح ہے جس کے سرے پر رب الشمس کی تصویر ہے کہ اپنے تخت پر اجلاس کر رہا ہے۔ سامنے پہیے کی شکل کا ایک حلقہ رکھا ہے جس میں دو رسیاں لگی ہیں اور رسیوں کے سرے دو ملازموں نے تھام رکھے ہیں۔ سامنے سے ایک بادشاہ کو شمس کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں۔ آگے آگے ہیکل شمس کا بڑا کاہن ہے اور سب کے پیچھے شمس کی ملکہ ہے جس کا نام آ لکھا ہے۔ ملکہ کی مودب چال سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی سفارشی بن کر شوہر کے پاس حاضر ہوئی ہے۔ اس تصویر کے علاوہ لوح کے دو طرف بابلی خط میں عبارت لکھی ہے۔ جس میں ہیکل شمس کی تاریخ اور حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ شہر سپار پر جب تباہی آنے لگی تو لوگ دین شمسی سے ... اور شمس کا وہ بُت جو ہیکل میں مدت سے رکھا تھا دفعۃً غائب ہو گیا۔ ... بادشاہ بابل نبو ... ین (۸۸۸-۸۵۴ ق م) نے مصمم ارادہ کر لیا کہ خدا کے اس گھر کو پہلی سی رونق بخشے۔ ... بادشاہ کو ایک لکڑی پر رب الشمس کی شکل بنی ہوئی مل گئی۔ اور اس شکل کے مطابق ایک نیا بت تیار کر لیا گیا۔ اس کتبے میں بہت سے تاریخی حالات لکھے ہیں اور دین شمسی کے اصول نہایت وضاحت ...

بیان ہوئے ہیں اور اخیر میں ایک بڑی فہرست اُن چیزوں کی بیان ہوئی ہے جو لوگوں نے نذر میں چڑھائی تھیں۔ کیونکہ نبوبلیدین بادشاہِ بابل کا حکم تھا کہ برس کے پانچوں تہواروں پر ہیکل شمس میں نذریں پیش کی جائیں۔ ہرمزد رسم کو سرحدی نشان کے پتھر بھی مل گئے۔ ان میں ملازمین شاہی کو جو اراضیات بطور جاگیر کے ملی تھیں اُن کا ذکر ہے۔ اور اُن معبودوں کی علامتیں اور نشانیاں اُن میں بنائی گئی ہیں جو گویا ان عطیوں کے شاہد تھے۔ اور ان کی طرف سے اُن لوگوں پر لعنت لکھی گئی ہے جو اِن پتھروں کے کسی نقش کو مٹائیں یا پتھروں کو توڑ دیں یا کسی قسم کی تبدیلی اُن کی عبارت میں پیدا کریں۔

پروفیسر ونسنٹ شل | ہرمزد رسم کی تحقیقات ختم ہونے کے بارہ برس بعد ۱۸۹۴ء میں ابو حبہ میں پروفیسر ونسنٹ شیل ساکن پیرس نے باقی مقامات کو ٹرکش گورنمنٹ کی سرپرستی میں کھودا۔ اس کوشش کا ثمرہ یہ ہوا کہ صدہا تختیاں علم ادب کے متعلق معابد وہیاکل کے دفترخانوں سے برآمد کی گئیں۔ چھوٹی چھوٹی مورتیں جو کسی درخت کی چھال کو تراش کر بنائی تھیں اور بعض پتھر کی سطح سے کسی قدر اُبھری ہوئی شمس اور اُس کی ملکہ کی تصویریں نکالی گئیں۔ جانوروں کے بت جو بطور نذر کے چڑھائے گئے تھے۔ کھانے پینے کے برتن۔ آہنی ہتھیار۔ بلین کی قلع کی متعدد مُہریں جس پر طرح طرح کے نقش تھے اور مٹی کی تختیوں پر جس حالت میں کہ اُن کی مٹی کسی قدر گیلی اور نرم ہوتی تھی بلین کی طرح پھیر دی جاتی تھیں اور مُہر کے نقش تختی پر اُبھر آتے تھے۔ گویا فریقین کے دستخط ہو گئے۔ دستیاب ہوئیں۔ ان کے علاوہ بہت سی نقشیں اینٹیں، اور مٹی کی محرابوں کے ٹکڑے نکلے۔ ابو حبہ میں پروفیسر شل نے تھوڑے عرصے تک قیام کیا۔ لیکن ان کو اس کا اندازہ ہو گیا کہ ہیکل شمس کے کل احاطے میں عمارات کی تقسیم وترتیب کس طرح پر واقع ہوئی ہے۔ نہ صرف احاطے کی عمارات کا بلکہ خاص ہیکل کے اندرونی حصوں کا حال بھی دریافت کر لیا۔ بالخصوص اُس حصے کا جس میں مدرسہ تھا۔

دوسرے عہد کا خاتمہ | ہرمزد رسم نے پانچ برس کے زمانے میں جو بموجب ترکی فرمان ان کو حاصل تھا شمال اور جنوب میں بہت سے ٹیلوں کو چھان مارا تھا۔ کسی ٹیلے پر مدت تک اور کہیں قلیل عرصے تک مختلف نتائج کے ساتھ کام جاری رکھا تھا۔ برس نمرود کے مقام آبی زیدا دبیت الخ

کے عظیم الشان عبادت خانے کے ۸۰ حجرے برآمد کیے۔ یہ عبادت خانہ شہر بورسپا کے معبود خاص نابو کے نام سے مشہور تھا۔ جو کتبے اس ہیکل میں تھے اُن میں ایک لکڑی کے خول پر جو مضمون تحریر تھا وہ قابلِ ذکر ہے۔ اس چوبی خول یا اسطوانے پر بیکانی خط میں کل حالات ہیکل کی مرمت کے جو بابل کے یونانی گورنر انیٹی آوکس سوتر کی معرفت ۲۷۰ قبل مسیح ہوئی تھی بیان کیے گئے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا شہادت اس بات کی ہوگی کہ سلطنت بابل کے زوال کے تین سو برس بعد تک اس ہیکل کی عظمت و بزرگی لوگوں کے دلوں میں قائم تھی۔ حلّہ سے ۵ میل کے فاصلے پر سمت شمال مشرق میں تل ابراہیم کے ٹیلے واقع ہیں۔ اور ولیم کے ٹیلے حلّہ سے دس میل کے فاصلے پر ہیں۔ ان ٹیلوں کا امتحان بھی رسم نے کیا تھا۔ لیکن کوئی بڑا نتیجہ نہ نکلا۔ مسٹر رسم نے ایک مختصر سی کتاب میں آثار قدیمہ سے متعلق اپنے کل کام بیان کیے ہیں جو لیرڈ کے زمانہ سے شروع ہوکر اس کے کندن کے آغاز پر ختم ہوگئے۔ جو ارض بابل و اشور میں سب سے آخر تھا۔ رسم کے کاموں کے ختم ہونے پر دجلہ و فرات کے کندن کا عہد دائمی بھی ختم ہوجاتا ہے۔ تیسرا عہد اس کام کا اس وقت شروع ہوتا ہے جبکہ رسم اپنے اخیر کندنوں میں مصروف تھا۔ اس تیسرے عہد میں ٹیلوں کے ایک ہی سلسلے پر نہایت باقاعدہ کام کیا گیا۔

لوحوں والا ٹیلا ۱۸۷۷ء میں فرانسیسی نائب کونسل متعینہ بصرہ یعنی ارنسٹ دی سرزیک نے مقام تلوح (تل لوح یعنی لوحوں والا ٹیلا) میں جو سلسلہ ٹیلوں کا تھا ان کو کھودنا شروع کیا تھا۔ تلوح وادیِ فرات کے سب سے جنوبی حصے میں واقع ہے۔ اس مقام کو سرزیک نے ہر چہار طرف دورہ کرنے کے بعد سب سے بہتر مقام تلاش و تحقیق کے لیے سمجھا۔ کبھی کبھی کسی قدر وقفے کے ساتھ یہاں کام بالعموم مسلسل جاری رہا۔ یہاں تک کہ سرزیک کی عمر کا خاتمہ ہوا۔ سرزیک کی موت کے بعد کاسٹن کروس کی نگرانی میں کام ہوتا رہا۔

طوفان نوح سے پہلے کی تجارت تلوح کے ٹیلوں میں سے دو ٹیلوں کی طرف خاص توجہ کی گئی۔ یہ دونوں ٹیلے سطح زمین سے پچاس سے ساٹھ فیٹ تک بلند تھے۔ ان دونوں میں جو ٹیلا چھوٹا تھا اُس سے سرزیک نے کام شروع کیا تھا۔ تھوڑے سے کندن کے بعد ایک پختہ وسیع محل کے آثار ظاہر ہوئے لیکن معلوم ہوا کہ یہ محل زیادہ پرانے وقتوں کا نہیں ہے بلکہ تیسری صدی قبل مسیح کے شروع زمانہ کا ہے۔ گو اُن آثار کے زیادہ قدیم ہونے کی علامتیں بالکل صاف نہیں نکلیں۔ ان کے ساتھ ہی ایک بہت ہی [illegible]

کی نشانیاں بھی دریافت ہوتی گئیں آخرکار اس بات کا قطعی ثبوت ملگیا کہ جو آثار زیادہ قدیم نہیں ہیں وہ شاہان پہلوی کے عہد کے ہیں۔ اور وہ ایک شاہی محل کے آثار ہیں جو کسی قدر اشوری محلوں کی وضع پر تعمیر ہوا تھا۔ لیکن اُس کی بنیادیں ایک نہایت قدیم بابلی پرستش گاہ کی عمارت پر رکھی گئی تھیں۔ اور اس پُرانی عمارت کا کچھ سامان اُکھیڑ کر جدید عمارت میں لگایا گیا تھا۔ سب سے نیچے حصے کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایک ۶۰۰ فیٹ مربع چبوترے پر ۴۰ فٹ کی کرسی دے کر قدیم عمارت کو بنایا گیا ہے اونچے اونچے پشتے اور چبوترے بنا کر اُن پر عمارت اُٹھانے کا طریقہ بابل میں پرانے زمانے سے لیکر اخیر تک جاری رہا۔ غرض دریافت ہوگیا کہ پُرانی پرستش گاہ چالیس فیٹ بلند چبوترے پر بنائی گئی تھی اور معبود نن گرسو کے نام سے مشہور تھی جو شیر پرلا (بالگاش) کے پُرانے شہر کا محافظ و مربی معبود تھا۔ اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ تلوح کے ٹیلوں کے نیچے شیر پرلا بالگاش کا پُرانا شہر دبا پڑا ہے۔ اس پرستش گاہ کا بانی بادشاہ اروکا جینیا تھا جو ۴۰۰۰ برس قبل ولادتِ مسیح گذرا تھا۔ ممکن ہے کہ اس بادشاہ کے زمانے سے کئی صدی پہلے کی یہ پرستش گاہ ہو۔ اگر ۴۰۰۰ قبل مسیح کا بھی سمجھا جاوے تو اُن قرون کے اعتبار سے جو توریت میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ زمانہ طوفان نوح سے ساڑھے تین سو برس پہلے کا ہوا۔ لگاش کے بادشاہ اس پرستش گاہ کی نہایت عظمت کرتے تھے اور اُس کی شہرت پُرانے شہروں کے بادشاہوں میں اس قدر ہوئی کہ وہ معبود نن گرسو کے معتقد ہوگئے اور اپنی نیازکیشی اس طرح ظاہر کرتے رہے کہ کسی نے اس پرستش گاہ کے احاطے کو وسیع کرکے تعمیر کرایا۔ کسی نے ایسے حصوں کی مرمت کرادی جو بوسیدہ ہوگئے تھے۔ اصلی پرستش گاہ کا کوئی حصہ بجز گوشۂ مشرق کی دیوار کے یا ایک مینار اور دروازے کے یا کہیں کہیں پُرانی اینٹوں کے ڈھیر کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ یہ دیوار بھی اُس تعمیر کا ایک حصہ ہے جو بادشاہ اربا وُنے ۲۴۵۰ برس قبل مسیح پرستش گاہ کے متعلق بنوائی تھی مینار اور دروازہ بادشاہ گدایا کا بنوایا ہوا ہے جو غالباً ۲۵۵۰ برس مسیح سے پیشتر گزرا ہے۔ اس پرستش گاہ کے کندن کے وقت کثرت سے پُرانی اشیاء برآمد ہوئیں۔ جن کی مختصر فہرست یہ ہے۔ بڑے بڑے ظروف جن پر عبارت کندہ تھی۔ مُہر کے بیلن۔ بُت اور مورتیں۔ پیتل کی چیزیں جو بطور نذر کے چڑھائی گئی تھیں۔ مٹی کے برتن۔ لوہے کے اوزار۔ اکثر دھات کے ظروف۔ مخروطی چیزیں جن پر عبارت تحریر تھی۔ ان میں جو چیز سب سے قابلِ توجہ تھی وہ بادشاہ گدایا کے نو مجسمے سنگِ سیاہ کے تھے۔ اس بادشاہ

کے زمانے میں گو شہر لاپا یا لگاش کا شہر خود مختار ریاست نہ تھا۔ لیکن اُس نے اپنی پُرانی شان پھر اختیار کر لی تھی۔ ان مجسموں میں بادشاہ کو یا تو کھڑے قد یا بیٹھا ہوا دکھایا ہے۔ تمام مجسموں پر ازسرتا پا باریک پیکانی خط میں عبارتیں کندہ ہیں۔ جن کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجسمے بھی معبود ننگرسو کو نذر میں پیش کیے گئے تھے۔ بادشاہ اُرباؤ کا بھی ایک بت اسی قسم کا دریافت ہوا جس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ گدیا نے بھی اُرباؤ کی تقلید میں اپنا مجسمہ اس پرستش گاہ میں بطور نذر کے چڑھایا تھا۔ بادشاہ گدیا نے اپنے مجسمہ پر لکھوایا ہے کہ جس پتھر کا یہ مجسمہ ہے اُس کو میں نے باہر کے ملکوں سے اسی طرح منگوایا تھا جیسے کہ تانبا اور سونا اور قیمتی لکڑی عرب کے ملک سے یا صنوبر کی لکڑی شام کے ملک سے منگوایا کرتا تھا۔ یہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ ایسے قدیم زمانے میں بھی جو طوفان نوح سے پہلے کا یا قریب کا ہو دُور دُور کے ملکوں میں تجارت کے تعلقات قائم تھے۔

سومری زبان کے کتبے جب یہ مجسمے فرانس میں پہونچے تو تمام ملک میں ان کا چرچا ہو گیا اور فرانسیسی گورنمنٹ نے ایک رقم کثیر کندن جاری رکھنے کے لیے اور منظور کی۔ ان مجسموں پر جو عبارتیں کندہ تھیں وہ پُرانی سومری زبان میں تھیں۔ اور یہ زبان ارض بابل کے وہ باشندے بولتے تھے جو سامی الاصل نہ تھے اور قدیم سے قدیم زمانے میں اس ملک پر قبضہ رکھتے تھے۔ سومری زبان کے کتبوں کے پڑھنے سے وادی فرات کی سب سے زیادہ پرانی سیاسی حالت سے بہت کچھ واقفیت پیدا ہو گئی۔ مجسموں کے علاوہ لکڑی کے بڑے بڑے اسطوانے بھی برآمد ہوئے جن میں ایک ایک پر دو دو ہزار سطروں کی عبارت کندہ تھی۔ ان عبارتوں سے قوم سومر کے ملکی اور سیاسی حالات اور بھی منکشف ہوئے۔ اور دریافت ہوا کہ بادشاہ گدیا نے ای نینو کا ہیکل جس نقشے کے مطابق بنوایا تھا وہ نقشہ اُس کو کیونکر معلوم ہوا۔ بیان ہوا ہے کہ معبود ننگرسو نے خواب میں نظر آکر [illegible] بتایا کہ ای نینو کا ہیکل ایسی ایسی وضع کا تیار کیا جاوے۔ چنانچہ ان ہی ہدایتوں کے مطابق گدیا نے ہیکل تیار کرایا۔ جنوبی حصہ بابل میں جو تمدن کی حالت قدیم زمانے میں تھی۔ ان عبارتوں سے اب اُس کی کیفیت صاف نظر آنے لگی۔ اور اہل فن سمجھ گئے کہ تمدن بابل اور اشور کی ابتدا کا پتہ اگر مل سکتا ہے تو وہ جنوب ہی کے ٹیلوں سے چلے گا۔ اور اس وجہ سے سرزیک کے زمانے سے جس قدر جماعتیں کندن کے لیے روانہ کی گئیں اُن کی کارگذاری کے لیے جنوب ہی کے ٹیلے اکثر تجویز کیے گئے۔ تلوح میں جو کام

Marfat.com

کیا گیا۔ اُس نے صرف بادشاہ کدایا کے زمانے کے واقعات پر روشنی نہیں ڈالی بلکہ ایسے پرانے
اور چیزیں بھی برآمد ہوئیں جن سے اس بادشاہ سے بھی پہلے کے حالات دریافت ہوئے۔ چنانچہ
ایک لوح کا ٹکڑا نکلا جو کسی ہیکل میں بطور نذر کے پیش ہوا تھا۔ اس لوح کے ایک رُخ پر معبود
نن گرسو کی تصویر تھی۔ ایک ہاتھ پر دوسر والا عقاب بیٹھا تھا۔ یہ عقاب شیرپلا کے شہر کا نشان تھا
تھا۔ دوسرے ہاتھ میں ایک جال تھا جس میں دشمنوں کے سر جمع تھے۔ اس تصویر کے ساتھ
عبارت کندہ تھی اُس میں آدمہ کے شہر والوں کی لڑائی کا ذکر تھا جس میں بادشاہ اناتوم کو
جس کا زمانہ ۲۹۰۰ قبل مسیح دریافت ہوتا ہے فتح ہوئی تھی۔ اس موقع پر فریقین میں جو صلح نامہ ہوا
تھا اُس کا مضمون بھی بیان ہوا ہے۔ ایک اور لوح بھی اس قسم کی نکلی جو بادشاہ اناتوم کے دادا
ارنینا کے وقت کی تھی۔ اس بادشاہ یعنی ارنینا نے سنگ سرخ کی ایک لوح پر اپنا نام اور اپنی
زندگی کے واقعات کندہ کرا کے اور ایک عقاب کی تصویر بنوا کر جس کا سر شیر کا سا تھا اور جو دونوں
پنجوں میں دو شیر پکڑے ہوئے تھا معبود نن گرسو کے ہیکل میں چڑھائی تھی۔ باقی لوحیں جو نذر میں چڑھائی
گئی تھیں پیتل کی تھیں۔ ان میں ایک لوح میں ایک معبود کی تصویر تھی جس کے ہاتھ میں مخروطی
شکل کی کوئی چیز ہے۔ مخروطی شکل کی میخوں پر بیلوں کی تصویریں بھی نکلیں ۔ ایک مرد اور عورت کی تصویر
نکلی جو ٹوکرے لیے جاتے ہیں۔ عبارتوں کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ ان ٹوکروں میں نذر نیاز کی چیزیں ہیں

(از انسٹی ٹیوٹ ۔ علی گڈھ)　　　**محمد عنایت اللہ بی اے**

Marfat.com

میسوپوٹامیہ

ارض نہرین یا جزیرہ

۳

تدفین کا قدیم طریقہ ایک اور بڑے ٹیلے کے کھودنے پر بھی سرزیک کو بہت کامیابی ہوئی۔ مختلف ازمنۂ قدیمہ کے آثار برآمد ہوئے۔ یہ سب آثار و عمارات ہیکل سے متعلق تھے۔ ان میں چھوٹی عمارتیں اُن معبودوں کے نام کی تھیں جن کی پرستش لگاش کے شہر میں ہوتی تھی۔ اور ننگرسو کے ہیکل کے احاطے میں اُن کا موجود ہونا گویا علامت تھی کہ یہ معبود معبودِ اعظم ننگرسو کے تابع تھے اور اس وقت اُس کے دربار میں حاضر تھے۔ غلہ اور سامان رکھنے کے مکان اور دفاتر کے لیے بڑے بڑے ایوان اور ملازمین وافسران ہیکل کے لیے سکونت کے مکان بنے ہوئے تھے۔ بہت سی قیمتی اشیاء بھی اس ٹیلے سے برآمد ہوئیں۔ ان میں سب سے بڑھ کر ایک گلدان کی وضع کا چاندی کا بڑا ظرف تھا۔ جس کے گرد باریک کام کی تصویریں نقش تھیں۔ شیر چہرہ عقاب بنے تھے جن کے چنگل میں کہیں شیر اور کہیں ہرن تھے۔ ایک حلقے میں نشستہ بیلوں کی تصویریں تھیں۔ اس ظرف کی عبارت پڑھنے سے معلوم ہوا کہ شہر پر لا کے بادشاہ یا حاکم انتی مینا نے جس کا زمانہ ۲۸۵۰ برس پیشین مسیح تھا اور جو فرزند ایا نتوم کا تھا اس ظرف کو ہیکل ننگرسو میں بطور نذر کے پیش کیا تھا۔ یہ ظرف بابل کی صنعت کا بہترین نمونہ ہے اور پتا چلتا ہے کہ ایسے قدیم زمانے میں بھی انسان کو صنعت وکاریگری میں کیسا اونچا درجہ حاصل تھا۔ تین سنگین لوحیں نکلیں جس پر شہر پر لا کے ایک بادشاہ یا حاکم ارنینا کی تصویر مع اُسکے بچوں کے بنی تھی اس تصویر پر اہل فن نے خاص توجہ کی۔ کیونکہ اس سے سومری قوم کے لوگوں کی شکل، چہرے کا نقشہ اور اُن کے لباس کی قطع خوب معلوم ہوتی ہے۔ ایک پتھر کی ٹھیک گہری سبز رنگ کی جس پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ستون نصب تھا، نکلی۔ اسکے گرد چھوٹی چھوٹی مورتیں کندہ ہیں۔ ایک عصا کی نقشیں موٹھ نکلی۔ جس کو تہر کش کے بادشاہ نے کسی بت پر نذر چڑھایا تھا۔ اس بادشاہ کا زمانہ ۳۰۰۰ برس پیشین مسیح اندازہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک برچھی کا پھل برآمد ہوا جو کش کے ایک دوسرے بادشاہ نے ننگرسو

Marfat.com

کے بت پر چڑھایا تھا۔ شیروں کے سر بُتوں پر پانی چڑھانے کے برتن۔ ایک قسم کے گوند کی دھاری دار تھالیاں جن پر لگاش کے بادشاہوں کے نام لکھے تھے۔ پتھر کی تراشیدہ مورتیں چار چار فیٹ طول کی برآمد کی گئیں۔ ان مورتوں کی صورت اور وضع سے معلوم ہوتا تھا کہ بتخانوں کے خادموں کے مجسمے ہیں ایک مورت کسی ستار بجانے والے کی ہے جس کے ستار میں گیارہ تار ہیں۔ یہ سب نچھاور کی چیزیں ہیں جو مختلف بادشاہوں نے نن گرسو کی ہیکل میں پیش کی تھیں۔ ان تمام اشیاء سے اور مختلف کتبوں سے اُس زمانہ کے مذہبی حالات خوب دریافت ہوتے ہیں۔ جن معبودوں کو مرد یا عورت کی شکل میں پیش کرتے تھے اُنکے چہروں کی قطع۔ اُن کے نشان۔ قربان گاہوں کا نقشہ۔ قربانی کے وقت کیا کیا رسوم ادا کی جاتی تھیں ان سب باتوں کا علم بخوبی پیدا ہوگیا۔ انھیں چیزوں کے ساتھ سرزیک کو ان ٹیلوں سے ایک بتخانہ کے متعلق پورا دفتر مٹی کی تختیوں پر لکھا ہوا مل گیا۔ جس میں بتخانہ کی جائداد و اراضیات کا کل حساب و کتاب درج تھا۔ یہ مٹی کی تختیاں معلوم ہوتا تھا کہ کسی وقت میں نہایت ترتیب سے رکھی گئی تھیں تاکہ ضرورت کے وقت جو حساب وکتاب دریافت کرنا ہو فوراً مل جائے۔ غالباً تیس ہزار تختیاں اس قسم کی برآمد ہوئیں۔ لیکن اس تعداد کا بڑا حصہ سرزیک کی غیر حاضری میں چوری ہو کر بیچنے والوں کے ہاتھ لگ گیا اور یورپ اور امریکہ کے تمام عجائب خانوں میں اس ذخیرے کے حصے پہونچ گئے۔ ان تختیوں میں سے کئی ہزار کی عبارتیں چھاپ کر شایع کی گئیں جن کے پڑھنے سے ہیکل نن گرسو کی جائداد اور دیگر ہیاکل کی موقوفہ جائدادوں کے انتظام کا حال معلوم کیا گیا۔ شرپرلا یا لگاش کے شہر کا وہ حصہ کھود کر دیکھا گیا۔ جہاں مردے دفن کیے جاتے تھے یا جلائے جاتے تھے۔ گورستان کا بڑا حصہ نکالا گیا جس سے معلوم ہوا کہ قدیم بابلی گورستان کس طریقے پر قائم تھے۔ اور ضمناً اس مسئلہ کا جو اکثر زیر بحث رہتا تھا کہ وادیِ فرات میں پرانے وقتوں میں مردے دفن کیے جاتے تھے یا جلائے جاتے تھے فیصلہ ہوگیا۔ کوئی علامت ایسی نہیں ملی جس سے ظاہر ہوتا کہ مُردے جلائے جاتے تھے۔ دفن کرنے کے طریقے البتہ مختلف تھے۔ بعض قبریں ایک ہی عرض وطول وعمق کی مثل تہ خانوں کے ہوتی تھیں جن میں مردے اُوپر سے اُتار دیے جاتے تھے۔ بعض قبروں کی صورت نالیوں کی سی ہوتی تھی جن میں مردے لٹا دیے جاتے تھے۔

مدرسے کتبخانے اور تجارتی بہی کھاتے | اب اُس کندن کا ذکر کرتے ہیں جو سنہ ۱۹۰۹ء سے پچھے

Marfat.com

تیس برس کے اندر جنوبی ٹیلوں پر ہوا ہے۔ شروع ۱۸۸۹ء میں پن سلوانیا کی یونیورسٹی کی طرف سے ایک جماعت قائم کی گئی اور اُسکے افسر خاص ڈاکٹر جان پورٹر مقرر ہوے۔ اس جماعت نے نفر کے ٹیلوں پر کام شروع کیا۔ نفر کا مقام وہی ہے جہاں نیور کا پرانا شہر کسی زمانے میں آباد تھا۔ اس مقام پر پہلے لے یرڈ صاحب نے کہیں کہیں کندن کیا تھا۔ ۱۸۸۹ء میں شروع کرکے ۱۹۰۰ء تک یہ کام جاری رہا۔ کبھی کبھی بند بھی کرنا پڑا۔ ۱۸۹۰ء کے بعد ڈاکٹر پورٹر امریکہ کو واپس چلے گئے۔ اور اُنکی جگہ ہینز صاحب مقرر ہوے۔ اُنھوں نے ایسی ترکیب نکالی کہ کندن کا کام جو بعض موسموں میں مجبوراً بند کرنا پڑتا تھا بارہ مہینے برابر جاری رہے۔ مگر اُنھوں نے اس کام میں ایسی سرگرمی دکھائی کہ صحت خراب ہو کر جلد مر گئے۔ ۱۸۹۵ء میں جیکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر ہارپر اور پن سلوانیا یونیورسٹی کے پروفیسر ہلپرخت بھی ڈھائی مہینے کے لیے اس کام کو دیکھنے کے لیے روانہ ہوے۔ ۱۹۰۰ء میں ہلپرخت صاحب ایک بار اس کام کے معائنہ کے لیے اور گئے۔ اس امریکانی جماعت کی خاص کوششیں اُس حصہ میں صرف ہوئیں جہاں قدیم شہر نیور کے ہیکل کا احاطہ زمین میں دبا رہا۔ معبود انلیل کا ایک معبد نکالا گیا اور بہت سے چھوٹے عبادت خانوں اور مکانوں کو زمین سے کھود کر ظاہر کر دیا گیا۔ ایک اور جگہ سے بت خانوں کے خدام کے مکانات نکلے۔ ہیکل سے متعلق ایک منارہ بھی نکلا اور اس منارے سے پورا پورا حال اس بات کا معلوم ہوا کہ عبادت خانوں کے ساتھ منارے ہمیشہ تعمیر کیے جاتے تھے۔ ڈاکٹر پورٹر کو ہیکل کے دفتر خانہ کا پتہ چل گیا۔ لیکن اُن کے سامنے دفتر برآمد نہ ہو سکا۔ ڈاکٹر ہینز نے جب ڈاکٹر پورٹر سے چارج لیلیا تو اُس دفتر خانہ سے بیس ہزار تختیاں برآمد کی گئیں۔ یہاں تلو کے ٹیلے کی سی کیفیت نہ تھی کہ محض ہیکل کی جائداد کے حساب کتاب کے متعلق سب تختیاں ہوتیں بلکہ یہاں اور مضامین کی بھی تختیاں نکلیں۔ ان میں صدہا ایک مدرسہ سے متعلق تھیں جو ہیکل کی جانب سے لڑکوں کی تعلیم کے لیے قائم کیا گیا تھا اور جو لڑکے اس درس گاہ سے تعلیم پاکر نکلتے تھے وہ ہیکل ہی کے متعلق خدمات پر رکھے جاتے تھے۔ سپار کے پرانے شہر سے بھی تعلیمی مضامین کی تختیاں نکلیں۔ اور ان کے مضامین حال میں طبع ہو کر تقسیم ہوتے بھی شروع ہو گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ صرف نحو املا وغیرہ درسی مضامین کے دینیات کے اکثر مضامین پر بھی تختیاں موجود ہیں۔ مثلاً خدائی تعریف میں بڑی بڑی عبارتیں۔ دعائیں مناجاتیں اور ادائے رسوم مذہب کے قواعد جن کی پابندی خاص کر نیور کے شہر میں ہوتی تھی ان تختیوں پر کندہ ہیں

اور خیال ہے کہ کہانت کے متعلق بھی تختیاں ان میں موجود ہوں گی۔ لیکن اسکی پوری کیفیت اُس وقت معلوم ہو سکے گی جبکہ یہ تختیاں جھپکر بیکانی خط کے عالموں کے پاس پہونچ جائیں گی اور وہ ان کے مضامین پر اپنے مفصل و مکمل افکار ظاہر کریں گے۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ نیپور کے کسی بادشاہ نے بھی دجلہ و فرات کے بڑے بڑے شہروں میں جو علوم رائج تھے اور اُنکی مستقل تصنیفات تھیں ان کو جمع کر کے کسی ایسے عظیم الشان کتبخانے کی بنیاد ڈالی ہو جیسے کہ آسورنیا پال بادشاہ اشور نے اپنے دار الریاست نینوہ میں قائم کیا تھا۔ تعلیمی و درسی تختیوں کے علاوہ جو ہیکل نیپور کے احاطے سے برآمد ہوئیں، قانونی کاروباری اسناد و دستاویزات بھی بعض مقامات سے نکلیں۔ یہ مقامات شہر نیپور کے اُس حصے میں تھے جو بابل جدید کے عہدِ آخر اور ایرانی تسلطِ بابل کے ابتدائی زمانے میں آباد تھا اور وہاں عام رعایا سکونت رکھتی تھی۔ جو چیزیں اس حصے سے برآمد ہوئیں اُن میں ایک بڑی مہاجنی کوٹھی کے حساب و کتاب کا ایک پورا دفتر تھا۔ ان کے مضامین کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اُس کوٹھی کا اُس وقت بڑا لین دین تھا۔ پروفیسر کلے نے یہ تختیاں چھپوا دی ہیں اور خود پروفیسر مذکور کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ نفر (نیپور) کے شہر میں کوئی دولتمند خاندان موراشو نام کا تھا جو پانچویں صدی قبل مسیح میں بڑے بڑے کاروبار کیا کرتا تھا۔ لوگوں کو قرض روپیہ دیتا تھا۔ بڑے بڑے کاموں کے ٹھیکے اور محصول اراضی کی اجارہ داری بھی کرتا تھا۔ اور اُسکے کارخانوں میں طرح طرح کا مال بھی فروخت ہوتا تھا۔ ان ہی تختیوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نیپور (نفر) جدید بابلی خاندانِ شاہی کے زوال اور دولتِ ایران کے عروج کے وقت ایک مشہور شہر تھا۔ اس کا پتہ زمین کے طبقوں پر بھی غور کرنے سے اس طرح چلا ہے کہ اوپر کی تہوں میں ایسے تابوت نکلے ہیں جو ایرانی عہد کے کشتی نما تابوتوں کی وضع کے ہیں۔ پھر ایک پہلوی قلعہ کے آثار نکلے ہیں جس کی بنیادیں ایک پُرانی بابلی مینار کے دیوار پر قائم کی گئی ہیں۔ یہ بابلی منارہ معبود بیل کی ہیکل کا تھا۔ تلوح میں بھی ایک ایسا ہی منارہ دریافت ہوا تھا۔ پروفیسر ہلپرشت امریکانی نے مدت کی تحقیقات اور کوشش کے بعد ہیکلی مناروں کی حقیقت کہ وہ کس پیمایش کے ہوتے تھے اور اُنکی غرض کیا تھی، دریافت کی ہے۔ منار ایک مرتبہ تعمیر ہونے کے بعد بار بار بنائے گئے۔ شروکن (شارکن۔ سارگن۔ سرجون) اول جس کو شروکن اکدی بھی لکھتے ہیں اُس کے عہد سے بھی پہلے ان کی بنیاد پڑی تھی۔ شروکن اول کے زمانہ کے بعد انکی تعمیر میں اضافہ ہوا

Marfat.com

ہوتا رہا۔ اور اس بادشاہ کے عہد کی لکھی ہوئی اینٹیں ان مناروں میں سے نکلی ہیں۔ بعض نذر چڑھاوے
کی چیزوں پر کتبے موجود تھے۔ جن کے پڑھنے سے بہت سے بادشاہوں کے نام دریافت ہوگئے۔
جنھوں نے نفر (نپور) کے شہر میں حکومت کی تھی۔ اور اپنی نشانیاں وہاں چھوڑ گئے تھے۔ ان کتبوں
سے پرانے بادشاہوں اور دیوتوں سے لیکر بادشاہ اشور اسورنیا پال (۶۶۸ - ۶۲۶ ق م) تک کے حالات
دریافت ہوتے ہیں۔ یہ اخیر بادشاہ تھا جس نے منار کے متعلق کچھ تعمیر کرائی۔ اسکے وقت میں منار کے
چار یا پانچ کھنڈ ہوتے تھے اور مجموعی بلندی صرف ۱۵۰ فیٹ ہوتی تھی۔ ہیکل کے احاطہ میں جو بہت
وسیع ہے اور جسکے گرد دوہری دیوار ہے خاص ہیکل کی عمارت کے علاوہ اور چھوٹے چھوٹے عبادتخانوں
کے آثار بھی ملے۔ اور ان میں بعض ایسی حالت میں برآمد ہوئے کہ اُن کا پورا نقشہ بالکل صاف نظر
آتا تھا۔ بڑا ہیکل جس کا نام ای کور (یا خانۂ کوہ) تھا۔ وہ خاص مسکن معبود انلیل کا تھا جس کو قوم سومر
اپنے ساتھ اپنے پہاڑی وطن سے اس زمین میں لائی تھی۔ قوم سومر کی آبادیوں کا مذہبی مرکز نفر (نپور)
شہر تھا۔ یہ بزرگی اس شہر کو ۰۰۰۳ برس قبل مسیح حاصل تھی۔ یہ زمانہ طوفانِ نوح سے کہیں پہلے
ہے۔ تمام معبودوں میں انلیل معبود اکبر تھا۔ ایرانی سلطنت کے زمانہ میں بھی نپور (نفر) تلوح کی طرح
بڑا مضبوط مقام تھا۔ جب ایرانیوں کے بعد یونانیوں کی سلطنت ہوئی تو بھی اُسکی بزرگی اور قوت میں
فرق نہ آیا۔ چنانچہ اس کا ثبوت یونانی کتبوں اور یونانی [illegible] سے ملتا ہے۔ زمانہ کے انقلاب نے
جب اس شہر کو زندہ لوگوں کی سکونت کے قابل نہ رکھا تو مُردوں نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ یعنی جو بزرگی اور
قدس اُس کی زمین کو حاصل ہوچکا تھا اُس کے باعث وہ ایک مقبول مقام مردے دفن کرنے کے لیے
ہوگیا۔ قبروں سے صدہا مٹی کے پیالے نکلے جن کے اندر سحر کی عبارتیں ارامی اور شامی زبانوں میں لکھی
ہوئی ہیں۔ یہ عبارتیں پیالوں میں اس لیے لکھی گئی ہیں کہ مُردوں کو خبیث روحوں سے پناہ ملتی [illegible]
اوپر کے سطح سے نزدیک ہی چھٹی صدی عیسوی تک کی قبروں سے جو شہر کے ایک خاص حصہ [illegible]
جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شہر آبادی سے محروم ہونے کے بعد بھی صدہا برس تک یہودیوں اور [illegible]
کیلیے گورستان کا کام دیتا رہا۔ اور یہ وہ زمانہ تھا کہ اُسکی گذری ہوئی شان و شوکت کسی کے خواب و خیال
میں بھی باقی نہ تھی۔

[illegible]کا قدیم طرز تعمیر | یہ برج اور ہنر کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ بابل قدیمہ کی مقدس تعمیرات کا کوئی

مستقل صورت اختیار کر سکا۔ اہل قدیم کے طرز تعمیر کی نقل کسی فرق کے ساتھ اشور کی عمارتوں میں بھی
خاص ہیکل کی عمارت کی یہ قطع ہوتی تھی کہ اُسکے دو صحن ہوتے تھے۔ ایک باہر کا اور ایک اندر کا۔ باہر
صحن میں مذبح ہوتا تھا جہاں قربانی کے جانور لائے جاتے تھے۔ اس صحن میں سب لوگ
ہوتے تھے۔ اندر کے صحن میں ایک طرف معبود کا بت ہوتا تھا اور یہ صحن اور جس مکان میں بت ہوتا
ہیکل کا پاک ترین مقام خیال کیا جاتا تھا۔ ہیکل سے ملا ہوا پشت کی طرف یا پہلو میں منارہ ہوتا تھا
دو سے لیکر سات درجے تک ہوتے تھے۔ ایک درجہ دوسرے درجے پر اس طرح واقع ہوتا تھا کہ او
درجہ نیچے کے درجے سے چھوٹا ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ چوٹی پر پہونچ جاتے تھے۔

چند اور دلچسپ کتبے چڑھاوے کی چیزیں جن پر کتبے ہیں اور جو نفر کے ٹیلوں سے نکلی ہیں
ذکر بھی ضروری ہے۔ ان کتبوں میں تاریخی واقعات بھی درج ہیں جس سے تاریخی معلومات میں بڑ
اضافہ ہوا ہے۔ چنانچہ بیسویں صدی سے تیسویں صدی قبل مسیح تک کے واقعات کا پتہ اُن سے ملتا
اور اُن بادشاہوں کے نام معلوم ہوتے ہیں جن سے اب تک کوئی واقف نہ تھا۔ اسی طرح سنگین
کے بہت سے ٹکڑے ملے ہیں جن کو جوڑنے کے بعد ایک بڑا کتبہ بادشاہ آیرک یا یورک لکل زیجیسی
دریافت ہو گیا۔ اس بادشاہ کا زمانہ ۲۶۷۵ برس پیشتر حضرت مسیح سے تھا۔ اس بادشاہ کی قوت
سلطنت ایسی بڑھی کہ وہ ارض سومر کا بھی بادشاہ کہلایا جانے لگا۔ جو بڑی بڑی فتوحات اُسکو حا
ہوئی تھیں وہ سب اس کتبہ میں درج ہیں۔ اور جو بڑی بڑی لڑائیاں وہ لڑا تھا وہ بھی بیان ہ
ہیں۔ ٹیلوں کی سب سے نیچی تہ سے برتنوں اور مٹکوں کا بڑا ذخیرہ نکلا۔ بعض مٹکے بہت ہی بڑے
کسی جگہ موریاں جو سنگین محراب دار بنائی گئی تھیں نکلیں۔ ان موریوں میں نل پڑے ہوئے تھے اور
پانی شہر کا اُن کے ذریعہ سے باہر نکل جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہروں کی صفائی کا انتظام
قدیم زمانہ میں بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا۔ یادگار کے کتبے اور اشیاء جو نفر سے برآمد ہوئی ہیں وہ ج
کے کتبوں اور چیزوں سے کم نہیں ہیں۔ نفر کی چیزوں میں ایک گول تختی ہے جو ۳۰۰۰ برس قبل
ارانلیل کی نذر چڑھائی گئی تھی۔ اس میں بادشاہِ وقت معبود انلیل کے بت پر پانی چڑھا رہا ہے۔ ا
تختی میں ایک سوراخ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تختی تصویر کی طرح دیوار پر لگائی جا سکتی
اس کے کتبے کا خط نہایت قدیم زمانہ کا ہے۔ قدامت کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ تصویر میں بادشاہ کے

بالکل برہنہ کھڑا ہے۔ تصویر کے نیچے کے حصہ میں دو آدمی ہیں ایک بکرے کے پیچھے اور دوسرا مینڈھے کے پیچھے جا رہا ہے۔ یہ دونوں خادم معلوم ہوتے ہیں جو معبود کے سامنے قربانی کے جانور لے جا رہے ہیں۔ ۱۹۰۳ء میں ایک دوسری جماعت چند مہینے تک لندن کی غرض سے امریکہ سے روانہ ہوئی اس نے مقام بسمیہ کے قریب کام جاری کیا۔ ڈاکٹر بنکس اسکے افسر اعلیٰ تھے اور یونیورسٹی چکاگو کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ مقامی مشکلات اور قلت وقت کے لحاظ سے ڈاکٹر موصوف کے کام پچھلیوں سے بھی بڑھ گئے۔ بسمیہ کا مقام جنوبی بابلونیہ کے صحرائی حصہ کے بیچ میں تھا۔ اور وہاں کے لوگ بھی وحشی اور آزاردہ تھے۔ اور اس مقام تک پہنچنا بھی دشوار تھا۔

ایک قیمتی انکشاف ڈاکٹر بنکس بسمیہ میں تنہا پہونچے۔ کچھ مزدور جمع کیے اور ۱۹۰۳ء کے کرسمس کے دن کام شروع کر دیا۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۰۳ء تک کام جاری رہا۔ مگر پھر گرمی اس قدر سخت ہوگئی کہ دسمبر تک سب کام بند کر دینا پڑا۔ حالات نے جس حد تک اجازت دی کام نہایت باقاعدہ طریقہ پر کیا گیا۔ اور بہت جلد ثابت ہوگیا کہ بسمیہ کے ٹیلے کے نیچے ایک پرانے شہر کے آثار دبے ہیں جو بابل قدیمہ کی سلطنت کے قائم ہونے سے پہلے مدت تک آباد رہنے کے بعد ویران ہو چکا تھا۔ سطح سے کچھ ہی نیچے پہونچنے پر پرانی عمارتوں کے آثار ملنے لگے اور ظاہر ہوا کہ اس شہر کو کسی غنیم نے تاخت و تاراج کیا تھا۔ ایک بادشاہی محل۔ ایک ہیکل اور ایک منارہ کا نشان بھی ملا اور شہر کے محلوں کا بڑا حصہ بھی برآمد کیا گیا جہاں عام رعایا آباد تھی۔ یہ حصہ محل کے صدر دروازہ کے سامنے تھا۔ محل کا صحن وسیع تھا اور صحن کے چاروں طرف متعدد کمرے تھے۔ معمولی مکانات کی قطع بھی وہی تھی جو محل کی تھی۔ فرق صرف اس قدر تھا کہ معمولی مکانات میں کمرے کم اور چھوٹے ہوتے تھے۔ بڑے صحن کے علاوہ محل میں اندر کے رخ ایک اور صحن بھی تھا جسکے گرد مستورات کے رہنے کے لیے کمرے اور دالان بنے ہوئے تھے بعض کمروں میں نل لگے ہوئے تھے اور یہ نل سیدھے نیچے کی طرف اُترتے ہوئے نیا دوال تک گئے ہیں معلوم ہوتا ہے یہ کمرے حمام اور غسل خانے تھے۔ مختلف قسم کے برتن۔ مٹی کے کھلونے۔ چھوٹی چھوٹی مورتیاں اور بہت سی گلی تختیاں محل سے برآمد ہوئیں۔ ہیکل کے احاطہ سے جو چیزیں نکلیں وہ اُن سے زیادہ اہمیت رکھتی تھیں۔ ان میں سنگین بتوں کے ٹکڑے تھے۔ ان کی صنعت و صفائی دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ بُت تراشی کے فن میں خاص کر چہرے کی تراش اور لباس کی ترتیب میں بہت ترقی ہو چکی تھی

ان ہی میں ایک بت کے ٹکڑے مختلف ملے۔ لیکن جب ان کو جوڑا گیا تو پورے نکلے۔ یہ بت قدیم بابل کی بت تراشی کا بہترین نمونہ ہے۔ اور ایک بڑے پرانے وقت کے بادشاہ کی صورت کا ہے جس کا لکل واو تھا۔ بت کے داہنے بازو پر ہیکل کا نام اَی سر لکھا ہے اور شہر کا نام اَدب۔ بتوں کے سر ایسے ملے جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قوم سومر کے لوگوں کی شکل کے ہیں۔ لیکن ایک بت ایسا تھا جس کے چہرے کا نقشا بالکل سامی وضع کا تھا۔ یعنی داڑھی خوب بھری بھی۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ پرانے وقتوں میں بابلونیہ کے باشندے دو مختلف قومی گروہوں کے تھے۔ اور ارض فرات کے پرانے شہروں میں ان دونوں قوموں کے لوگ ملے جلے رہتے تھے۔ ایک قوم سومر تھی اور ایک قوم وہ تھی جس کو سام بن نوحؑ کی اولاد میں سمجھا گیا ہے۔ ٹیلے کی چوٹی سے ایک سیدھا پچاس فیٹ کی گہرائی کا سوراخ کیا گیا۔ یہاں تک کہ ریتلی زمین تک یہ سوراخ کیا گیا۔ گویا اس سطح تک پہونچ گیا جس پر کسی وقت میں سمندر بہتا تھا۔ اُسوقت ڈاکٹر بنکس کو معلوم ہوا کہ ہیکل کے نیچے ایک عمارت اور بھی ہے۔ جو ایک اونچے چبوترے پر کرسی دیکر بنائی گئی تھی۔ ہیکل والے طبقہ سے جو کتوبہ اینٹیں اور ظروف برآمد ہوئے اُن سے دُنگی اور ارانجور یعنی شاہی خاندان آر کے بادشاہوں کے نام دریافت ہوئے۔ ان کا زمانہ ۲۴۵۰ برس قبل مسیح تھا۔ شروکن وترم سن الذہی کے نام بھی معلوم ہوئے۔ ان بادشاہوں کا زمانہ ۲۶۵۰ پیشین مسیح تھا۔ اب رہی وہ عمارت جو ہیکل کے نیچے تھی اُس کا زمانہ غالبًا ...۴ برس مسیح سے پیشتر یا اس سے بھی پہلے کا تھا۔ ایک نیلے رنگ کا پتھر ہیکل سے برآمد ہوا۔ اس پر ایک طرف ہیکل کا نقشہ بنا ہوا ہے۔ یہ نقشہ تحقیقات کی غرض سے نہایت بکارآمد ثابت ہوا۔ کیونکہ اس سے پرانے مناروں کی وضع معلوم ہوگئی۔ اس نقشے میں منارہ کے چار درجے دکھائے گئے ہیں اوپر کا درجہ نیچے کے درجے سے چھوٹا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ ادب کے پرانے شہر میں ہیاکل کے منارے چار درجوں کے ہوا کرتے تھے۔ نذر نیاز کی اشیاء سے جو ہیکل سے نکلیں قطعی ثابت ہوگیا کہ اس ہیکل کا نام اَی سار تھا اور وہ شہر ادب کی معبودہ نن گرسک کا تھا۔ نن گرسک کے معنی خاتونِ کوہ کے ہیں۔ اس معبودہ کے بت اس طرح بنائے ہیں کہ گویا تخت پر بیٹھے ہیں۔ چہرہ بھی بابل کے بت تراشوں نے اس معبودہ کا اُسی ڈھنگ کا بنایا ہے جیسے کہ نن لیل کا بناتے تھے جو معبود اکبر انلیل کی ملکہ تھی۔ اور جس کا بڑا ہیکل نفر میں تھا ممکن ہے کہ انلیل کا مذہب ادب کے شہر میں نفر کے شہر سے پہونچا ہو۔ ڈاکٹر بنکس کو صد ہا کتوبے ٹکڑے پتھروں کے

وضع و قطع کے ملے۔ ان میں بعض سنگ سلیمانی۔ بعض سنگ سماق۔ سنگ سرخ۔ خارہ اور مرمر کے تھے۔ ان میں سے اکثر پر عبارات کندہ تھیں اور بعض پر تصویریں اور عجیب و غریب نقوش تھے۔ مثلاً کسی پر اژدہے بنے تھے۔ کسی پر مذہبی جلوس کی تصویریں تھیں۔ کہیں بہت سے معبود ایک کشتی پر سوار دریا کی سیر کرتے تھے۔ ہاتھی دانت اور سیپ کی بنی ہوئی بہت سی چیزیں ملیں۔ مچھلیاں اور بلیاں۔ خوبصورت مالا اور ہار۔ ان میں بعض محض زیبائش کی چیزیں تھیں اور بعض بتوں پر چڑھاوے کی۔ سنگ مرمر کی کندہ لوحیں اور تانبے کی کتوبہ تختیاں بھی برآمد ہوئیں۔ سنگ سفید کی بنی ہوئی گائیں نہایت پاکیزہ صنعت کی نکلیں۔ لیکن سالم نہ تھیں ٹکڑے تھے۔

طرز تدفین پر مزید روشنی ہیکل کے قریب ہی ٹیلے کے ایک حصہ سے کئی ہزار تختیاں نکلیں اپر قدیم ترین زمانہ کی املا میں عبارتیں لکھی تھیں۔ ان کا تعلق ہیکل کے کتبخانہ سے معلوم ہوتا تھا۔ آخرالامر بسمہ کے ٹیلوں کی تحقیقات سے بابل قدیمہ کے طرز تدفین پر اور زیادہ روشنی پڑی۔ اینٹوں کی ڈاٹ لگا کر لحد بناتے تھے۔ یہ لحدیں ۶ فٹ لمبی اور تین فٹ اونچی ہوتی تھیں۔ ان میں مردے لٹا دیے جاتے تھے۔ دیوار سے لگا کر مٹی کی ہنڈیاں اور گھڑے چن دیتے تھے۔ قبروں میں سے اکثر تانبے کے چھلے مہریں۔ ہاروں کے دانے نکلے جن سے معلوم ہوا ہے کہ مردے مع اپنے زیورات کے دفن کر دیے جاتے تھے بعض مٹی کے برتن ایسے نکلے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دفن کے وقت مردے کے ساتھ کھانا بھی رکھ دیا جاتا تھا اکثر بنکس لکھتے ہیں کہ یہ قبریں بادشاہ بابل حمورابی کے وقت کی ہیں جسکا زمانہ ۲۰۰۰ برس قبل مسیح گذرا ہے (یہ بادشاہ یوسلم سے تھا اور اسکا زمانہ وہی روایت ہوا ہے جو توریت میں حضرت ابراہیم کا ہے) ان پرانی قبروں کی وضع میں اور جو قبریں آجکل میسوپوٹامیہ (جزیرہ) میں تیار ہوتی ہیں زیادہ فرق نہیں ہے۔ یہ قبریں اسقدر پاس پاس برآمد ہوئی ہیں جس سے خیال ہوتا ہے کہ شہر کا یہ حصہ صرف قبرستان کے لیے مخصوص تھا۔

تاریخی عبارتوں کے چند اور نمونے ڈاکٹر بنکس نے جو کیفیت اپنے کام کی تحریر کی ہے اس میں چند نمونے تاریخی عبارتوں کے بھی دیے ہیں جو مختلف اشیا پر کندہ دستیاب ہوئی ہیں۔ ان نمونوں سے بعض ایسے بادشاہوں کے نام معلوم ہوتے ہیں جو ڈاکٹر موصوف کی تحقیقات سے پہلے کسی کے علم میں نہ تھے۔ امید ہے کہ جب ان کے اکتشافات کی پوری کیفیت چھپکر شائع ہو جاویگی تو وادی فرات کی تاریخ کے متعلق معلومات میں اور زیادہ اضافہ ہوگا۔

Marfat.com

جرمن سوسائٹی | آثار بابل واشور کے کام پر اخیر زمانہ میں جس نے کمر ہمت باندھی وہ جرمن اور
سوسائٹی تھی جو سنہ ۱۹۰۰ء میں قائم ہوئی تھی۔ یہ امر مسلمہ ہو کہ جس خوش اسلوبی اور اہتمام سے اس سوسائٹی
نے کام کیا وہ اس سے پہلے کسی جماعت نے حتیٰ کہ تلوح کی سرزمین والی جماعت نے بھی نہیں کیا تھا
اس سوسائٹی کا انتظام پروفیسر فریدرخ ولی تش کے ہاتھ میں تھا۔ اس ذی علم پروفیسر نے اپنی تنہا
کوشش سے جس قدر طلبا اور شائقین علم الاشور (اسیری اولوجی) کے پیدا کر دیے وہ کسی شخص واحد
سے نہ ہو سکے تھے۔ اور وادیِ فرات کے گذشتہ تمدن سے جس قدر عام دلچسپی اس ماہر فن نے پیدا کر دی
وہ کسی دوسرے سے نہ بن پڑی۔ یہاں تک کہ جرمنی کے بادشاہ کو بھی اس کا شوق ہو گیا۔ اور اُس نے
بہت فیاضی سے جہاں جہاں بابل اور اشور میں قدیم عمارات کی تحقیقات کا کام ہو رہا تھا مدد دی۔ اس
سوسائٹی نے اضلاع فرات ہی میں کام نہیں کیا بلکہ مصر میں ابوجیر اور امرنہ کے مقامات پر اور فلسطین پر
مقام جلیل میں آثار قدیمہ کی تحقیق و تفتیش کی۔ چھ یا سات برس کا عرصہ ہوا کہ اُس زمانہ تک جزیرہ میں
دو مقامات پر یہ سوسائٹی کام کرتی رہی۔ شمال میں قلعہ شرجہ پر جہاں ملک اشور کا پرانا دارالحکومت اشور
دبا تھا۔ اور جنوب میں اُن ٹیلوں پر جن کے نیچے بابل کا قدیم شہر دفن تھا۔ کچھ کچھ کام فارا اور ابوحطب پر
بھی کیا۔ یہ مقامات وہ ہیں جہاں شروپک اور کیسرا کے پرانے شہر دبے پڑے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں سے
مہتم بالشان دیرانے پر یعنی ورقہ کے قریب کام شروع کیا۔ ورقہ کا موجودہ نام آخفا معلوم ہوتا ہے۔ پہلے
شہر ورک کے نام سے جو اُس کے نیچے دبا پڑا ہے۔ یہاں کسی زمانہ میں ایک معبودہ نانہ نامی کی پرستش
ہوا کرتی تھی۔

بابل اور اشور کے قدیم تر حالات | جرمن سوسائٹی کی مسلسل ۱۲ برس کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ
ملک اشور کے بارے میں اُس کے سب سے پہلے دارالحکومت یعنی شہر اشور کے تاریخی حالات حضرت مسیح سے
دو ہزار برس بیشتر سے لیکر اُس زمانہ تک کے دریافت ہو گئے جبکہ یہ شہر سلطنت اشور کا پایۂ
پایۂ تخت نہ رہا بلکہ دو ہزار برس قبل مسیح سے بھی سابق کے حالات معلوم ہوئے۔ ملک بابل کے بارے
میں جدید شہر بابل کے حالات دریافت کیے گئے جو قدیم شہر بابل کے بعد تعمیر ہوا تھا۔ بابل کے قدیم شہر
کی نسبت معلوم ہوا کہ زمین کے طبقے بھی جن میں وہ دفن ملا اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ
شہر کو کسی نے بُری طرح غارت و برباد کیا تھا۔ بادشاہ اشور سنحریب جس نے ۶۸۹ قبل مسیح اس شہر

مسمار کیا تھا اپنے کتبوں میں لکھ گیا تھا کہ جب میں اقلیم جنوب (یعنی بابل) کی مفاوتوں سے تنگ آگیا تو میں نے عہد کرلیا کہ شہر بابل کو تباہ و مسمار کرکے مفسدوں کو دکھادوں گا کہ تباہی کس کو کہتے ہیں۔ اُسکی عالیشان عمارتوں کو زمین دوش کرکے تمام شہر پر پانی پھروادوں گا۔ تاکہ تباہی اپنے کمال کو پہونچے۔ بابل قدیم کی تباہی کے نشانات جو زمین کھودنے سے ظاہر ہوئے بتاتے ہیں کہ اس بیان میں کوئی مبالغہ نہ تھا۔ جرمن سوسائٹی نے بعض تختیاں پرانے بابل کی بھی برآمد کرکے اُسکے حالات پر زیادہ روشنی ڈالی۔ لیکن جس شہر کو اس سوسائٹی نے فی الواقع زمین سے نکال کر ظاہر کیا وہ بابل کا شہر جدید تھا جس کو بادشاہ نیبو پلاسر اور اُسکے فرزند نبوکدنسر ثانی نے ساتویں اور چھٹی صدی پیشین مسیح میں تعمیر کرایا تھا۔ نیبو پلاسر نے جو سلطنتِ جدیدۂ بابل کا بانی ہوا ۶۲۵ ق م سے ۶۰۴ ق م تک سلطنت کی۔ اور اُسکا فرزند نبوکدنسر ثانی ۶۰۴ ق م سے ۵۶۱ ق م تک بابل کا بادشاہ رہا۔

شہروں کی تحقیق

ملک اشور کے سب سے پہلے دار الحکومت یعنی شہر اشور کی دیواریں۔ پشتے قلعے اور برج نہایت احتیاط اور قاعدہ سے زمین کھود کر ظاہر کیے گئے۔ اوپر سے لیکر بنیادوں تک ان کا حال معلوم ہوگیا۔ پرانے وقتوں سے غالباً بیسویں صدی قبل مسیح سے اشور کے اجداد اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اس شہر کو جہاں تک ممکن ہو مستحکم بنائیں۔ چنانچہ جو زمانہ گذرتا گیا بڑے مضبوط قلعے برج اور فصیل تعمیر ہوتے گئے یہاں تک کہ بادشاہ سلمانسر ثانی (۸۵۹-۸۲۴ ق م) کے عہد میں یہ شہر مضبوطی و استحکام میں اپنی انتہا کو پہونچ گیا۔ شہر پناہ کی دیواریں دوہری بنائی گئیں۔ اور اُنکے آثار بہت چوڑے رکھے گئے۔ دیواروں پر کنگورے اور جابجا مورچے بنائے گئے۔ اور شہر میں داخل ہونے کے آٹھ دروازے بڑے عالیشان تعمیر ہوگئے۔

اہل جرمنی کا طریقۂ کار

شہر کے اندر بہت سے عالیشان مکانوں کے آثار ہر زمانہ کے کوئی پرانا اور کوئی کم اور عظیم الشان ہیکلوں کی عمارتیں اور شہر کے اُس حصہ کے مکانات جہاں غریب لوگ رہتے تھے اور پرانے وقتوں کی بہت سی قبریں کھود کر ظاہر کی گئیں۔ جرمنی والوں کا طریقہ یہ تھا کہ ایک مقررہ فاصلہ بیچ میں چھوڑتے ہوئے عمودوار گہری خندقیں کھودتے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ آخر تہ پر پہونچ جاتے تھے۔ اس کھودنے میں اگر کسی عمارت کا کوئی حصہ نظر پڑ گیا تو وہاں کی مٹی ہٹانی شروع کردیتے تھے اور جب تک اُس عمارت کے تمام آثار ظاہر نہ کرلیتے تھے دوسرا کام نہ کرتے تھے

اس طریقے سے کوئی عمارت بھی جو ٹیلوں کے نیچے دبی ہوتی تھی اُن کی نظر سے بچ نہ سکتی تھی۔ جب کسی عمارت کے کل نشانات ظاہر کر لیتے تھے تو پھر عمارات قدیمہ کے بڑے بڑے ماہر اور فن معماری کے بڑے بڑے اُستاد جو اس سوسائٹی سے متعلق تھے عمارت کی پوری کیفیت اور اُسکے تاریخی حالات لکھنے بیٹھ جاتے تھے۔

سب سے بڑا پہاڑی گھر | اشور کے شہر میں سب سے بڑے ہیکل کا بلند منارہ جس کا نام "ای کرگل کرا" پڑھا گیا ہے یعنی تمام زمینوں کا سب سے بڑا پہاڑی گھر" جو معبود اکبر اشور کے نام پر تھا دریافت کر لیا گیا۔ اور ہیکل کی بنیادوں سے پتہ چلا کہ وشپیا کوئی بادشاہ تھا جو دین و دنیا دونوں کا مالک سمجھا جاتا تھا اُسنے ہیکل اور منارہ بنوایا تھا۔ بادشاہی محل کے قریب ہی ہیکل کی عمارت تھی اور اسکے قریب ہی ایک بتخانہ تھا جو ہیکل اشور سے شہرت میں کچھ کم نہ تھا۔ اس بت خانہ کا ذکر اکثر شاہان اشور کے تذکروں میں آیا ہے۔ اس بتخانہ کا نام آنو اور آدو دو معبودوں کے نام پر تھا۔ اسکی دو عمارتیں جدا جدا تھیں لیکن صحن دونوں عمارتوں کا ایک ہی تھا۔

ایک مہمان خانہ | بتخانہ آنو اور آدو کے صحن سے بہت سی کتوبہ اینٹیں اور ہیکل کے احاطے بہت سے مٹی کے خول یا اسطوانے بر آمد ہوئے۔ جس کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اکثر بادشاہوں نے ان معبودوں کے ساتھ اپنی خوش اعتقادی و نیاز کیشی کے ثبوت میں بہت سی عمارتیں ہیکل وغیرہ کے متعلق مختلف اوقات میں بنوائی تھیں۔ ایک عجیب تعمیر جو شہر اشور کے کھنڈر میں نکالی گئی وہ مہمان خانۂ نوروز تھا۔ اس عمارت کی غرض یہ تھی کہ نوروز پر جو زیارت کرنے والے باہر سے آئیں ہیکل کے قریب اسی مکان میں اُتارے جائیں۔

مکانوں کی وضع | بہت سے محلوں اور بتخانوں کو نکالنے کے علاوہ جرمن سوسائٹی نے شہر اشور کا ایک حصہ جس میں شہر کے لوگ رہتے تھے بر آمد کیا جس سے معلوم ہوا کہ عام لوگوں کے رہنے کا کیا طریقہ تھا۔ عام رعایا کے گھروں کی صفیں کی صفیں کھود کر ظاہر کر دی گئیں۔ یہ گھر بہت سادی وضع کے اینٹوں سے بنے ہوئے تھے اور صرف ایک منزل کے تھے۔ بیچ میں کھلا ہوا صحن ہوتا تھا اور اُسکے گرد دالان اور کوٹھریاں۔ یہ مکان چھوٹے ہوتے تھے۔ لیکن بعض بڑے مکان بھی نکلے جن میں دو دو صحن تھے۔ باہر والے صحن میں صدر کی جانب ایک لمبا کمرہ یا دالان ہوتا تھا۔ اور اسکے صدر میں ایک دروازہ دوسرے صحن میں کھلتا تھا۔ اور اس اندر والے صحن کے چاروں طرف دالان اور حجرے بنے ہوئے

Marfat.com

اور چھوٹے ہر قسم کے ہوتے تھے اور سامنے کے رُخ ایک لمبا دالان ہوتا تھا۔

یادگاری ستون دونوں شہر پناہوں کے بیچ میں جو جگہ تھی وہاں سے سنگ مرمر۔ سنگ چقماق اور سنگ سرخ کے بہت سے ستون نکلے۔ ان ستونوں پر بادشاہوں اور بادشاہ زادیوں اور عمائدِ سلطنت کی یادگاریں عبارتیں کندہ تھیں۔ ۱۴۰ کے قریب ایسے ستون برآمد ہوئے۔ ان میں بہت سے ٹوٹے ہوئے تھے۔ ان کی لمبائی ۶ فٹ سے ۹ فٹ کے اندر تھی اور ان کے اوپری سرے گول تھے اور علاوہ عبارت کے بعض پر اُس شخص کی تصویر بھی تھی جس کی یادگار میں ستون نصب کیا گیا تھا۔ ان ستونوں سے اشور کے ۲۵ بادشاہوں اور بادشاہ بیگموں کے نام تحقیق ہوئے۔ بادشاہ بیگموں میں ایک نام سمی رامس کا تھا جو بادشاہ شمسی اود چہارم یا پنجم کی ملکہ تھی۔ شمسی اود نے ۸۲۳ ق م سے ۸۱۰ ق م تک اشور پر سلطنت کی۔ ان ہی ستونوں کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ سیمی رامس بادشاہ اود نراری (۸۱۰ - ۷۸۲ ق م) کی ماں اور بادشاہ سلما نسر سوم (۸۵۸ - ۸۲۴ ق م) کی بہو تھی۔ اکابر سلطنت جنکا ذکر ان یادگاری ستونوں پر ہے اُن میں ۴۴ آدمیوں کے نام کہیں پورے اور کہیں کچھ کٹے پڑھے جاتے ہیں۔ بادشاہوں اور بادشاہ بیگموں کے ستون اندرونی شہر پناہ کے قریب نصب تھے۔ اور عمائدِ ریاست کے ستون باہر والی شہر پناہ کے قریب تھے۔ زمانہ ان ستونوں کا ۱۴۰۰ برس قبل مسیح سے ۶۲۶ قبل مسیح تک یعنی اسور نابال کے عہد تک نکلتا ہے۔ گویا یہ سمجھنا چاہیے سلطنت اشور کے زوال سے ۲۰ برس پہلے تک یہ ستون نصب کیے جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ یادگاری پتھر بادشاہوں کے حکم سے کسی ممتاز موقع پر نصب کیے جاتے تھے۔ اور یہ عزت افزائی بھی اُن ہی لوگوں کی ہوتی تھی جن سے سلطنت یا خاندانِ شاہی کی کوئی خدمت عمل میں آئی ہو۔ اس رسم سے ثابت ہوتا ہے کہ بڑے لوگوں کے یادگاری ستون ایسی جگہ نصب کیے جاتے ہوں گے جہاں ہر خاص و عام کی اُن پر نظر پڑ سکے۔

بابل کا شہر یہ حالات تو اشور کے تھے۔ بابل میں کندن کا کام ڈاکٹر رابرٹ کولڈوے کے انتظام و اہتمام میں ہوا۔ جس قدر مدت اشور کی تحقیقات میں لگی تقریباً اسی قدر زمانہ بابل پر صرف کیا گیا۔ جرمن محققوں کی خاص توجہ بابل میں تل قصر اور تل عمران کی طرف مبذول رہی۔ تل قصر کے نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کسی قلعہ یا قصر کے ہونے کا گمان پہلے سے چلا آتا تھا۔ چنانچہ یہ بات مشہور تھی کہ شاہِ بابل نبوپلانسر نے وہاں اپنا محل تعمیر کرایا تھا۔ اور اُسکی توسیع بادشاہ بابل نبوکدنسر نے کی تھی۔ تل عمران

میں جو اُن تین ٹیلوں میں سے ایک ہے جن کے نیچے بابل کا پرانا شہر دفن ہے۔ کھدائی شروع کرتے ہی اِی ساجلہ کے مشہور ہیکل کے آثار ظاہر ہوئے۔ یہ ہیکل بابل کے معبود مرزوق کا تھا جو بادشاہ حمورابی کے بعد تمام معبودوں کا سردار یعنی رب الارباب مانا جاتا تھا۔ نیبو بلا نسر کے محل کی تمام بنیادیں یا جس قدر مل سکیں اُن کے آثار مٹی ہٹا کر بجنسہ دکھا دیئے گئے۔ صدہا کمرے اور دالان جو اُن میں تھے وہ صاف کرکے ظاہر کر دیئے گئے۔ اور عمارت کے متعلق جس قدر تفصیلی حالات معلوم ہو سکے وہ سب تحقیق کر لیے۔ ہیکل اِی ساجلہ اور قصر نیبو بلا نسر کے درمیان جو زمین تھی اُسکے کھودنے سے عجیب وغریب انکشافات ہوئے۔ ایک بڑی پختہ سڑک نکلی جس پر بڑے بڑے تہواروں کے موقعہ پر مرزوق اور اُسکے ماتحت معبودوں کے جلوس نکالے جاتے تھے۔ یہ جلوس خاص کر نوروز کو نکلتے تھے۔ یہ سڑک قریب کے مکانوں سے اونچی تھی اور دو طرفہ دیواریں سڑک کے کنارے تھیں جن پر روغنی فلس کا کام تھا۔ شیروں کی تصویریں برابر برابر بنی تھیں اور تصویروں کے حاشیہ پر بیل بوٹے تھے۔ سڑک پر پختہ فرش ریختہ کا تھا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر کوئی کتبہ بھی نصب نظر آتا تھا۔ جس پر سڑک کا نام اور سڑک بنانے والے کا نام یعنی بادشاہ بخت نصر کندہ ہوتا تھا۔ ایک عالیشان دروازہ تھا جس کا نام دروازۂ آشتر تھا۔ اس دروازہ میں دو محرابیں ایک باہر کے اور ایک اندر کے رُخ تھیں۔ سڑک اسی دروازہ سے شروع ہوتی تھی۔ دروازہ کے چاروں گوشوں پر چار چوپہل منارے تھے اور اُن پر روغنی اینٹوں کا کام بہت تکلف کا بنا تھا۔ جا بجا پر اژدہوں اور ایک شکلے والے ہرنوں کی تصویریں بھی تھیں۔ ایک ایک حاشیہ میں اٹھارہ اٹھارہ قطاریں تصویروں کی تھیں۔ اور ان چمکتی ہوئی رنگین اور روغنی تصویروں سے منارے بڑے شاندار معلوم ہوتے ہوں گے۔

چند بوسیدہ تبخانے ہیکل کا وہ حصہ جہاں خاص مرزوق کا بُت رکھا تھا عمران کے ٹیلے کے نیچے سے نکلا۔ اس حصہ کے قریب چاروں طرف چھوٹے چھوٹے معبد تھے اور مختلف معبودوں کے نام پر تھے۔ یہ معبود اکبر مرزوق کے اقربا یا وزراء میں تصور ہوتے تھے۔ بخت نصر نے ان معبودوں کے نام چالیس کتبے اپنے ایک کتبہ میں تحریر کیے ہیں۔ اور اس پورے مقام کا نام جہاں ان بتوں کے تبخانے ہیں اِی ساجلہ ہے۔ افسوس ہے کہ یہ تبخانے نہایت بوسیدہ حالت میں ملے۔ اس لیے نہ تو اُن کی دیواروں کے نقش ونگار معلوم ہو سکے اور نہ وہ چیزیں جو اُن میں رکھی تھیں دستیاب ہو سکیں۔ اشور کی طرح یہاں بھی جنگ سے

Marfat.com

نے شہر پناہ اندر والی اور باہر والی دیواروں اور شہر پناہ والے مورچوں کا بڑی محنت اور جانفشانی سے پتہ چلایا۔ ان دیواروں اور مورچوں کو بادشاہ نیبو بلا نسر اور اُسکے فرزند بنوکد نسر نے تعمیر کیا تھا۔ ہیکلوں کے متعلق بہت سے کتبے اور طرح طرح کے صدہا مکتوبات تجارتی معاملات یا جائداد کے متعلق دستیاب ہوے۔ یہ مکتوبات خاص کر ایرانی دَورِ سلطنت کے تھے۔ اہل فن کا قیاس ہے کہ خاص ہیکل کے دفتر اس کے مکتوبات اور ادبی ذخیرے جو جدید بابلی سلطنت کے زمانہ میں موجود چلے آتے ہوں گے اب تک زمین میں دبے ہیں۔

ہیکل نابو جرمن سوسائٹی نے بورسپا کا بھی کندن کیا۔ یہ مقام فرات کے اُس پار بابل سے بہت قریب ہے۔ یہاں نابو پسر مزروق کا ہیکل برآمد ہوا۔ اس کی شان ہیکل اَسی ساجلہ سے دوسرے درجے پر تھی۔

خلاصۂ کلام اب ٹیلوں کے متعلق تحقیقات کا ذکر ختم کرتے ہیں۔ فرانس کے محقق موسیو بوٹا اور حال کی تحقیقات کے زمانہ میں جو ۷۰ برس کا زمانہ گذرا ہے اُس میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ انگریزی فرانسیسی۔ امریکانی اور جرمن محققوں نے کیسے کیسے عجیب و غریب کام کیے اور کس طرح بابل اور شور کے پُرانے مقامات کو جو ہزارہا برس سے زمین میں روپوش ہو چکے تھے زمین کھود کر برآمد کیا۔ اور بہت سے ہزاروں برس کے پُرانے شہروں کے پتے چلائے کہ وہ کہاں تھے۔ گو اُن کو پورے طور سے کھود کر ظاہر نہیں کیا گیا۔ پُرانی عبارتوں میں سے بکثرت مختلف اقسام کی چیزیں۔ پتھروں پر اُبھری ہوئی مورتیں۔ بُت۔ ہر قسم کے ظروف۔ زیورات۔ طرح طرح کے آلات۔ ہزارہا بیلن کی شکل کی مُہریں نکالیں جن پر پُرانے زمانہ کے واقعات و حادثات۔ جشن و جلوس۔ قربان گاہوں کے جلسے کی تصویریں بنی تھیں۔ بڑی بڑی صنعت و دستکاری کے نمونے برآمد کیے۔ یہ تمام چیزیں جن سے ارض دجلہ و فرات کی تہذیب و تمدن کی پوری تصویر اُتارنے میں بہا مدد ملتی ہے۔ ان ہی چیزوں سے سراغ لگا کہ یہ زمین کن قوموں سے آباد رہ چکی ہے۔ ان قوموں کے جنگ و جدال کے کیا طریقے تھے۔ اُن کی روزانہ زندگی کے کیا شغل تھے۔ اُن کے مکانات کی وضع اور اُن کی صنعت و حرفت کی کیا حالت تھی۔ اُن کے مذہبی معتقدات کیا تھے۔ ان چیزوں سے بھی بڑھ کر کتبے تھے جو بتوں کے جسم پر چڑھاوے کی چیزوں پر اور یادگاری پتھروں پر لکھے ہوے برآمد ہوے جن کو

Marfat.com

پڑھ کر تم زمانۂ قدیم کے حالات کو بخوبی سمجھ سکے۔ لاکھوں مٹی کی تختیاں ایسی نکلیں جن پر عبادت خانوں
و ہیاکل کی جائداد اور انتظامات درج تھے۔ یہ تختیاں ہزاروں برس سے لیکر سیکڑوں برس قبل ولادت
مسیح کی ثابت ہوئیں۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان پرانے زمانوں میں لوگ آپس میں معاملات کس
طریقے پر کرتے تھے۔ کیا قانون رکھتے تھے۔ کن ضوابط کے پابند تھے۔ ان تمام نادر اشیاء کے علاوہ
وہ تیس ہزار تختیاں اور تختیوں کے ٹکڑے ہیں جن پر بابل و اشور کے علوم و فنون لکھے ہیں۔ یہ تمام
ادبی ذخیرہ نینوہ کے شاہی محل سے برآمد ہوا۔ اسی طرح ہزارہا تختیاں ہیں جو جنوب کے ٹیلوں سے
ہیاکل کے قدیم دفتر خانوں کو کھود کر نکالی گئیں۔ وہ تمام مکتوبی ذخیرہ یورپ اور امریکہ کے عجائب خانوں
میں محفوظ ہے اور اُسکی نقلیں چھاپ دی گئی ہیں تاکہ شائقین علم کی رسائی گھر بیٹھے ان عجائبات
تک ہو سکے۔ جو نئے کتبے دریافت ہوتے ہیں وہ بھی چھاپ چھاپ کر فوراً ماہرین فن کے پاس
پہونچا دیے جاتے ہیں۔ حال میں جو سب سے قدیم زمانہ کے کتبے نکلے ہیں اُن کا خط تصویری خط
کے قریب قریب ہے۔ لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا گیا خط شکستہ ہوتا گیا یہاں تک کہ جو حروف یا
علاماتِ الفاظ تصویر نما تھیں انھوں نے بالکل نئی شکل پیدا کرلی۔ غرض ان سب چیزوں کی تحقیق
سے بابل و اشور کی کہانی جو کھوئی گئی تھی پھر انسان کو مل گئی۔

محمد عنایت اللہ بی اے

(از انسٹی ٹیوٹ۔ علیگڈھ)

Marfat.com

امیر مینائی مرحوم
- صنم خانۂ عشق
- مراۃ الغیب
- امیر اللغات
- محامد خاتم النبیین
- مینائے سخن

منشی سجاد حسین مرحوم
- احمق الذین
- حاجی بغلول
- میٹھی چھری
- پیاری دنیا
- کایا پلٹ
- طلسمی فانوس

پنڈت رتن ناتھ سرشار
- فسانۂ آزاد ۴ جلد
- سیر کہسار
- خدائی فوجدار
- جام سرشار
- الف لیلہ بطرز ناول

منشی جوالا پرشاد برق
- مرنالنی
- مار آستین
- بنگالی دلہن
- پرتاب
- معشوقۂ فرنگ

مولانا عبدالحلیم شرر
- ابوبکر شبلی
- خواجہ معین الدین چشتی
- منقلیہ میں اسلام
- قیس و لبنیٰ
- مقدس نازنین
- ایام عرب جلد
- طاہرہ
- فتح اندلس
- ماہ ملک
- حسن کا ڈاکو ۲ جلد
- دربار حرامپور ۲ جلد
- مفتوح فاتح
- ولادت سرور عالم
- لعبت چین
- عزیزۂ مصر
- غیب دان دلہن
- فردوس بریں
- فلپانا
- رومۃ الکبریٰ
- الفانسو
- شہید وفا
- حسن انجلنا
- ملک العزیز ورجنا
- آغا صادق کی شادی
- افسانۂ قیس
- حسن بن صباح
- تاریخ بغداد

مرزا داغ مرحوم
- آفتاب داغ
- مہتاب داغ
- یادگار داغ
- انتخاب داغ
- فریاد داغ

مولوی بشیر الدین احمد دہلوی
- واقعات دار الحکومت دہلی ۳ جلد
- تاریخ بیجاپور ۳ جلد

(ہمارے مطبوعات)
- حرز اطفال
- نشاط عمر
- عصائے پیری
- شمع ہدایت
- لخت جگر ۲ جلد
- حسن معاشرت
- اقبال دلہن

نیاز فتحپوری
- گہوارۂ تمدن
- ترجمہ گیتانجلی
- کیوپڈ اینڈ سائکی

سیماب اکبر آبادی
- خدیجۃ الکبریٰ
- بنت الرسول
- سیرۃ الحسین
- جام کوثر

حکیم محمد علی خان مرحوم
- عبرت کامل
- حسن سرو کامل
- رام پیاری کامل
- دیول دیوی
- گورا
- نیل کا سانپ
- جعفر و عباسہ
- اختر حسینہ کامل

منشی احمد علی شوق قدوائی
- ترانۂ شوق
- قاسم و زہرہ
- سیکفرن اور لوسی

شبیر حسین جوش ملیح آبادی
- روح ادب
- مقالات زریں
- آوازۂ حق
- اوراق سحر
- جذبات فطرت

منشی تیرتھ رام
- فسانۂ لندن ۲ جلد
- وطن پرست
- منزل مقصود
- روحوں کا خروج
- خونی ہیرا

جلال لکھنوی مرحوم
- مضمون نہائی دلکش
- نظم نگارین
- سرمۂ زبان اردو
- رسالہ تذکیر و تانیث
- افادہ تاریخ
- قواعد المنتخب

خواجہ عشرت لکھنوی
- لغات اردو
- اصول اردو
- جان اردو
- قواعد میر
- شاعری کی پہلی کتاب
- شاعری کی دوسری کتاب
- شاعری کی تیسری کتاب
- اصلاح زبان اردو
- گلدستۂ ظرافت
- زباندانی

صفدر مرزاپوری
- مرقع ادب
- بزم خیال
- مشاطۂ سخن

مولوی محمد حسین محوی
- ازواج الانبیا
- انسانی قربانیاں

حکیم احمد حسین الہ آبادی
- ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد اول
- دوم
- سوم
- چہارم
- پنجم
- ششم
- ہفتم
- جلد ہشتم
- یازدہم
- سلطان صلاح الدین
- سلطان نور الدین محمود

مولوی سعید احمد مارہروی
- آثار اکبری
- حیات صالح
- حیات خسرو
- امرائے ہنود

مولوی سید ممتاز علی
- تذکرۂ ...
- شیخ حسن

منشی نوازش علی خان
- سفرنامہ ابن بطوطہ
- قسطنطنیہ
- ڈیوٹی

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

مولوی محمد علی ایم اے
- سیرۃ خیر البشر
- النبوۃ فی الاسلام
- ... قرآن

مولوی محمد علی بی اے
- تذکرۃ المصطفےٰ
- مصائب الدین
- سہمت سادی
- شمع سخن ۱۰/

ڈاکٹر محمود حسن مرحوم
- کتاب الطلاق
- کتاب الخنثیٰ
- شرح قانون شہادت

مولوی عبد العزیز میرانی اے
- خیالات عزیز
- ذکر فردوسی

خواجہ غلام الثقلین مرحوم ایم اے
- روزنامہ سیاحت
- فلسفیانہ نظر اسلام پر

منشی انوار الحق ایم اے
- تذکرۃ حبیب
- حقائق اسلام
- اثبات باب الجود
- تاریخ ابو بشر
- قوت خیال

منشی محمد لطیف مرحوم
- اکبر
- اورنگ زیب
- لارڈ کلائیو
- رنجیت سنگھ

پیر غلام الیاسین ایم اے
- اسرار حق
- مشاہدات ملت
- مناظر قدرت
- جذبات فطرت
- علم المعیشت

حضرت غنا اللہ خان بی اے
- دعوت اسلام
- اشاعت اسلام
- زلیخا

... آبادی
- مشاہیر یونان
- ...

مسٹر ظفر عمر بی اے
- نیلی چھتری
- بہرام کی گرفتاری
- چوروں کا کلب

...
- امراؤ جان ادا
- شریف زادہ
- خونی مصور
- خونی شہزادہ
- مثنوی ...

ڈاکٹر اقبال ایم اے
- طلوع اسلام
- کلیاں
- شکوہ
- جواب شکوہ
- نالۂ یتیم
- فریاد امت
- بلال
- ...
- شمع و شاعر
- خضر راہ

...
- فلسفۂ جذبات
- بحر المحبت
- تاریخ الاطلاق ...
- ...
- ... نشان

خواجہ عباد اللہ اختر ...
- ...

Marfat.com

تجری عیون العلم من بیت العلوم کما ترے
سالت عیون الماء فی الفجاب من اجبالہا

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ مفیدہ در فن مناظرہ مسمے بہ

فیضیہ

جسکو فاضل کامل النصاب مولوی فیض [illegible]
مدرس اول عربی کالج علوم مشرقی لاہور نے واسطے سہولیت امیدواران
امتحان مولوی فاضل کے تالیف کیا اور بحکم واجب الاذعان جناب

ڈاکٹر جی ڈبلیو لیٹنر صاحب بہادر

رجسٹرار و بانی سبانی بیت العلوم پنجاب کے بماہ مارچ سنہ ۱۸۸۲ع

مطبع انجمن پنجاب لاہور میں
باہتمام کارپردازان طبع ہوا

Marfat.com

Marfat.com

یا فتاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ و رسول کی حمد و نعت کے بعد جو سارے مسلمانون پر واجب ہے ہیچمدان خادم
بیشعوری فیض سہارنپوری یہ گذارش کرتا ہے کہ ازبسکہ ہمارے مدرسہ
یعنے بیت العلوم لاہور کے سالانہ امتحان مین فن مناظرہ کے سوال بھی
آتے تھے اور طالب علمون کو اونکے جوابون مین تھوڑی بہت دشواری
پیش آتی تھی اسلیے کہ برتاؤ ان مسئلونکا بہت کم ہے تو مین نے بحکم جناب
والا اقتدار ڈاکٹر لیٹنر صاحب کے ایک چھوٹا سا رسالہ اس فن مین لکھا
اور ضروری بحثون کو اوسمین درج کیا اور نام اوسکا مفیدیہ رکھا چنانچہ یہہ
رسالہ ایک مقدمہ اور چند مطلبون اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے مقدمہ
علم کی تعریف اور موضوع اور غایت اور اقسام بحث اور اصطلاحون کا
بیان ہے اور خاتمہ مین وہ باتین لکھی ہین جو فریقین کو مناظرہ کیوقت

Marfat.com

مین چاہتے ہین اور یہہ بات کھلم کھلا کہتا ہون کہ مین اس فن سے بخوبی واقف نہین ہون اگر خدانخواستہ کہین بھول چوک ہو جاوے تو معافی کا مستحق ہون باقی رہی چشم عناد سو علاج اوسکا کسی کے قبضہ مین نہین

بیت چشم بد اندیش کہ برکندہ باد * عیب نماید ہنرش در نظر

علاوہ اسکے واقف فن کا سکوت بھی حسد سے کچھ کم نہین اگرچہ ایذا رسانی مین پہلی بات کو نہین پہونچتا **ع** این کہ مے گویم ہمہ حال من است

مقدمہ

مناظرہ ایک ایسا علم ہے جسمین بحث کے سقم وصحت سے بحث کی جاتی ہے اور وہی اوسکا موضوع ہے اور اوسکی غایت یہہ ہے کہ شخص مباحثہ کی طریق صایب سے نہ پھرے تاکہ اپنے مطلب کو نہ پہونچے بحث کی تین قسمین ہین **ایک مناظرہ** وہ اصل لغت مین باہم نظر کرنے اور باہم نظیر ہونیکو کہتے ہین اور اصطلاح مین یہہ ہے کہ دو آدمی یا زیادہ کسی حکم خبری کے چھان بین مین باین غرض توجہ کرین کہ جو بات اوسمین ٹھیک ہووے وہ بخوبی ظاہر ہو جاوے **خواہ** وہ توجہ **بظاہر** ہووے جیسے مشایخ دولت مین ہوتے تھے یا بحسب باطن ہووے جیسے کبھی اشراقیون مین ہوتے تہے اور **خواہ** وہ دونون فریق ایک وقت مین ہووین جیسے آجکل مین

کہین واقع ہووے یا آگے پیچھے ہو جیسے پچھلے اگلون پر اعتراض کرین اور
خواہ وہ حکم خبری حملے ہو یا اتصالیہ یا انفصالیہ ہو یا سلبی ہو صریح ہو
یا ضمنی ہو جیسے کہ تعریفون مین ہوتا ہے چنانچہ تفصیل اوسکی آگے آویگی اور
خواہ دونو فریقون کی غرض اظہار صواب ہو جیسے کہ جمہور کا مذہب ہے
یا منجملہ اونکے کسی فریق کے وہ غرض ہو جیسے کہ بعضونکا قول ہے مگر اب
مناظرہ کا اطلاق اس قسم پر باین نظر ہے کہ مناظرہ اشرف ہی اور اوسکی شرافت
کے لئے یہی بہت ہے کہ اوسے کی نام سے یہہ قسم نامی گرامی ہوا۔

دوسری قسم مجادلہ ہے وہ لغت مین سخت خصومت کا نام ہے اور اصطلاح
مین اوس جھگڑے کو کہتے ہین جسمین صرف یہہ غرض ہوتی ہے کہ طرف
مقابل کو الزام فاحش دیوے اگر وہ سایل ہے یا اوسکے الزام سے
محفوظ رہے اگر وہ مجیب ہے یا یہہ دونون باتین مرکوز خاطر ہووین عام
اس سے کہ فریقین کا مقصود واحد ہو یا مختلف ہو مثلاً ایک مناظر ہو اور
ایک مجادل ہو یا مکابر ہو مگر جب کہ کوئی مناظر ہوگا تو اب اس بحث و مباحثہ
کو بباعث شرافت مناظرہ کے مناظرہ بھی کہہ سکتے ہین جیسے کہ بعضون نے
کہا ہے ہان جب فریق ثانی مکابر ہوگا تو یہہ قسم مجادلہ ہے اسلئے کہ مجادلہ
مکابرہ سے اشرف ہی تیسری قسم مکابرہ ہے اور وہ لغت مین بڑائی
جتانے کو کہتے ہین اور اصطلاح مین وہ مباحثہ ہے جسمین یہہ منظور

مجادلہ

Marfat.com

نہین ہوتا کہ الزام دیتن یا الزام سے بچین یا ٹہیک ٹھیک بات جتاویز
بلکہ صرف لڑنا جہگڑنا مرکوز خاطر ہوتا ہے **عام** اس سے کہ یہہ دونو کا مطلب
بھی ہووے یا کسی ایک کا مگر جب کہ کوئی فریق اون مین سے یہہ چاہیے کہ
صواب واضح ہوجاوے تو اب بقول بعضون کے یہہ مناظرہ گنا جاویگا
اورحق یہہ ہے کہ یہہ تینون قسمین باہم متبائین ہین **مدعی** لغت مین دعوی مدعی
کرنے والے کو کہتے ہین اور یہان وہ کوئی ہے جو کسی حکم خبری کی
صدق وصحت کا دعوی کرے پھر اگر وہ نظری ہووے تو دلیل اوسپر
لاوے اور اگر بدیہی غیر اولے ہو تو تنبیہ کے ذریعہ سے اوسکی خفا
کو اوٹہاوے اور بخوبی زایل کرے اور جب کہ وہ دلیل لاوے تو اگر
دلیل انی سے کام اپنا نکالے تو اوسکو مستدل کہتے ہین اور اگر دلیل
لمی اوسکے کام مین لاوے تو اوسکو معلل بولتے ہین **دعوی** وہ قضیہ ہے دعوی
جسکے حکم کا اثبات یا اظہار اوسکی پیش کرنیوالے کو منظور ہووے اور
بحسب **اختلاف** اعتبارات اوسکو نتیجہ اور مطلوب اور مسئلہ اور بحث
اور قانون اور خبر اور مقدمہ بہی کہتے ہین مگر مطلوب عام ہے اسلیئے کہ
تصوری تصدیقی دونو کو شامل ہے **معرف** اصل مین بتلانے جتانے معرف
والے کو کہتے ہین اور اصطلاح مین نام اوس کا ہے جو کسی اسم کے
شرح یا کسی موجود نفس الامری کی حقیقت کو بتاوے اور یہہ **تعریف** اوسکے

Marfat.com

حقیقی کہلاتی ہے اور مفاد اسکا ایک ایسے شے کا تصور ہے جسکی وجود
واقعی کا علم حاصل ہے اور غیر حقیقی کی دو قسمین ہین ایک اسمی جسکا مفاد
ایسی شئے کی نفس مفہوم کا ابتدائی تصور ہے جسکی وجود و عدم سے کچھ
بحث نہین اور دوسری قسم لفظی ہے جسکا مفاد التفات ثانی ہے کہ بتانے
والا پوچھنے والے کو یاد دلا دیتا ہے اور شرط اسکی یہ ہے کہ تفسیر لفظ
مسئول کی اجلی اور اوضح ہو وسے تاکہ سائل متردد نرہے اور کل بحث
تعریف کے منطق کی کتابون مین مذکور ہے نقل اصل لغت مین کسی شئے
کے ایک جگہ سے اوٹھا کر دوسری جگہہ لیجانے کو کہتے ہین اور
وہ اصطلاح مین عبارت ہے فریقین سے کوئی فریق اپنی کلام مین ایسے
کسی کے قول کو بلفظہ یا بمعنٰے بطور سند نقل کرے جو فریق ثانی کے
نزدیک مقبول و مسلم ہو وسے خواہ وہ ناقل کے نزدیک بھی مسلم ہو یا
نہو جیسے کہ دلیل الزامی مین واقع ہوتا ہے نظیر برین مقلدون کو
چاہیے کہ غیر مقلدان کے مقابلہ مین کسی امام کے قول کو نقل نکرین
اسلیے کہ وہ کسی امام کے قایل نہین ہین ہان غیر مقلد اگر الزام دینا چاہین تو
مقلدون کے پیشواؤنکے قول اونکے مقابلہ مین پیش کرین مگر خصم کو
الزام واسکات اوسوقت متصور ہوسکتا ہے کہ قول منقول سے
وہی معنے نزدیک اوسکے بھی صحیح و مسلم ہووین جو ناقل سمجھ رہا ہے

اصل

اور نقل کے شرط یہہ ہے کہ نقل کرنیوالا کہلم کہلا یہہ کہے کہ فلانے حکیم یا
اوس امام نے مثلاً یہہ فرمایا ہے اور یہہ فرمودہ اوسکا ہے تاکہ
تصحیح نقل
اقتباس نہو جاوے تصحیح نقل اصطلاح مین یہہ ہے کہ نقل کرنیوالا قول منقول
کو قایل تک پہونچاوے یعنے اگر وہ جیتا جاگتا ہووے تو اوسکا مقابلہ
کراوے اور اوس سے تصدیق اوسکی چاہئے اور اگر وہ زندہ نہوا ور
دلیل
قول منقول اوسکا کہین لکہا ہوا ہووے تو وہ دکہلاوے دلیل اصل
مین راہ بتانے والے کو کہتے ہین اور اصطلاح مین دعوی کی مثبت یا خصم
کی ملزم کا نام ہے اول کو تحقیقی اور دوسری کو الزامی بولتے ہین اور یہہ
قسم مسلمات خصم سے بنائی جاتی ہے اور تمام اقسام اوسکی منطق کے
کتابون مین مذکور ہین اور کبہی ملزوم یقین کو دلیل اور ملزوم ظن کو امارت
بفتح ہمزہ کہتے ہین خواہ وجود اس ملزوم کا بجائے خود یقینی ہو یا ظنی ہو
تنبیہ
اور اب قیاس کو دلیل اور تمثیل اور استقراء کو امارت بھی کہہ سکتی ہین تنبیہ
لغت مین نیند سے جگانیکو کہتے ہین اور اصطلاح قوم مین اوس بیانکا
نام ہے جو بدیہی خفی کے خفا کو دور کرے جیسے کوئی ثبوت حقایق محسوسہ
کا دعوی کرے اور یہہ کہے کہ وہ ثابت ہین اسلئے کہ ہم اونکو آنکہون سے دیکہتے
ہین اور تنبیہ حقیقت مین مظہر ہوتی ہے نہ مثبت اسلئے کہ نظری اثبات
تقریب
کی محتاج ہوتی ہے نہ بدیہی غیر اوسے تقریب لغت مین نزدیک کرنیکو

Marfat.com

کہتے ہین اور اصطلاح مین یہہ ہے کہ مستدل اپنی دلیل کو ایسے طور سے
جاری کرے کہ مطلوب سے بعید نہ ہووے مثلاً اگر کوئی مدعی کسی شئی کے
انسان ہونیکا دعوے کرے اور یون کہے کہ یہہ شئی انسان ہے
اسلئے کہ وہ حیوان ہے تو یہہ دلیل اوسکی دعوی کو مستلزم نہوگی اور
تعلیل — کہا جاویگا کہ تقریب تام نہین تعلیل لغت مین کئی معنون مین مستعمل ہے یہ بھی
اور یہان کسی شئے کی بابت علت جتانیکا نام ہی چنانچہ جتلانے والی
کو معلل کہتے ہین اور اوسکی دلیل کو علت بولتے ہین جیسے کوئی حکیم
علت — بخار کی گرمی ہونے کی علت یہہ بتاوے کہ وہ لپٹ ہے علت لغت
مین سبب کو کہتے ہین قال فی القاموس ہذہ علتہ ای سببہ اور
اصطلاح مین اوسکو کہتے ہین کہ شئے اپنی ماہیت مین یا وجود مین محتاج اوسکی
ہووے اور یہہ تعریف بسیط کے خارجی اور مرکب کے داخلی خارجی
ملازمۃ — علتون کو شامل ہے ملازمۃ باہم چسپان ہونیکو کہتے ہین اور
اصطلاح مین یہہ ہے کہ ایک حکم دوسری حکم کا مقتضی ہووے چنانچہ
پہلے کو ملزوم اور مقتضی بصیغہ اسم فاعل اور دوسری کو لازم اور مقتضی بصیغہ
اسم مفعول کہتے ہین اور یہہ اقتضاء عام ہے اس سے کہ واقعی ہو یا
منع — ظنی جیسے کہ شرطیات مین پایا جاتا ہے منع لغت مین روکنے کو کہتے
ہین اور اصطلاح مین یہہ ہے کہ دلیل مدعے کی کسی مقدمہ صغری

کبری کو نہ مانے اور اوس سے دلیل اوسکے طلب کری غرض کہ باین طور
خاص اوسکی دلیل کو چلنے نہ دے اور اوسکو مناقضہ اور نقض تفصیلے
بھے کہتی ہین اور لفظ اوسکی یہہ ہین کہ ہم اس مقدمہ کو نہین مانتے یا یہہ
حل یہہ مقدمہ ممنوع یا غیر مسلّم ہے حلّ لغت مین گرہ کھولنے کو کہتے ہین اور
اصطلاح قوم مین یہہ ہے کہ مجیب اپنے معترض کے اعتراض مین موضع
غلطی کو جتاوے اور اسمین اور منع مین یہہ فرق ہے کہ وہ مجیب کی جانب
سے ہوتا ہے اور منع سائل کے جانب ہوتی ہے اور اوسمین موضع
غلطی کا جتانا مقصود ہوتا ہے اور منع مین یہہ غرض ہوتی ہے کہ
مقدمہ مدعی کی دلیل مخدوش ہے مقدمہ لغوی معنے اوسکی معروف
اور پیش پا افتادہ ہین اور اصطلاح مین وہ ہے جسپر دلیل کا راست
درست ہونا موقوف ہووے خواہ وہ دلیل کا جز ہووی جیسے
صغری یا کبری یا شرط ہووے جیسے صغری کا ایجاب اور کبری کی
سند کلیت شکل اول مین مثلاً سند اصل مین تکیہ اور سہاری کو کہتے
ہین اور اصطلاح مین نام اوسکا ہے جو منع کی تائید و تقویت کے لئے
لائیجاوے واقع مین مفید ہو یا نہ ہو اور اوسکو مستند بھی کہتے ہین
اور لفظ اوسکی یہہ ہین لم لایجوز یعنے کیون جایز نہین اور کیف لا یعنے کیونکر
نقض جایز نہو والحال انہ کذلک یعنے اور حال یہہ ہی کہ وہ ایسا ہی نقض اصل لغت

مین توڑنے کو کھتے ہین اور اصطلاح مین یھہ ہی کہ مدعی کی دلیل ایسے
شاہد کے ذریعے سے توڑے جاوے جو واقع مین متحقق ہووے اور یھہ
جتاوے کہ دلیل مذکورہ کا مدلول اوس سے متخلف ہے یعنے دہان
دلیل پاے جاتی ہے اور مدلول اوسکا نہین پایا جاتا یا اگر مدلول اوسکا
متحقق ہووے تو یھہ محال لازم آتا ہے جیسے جب کوی مدعی کسی شئے
کی محسوس ہونیکا دعوے کرے اور یھہ کھے کہ یہہ شئے محسوس ہے
اسلئے کہ وہ موجود ہے اور ہر موجود محسوس ہے تو تخلف کی تقریر
اسمین یھہ ہے کہ باری تعالے موجود ہے اور محسوس نہین اور لزوم
استحالہ کا بیان یھہ ہے کہ اگر مدلول اوسکا واقع مین ثابت و متحقق ہوئے
تو باری تعالے کی جسمیت لازم آتی ہے اسلئے کہ ہر محسوس جسم ہے
یا جسمانی ہے اور محال عام ہے شرعی ہو یا عقلی ہو اور اسکو نقض
اجمالی اسلئے کہتے ہین کہ کل دلیل مجملاً پر اعتراض ہے شاہد لغت
مین گواہ کو کہتے ہین اور اصطلاح مین نام اوسکا ہے جو دلیل
مدعی کی فساد اور قول ناقض کی صحت کو جتاوے اور یہ بات یاد
رہے کہ کوئی نقض اجمالے ایسی شاہد صادق کی بدون مقبول
مسموع نہین ہوتا معارضہ اصل لغت مین آپسکی لڑائی آجانے
کو کھتے ہین اور اصطلاح مین یھہ ہے کہ جس مقدمہ پر مدعی نے

دلیل کو قایم کیا خصم اوسکی نقیض پر مستقل دلیل قایم کرے خواہ وہ
نقیض صریح ہو یا نقیض صریح کا لازم مساوی ہو یا نقیض صریح سے
اخص ہو معارضہ کی تین قسمین ہین ایک یہہ کہ دونو کی دلیلین اقسام معارضہ
مادہ و صورت مین باہم متفق ہون جیسے عامۃ الورود سفالطون مین ہوتا
ہے مثلاً ایک آدمی حدوث عالم کو مدعی ٹھراکر یہہ کھے کہ یہہ مدعی
ثابت ہی ورنہ نقیض اوسکی ثابت ہوگی اور جب کہ نقیض اوسکی ثابت
ہوگی تو کوئی نہ کوئی شئے ثابت ہوگی نتیجہ یہہ نکلا کہ اگر مدعی ثابت نہوگا
تو کوئی نہ کوئی شئے ثابت ہوگی اور عکس نقیض اسکا یہہ ہی کہ جب کوئی
شئے ثابت نہ ہوگی تو مدعا ثابت ہوگا اور یہہ محال ہے اسلئے کہ مدعے
بھی ایک شئے ہی اور یہہ محال ثبوت نقیض سے لازم آیا تو ثبوت نقیض
کا محال ہے اور جب نقیض مدعی کی محال ہوئی تو مدعی واجب الثبوت ہوا
اور دوسرا آدمی قدم عالم کو مدعی ٹھراکر قدم بقدم پہلے کے چلے یہان تک
کہ استحالہ نقیض سے ثبوت مدعی کا لازم آجاوے اور اس قسم کا معارضہ
بالقلب کھتے ہین دوسری یہہ کہ دونو دلیلین صرف شکل وصورت
مین متفق ہون مگر دونو کے مادون مین اختلاف ہو مثلاً ایک عقلی
ہو اور ایک نقلی ہو اور دونو شکل اول یا ثانی پر ہووین یا یہہ کہ مادون مین
اتفاق ہو باقی شکل وہیت مین اختلاف ہو یعنے دونو دلیلین عقلی

ہون یا نقلی ظنی ہون یا قطعی مگر ایک شکل اول پر ہوا اور دوسری شکل
ثانی یا ثالث پر یا ایک قیاس اقترانی ہوا اور دوسرے استثنائی ان دونو صورتون
کو معارضہ بالمثل کہتے ہین اور اگر کسی امر مین اتفاق نہو تو اوسکو معارضہ
بالغیر بولتے ہین مثلاً مدعی کی دلیل قطعی ہو اور شکل ثانی پر ہو
مصادرہ اور معارض کے دلیل ظنی ہو اور شکل اول پر ہو مصادرہ علی
المطلوب یقال صادرہ علی کذا اذا طالبہ بہ یعنی اوس سے اوسپر
مواخذہ کیا یا تاوان اوسکا لیا اور اصطلاح مین یہہ ہے کہ سائل
یون مواخذہ کرے کہ دلیل کی صحت خود مدعی کی صحت پر موقوف
ہے یا کبری کی کلیت خود نتیجہ مطلوب پر موقوف ہو جیسے کہ شکل اول
پر کیا گیا تقریر اوسکی یہہ ہے کہ شکل اول مین کبری کلیہ کی صحت
اسپر موقوف ہو کہ اوسط کی تمام افراد کے لیئے اکبر ثابت ہو اور
جب کہ اصغر بھی منجملہ افراد اوسط ہے تو اوسکے لیئے بھی ثابت
ہونا اوسکا ضرور چاہیئے اور یہہ خود مطلوب ہے غرض کہ کبری کی کلیت
خود نتیجہ مطلوب پر موقوف ہوئی پس جو شخص اس مدعی کا [illegible]
سائل ہے وہ کبری کی کلیت کو ہرگز نمانیگا سائل [illegible]
کو کہتے ہین اور یہان نام اوس شخص کا ہے [illegible]
مقابل ہو کر اوسکے دلیل کو توڑے یا اسی مقدمہ [illegible]

Marfat.com

خلاف پر مستقل دلیل قایم کرے غرض کہ وہ حقیقت مین دلیل مذکور
مجارات مع الخصم
کی صحت یا خود مدعی کے راستی کا سوال کرتا ہے **مجارات مع الخصم**
لغت مین مخالف کے براہ ہمراہ چلنے کو کھتے ہین اور اصطلاح مین یہہ
ہے کہ مخالف کی قول کو تسلیم کرکے فرق نکالے اور غلط فہمی اوسکی
جتاوی **مثال** اوسکے یہہ ہے کہ کافرون نے اپنے رسولون کے
رسالت کا انکار کرکے یہہ کہا کہ تم ہم سے آدمی ہو ہم مین اور تم
مین کوئی فرق نہین پہر اسکے کیا معنے کہ تم رسول ہو اور ہم نہون
رسولون نے قول اونکا تسلیم کیا اور یہہ جواب اونکو دیا کہ بلاشک
ھم تم سے آدمی ہین مگر خدا کی دین ہے جسکو چاہئے اوسکو دیوی
اور یہہ تمہاری غلط فہمی ہے کہ رسالت مقتضای ذات انسانی ہے
توجیہ لغت مین متوجہ کرنیکو کھتے ہین اور اصطلاح مین یہہ ہے کہ
خصم اپنے کلام کو معارضہ یا منع یا نقض کے پیرایہ مین متوجہ کرے
اور کبھی کسی بات کی وجہ بیان کرنیکو بھی کہتے ہین **غصب** اصل
لغت مین پرای حق کے چھیننے کو کھتے ہین اور اصطلاح مین یہہ ہے کہ
از منجملہ فریقین کے کوئی فریق اپنے منصب کو چھوڑکر دوسری کی منصب
کو اختیار کرے **مثلاً** اگر سایل کسی کے قول کو نقل کرے اور بعد اوسکے
دلیل اوسپر لاوے تو یہہ غصب ہے اسلئے کہ سایل ناقل کا یہہ منصب ہے

قالوا ان انتم الا بشر مثلنا الخ — قالت لهم رسلهم ان نحن الا بشر مثلكم ولكن الله يمن على من يشاء من عباده

توجیہ

غصب

Marfat.com

کہ نقل کے تصحیح کرے نہ یہ کہ مدعی کے مانند اوسپر دلیل لاوے اور ایسی سے مدعی کی جانب سے منع بالمنع ناجایز ہے اسلیے کہ کام اوسکا یہ ہے کہ مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرے نہ یہ کہ منع بر منع وارد کرے مگر جب کہ غاصب مستدل ہو جاوے تو اوسپر منع ثلاثہ یعنے منع نقض معارضہ وارد ہوسکتی ہین بحث مین تین باتین ہوتی ہین **ایک** مبادی یعنے دعوی کی تعین **دوسری** ارتباط یعنے براہین ودلایل **تیسری** مقاطع یعنے وہ مقدمے جنپر بحث تمام ہوتے ہے +

مقاصد

مقصد اول

پہلا مقصد یہ ہے کہ مناظر کو لازم ہے کہ جب اوس سے کوی بات پوچھی جاوے تو وہ ایسا واضح بیان کرے کہ پھر پوچھنے کی حاجت باقی نہ رہے اور اگر مدعی کوی نقل پیش کرے تو سایل کو تصحیح النقل کے طلب کرنا ضرورت ہے یہانتک کہ اگر مدعی کسی کتاب کا حوالہ دے تو اوس کتاب کو منگواکر اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اوسکے کہنے پر نہ رہے مگر یہ بات جبہے کہ سایل کو قول منقول کی صحت بجاے خود معلوم نہ ہو اور نقل نزدیک اوسکے

معتبر نہ ہو ورنہ پیر وہ مکابر یا مجادل گنا جاویگا اور جب کہ دعوی نظری ہو تو دلیل اوسپر مانگی اور اگر بدیہی غیر اولے ہو تو تنبیہ اوس سے چاہیے اور جب مدعی اپنے دعوی پر کوی دلیل قایم کرے تو سایل دلیل مذکور کی صغری یا کبری کو سنانے خواہ سند لاوے یا نہ لاوے اسلیے کہ مانع کو سند لانا ضروری نہین اور جب سند لاوی تو مدعی اوسپر غور کرے کہ وہ نقیض مقدمہ ممنوعہ کی مساوی ہے یا نہین مساوی کا باطل کرنا بلاشبہہ مفید ہوتا ہے اور اگر اس سند کو باطل نہ کرے تو مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرے اور بعد اسکے سند کا باطل کرنا ضروری نہین ہے اور اگر سایل سند نہ لاوے تو اب مقدمہ ممنوعہ کا ثابت کرنا ضروری ہے اور جب کہ سایل نقض کرے یا معارضہ پیش آوی تو اب مدعی کو یہ منصب حاصل ہے کہ وہ معترض کے دلیل کو بنقض اجمالی توڑی یا اوسپر کوئی منع وارد کرے یا معارضہ پیش آوے اسلئے کہ سایل کے نقض و معارضہ کے بعد خود مدعی سایل ہو جاتا ہے اور نیز اوسکو یہ بات بھی حاصل ہے کہ اپنے دعوی کو یا ساری دلیل کو یا اوسکے کسی مقدمہ کو بدلے سدلے یا ایسے تقریر سے اوا کرے کہ کوی اعتراض اوسپر وارد نہو واضح ہو کہ جو سوال دلیل پر وارد ہوتے ہین وہ تنبیہ پر بھی وارد ہو سکتے ہین مگر جب کہ تنبیہ سے

Marfat.com

اثبات مدعی منظور نہین ہوتا بلکہ صرف اظہار ہے مقصود ہوتا ہے تو
سوالات مذکورہ کے وارد کرنے سے کوئی بڑی بات ہاتھ نہین
مقصد دوم
آتی ہے دوسرا مقصد یہہ ہے کہ وہ تعریف حقیقی جو جنس اور
فصل سے بنائی جاتی ہے منوع ثلاثہ مذکورہ کے سوا اسلئے ہوتی
ہے کہ اوسمین ضمنی دعوے ہوتے ہین مثلاً حیوان ناطق تین دعون
پر مشتمل ہے ایک یہہ کہ یہہ کل حد تام ہے اور دوسرا یہہ کہ حیوان
جنس ہے اور تیسرا یہہ کہ ناطق فصل ہے اب منع کی بیان
یہہ صورت ہے کہ مانع حیوان کی جنس ہونے اور ناطق کی فصل
ہونے یا دونو کی ذاتی ہونے کو منانے اور معرف کو یہہ چاہئے
کہ امر ممنوع کو ثابت کرے یا سند منع کو بشرط مساوات اوٹھا دے
اور نقض کا یہہ طور ہے کہ حد کا تخلف محدود سے اور محدود کا تخلف حد سے جتا دے
یعنی یہہ بتاوے کہ یہہ تعریف جامع نہین یا مانع نہین اور شاہد
تخلف کو پیش کرے سواب معرف کو یہہ لازم ہے کہ اگر بن پڑے
تو اوسکی شاہد کو اوٹھاوے ورنہ اپنی تعریف کو بدلے اور معارضہ
کی یہہ شکل ہے کہ خود معترض حد مذکور کی مقابلہ مین ایک اور حد بتاوے
مگر شرط اوسکی یہہ ہے کہ پہلا معرف حد ثانی کا معترف ہی ہو ورنہ تعارض
متصور نہوگا اسلئے کہ تعارض یون متصور ہوسکتا ہے کہ حد ثانی کی

Marfat.com

جنس وفصل مذکور کا ذاتی ہونا بدلیل قطعی ثابت ہووے یا پہلا معرف
حد ثانی کے حدیت کا اعتراف کرے اور جبکہ امر اول متعذر ہی تو امر
ثانی ضرور چاہئے اور یہہ بات یاد رہے کہ معارضہ حدود حقیقیہ مین ہوتا ہے
اسلئے کہ ایک ماہیت کے لئے دو حقیقی حدین نہین ہوسکتین اور جبکہ
عوارض کا تعدد محال نہین تو رسمون مین معارضہ نہین ہوتا اور **تعریف**
لفظی مین یہہ اعتراض منع کے پیرایہ مین یون وارد ہوتا ہی کہ اس لفظ کے یہہ معنے ہم
نہین مانتے سو جواب اوسکا یہہ ہے کہ اصطلاح ولغت کی کتابون
سے نقل کرے یا معترض کو وہ کتابین دکہاوے یا یہہ بیان کرے
کہ ہماری مراد اس لفظ سے وہ معنے نہین جو بظاہر سمجھے جاتے ہین ہماری
اصطلاح مین اس کلمہ کے یہہ معنے ہین منوع ثلاثہ کا اطلاق اون سوالون
پر جو حدون پر وارد ہوتے ہین بطریق استعارہ کے ہے اور باوصف
اسکے احتمال حقیقت کا بھی قایم ہے تیسرا مقصد یہہ ہی کہ منوع ثلاثہ مقصد سیوم
مذکورہ نقل صرف اور نفس دعوی پر وارد نہین ہوتین مگر مجازاً
اسلئے کہ وہ تینون حقیقت مین ابطال دلیل کے لئے موضوع ہین اور
بعضون کا یہہ قول ہے کہ منقول من حیث ہو منقول پر منع وارد نہین
ہوتی ہان اگر ناقل قول منقول کے صدق وصحت کا التزام کرے
یا اوسکو اپنی دلیل کا مقدمہ گردانے تو اب اوسپر منع وارد ہوسکتی ہے

Marfat.com

سارے اہل نظر کا اتفاق اسپر ہے کہ منقول معلوم پر تصحیح نقل کا مانگنا اور بدیہی اولے پر تنبیہ کا چاہنا اور نظری معلوم پر دلیل کا طلب کرنا جایز نہین ہان اگر یہہ منظور ہو کہ اپنے طریق علم کی سوا اور طریق سے علم اوس نظری یا بدیہی غیر اولے کا حاصل ہووے یا اپنے علم کی صحت مرکوز ہو تو کچھ مضایقہ نہین مگر مناظر کو یہہ بات بہت کم سوجھتی ہے دلیل کے باطل ہونے سے خود مدعی کا باطل ہونا لازم نہین آتا اسلئے کہ ایک مدعی کے لئے کئی دلیلون کا ہونا جایز ہے ہان اگر ساری دلیلین باطل ہو جاوین تو اب مدعے کا بطلان واضح ہوا اور مستدل کے لئے تغییر و تبدیل کے سوای کوئی چارہ باقی نہین رہا یعنے وہ اپنے دعوے کو بدل دے چوتھا مقصد یہہ ہو کہ جس مقدمہ پر دلیل مدعے کی مبنے ہو خواہ وہ صحیح ہو یا غلط ہو خاص اوسپر اور اوسکے سمیت اور کسی مقدمہ پر منع وارد ہو سکتی ہے چنانچہ قیاس مساوات کے مقدمہ اجنبیہ پر منع وارد ہوتی ہے اسلئے کہ وہ اوسکا مبنے ہوتا ہے اور جو مقدمہ ہر طرح سے معلوم ہووے اوسپر منع کا وارد کرنا مکابرہ ہے اور اگر الزام منظور ہو تو مجادلہ ہے ہان بدیہی غیر اولے کو یا تنبیہ کی کسی مقدمہ کو تسلیم کرنا مضایقہ نہین ہے ممنوع مرتبہ کے یہہ صورت ہے کہ دلیل مدعی کی دونون

Marfat.com

مقدمون یعنے صغریٰ کبریٰ مین سے ہر مقدمہ کی نسبت یہہ کہا جاوے
کہ یہہ مقدمہ ممنوع ہے اور اگر یہہ مانا جاوے تو دوسرا مقدمہ ممنوع
ہے اور یہہ منع ثانی اگر تسلیم مقدمہ ممنوعہ پر مبنے ہووے تو واجب
ہوتی ہے ورنہ مستحسن گنی جاتی ہے مثلاً جب کوی یہہ کہے کہ یہہ
امر بدیہی ہے اور ہر بدیہی معلوم ہے تو سایل یہہ بول اوٹھے
کہ امر مذکور کا بدیہی ہونا ممنوع ہے اور اگر یہہ تسلیم کیا جاوے تو ہر
بدیہی کا معلوم ہونا ممنوع ہے یا پہلے کبریٰ کو منع کرنے اور پھر اوسکے
بعد صغریٰ کو منع کرے یعنے یہہ کہے کہ ہر بدیہی کا معلوم ہونا
ممنوع ہے اور اگر یہہ مانا جاوے تو امر مذکور کا بدیہی ہونا ممنوع ہے
پھر اگر یہہ کہا جاوے کہ وہ بلاشبہ بدیہی ہے سو معلوم ہونا
اوسکا ضروری ہے تو سایل اب یون ضرور کہے کہ بدیہی ہونا اوسکا
مسلم نہین اور اگر وہ تسلیم کیا جاوے تو ضروری معلوم ہونا اوسکا
مسلم نہین اور جب کہ منع مضر مقصود ہو یعنے مقدمہ ممنوعہ کا
نہ ہونا کچھہ ضرر نہ پہونچاوے تو معلل کو یہہ کہنا پہونچتا ہے کہ اگر یہہ مقدمہ
ممنوعہ ثابت ہو تو دلیل اپنی پوری ہے اور اگر ثابت نہین تو عدم
ثبوت اوسکا ثبوت مدعی کو مضر نہین جیسے کوی مدعے حدوث
اجسام پر یہہ دلیل لاوے کہ وہ محل حوادث ہین اور ہر محل حوادث

Marfat.com

تو دحادث ہے اور صغری کو یون مدلل کرے کہ ہر جسم یا متحرک ہے یا
ساکن ہے اور سکون و حرکت دونو حادث ہین سو ہر جسم محل حوادث
ہوا اور مانع یہہ منع پیش کرے کہ جسم آن حدوث مین نہ متحرک ہوتا ہے
اور نہ ساکن پس یہہ مقدمہ کہ ہر جسم یا متحرک ہے یا ساکن ہے
ممنوع ہے **تو اب** معلل کو یہہ کہنا پہونچتا ہے کہ مقدمہ ممنوعہ کا
نہ ہونا ہمکو مضر نہین اسلئے کہ ہر جسم آن حدوث مین حادث
ہوگا اور یہی مطلوب ہے مگر **بعضونکا** یہہ **قول** ہے کہ معلل کو یہہ
کہنا مناسب نہین بلکہ وہ مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرے یا کوی اور
دلیل لاوے اسلئے کہ اوس نے یہہ التزام کیا ہے کہ مدعی کو دلیل
سے ثابت کرے اور اوسکے لئے بھی دو طریق ہین **مانع** کا اسقدر
توقف کرنا کہ **مدعی** اپنی دلیل کو پوری کرے نہایت مستحسن ہے
اسلئے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب **مدعی** اپنی دلیل کو تمام کرچکتا
ہے توجس مقدمہ کی نسبت فریق ثانی کو کوئی شک شبہ پیش آیا
ہے اوسکو مدلل کرتا ہے اور **بعضونکا** یہہ مقولہ ہے کہ مانع کا توقف
کرنا اتمام دلیل تک اچھا نہین مگر پہلی بات اچھی ہے اور بعضے
یہہ کہتے ہین کہ توقف کرنا مناظر کو شایان ہے اور توقف نکرنا
مجادل کو مناسب ہے **ہان** ناقض اور معارض کو اتمام دلیل تک

ٹھہرانا واجب ولازم ہے اسلئے کہ جب تک دلیل پوری نہ ہووے
تب تک نقض ومعارضہ نہین ہوسکتا نقض ایسے حکم کا بھے
جائز ہے جسکی نسبت بداہت کا دعوے کیا گیا اسلئے کہ وہ حقیقت
مین اوسکی بداہت کو منع ہے اور اب نقض کا شاہد منع کی سند
سمجھا جائیگا غرض کہ وہ نقض اصل مین منع مع السند ہے پانچوان
مقصد یہہ ہے کہ منع کی سند مقدمہ ممنوعہ کا مجہول ومخفی ہونا
بتاتے ہے اور منع کو قوت بخشتی ہے اگرچہ وہ تاسید اوسکے مانع
کے زعم فاسد ہی مین ہووے نظر برین یہہ بات بہت ضرور ہے کہ
وہ سند مقدمہ ممنوعہ سے عام نہو نہ عام مطلق ہو نہ عام من وجہ
ہو اسلئے کہ سند خفاء مقدمہ ممنوعہ کو مستلزم ہوتی ہے اور کوی
عام خاص کو مستلزم نہین ہوتا اور جب کہ سند کا موید منع ہونا حقیقت
مین ضروری نہین بلکہ صرف مانع کے زعم مین ہونا چاہئے تو سوفسطائیوں
کے اقوال وکلمات سے بھی سند لانا جائز ہے باوصفیکہ وہ واقع کے
مطابق نہین ہوتے مگر حکیم اوسکو مکابرہ تصور کریگا اور جب کہ
کسی بیان سے سند کی توضیح وتقویت کی جاوے اور وہ بیان
دلیل کے پیرایہ مین ہووے تو اوسمین بحث کرنا مستحسن نہین اسلئے
کہ موید سند یا خود سند کی ابطال سے مقدمہ ممنوعہ کا ثبوت لازم

Marfat.com

نہین آتا مگر یہہ کہ خود سند اور منع بین مساوات پائی جاوے تو اب
ابطال سند سے بطلان منع کا اور بطلان منع سے ثبوت مقدمہ
کا لازم آویگا مانع پر یہہ بات لازم نہین کہ جب سند پر بحث کی جاوے
تو خود سند کو مدلل کرے اسلئے کہ جب مانع خود سند ہی کا محتاج نہین تو کیون
برہان اوسپر لادے مانع کو یہہ نہین پہونچتا کہ مقدمہ ممنوعہ
کی منافی کو اس سے پہلے ثابت کرے کہ مستدل اوس
مقدمہ کو مدلل کرے اسلئے کہ غصب بلا ضرورت لازم آتا ہے
ہان جب مستدل اوس مقدمہ کو مدلل کرے تو اب منافی
مقدمہ کو بدلیل ثابت کرنا جائز ہے اور غصب منصب
سے لازم نہین آتا کیونکہ جب مقدمہ مدلل ہووے تو صرف
منع اوسکی ناجائز ہے اور اب یہہ منع مدلل مناقضہ علے
سبیل معارضہ ہوگے **غرضکہ** مانع کو اثبات منافی
مقدمہ ممنوعہ کا ہر طرحسے ضروری نہین بخلاف ناقض یا معارض
کے کہ اونکو اثبات کی ضرورت ہوتے ہے چنانچہ ناقض کا
یہہ ذمہ ہے کہ وہ تخلف مدلول یا لزوم محال کو ثابت کرے
اور معارض پر یہہ واجب ہے کہ وہ نقیض مطلوب پر دلیل
مستقل لاوے **منصرہ** سند خاص کے یہہ معنی ہین کہ مقدمہ

ممنوعہ کی نقیض اوسکے ہونی نہونے دونو نیز صادق آوے جیسے کوئی اس مطلوب کو ثابت کرے کہ یہہ شئے حساس ہے اور یہہ دلیل اوسپرلاوے کہ یہہ شئے حیوان ہے اور ہر حیوان حساس ہے اور مانع یہہ کہے کہ حیوان ہونا اوسکا ممنوع ہے جایز ہے کہ وہ کوئی شجر ہو لیس یہہ سند یعنی شجر ہونا اوسکا اوسکے حیوان نہ ہونے سے خاص ہے اسلئے کہ جب وہ شجر نہ ہو بلکہ حجر ہو تب بہی وہ حیوان نہ ہوگا اور وہ سند جو نقیض مقدمہ سے عام مطلق ہووے برخلاف اسکے ہوتے ہے یعنے وہ نقیض مقدمہ اور عین مقدمہ دونوکے ساتہہ پائی جاتے ہے جیسے مثال مذکور مین مانع یہہ کہے کہ جایز ہے کہ یہہ شئے ماشئے بالفعل نہو یہہ سند یعنے ماشی بالفعل نہ ہونا حیوان نہونے سے اسلئے عام ہے کہ وہ حیوان نہونیکے ساتہہ بہی محقق ہوتا ہے جیسے شجر حجر مین اور حیوان ہونیکے ساتہہ بہی پایا جاتا ہے۔ جبکہ حیوان ساکن بالفعل ہووے اور عام من وجہ ہونیکی یہہ معنے ہین کہ نقیض مقدمہ کے ساتہہ بعض صورتون مین پائی جاوے اور بعض مین نہ پائی جاوے جیسے کہ یہان مانع یون کہے کہ یہہ جایز ہے کہ یہہ شئی حیوان

Marfat.com

نہو بلکہ کالا یا گورا ہو یہہ سند یعنے کالا یا گورا ہونا حیوان سے
ساتھ بہی پایا جاتا ہے اور حیوان سے بدون بہی
پایا جاتا ہے اور سند مساوے کی یہہ معنے ہین کہ اوسمین
اور نقیض مقدمہ ممنوعہ مین وجود اور عدم مساوات پائی جاوے
جیسے مثال مذکور مین مانع یون کہے کہ جایز ہے کہ وہ حساس
یا متحرک بالارادہ ہنو حساس ہنونے اور حیوان ہنونے مین
مساوات ہے یعنے جہان یہہ ہوگا وہان وہ ہوگا اور جہان
یہہ نہوگا وہان وہ نہوگا اور سند مباین کے یہہ معنے
ہین کہ وہ اور نقیض مقدمہ ممنوعہ کی ایک جگہہ صادق نہ آوین اور
یہہ حقیقت مین سند ہی نہین ہوتے اسلیے کہ وہ عین مقدمہ
سے موافق ہوتی ہے منجملہ مذکورہ سندون کی خاص سند کے
باطل کرنے سے کچھہ فایدہ حاصل نہین ہوتا اسلیے کہ جبکہ
خاص کے انتفاء سے عام کا انتفا لازم نہین آتا تو نقیض
مقدمہ کے منتفی نہوگی اور عام سند کی باطل کرنیسے اگرچہ
نقیض مقدمہ کے جو اوس سے خاص مطلق ہے یا خاص
من وجہ ہے باطل ہوجاویگی مگر ازبسکہ وہ عین مقدمہ کے
بہی عام ہے تو بہی فی الجملہ باطل ہوجاویگا یعنے اگر یہہ

Marfat.com

خاص مطلق ہے تو بالکل منتفی ہو جاویگا اور اگر خاص من وجہ ہے
تو من وجہ باطل ہو جاویگا اور یہہ قول بعضونکا کہ اگر سند مذکور
نقیض مقدمہ سے عام مطلق اور عین مقدمہ سے عام من وجہ ہو
تو ابطال اوسکا مفید ہے خیلی تامل طلب ہے اور اصل یہہ
ہے کہ سند مساوی کا باطل کرنا بلاشبہ مفید و نافع ہے اسلئے
کہ اوسکے باطل ہونے سے مقدمہ ممنوعہ کے نقیض باطل ہوتی
ہے اور نقیض کے باطل ہونے سے عین مقدمہ کا ثابت ہونا
ہے اور اوسکے ثبوت سے دلیل پوری ہوتی ہے اور مدعی ہاتھہ آتا
ہے چھٹا مقصد یہہ ہے کہ نقض اجمالی ایسے شاہد کے لائے
بے سنا نہین جاتا کہ دلیل کے فساد کو بتاوے اور خود متحقق ہووے
بخلاف منع کے کہ وہ بے سند بھی سنی جاتی ہے اسلئے
کہ وہان صرف احتمال ہے کافی و وافی ہوتا ہے اثبات تخلف
کے لئے مدعی کی دلیل کو اوسکے مسدلول کے غیر مین
دو طرح پر جاری کرتے ہین ایک یہہ کہ بعینہ جاری کرین یعنے وہی
حد اوسط بعینہ قایم رہے اور فرق اسقدر ہو کہ مطلوب کا موضوع
بدلا جاوے مثلاً کوی حرام خور گلے مرو ڑے مرغے کی حلت پہ
یہہ دلیل لاوے کہ وہ مرغی طعام اہل کتاب کا ہے اور ہر طعام اہل کتاب کا مسلمانون

کے لئے حلال مباح ہے اور مخالف اوسکا بلا کم و کاست اسی دلیل
کو خنزیر مین جاری کرے اور تخلف بتا دے تو فرق اتنا ہے
ہے کہ موضوع مطلوب مین تبدل واقع ہوا باقے اوسط و اکبر وہی
مین اور دوسرا طریق یہہ ہے کہ حد اوسط کے جگہہ اوسکا مرادف
یا لازم رکھدین جیسے مثال مذکور مین طعام کے جگہہ کہانا یا خورش
مثلاً رکھدین اور جب کہ نقض کا شاہد نظری ہو تو دلیل وسکی
طلب کرین اور اگر بدیہی ظاہر اوسے ہو تو تنبیہ اوسکی مانگین
اسلئے کہ سایل فساد دلیل کا مدعی ہے تعریف کے جامع
ہونے یا مانع ہونیکے جتانے کو بیشک نقض کہتے ہین اسلئے
کہ وہ تخلف حد کا محدود سے یا محدود کا حد سے بتاتا ہے مثلاً
جب حد دخول غیر کا مانع ہوگی تو وہ محدود سے متخلف ہوگے
اور جب افراد محدود کو جامع ہوگی تو محدود اوس سے متخلف
ہوگا تعریف خاص کے بالعام مانع نہین اسلئے کہ وہان حد ہے
محدود نہین اور تعریف عام کے بالخاص جامع نہین اسلئے کہ
وہان محدود ہے حد نہین شاہد نقض کے مدافعت کے لئے چند
طریقے ہین اول یہہ کہ جہان ناقض نے دلیل مستدل کو
جاری کیا اوسے تخلف کر جتایا وہان اوسکے جاری ہونیکو مانے

Marfat.com

جیسے کوئی حنفی یہہ کہے کہ ان دو مقدمون سے یعنے آگے پیچھے سے جو شئے خارج ہوتی ہے وہ وضو کو توڑتی ہے اور یہہ برہان اوسپر قایم کرے کہ وہ شئے خارج نجس ہے اور ہر نجس وضو کا ناقض ہے اور ایک شافعی یہہ نقض پیش کرے اور یون تخلف بتاوے کہ خارج غیر سایل یعنے جو بدن سے نکلے اور باہر نہ بہے وہ نجس ہے اور باوصف اسکے وضو کا ناقض نہین غرضکہ کبری کی کلیت منقوض ہے سو جواب اسکا یہہ ہے کہ جو سایل نہین وہ خارج نہین بلکہ وہ بادی ہے یعنے ظاہر ہی حاصل یہہ کہ تحت اصغر داخل نہین اور دوسرا طریق یہہ ہے کہ خود تخلف کو منع کرے مثلاً مثال مذکور مین یہہ کہے یون کہے کہ خارج غیر سایل نجس ہے نہین اور جب وہ نجس ہی نہین تو وضو کا ناقض نہین یعنے وہ حد اوسط سے خارج ہے اور تیسرا طریق یہہ ہے کہ مستدل یہہ بتاوے کہ صورت تخلف مین یہہ مانع پیش آیا اور اوسنے دلیل کے اثر کو ظاہر ہونے نہ دیا مثلاً جب مثال مذکور مین معترض یہہ اعتراض کرے کہ دائمی بہنے والے زخم سے جو بہتا ہے اور سلس البول کی بیماری مین جو ٹپکتا ہے وہ بلاشبہ نجس ہے اور باوجود اسکے وضو کا ناقض نہین تو جواب

Marfat.com

اوسکا یہہ ہے کہ حکم تو دلیل سے متخلف نہین مگر ظہور اوسکا
یہان اسلئے نہین ہوا کہ اگر وضو کو قایم سمانا جاوے تو یا مکلف سے
فرض ساقط کئے جاوین یا نماز بلا وضو کے صحت تسلیم کیجاوے اور
جب یہہ کہ دونو باتین نہین ہوسکتین تو لاچار وضو کو قایم تسلیم کیا
گیا اور اگر ناقض لزوم محال کو بیان کرے تو اب جواب اوسکا یہہ ہے
کہ لزوم محال کو سمانے مثلاً جب کوی راست گو یہہ دعوے
کرے کہ ہر موجود کی حقیقت ثابت ہو اور یہہ دلیل اوسپر لاوے
کہ ہر موجود شئے ہے اور ہر شئی کی حقیقت ثابت ہو اور ایک بے
حقیقت یہہ بول پڑے کہ اگر کسی شئی کی حقیقت ثابت ہو تو
ثبوت اوسکا ثابت ہی یا نہین اگر نہین تو جو ثبوت کہ خود معدوم
ہے دوسری شئے کو ثابت نہین کرسکتا بقول اوستاد کے
مصرع از خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ اور اگر ثابت ہی تو پھر
اوسکے ثبوت مین گفتگو کیجاویگی غرضکہ اگر کسی شئے
کے حقیقت ثابت ہووے تو یا تسلسل لازم آویگا یا یہہ
ماننا پڑیگا کہ وہ ثبوت جو خود معدوم ہے دوسرے شئی کو موجود کرسکتا ہی
اور یہہ دونو امر محال ہین اور امر محال کا مستلزم خود محال ہے سو
اب حقیقت کسی شئے کی ثابت نہین ہے۔ جواب اسکا یہہ ہے

Marfat.com

کہ تسلسل لازم نہین آتا اسلئے کہ ثبوت کا ثبوت عین ثبوت ہے
اور تسلسل تعدد کے فرع ہے یا یہہ کہ وہ تسلسل جو محال ہے لازم نہین آتا اسلئے
کہ معانی مصدریہ محض اعتباری ہین اور امور اعتباریہ مین تسلسل
محال نہین ہے اور دوسرا طریق یہہ ہے کہ لازم کے استحالہ کو نمانی
جاسکے یہہ بات کہی گئی کہ سوا حکمت یعنی وجوب امکان امتناع اور جہات
منطقیہ مغائیر بالذات ہین ورنہ یہہ لازم آتاہے کہ ماہیت کو لوازم
واجب الوجود ہوجاوین اور یہہ محال ہے سو جواب اوسکا یہہ
دیا گیا کہ لوازم ماہیت کا واجبۃ الثبوت ہونا لازم آتا ہی اور یہہ
محال نہین اور مثال مشہور یہہ ہے کہ کوئی شخص خوش عقیدہ
یہہ بات کہے کہ زید کے فعل اللہ کے مخلوق ہین اسلئے کہ وہ ایک
بندہ ہے اور ساری بندون کے فعل اللہ کے مخلوق ہین اور
معتزلی یہہ نقض پیش کرے کہ چوری جاری یہہ بندونکے
فعل ہین اور وہ مخلوق اللہ کے نہین اسلئے کہ یہہ دونو کام
برے ہین اور برے کاموں کا پیدا کرنا برا ہے اور اللہ برائی سے
بری ہے سو جواب اوسکا یہہ ہے کہ برے کاموں کا پیدا کرنا
برا نہین پس جو لازم آتا ہے وہ برا نہین ساتوان مقصد
یہہ ہے کہ مدعی کی مدعی کا انکار و تغلیط بلا دلیل مکابرہ ہے

عام اس سے کہ مدعی اوسپر کوئی برہان لادے یا نہ لادے اور
عطا
مع دلیل اس سے پہلے کہ مدعی دلیل اوسپر لادے غصب ہے
اور محقق لوگ اس غصب کو بہت برا جانتے ہیں اور دلیل سمیت
انکار مدعی کا بعد اسکے کہ مدعی نے اوسکو مدلل کیا ہو معارضہ
ہے اور اسمیں اختلاف ہے کہ معارضہ میں یہہ شرط ہو کہ معارض
مدعی کے دلیل کو کسی طرح پر بگاڑے یا یہہ شرط نہیں —
کھلی بات مشہور ہے اور دوسری ظاہر ہی اسلیے کہ
تسلیم ظاہری معارضہ کی منافی ہے اگرچہ واقع میں نہیں
اور جبکہ معارضہ مع تسلیم ظاہری ہوگا تو وہ معارضہ محضہ
ہوگا۔ اور جب مع عدم تسلیم ہوگا تو وہ معارضہ مع المناقضہ
ہوگا بعضوں نے یہہ التزام کیا ہے کہ منجملہ ان دونو قسموں
کے کوئی سی قسم ہو تقریر اوسکے نقض کے پیرایہ میں ادا
کرنی چاہیے کہ تمہاری دلیل کے مقدمے باطل [illegible]
نہیں اگر وہ درست ہوتی تو اوسکا مدلول [illegible]
صحیح وصادق ہوتا مگر ہمارے [illegible]
جو اوس منافی کے صدق [illegible]
کرتے ہیں کہتے ہیں [illegible]

Marfat.com

خواہ وہ نقلے ہون یا عقلے ہون نقض اجمالی ہوتا ہے اسلئے
کہ دو قطعے حقیقت مین معارض نہین ہوتی اور وہ معارضہ
جو وہان مذکور ہوتا ہے اوسکو معارضہ مع النقض کہتے ہین اسلئے
کہ نقض اوسمین ضمناً پایا جاتا ہے ہان نقلیات ظنیہ مثل
نقلے قیاسون کے باہم معارض ہوسکتے ہین کیونکہ منجملہ اونکے
کسی ایک کا خطا ہونا بعید از قیاس نہین ہے کہا گیا
کہ معارضہ مع النقض اور معارضہ بالقلب آپسمین ایک ہین
اور فرق اونکا اعتباری ہے یعنے اس اعتبار سے کہ وہ
دلیل مدعے کو مخالف اوسکے بتاتا ہے بعد اسکے کہ وہ
موافق تہے معارضہ بالقلب کہتے ہین اور اس حیثیت سے
کہ وہ نقض کو متضمن ہوتا ہے معارضہ مع النقض بولتے ہین
تتمہ معارضہ کے بعض قسمون کی جواز وصحت مین خلاف واقع
ہوا منجملہ اونکے ایک معارضہ علے المعارضہ یعنے معارضہ
کے مقابلہ مین معارضہ کرنا صورت اوسکے یہہ ہے کہ مدعے
نے دلیل قایم کی اور معارض نے معارضہ کرکے اوسکو ساقط
کیا پہر مدعے نے دوسری دلیل قایم کے دوسری معارضہ
بالبداہت بدیہی محض پر جیسے مدعی یہہ کہے کہ یہہ حکم بدیہی ہے

Marfat.com

اور اوسکے بدیہی ہونے پر دلیل نہ لاوے اور معارض یہہ کہے
کہ نقیض اس حکم کے ثابت ہے اسلیے کہ وہ بدیہی ہے اور ہر بدیہی ثابت
ہے **تیسری** معارضہ بالبداہت بدیہی مدلل پر یعنے جسکی بداہت
کو مدعی نے بدلیل ثابت کیا اوسکا معارضہ بالبداہت کیا جاوے
جیسے مدعی یہہ کہے کہ یہہ حکم بدیہی ہے اسلیے کہ وہ محسوسات
یا وجدانیات مین سے ہے اور معارض یہہ پیش کرے کہ نقیض
اس حکم کے بدیہی ہے اور کوئی دلیل اوسپر نہ لاوے **چوتھی**
معارضہ بالدلیل بدیہی غیر مدلل پر مثال اوسکی یہہ ہے کہ مدعی
یہہ کہے کہ اعیان ثابتہ کے حقیقت ثابت ہے اور یہہ حکم
بدیہی ہے اور سوفسطای یہہ معارضہ کرے کہ نقیض اوسکی
ثابت ہو اور وہی دلیل اوسپر لاوے جو پہلے مذکور ہوچکے
ہے **پانچوین** معارضہ بالدلیل بدیہی مدلل پر جیسے کوئی یہہ
کہے کہ رنگ اس شئے کا کالا ہے اور یہہ بات بدیہی ہے اسلیے
کہ وہ محسوس ہے اور ہر محسوس بدیہی ہے اور معارض یہہ
معارضہ پیش کرے کہ نقیض اوسکی ثابت ہے اسلیے کہ وہ [illegible]
بصیر نہین اور جو قابل بصر نہین وہ سیاہ نہین اور حق یہہ ہے
کہ یہہ پانچون قسمین صحیح و جائز ہین اور ہر قسم کی جواز و صحت کے

دلیلین بجائے خود مذکور ہین اور نظر بر ین سب کا اتفاق اسپر ہے
کہ جب کبھی بدیہی کا معارضہ برہان سے کیا جاوے تو وہ برہان
زیادہ اعتبار کے قابل ہے اور ایسے ہی اگر نقلے دلیل کا معارضہ عقلے
دلیل سے کرین تو عقلے زیادہ معتبر ہوگی مگر یہہ کہ نقلے محکم
قران مجید یا حدیث متواتر ہو تو اب نقلے ہے معتبر ہوگے اور
قران مجید کے وہ آیات متشابہات جنکی ظاہری معنون سے باری تعالی
کے مجسم ہونیکا توہم پیدا ہوتا ہے اور کچھہ لوگ اس دہوکھے
مین اکر مجسمہ بنگئے جیسے الرحمن علی العرش استوی ویداہ
مبسوطتان اون عقلے نقلی دلیلون کے معارض نہین ہوسکتین
جنسے باری تعالے کا بسیط وجود ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے
واضح ہو کہ دلیل ظنی برہان قطعی کا مقابلہ نہین کرسکتی ہان اگر
الزام منظور ہو تو یہہ امر ممکن ہے تبصرہ مناظرہ کے مفہوم
مین جو خلاف مدعی معتبر ہے وہ نقیض صریح اور مساوی نقیض
اور اخص من النقیض کو شامل ہے یعنے خواہ وہ مدعا ن مدعی
کے صریح نقیض ہو یا اوسکے نقیض کے مساوی ہو یا اوسکے
نقیض سے اخص ہو ہان عام نہو اسلئے کہ ثبوت عام سے
ثبوت خاص کا لازم نہین آتا پس اس صورت مین معارض کے

Marfat.com

کی دلیل بیکار جائیگی بخلاف اسکے کہ جب خاص کے ثبوت خاص کا عام کے ثبوت کو مستلزم ہوگا حاصل یہہ ہے کہ معارض کا مطلوب مدعی کے مطلوب سے عام نہ ہووے نقیض صریح کی یہہ مثال ہے کہ مشائی حکیم نے یہہ دعوی کیا کہ زمین ساکن ہے اور دلیل اوسپر لایا اور مخالف نے یہہ دعوی کیا کہ زمین ساکن نہین اور دلیل اوسپر لایا اور مساوی نقیض کی یہہ مثال ہے کہ مثال مذکور مین معارض نے کہا کہ زمین متحرک ہے متحرک لاساکن کی مساوی ہے جو ساکن کی نقیض صریح ہے اور اخص من النقیض کی یہہ مثال ہے کہ مدعی نے کسی شے کے حیوان ہونے پر دلیل قایم کی اور معارض اوسکے شجر ہونے پر دلیل لایا شجر لاحیوان سے خاص ہے جو حیوان کے صریح نقیض ہے اور نقیض سے عام مطلق کی یہہ مثال ہے کہ مدعی نے کسی شئے کا انسان ہونا بدلیل ثابت کیا اور معارض اوسکے ممکن عام ہونے پر دلیل لایا ممکن عام انسان کے نقیض صریح یعنے لاانسان سے عام مطلق ہے اسلئے کہ ہر لاانسان ممکن عام ہے اور ہر ممکن عام لاانسان نہین انسان ممکن عام ہے لاانسان نہین اور عام من وجہ کی یہہ مثال ہے کہ مثال مذکور مین معارض نے شئے مذکور کا حیوان ہونا ثابت کیا

حیوان اور انسان کی نقیض صریح بین عموم من وجه ہے اسلئے کہ
بعضے حیوان لاانسان ہین جیسے گھوڑا اور بعضے حیوان لاانسان
نہین جیسے خود انسان اور بعضے لاانسان حیوان نہین جیسے دیوار خلاصہ
یہہ ہے کہ نقیض صریح یا مساوی نقیض یا اخص من النقیض کی اثبات
سے ابطال مدعی کا مقصود ہے اور اعم من النقیض کی اثبات سے
کچھ فائدہ نہین ہے خواہ وہ عام مطلق ہو یا عام من وجه ہو
باقی رہا مباین نقیض وہ عین مدعی ہے یا اوسکا لازم ہے اثبات
اوسکا معارضہ نہین ہے البتہ یہین وہ بحث سے خارج ہے
آٹھوان مقصد یہہ ہے کہ جب مستدل اپنی دلیل کی کسی مقدمہ
کو صغری ہو یا کبری کو مدلل کرے تو اوس مقدمہ کا نقض و معارضہ
جائز ہے لیکن اوسکے فساد پر دلیل لائی جاوے یا اوسکے نقیض
کا دعوی برہان سے تسلیم کی جاوے پہلے کو مناقضہ علی سبیل نقض اور
دوسرے کو مناقضہ علی سبیل معارضہ کہتے ہین اسلئے کہ مناقضہ
یعنی منع کے معنے جو مقدمہ کی عدم تسلیم ہے وہ دونو صورتون مین
پائے جاتے ہین مثال اوسکی یہہ ہے کہ کوئی شخص اس دعوی کو کہ مفہوم
انسان کا موجود خارجی نہین باین دلیل ثابت کرے کہ مفہوم
انسان کلی ہے اور کوئی کلی موجود خارج نہین اور ایک مقدمہ

Marfat.com

دلیل لاوے کہ اگر کلی موجود خارجی ہو جاوے تو کلی کلی نہ رہیگی بلکہ افراد
کثیرہ پر محمول نہ ہوگی تو سائل یہہ کہہ سکتا ہے کہ کلی بھی موجود
خارجی ہے اگر موجود خارجی نہو تو موجودات خارجیہ کا جز نہ ہوے
بسبب موجود ہونے جزئی کے کلی طبعی موجود خارجی ہے الخ اوس سالبہ
کلیہ کی ہے جو دلیل مدعی کا رفع ہوا اور نتیجہ دلیل کا یہہ قول ہے
کہ اگر دلیل مثبتی کا مقدمہ بین انتفاء ہے تو نقض وارد ہوگا اوسکا
اسی سبب سے بھی باہر ہے کہ مستدل اوسکو نقل کرے جیسے کوئی
ظاہر بین کسی شئے کے محسوس ہونیکو باین دلیل ثابت کرے کہ یہ شئے
موجود ہے اور ہر موجود محسوس ہے تو اس سے پہلے کہ وہ کبریٰ کی
ٹوٹی پھوٹی دلیل سے دلیل کرے یہ نقض وارد کر سکتے ہیں کہ باری
تعالیٰ اور بقول فلاسفہ کے مبادی عالیہ موجود ہیں اور ہرگز ان میں سے
کوئی محسوس نہیں اور یہ نقض اس لحاظ سے منع ہے کہ کبریٰ کی
کلیت کی عدم تسلیم پر مشتمل ہے اور باین لحاظ نقض ہے کہ مادہ منع
کا متحقق ہے اور اسیلئے کہا گیا کہ مناقضہ علی سبیل معارضہ اور
مناقضہ علی سبیل نقض کی تقریر منع کے پیرایہ میں مناسب نہیں کیونکہ
اب وہ منع نہیں رہی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اوس فاسد مقدمہ
کو مثال مذکورین معارض مقدمہ سے ملاتے ہین اور جب دونوں کی اجتماع سے کوئی

Marfat.com

محال لازم آتا ہے تو لزوم محال کا منشا و فساد اس مقدمہ کا گنا جاتا ہے اسلئے کہ کوئی امر صحیح و صادق کسی محال کو مستلزم نہین ہوتا اور حکم کیا جاتا ہے کہ وہی مقدمہ بجائے خود فاسد ہے مثلاً دلیل مذکور کی کبری کو اگر اس سچے مقدمہ سے یعنے ہر محسوس مادی ہے ملا دین تو یہہ لازم آویگا کہ باری تعالے اور مجردات بھی مادی ہین مگر یہہ محال اس مقدمہ سے لازم آیا نہ اس سچے مقدمہ سے تو وہ مقدمہ فاسد ہے نوان مقصد یہہ ہے کہ جب مستدل کا مقصود استدلال سے یہہ ہووے کہ فریق ثانی کو شک مین ڈالے یا دھوکہا دیوے تو اب نقض و معارضہ کا وارد کرنا مستحسن نہین اسلئے کہ وہ اپنے بیان کی راست درست ہونیکا دعوی نہین کرتا ہان منع کا وارد کرنا مضائقہ نہین کیونکہ منع سے اصلی غرض یہہ ہوتی ہے کہ مستدل اپنے بیان کو دھنا جت بخشے اور یہہ امر اوسکے حق مین مضر نہین اور یہہ مسئلہ مناظرہ کی بحث مین جب داخل ہوسکتا ہے کہ اظہار صواب کسی فریق کا مقصود نہ جیسے کہ بعضون کا مذہب ہے اور اگر یہہ معتبر کیا جاوے کہ اظہار صواب ہر دو فریق کو مقصود ہو تو کوئی مشکک یا مغالط مناظر نسمجہا جاویگا جب کہ منوع ثلاثہ معترض کے خیال مین آجا دین تو منع کو مقدم رکہے اور معارضہ کو سب سے پیچہے ڈالے اور بعضونکا

یہہ قول ہے کہ نقض کو مقدم کرے اور منع اور نقض دونوں کو معارضہ
پر مقدم رکھے بر تقدیر معارضہ دعوی یہہ ہے کہ وہ پیچھے رہے جیسے
جب کوئی نامکا مسلمان گلے مروڑی مرغی کی حلت کا قایل ہووے
اور یہہ دلیل لاویگا کہ گلے مروڑی مرغی طعام اہل کتاب کا
ہے اور طعام اہل کتاب کا مسلمانوں کے لئے حلال ہے بقولہ تعالی
وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم تو اب یہان منع ثلاثہ یعنے
منع نقض معارضہ تینون متوجہ ہوسکتے ہین خواہ منع کو مقدم رکھین
خواہ نقض کو مقدم رکھین منع کی یہہ تقریر ہے کہ دلیل مذکور کی
کبری کی کلیت مسلم نہین اسلئے کہ خنزیر اس حکم سے مستثنی ہو اور
کبری جزیہ شکل اول مین منتج نہین ہوتا اور نقض کی یہہ تقریر ہے
کہ یہہ دلیل بعینہ خنزیر مین جاری ہے اور وہ مسلمانون پر حرام ہے
غرضکہ اس مادہ مین حکم دلیل سے تخلف ہے اور معارضہ کی
یہہ تقریر ہے کہ گلے مروڑی مرغی حرام ہے اسلئے کہ وہ منخنقہ ہے
اور ہر منخنقہ حرام ہے بقولہ تعالے حرمت علیکم المیتۃ والدم
ولحم الخنزیر وما اهل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ یہانتک منوع ثلاثہ مذکور ہوئی
بحث کی منحصر ہونے پر یہہ بحث کی گئی ہے کہ کبھی مدعی کی دلیل
پر یہہ قدح کی جاتی ہے کہ تیری یہہ دلیل تیری دعوی کو مستلزم نہین

نہیں یعنے تقریب تام نہیں اور یہہ جب ہوتا ہے کہ مدعی خاص ہو اور دلیل
عام ہو مثلاً کوئی یہہ دعوے کرے کہ یہہ شئے انسان ہے اور یہہ دلیل
اوسپر لاوے کہ یہہ حیوان ہے حیوان ہونا انسان ہونے کو مستلزم
نہیں اور کبھی یہہ کہتے ہین کہ یہہ دلیل اور مقدمہ کی محتاج ہے یا
اوسکا وہ مقدمہ محض بیکار ہے یا وہ مصادرہ پر مشتمل ہے یعنے
دلیل کی صحت خود مدعے کی صحت پر موقوف ہے مثلاً یا صحت
دلیل کا لازم ممنوع ہے یعنے یہہ کہا جاتا ہے کہ یہہ دلیل جب پوری
ہو تو یون ہووے اور یون ہونا مسلم نہین غرض کہ کوئی اعتراض
ان اقسام اعتراضون مین سے نہ منع ہے اور نہ نقض ہے اور نہ معارضہ
ہے پہلے اور دوسری اور چوتھی بحث کا یہہ جواب ہے کہ اگر یہہ
اعتراض کسی شاہد صادق کے ساتھہ ہووین تو نقض مین داخل
ہین ورنہ یہہ مکابرہ ہے اور مکابرہ غیر مسموع ہے اور منع ثلاثہ
مین مباحث مسموعہ کا ہے اور تیسری بحث کا یہہ جواب ہے
کہ بعض مقدمات کا لغو بیکار ہونا ثبوت مدعی کا منافی نہین صرف
اتنی بات ہی کہ مستدل نے ایک امر زاید کو ذکر کیا۔ اور منوع ثلاثہ
مین وہ بحث منحصر ہے جو ثبوت مدعی کو منافی ہووے اور پانچوین
بحث کا یہہ جواب ہے کہ صحت دلیل کا لازم وہ ہے جو موقوف علیہ اوسکا

Marfat.com

ہے عام امر ہے کہ وہ جز ہو یا شرط ہو اور یہہ مقدمات دلیل پر
صادق آتا ہے پس اوسکا ثابت ہونا بعینہ منع اصطلاحی ہے حاصل یہہ کہ
اعتراضات مذکورہ منوع ثلاثہ سے خارج نہین ہین **خاتمہ** مناظرہ کی
ساری بحثین حکم خبری سے متعلق ہوتے ہین خواہ وہ صریح ہو خواہ وہ
ضمنی ہو اور اگر یہہ بات مانی جاوے کہ حدود مین بدون اعتبار
حکم ضمنی کے مناظرہ کی بحثین جاری ہوسکتی ہین اور ایسی ہی انشائیات
اور مفردات مین بدون اعتبار حکم ضمنے کی تصحیح نقل کا مانگنا جائز ہے
جیسے کہ بعضون کا مذہب ہے تو مناظرہ کی حد معروف یعنی توجہ کرنا متخاصمین
کا نسبت خبریہ مین جو مسلم ہے منہدم ہو جاویگی اور بحث کر قاعدے
بلا ضرورت چھوڑ جاوینگے۔ اور اصل یہہ ہے کہ انشائیات منقولہ
اور مفردات منقولہ مین حکم ضمنے ہوتا ہے مثلاً جب کوئی یہہ کہے
کہ ہمارے حضرت نے یہہ فرمایا کہ اپنے لڑکون کو نماز کے قاعدے سکھاؤ
تو یہان یہہ حکم اعتبار کیا جاویگا کہ یہہ امر حضرت کا قول ہے اور مفردات
منقولہ مین یہہ مانا جاویگا کہ یہہ مفرد اس معنے کے لئے موضوع ہے
اور اب دونو صورتون مین نقل کی تصحیح درکار ہوگی۔ **خاتمہ**
بحث مین جلدی کرنا اچھا نہین فریقین کو تامل کرنے مین فایدہ ہے
چنانچہ **مستدل** کا یہہ فایدہ ہے کہ وہ دلیل مین گھٹاتا بڑھاتا ہے

Marfat.com

اور نظری مقدمہ پر دلیل اور مخفی مقدمہ پر تنبیہ لاتا ہے اور کلام اوسکا
مناقشہ سے محفوظ رہتا ہے اور سایل کا یہہ فایدہ ہے کہ جلدی میں
اعتراض اوسکا پورا نہین ہوتا بلکہ کبھی جلدی خرابی کا باعث ہو جاتی ہے
اور یہہ امر بہت ضروری ہے کہ ہر علم کی بحث مین اوسکی مناسب
کلام کہے مثلا جب اصول و عقاید مین گفتگو پیش آوے تو قطعی
دلیلین لائی جاوین اسلیئے کہ وہان ظنیات کا کام نہین علاوہ اسکے
مذکورہ کی یہہ باتین بہے ملحوظ رہین کہ مناظر اپنے کلام مین ایسا
اختصار نکرے کہ مطلب پورا پورا سمجہہ مین نہ آوے اور ایسا ہی
اوسکو نہ پہیلاوے کہ فریق ثانی سنتا سنتا گہبرا جاوے اور ایسے
الفاظ غیر مانوس کو نہ بولے کہ طرف ثانی کو پوچہنے کی ضرورت ہو
اور ایسے کلام کو بلا قرینہ کلام مین نہ لاوے جو دو معنون کا احتمال رکہتا ہو
اور مناظرہ کیوقت کسی شئے کیطرف التفات نکرے اور جسکا
مقدمہ در میان دخل نہو وے اوس سے الگ رہی اور عین مباحثہ
مین نہ ہنسے نہ غرائے اور نہ فحش زبان پر لاوے جیسا کہ فی زماننا بعض
مباحثون مین دیکہا گیا اور مباحثہ سے پہلے تہوڑی بہت شرطون
کا التزام کرنا یا کرانا مضائقہ نہین اگرچہ فی الجملہ ضعف و ناتوانی پر دلالت
کرتا ہے اور جسکی ہیبت غالب ہووے اور لوگ اوس سے ڈرتے

Marfat.com

ہون اوس سے بحث نکرے جیسے حضرت عبد اللہ بن عباس رض
نے امیر المومنین عمر بن الخطاب رض سے عول کے مسئلہ مین کچھ
گفتگو نہ کی اور جب کسی نے اونسے پوچھا تو آپنے یہی جواب دیا کہ حضرت
عمر رض مرد مہیب تھے اونکی ہیبت غالب آئی اور بقول سعدی کے
سمجھے ع۔ دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد۔ طرف مقابل کو حقیر نہ سمجھے
اور لازم ہے کہ تکیہ لگا کر نہ بیٹھے اور جو کھانا پیاسا بھی نہو اور
بہت پیٹ بھرا بھی نہو اور گفتگو کے وقت ادھر ادھر نہ دیکھے
اور کسی سے گفتگو مین مدد نہ مانگے اور چلا کر گفتگو نہ کرے غرض
کہ جو باتین مناظرہ کی مناسب نہون اونسے بچتا رہے مگر آجکل کے
مباحثے جو محض مکابری یا مجادلی ہین اظہار صواب سے مبرا اور
تحقیق حق سے معرا ہین چنانچہ اون مین ہر فریق کو یہہ منظور ہوتا
ہے کہ میرا قول بالا رہے اور کھیت اپنے ہاتھ آوے سو یہہ مباحثے
نہین بلکہ مرغون کے پالیان ہین علاوہ اسکے ہر طرف کی بہلا
جانے والی وہ باتین اور ڈاتی ہین جو معرکہ مین کبھی سنے نہین جاتیں
یہانتک کہ جب تحریری مباحثے ہوتے ہین تو تب بھی یہی خاک
اوڑاتے ہے مگر اتنی بات ہو کہ لکھتم کے آگے بکتم نہین چلتے بس
اس زمانہ مین کنج عزلت اولی والنسب ہے ہان جو لوگ ایسے ہین کہ وہ

Marfat.com

بحث و مباحثے کی بدولت روٹی کہاتے اور روپے کماتے ہین وہ لڑین
اور جہگڑین اور تقریری تحریری مباحثے کرین اور کہاوین اور مزے
اوڑاوین ع بحث کردن کار بیدردان بود + فقط اب مصنف کی
یہہ التجا ہے کہ جو کوی اس رسالہ کو پڑہے یا پڑہائے وہ اوسکو
دعائے خیر سے یاد کرے

تمام شد

Marfat.com